

فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

فتاوى قاسميه

منتخب فتاوى

حضرت مولانا مفتي شبير احمد القاسمي

خادم الافتاء و الحديث جامعه قاسميه
مدرسه شاهي مراد آباد، الهند

(جلد ۲)

المجلد الثاني

بقية الايمان و العقائد من باب الحشر و النشر الى باب
مايتعلق باهل الكتاب التاريخ و السير البدعا و الرسوم

۱۷۳ ————— ۷۷۵

ناشر

مكتبه اشرفيه، ديوبند، الهند

01336-223082

فتاویٰ قاسمیہ

صاحب فتاویٰ
حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بجٹ صاحبِ فتاویٰ شبیر احمد القاسمی 094 125 52 294

بجٹ مالک مکتبہ اشرفیہ دیوبند 093 580 01 571

088 103 83 186 01336-223082

پہلا ایڈیشن محرم الحرام ۱۴۳۷ھ

ناشر

مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، ضلع سہارنپور، الہند

01336-223082

ASHRAFI BOOK DEPOT

DEOBAND, SAHARANPUR, INDIA

Phone: 01336-223082

Mob. : 09358001571, 08810383186

مكمل اجمالى فهرست ايك نظر مين

رقم المسأله	عنوانات
المجلد الأول	١ ١٧٢ مقدمة التحقيق، الإيمان والعقائد إلى باب ما يتعلق بالارواح.
المجلد الثاني	١٧٣ ٥٥٧ بقية الإيمان والعقائد من باب الحشر، إلى باب ما يتعلق بأهل الكتاب، التاريخ والسير، البدعات والرسوم.
المجلد الثالث	٥٥٨ ١٠٠٥ بقية البدعات والرسوم من باب رسومات جنائز إلى رسومات نكاح، كتاب العلم إلى باب ما يتعلق بالكتابة.
المجلد الرابع	١٠٠٦ ١٤١٥ بقية كتاب العلم من كتابة القرآن إلى باب الوعظ والنصيحة، الدعوة والتبليغ، السلوك والاحسان، الأدعية والأذكار.
المجلد الخامس	١٤١٦ ١٩٣٥ الطهارة بتمام أبوابها، الصلوة من أوقات الصلوة إلى صفة الصلوة.
المجلد السادس	١٩٣٦ ٢٤٥٧ الجماعة، المساجد، الإمامة.
المجلد السابع	٢٤٥٨ ٢٩٦٤ بقية الصلوة من تسوية الصفوف إلى سجود التلاوة.
المجلد الثامن	٢٩٦٥ ٣٤٢٣ بقية الصلوة من الذكر والدعاء بعد الصلوة، الوتر، ادراك الفريضة، السنن والنوافل، التراويح، صلوة المسافر.

المجلد التاسع	٣٤٢٤	٣٨٩٣	بقية الصلوة، صلوة المريض، الجمعة، العيدين، الجنائز إلي حمل الجنازة.
المجلد العاشر	٣٨٩٤	٤٤٠٤	بقية الجنائز من صلوة الجنائز إلي باب الشهيد، كتاب الزكوة.
المجلد الحادي عشر	٤٤٠٥	٤٨٧٣	بقية الزكوة، كتاب الصدقات، الصوم، بتمام أبوابها إلي صدقة الفطر.
المجلد الثاني عشر	٤٨٧٤	٥٣٤٨	كتاب الحج بتمام أبوابها، النكاح إلي باب نكاح المكره.
المجلد الثالث عشر	٥٣٤٩	٥٩٤٣	بقية النكاح إلي باب المهر.
المجلد الرابع عشر	٥٩٤٤	٦٤٦٢	الرضاع، الطلاق إلي باب الكناية.
المجلد الخامس عشر	٦٤٦٣	٦٩٠٢	بقية الطلاق، الرجعة، البائن، الطلاق بالكتابة، الطلاق الثلاث، الشهادة في الطلاق، الحلالة.
المجلد السادس عشر	٦٩٠٣	٧٤٠٢	بقية الطلاق، تعليق الطلاق، التفويض، الفسخ والتفريق، الظهار، الإيلاء، الخلع، الطلاق على المال، العدة، النفقة، ثبوت النسب، الحضنة.
المجلد السابع عشر	٧٤٠٣	٧٨٦٧	الأيمان والنذور، الحدود، الجهاد، اللقطة، الامارة والسياسة، القضاء، الوقف إلي باب المساجد.
المجلد الثامن عشر	٧٨٦٨	٨٤٠٨	بقية الوقف من الفصل الثالث، المسجد القديم إلي مصلى العيد، والمقبرة. (قبرستان)

المجلد التاسع عشر	٨٤٠٩	٨٨٥٦	بقية الوقف، باب المدارس، كتاب اليسوع، البيع الصحيح، الفاسد، المرابحة، الصرف، السلم، الوفاء، الشفعة، المزارعة.
المجلد العشرون	٨٨٥٧	٩٣٥٠	الشركة، المضاربة، الربوا بتمام أنواعها.
المجلد الحادي والعشرون	٩٣٥١	٩٧٣٥	الديون، الودیعة، الأمانة، الضمان، الهبة، الإجارة.
المجلد الثاني والعشرون	٩٧٣٦	١٠٢٤٥	الغصب، الرهن، الصيد، الذبائح بتمام أنواعها، الأضحیة بتمام أنواعها، العقیقة، الحقوق، بأكثر أبوابها إلى باب حقوق الأقارب.
المجلد الثالث والعشرون	١٠٢٤٦	١٠٧٠٥	بقية الحقوق، الرؤيا، الطب والرقي بتمام أنواعها، كتاب الحظر والإباحة إلى باب السابع، ما يتعلق باللحیة.
المجلد الرابع والعشرون	١٠٧٠٦	١١٢٠٥	بقية الحظر والإباحة، باب الأكل والشرب، الانتفاع بالحيوانات، الخمر، الدخان، الهدايا، الموالاة مع الكفار، المال الحرام، الأدب، السهو، استعمال الذهب والفضة، كسب الحلال، الغناء، التصاوير.
المجلد الخامس والعشرون	١١٢٠٦	١١٦٠٠	الوصیة، الفرائض بتمام أبوابها.
المجلد السادس والعشرون	١	١١٦٠٠	فهارس المسائل





فہرست مضامین

۱ / بقیۃ کتاب الإیمان والعقائد

□	۹ / باب ما يتعلق بالحشر والنشر	۲۸
---	--------------------------------	----

مسئلہ نمبر	صفحہ نمبر
۱۷۳	کیا محرم کے دن قیامت قائم ہوگی؟
۱۷۴	قیامت کے دن سورج کتنا قریب ہوگا؟
۱۷۵	میزان عدل پہلے قائم ہوگی یا پل صراط؟
۱۷۶	پل صراط کا راستہ کتنے برس کا ہے؟
۱۷۷	کیا جمعرات کو امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں؟
۱۷۸	قیامت میں ماں کی طرف نسبت کر کے پکارا جائے گا؟
۱۷۹	قیامت کے دن والد کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا؟
۱۸۰	کیا بلا عقیقہ فوت ہونے والا بچہ سفارشی ہوگا؟
۱۸۱	بلا عقیقہ فوت ہونے والی اولاد بھی سفارشی ہوگی؟
۱۸۲	روزِ محشر میں قرض کی ادائے گی کی کیفیت
۱۸۳	قاتل اور حرقِ تلفی کرنے والے کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں؟

□	۱۰ / باب ما يتعلق بالجنة والجهنم	۴۴
---	----------------------------------	----

۱۸۴	جنت کہاں ہے؟	۴۴
-----	--------------	----

۱۸۵	جنت میں جانے والی سب سے پہلی خاتون.....	۴۴
۱۸۶	ایک جنتی کو کتنی حوریں ملیں گی.....	۴۶
۱۸۷	کیا انسان جنت میں چالیس سال تک متواتر صحبت کرتا رہے گا؟ ..	۴۷
۱۸۸	جنت میں حور و بیوی سے ہمبستری و منی مذی کا حکم.....	۴۸
۱۸۹	کیا جنت میں توالد..... /۱۳ باب ما يتعلق بالصحابۃ ریل کی طاقت دی جائے گی؟	۵۰
۱۹۰	مطلقہ اور کنواری لڑکی جنت میں کس کے ساتھ رہے گی؟	۵۲
۱۹۱	کیا مومنین کو جہنم میں عذاب نہیں ہوگا؟	۵۳
۱۹۲	کیا جہنمیوں کا لباس کالا ہوگا؟	۵۴
۱۹۳	نابالغی میں وفات پانے والی اولاد والدین کی سفارشی ہوگی.....	۵۶
۱۹۴	اولادِ مشرکین کا حکم.....	۵۷
۱۹۵	غیر مسلموں کے بچے جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟	۵۸
۱۹۶	غیر مسلم کے نابالغ بچے جنتی ہیں یا جہنمی؟	۵۹
۱۹۷	مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہونے والا شخص جنتی ہے یا جہنمی؟	۶۱

□	۱۱ / باب ما يتعلق بالملائكة والجن	۶۳
---	-----------------------------------	----

۱۹۸	حضرت جبرئیل، میکائل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام کے نام	۶۳
۱۹۹	کس آسمان پر کس فرشتے کی ڈیوٹی ہے؟	۶۵
۲۰۰	ملک الموت کی روح کون قبض کرے گا؟	۶۶
۲۰۱	کیا حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت جبرئیل دنیا میں تشریف لائے ہیں؟	۶۶
۲۰۲	کیا کسی بزرگ کو خواب میں حضرت جبرئیل کا پانی پلانا صحیح ہے؟ ...	۶۷
۲۰۳	کیا حضرت جبرئیل کا کسی مریض کو پانی پلانا ممکن ہے؟	۶۹

۶۹ کیا کسی ولی یا بزرگ کے پاس حضرت جبرئیل آسکتے ہیں؟	۲۰۴
۷۱ جناتوں کا انسانوں پر سوار ہونا	۲۰۵
۷۴ بزرگان دین کا انتقال کے بعد لوگوں پر سوار ہونا	۲۰۶
۷۶ جنات و شیاطین میں فرق	۲۰۷
۷۸ جنات میدان ۱۳۰ / باب ما يتعلق بالتقليد؟	۲۰۸
۷۸ ہمزا دیکھا ہے؟	۲۰۹
۷۹ جنات و شیاطین میں فرماں برداری اور نافرمانی کا مادہ	۲۱۰
۸۱ جنات کی صحبت سے حمل قرار پانے کے متعلق چند سوالات	۲۱۱
۸۴ چاند، سورج گھومتے ہیں یا زمین گھومتی ہے؟	۲۱۲
۸۵ فلک اطلس، فلک ثابته	۲۱۳
۸۶ خانہ کعبہ کا رابعہ بصری کی تعظیم میں اٹھ کر ان کے پاس آنا	۲۱۴

۸۷	باب ما يتعلق بالأنبياء	□
----	------------------------	---

۸۷ کیا حضور ﷺ حضرت آدم علیہم السلام کی خلقت سے قبل نبی تھے؟	۲۱۵
۸۸ حضور ﷺ کے متعلق اہل دیوبند کا عقیدہ	۲۱۶
۹۰ کیا حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے مجبور محض اور محتاج بندے ہیں؟	۲۱۷
۲۱۸ امہات المؤمنین تمام مؤمنین کی مائیں اور حضور ﷺ روحانی باپ ہیں	
	۹۱	
۹۲ حضور ﷺ کو اپنا بڑا بھائی ماننا	۲۱۹
۹۳ امتی کا آپ ﷺ کو ”بھائی“ کہنا	۲۲۰
۹۴ حضور ﷺ کا نکاح کس نے پڑھایا؟	۲۲۱
۹۶ آپ ﷺ کا ختنہ ہوا تھا یا نہیں؟	۲۲۲

۹۷	وفات کے بعد حضور ﷺ کو کس طرح غسل دیا گیا؟	۲۲۳
۹۸	حضور پاک ﷺ کی نماز جنازہ میں کیا پڑھا گیا؟	۲۲۴
۱۰۰	آپ ﷺ کی نماز جنازہ کس طرح ادا کی گئی؟	۲۲۵
۱۰۱	کیا کفار بھی حضور ﷺ کا امت ہر؟	۲۲۶
۱۰۲	شبِ معراج میں ۱۵ / باب الفرق الضالة، م. السلام کی تعداد ...	۲۲۷
۱۰۳	حضرت مریم و آسیہ علیہما السلام کی حضور ﷺ سے جنت میں شادی ..	۲۲۸
۱۰۴	جنت میں حضور اکرم ﷺ سے حضرت مریم وغیرہ کا نکاح ..	۲۲۹
۱۰۶	پیر کو 'سید الکونین' کہنا ..	۲۳۰
۱۰۷	معجزہ شق القمر کیسے ہوا؟	۲۳۱
۱۰۸	مکرم، معظم، قبلہ و کعبہ، حضور پر نور اور مختار کل وغیرہ تعظیماً لکھنا ..	۲۳۲
۱۰۸	کیا حضور ﷺ کی عمر کے ۲۷ سال معراج میں گزرے ہیں؟	۲۳۳
۱۰۹	کیا انبیاء علیہم السلام وارث ہوتے ہیں؟	۲۳۴
۱۱۱	کیا حضور ﷺ پر زکوٰۃ فرض نہیں تھی؟	۲۳۵
۱۱۳	کیا حضور ﷺ پر مہر دینا واجب تھا؟	۲۳۶
۱۱۹	کیا حضور ﷺ پر عورتوں سے پردہ فرض تھا؟	۲۳۷
۱۲۰	حضور ﷺ کے معجزات سے متعلق چند سوال و جواب ..	۲۳۸
۱۲۲	عبداللہ طارق کے چند اعتراضات کے جوابات ..	۲۳۹
۱۲۷	حضور ﷺ کے پیشاب، خون اور دیگر فضلات کا حکم ..	۲۴۰
۱۲۹	کیا حضور ﷺ کا خون اور فضلات پاک تھے؟	۲۴۱
۱۳۰	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ..	۲۴۲

۲۴۳	سایہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت	۱۳۱
۲۴۴	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا؟	۱۳۱
۲۴۵	کیا حضور ﷺ کا سایہ تھا؟	۱۳۲
۲۴۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا تھا یا نہیں؟	۱۳۴
۲۴۷	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور ہیں	۱۳۵
۲۴۸	کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہیں؟	۱۳۷
۲۴۹	کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں؟	۱۳۸
۲۵۰	حضور ﷺ کا مرض الموت میں دور وز قبل اپنی وفات کی خبر دینا	۱۴۲
۲۵۱	نبی مر گئے، امت یتیم ہو گئی سے حیات قبر کا انکار ثابت نہیں ہوتا	۱۴۳
۲۵۲	کیا حضور پاک ﷺ مٹی میں مل گئے ہیں۔ العیاذ باللہ۔	۱۴۵
۲۵۳	حضور ﷺ کا پردہ فرمانے کے بعد دنیا میں کسی سے ملاقات کے لئے آنا	۱۴۶
۲۵۴	کیا حضور اکرم ﷺ کے والدین مؤمن تھے؟	۱۴۷
۲۵۵	حضور ﷺ کی خدمت میں سلام بھیجنا اور مدینہ بلوانے کی درخواست کروانا	۱۴۹
۲۵۶	حضور ﷺ کی خدمت میں سلام بھیجنا اور حاجت براری کے لئے دعا کرانا	۱۵۰
۲۵۷	اجتماعی طور پر ”یا نبی سلام علیک“ پڑھنے کی شرعی حیثیت	۱۵۱
۲۵۸	روضہ اقدس پر ہلکی آواز سے درود پڑھنا	۱۵۳
۲۵۹	بارگاہ رسالت میں درود و سلام کے علاوہ دوسری دعائیں کرنا	۱۵۴

۲۶۰	روضہ اقدس پر بذریعہ فون سلام پیش کرنا	۱۵۵
۲۶۱	دورانِ صلاۃ حضور ﷺ کا خیال آنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی	۱۵۷
۲۶۲	نماز میں حضور ﷺ کا خیال آنا مفسد صلاۃ نہیں؟	۱۵۸
۲۶۳	کیا حضرت تھانویؒ، زبیرؒ، حضرفہؒ کے اذکار نے کو مفسد صلوٰۃ لکھا ہے؟	۱۵۹
۲۶۴	نماز میں حضور ﷺ کے حیاں اے بی سرنیٰ حینیت	۱۶۰
۲۶۵	نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا	۱۶۲
۲۶۶	نبی ﷺ کی ذات مبارک سے متعلق چند سوالات کے جوابات	۱۶۳
۲۶۷	حضرت آدم وحواء علیہما السلام سے والد و تاسل کے جاری ہونے والے سلسلہ کی حقیقت	۱۶۵
۲۶۸	حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کے نبی ہونے کی دلیل	۱۶۷
۲۶۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ختنہ کی حقیقت	۱۶۹
۲۷۰	کیا شاہد یوسف نے شیر خواری کی حالت میں گواہی دی؟	۱۷۰
۲۷۱	جناتوں کے نبی جن ہوتے تھے یا انسان؟	۱۷۲
۲۷۲	کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ دی تھی؟	۱۷۴
۲۷۳	کیا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟	۱۷۵
۲۷۴	حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے نہ پڑنے سے متعلق تحقیقی فتویٰ	
		۱۷۷
۲۷۵	کیا حضرت زلیخا زانیہ تھیں؟- العیاذ باللہ-	۱۷۸
۲۷۶	حضرت داؤد علیہ السلام کی امت کو کیا کہتے ہیں؟	۱۸۰
۲۷۷	فرعون کے ماتحت لوگوں کو امت کہنا	۱۸۱

۱۸۲	شہاد کے زمانہ کے نبی کا نام اور شہاد کی بنائی ہوئی جنت کا مقام ..	۲۷۸
۱۸۳	کیا بھلائی کی طرف بلانے والے کو نبی یا ولی کہا جاسکتا ہے؟	۲۷۹
۱۸۴	کیا عورت نبی و رسول ہو سکتی ہے؟	۲۸۰
۱۸۶	مہاتما گاندھی کو نبی کہنا	۲۸۱
۱۷۰	گوتم بدھ کو نبی کہنا	۲۸۲
۱۸۸	ہندوؤں کے ”وید“ آسمانی کتاب ہیں یا نہیں؟	۲۸۳
۱۸۹	رام جی اور کرشن رسول ہیں یا نہیں؟	۲۸۴
۱۹۰	کیا ہندوؤں کو اہل کتاب کہا جاسکتا ہے؟	۲۸۵
۱۹۱	کیا رام چند راجی، کچھن وغیرہ نبی ہیں؟	۲۸۶
۱۹۳	ہولی کے موقع پر تعطیل اور رام کرشنا کا حکم	۲۸۷

۱۹۵	۱۳ / باب ما یتعلق بالصحابۃ	□
-----	----------------------------	---

۱۹۵	صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہیں؟	۲۸۸
۱۹۶	حضور ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟	۲۸۹
۲۰۰	کیا صحابہ حضور ﷺ کے بھائی نہیں ہیں؟	۲۹۰
۲۰۲	کیا حضور ﷺ نے اصحاب صفہ کو تعلیم دی ہے اور حضرت انس خادم رسول ہیں	۲۹۱
۲۰۵	صحابہ کرام کی تخصیص اور ان کی شان مبارک میں گستاخیاں	۲۹۲
۲۹۳	حضرت نعمان بن بشیرؓ کی کوئی نافرمان اولاد تھی؟ نیز نافرمان اولاد کو محروم کرنا	۲۹۳
	۲۰۶	
۲۰۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دیونی کے ساتھ کشتی لڑنا	۲۹۴

- ۲۹۵ کیا حضرت ابو ثعمہ رضی اللہ عنہ کو حد زنا لگائی گئی؟ ۲۰۹
- ۲۹۶ حضرت ابو ثعمہؓ کا شراب پی کر بدکاری کرنے کے واقعہ کی تحقیق ۲۱۱
- ۲۹۷ حضرت ابو ثعمہؓ کے زنا کے واقعہ کی تحقیق ۲۱۳
- ۲۹۸ کیا حضرت ابو ثعمہؓ نے شراب پی تھی؟ ۲۱۶
- ۲۹۹ کیا حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو وصیت لکھوانے سے روکا تھا؟ ۲۱۸
- ۳۰۰ لکھنؤ کا مدح صحابہ کا جلوس ۲۱۹
- ۳۰۱ امام اہل سنت ہال میں مدح صحابہ کی محفل کا انعقاد ۲۲۰
- ۳۰۲ جلوس محمدی و مدح صحابہ کا حکم ۲۲۱
- جواب منجانب دارالافتاء وقف دارالعلوم دیوبند ۲۲۲
- دارالافتاء مدرسہ شاہی کا جواب ۲۲۲
- ۳۰۳ جلوس مداح صحابہ کا حکم ۲۲۶
- ۳۰۴ صحابہؓ پر زنا بالجبر اور ڈکیتی کا الزام لگانا۔ العیاذ باللہ۔ ۲۳۰
- ۳۰۵ کیا شیخینؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے والے صحابہ غلطی پر تھے؟ ۲۳۳
- ۳۰۶ کیا حضرت عمارؓ کو قتل کرنے والا گروہ معیار حق نہیں؟ ۲۳۶
- ۳۰۷ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اشکال کا جواب ۲۳۹
- ۳۰۸ حضرت معاویہؓ کی امارت پر اشکال کا جواب ۲۴۱
- ۳۰۹ ولی کو ”رضی اللہ عنہ“ کہنا ۲۴۳
- ۳۱۰ کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر نقد تھا؟ ۲۴۴
- ۳۱۱ کیا حلیمہ سعدیہ مشرف بہ اسلام ہوئی تھیں؟ ۲۴۶
- ۳۱۲ ابوطالب کے ایمان کے بارے میں علماء امت کا مسلک ۲۴۷

۳۱۳ کیا حضرت فاطمہؓ، حضرت ابوبکرؓ سے ناراض تھیں؟ ۲۴۸

۲۵۳	۱۴ / باب ما يتعلق بالتقليد	□
-----	----------------------------	---

۳۱۴ اہل سنت والجماعت ۲۵۳

۳۱۵ فرقہ ناجیہ ۲۵۵

۳۱۶ اہل سنت والجماعت کے عقائد کی کتابیں ۲۵۶

۳۱۷ ائمہ اربعہ حق پر ہیں؟ ۲۵۷

۳۱۸ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی اقتداء کی شرعی حیثیت ۲۵۹

۳۱۹ کیا چاروں اماموں پر ایمان لانا ضروری ہے؟ ۲۶۲

۳۲۰ ائمہ اربعہ کی تقلید ۲۶۴

۳۲۱ ایک امام کی تقلید لازم کیوں؟ ۲۶۵

۳۲۲ تقلید شخصی واجب ہے؟ ۲۶۶

۳۲۳ کیا حنفی حدیث پر فقہ کو ترجیح دیتے ہیں؟ ۲۶۸

۳۲۴ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا کس مسلک میں جائز ہے؟ ۲۶۹

۳۲۵ اختلافی مسائل میں جس پر چاہے عمل کرنا کیسا ہے؟ ۲۷۰

۳۲۶ سہولت کے پیش نظر چاروں مسلک پر عمل کرنا ۲۷۱

۳۲۷ عارضی طور پر مذہب بدلنا ۲۷۲

۳۲۸ محض پیسوں کی خاطر تبدیلی مسلک کا حکم ۲۷۳

۳۲۹ غیر مقلدین کا حنفیوں کو صحاح ستہ کا دشمن بتانا ۲۷۴

۳۳۰ غیر مقلدین کے حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ پر ایک اعتراض کا جواب

- ۳۳۱ غیر مقلدین کا فرقہ اہل سنت والجماعت میں ہے یا نہیں؟ ۲۷۹
- ۳۳۲ غیر مقلدین کی طرف سے حنفیوں کے لئے چیلنج ۲۸۰

۲۸۲	۱۵ / باب الفرق الضالة	□
-----	-----------------------	---

- ۳۳۳ بریلوی، غیر مقلدین، جماعت اسلامی ۲۸۲
- ۳۳۴ ”ایمان کمزور ہو گئے ذمہ دار کون؟“ نامی کتاب کی چند گمراہ کن باتوں کا جواب .. ۲۸۳
- ۳۳۵ ”مجلس اشاعت التوحید والسنة“ ۲۸۶
- جواب منجانب دارالافتاء دارالعلوم دیوبند ۲۸۹
- جواب منجانب: دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد ۲۹۰
- ۳۳۶ پرویزی عقائد رکھنے والے کا حکم ۲۹۰
- ۳۳۷ فرقہ وارثی ۲۹۲
- ۳۳۸ فرقہ مہدویہ کا حکم ۲۹۳

۲۹۴	۱۶ / باب في الشيعة	□
-----	--------------------	---

- ۳۳۹ شیعہ کافر ہیں یا نہیں؟ ۲۹۴
- ۳۴۰ فرقہ اثنا عشریہ سے متعلق چند سوالات کے جوابات ۲۹۵
- ۳۴۱ شیعہ کافر ہیں؟ ۲۹۸
- ۳۴۲ کیا شیعہ اثنا عشریہ کافر ہیں؟ اور ان کے ذبیحہ کا حکم ۲۹۹
- ۳۴۳ شیعہ کے بارہ اماموں کے اسماء ۳۰۰
- ۳۴۴ بارہ خلفاء کے مصداق ۳۰۱
- ۳۴۵ شیعہ کا ذبیحہ، نماز جنازہ اور ان کے یہاں شادی کرنے کا حکم ۳۰۳
- ۳۴۶ شیعہ روافض کے ساتھ کھانا پینا اور ان کے اموال مساجد وغیرہ میں صرف کرنا

۳۰۴

- ۳۴۷ شیعوں کے مکان پر قرآن خوانی میں شرکت اور شیرینی کھانا ۳۰۶
- ۳۴۸ تعزیہ بنانے والے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ ۳۰۷

۳۰۹	۱۷ / باب في القادياني	<input type="checkbox"/>
-----	-----------------------	--------------------------

- ۳۴۹ مسلمان کے لئے قادیانیوں سے میل جول رکھنا اور ان کی تقریبات میں شرکت کرنا کیا ہے؟ ۳۰۹
- ۳۵۰ مؤمنہ عورت کے لئے قادیانی شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں ہے ۳۱۰
- ۳۵۱ مرزا غلام احمد قادیانی ختم نبوت، معراج جسمانی کا منکر ہے؟ ۳۱۰

۳۱۳	۱۸ / باب في البريلوية	<input type="checkbox"/>
-----	-----------------------	--------------------------

- ۳۵۲ بریلوی فرقہ کی ابتداء کب ہوئی؟ ۳۱۳
- ۳۵۳ ایک بریلوی طالب علم کے نازیبا جملے کا جواب ۳۱۴
- ۳۵۴ دیوبندیوں اور بریلویوں کے عقائد میں کیا کیا فرق ہیں؟ ۳۱۶

۳۲۰	۱۹ / باب في المودودية وغيرها	<input type="checkbox"/>
-----	------------------------------	--------------------------

- ۳۵۵ کیا جماعت اسلامی اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟ ۳۲۰
- ۳۵۶ مودودی مسلک کی حقیقت ۳۲۰
- ۳۵۷ کیا جماعت اسلامی راہ راست پر ہیں؟ ۳۲۲
- ۳۵۸ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کا حکم ۳۲۴
- ۳۵۹ جماعت اسلامی ۳۲۵
- ۳۶۰ ابوالاعلیٰ مودودی کی کتابیں پڑھنا ۳۲۸
- ۳۶۱ جماعت اسلامی اور اس سے تعلق رکھنے والے کا حکم ۳۲۸

۳۶۲ جماعت اسلامی اور ڈاکٹر اسرار پاکستانی کی تحریک کا شرعی حکم ۳۳۰

۳۳۳	۲۰/ باب مایتعلق بأهل الكتاب	□
-----	-----------------------------	---

۳۶۳ کیا شریعت عیسوی میں خنزیر حلال تھا؟ ۳۳۳

۳۶۴ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں خنزیر حلال تھا؟ ۳۳۴

۳۶۵ اہل کتاب سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کا حکم ۳۳۵

۳۶۶ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امتیوں کی تعداد اور ان کی شریعت میں خنزیر کا حکم

..... ۳۳۷

۳۶۷ کیا دور حاضر کے انگریز اہل کتاب ہیں؟ ۳۳۹

۲/ کتاب التاريخ والسير

□ ۱/ باب مایتعلق بالأنبیاء و أتباعهم ۳۴۱

۳۶۸ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کس دن ہوئی؟ ۳۴۱

۳۶۹ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ ولادت ۳۴۲

۳۷۰ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قاسم رزق اللہ بھی تھا؟ ۳۴۳

۳۷۱ کتنی عورتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے؟ ۳۴۴

۳۷۲ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و وفات کس مہینے میں ہوئی؟ ۳۴۶

۳۷۳ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الرسل ہونے کی دلیل ۳۴۷

۳۷۴ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الوفا میں تکلیف ہوئی تھی؟ ۳۴۸

۳۷۵ آپ ﷺ کے اجداد کے عرب مستعربہ میں سے ہونے کی تحقیق ۳۴۹

- ۳۷۶ بنائے کعبہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بے ہوش ہونا..... ۳۵۰
- ۳۷۷ شعبِ معراج سے قبل حضور کو سی نماز پڑھتے تھے؟..... ۳۵۱
- ۳۷۸ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہ کے معمولات..... ۳۵۲
- ۳۷۹ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج کئے؟..... ۳۵۳
- ۳۸۰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر مکھی پیٹھتی تھی یا نہیں؟..... ۳۵۴
- ۳۸۱ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمائی یا چھینک آتی تھی؟..... ۳۵۵
- ۳۸۲ وہ کولوگ ہیں جنہیں کبھی احتلام نہیں ہوتا..... ۳۵۷
- ۳۸۳ سرور کائنات کے داندان مبارک کون سی جنگ میں شہید ہوئے؟..... ۳۵۸
- ۳۸۴ نبی اکرم کو زہر دینے والی اور اصحاب کہف سے متعلق سوال..... ۳۵۹
- ۳۸۵ حضور کے راستہ میں ام جمیل عوراء بنت حرب کا کاشاڈ النان..... ۳۶۰
- ۳۸۶ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسے ہوا جبکہ آپ مکہ میں ہی تھیں؟..... ۳۶۲
- ۳۸۷ عہد نبوی کے جھنڈے کی کیفیت..... ۳۶۳
- ۳۸۸ گنبدِ حضرت کی جالی پر لگے نشان کی حقیقت..... ۳۶۵
- ۳۸۹ کتنے غزوات میں اقدام کی نوبت آئی؟..... ۳۶۶
- ۳۹۰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے صاحبزادے تھے؟..... ۳۶۶
- ۳۹۱ حضرت آدم علیہ السلام نے کس درخت کا دانہ کھایا تھا؟..... ۳۶۸
- ۳۹۲ حضرت آدم کی توبہ کہاں کتنی مدت کے بعد قبول ہوئی؟..... ۳۶۹
- ۳۹۳ حضرت اسماعیل کی قربانی کے موقع پر مذبح دنبہ کے گوشت کا کیا گیا تھا؟..... ۳۷۰
- ۳۹۴ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دنبہ کی قربانی کا گوشت کیا ہوا؟..... ۳۷۱

۳۷۲ حضرت ایوب علیہ السلام کا مرض کیا تھا؟	۳۹۵
۳۷۳ حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم کا نام	۳۹۶
۳۷۴ عزیز مصر کی بیوی زلیخا کے نام سے کیسے مشہور ہو گئی؟	۳۹۷
۳۷۵ حضرت آمنہ، حضرت مریم، حضرت فاطمہ کو حیض و نفاس آتا تھا یا نہیں؟	۳۹۸
۳۷۶ حضرت ہاجرہ و سارہ کے والدین کا نام	۳۹۹
۳۷۷ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن صحابہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی؟	۴۰۰
۳۷۹	۲/ باب ما يتعلق بالصحابۃ و غیرہم	□
۳۷۹ حضرات شیخین کی قبریں روضہ اقدس میں کس رخ پر ہیں؟	۴۰۱
۳۸۰ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب اور آپ کی نماز جنازہ پڑھانے والے صحابی رسول	۴۰۲
۳۸۱ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارنے والا شخص کون تھا؟	۴۰۳
۳۸۲ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا؟	۴۰۴
۳۸۳ حضرت عاتکہؓ نے حضرت عمرؓ سے کب نکاح کیا؟	۴۰۵
۳۸۴ کیا حضرت عمر نے بیوی کو مسجد سے روکنے کے لئے رات میں دوپٹہ کھینچا تھا؟	۴۰۶
۳۸۴ حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کا سبب کیا بنا؟	۴۰۷
۳۸۶ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل کون؟	۴۰۸
۳۸۷ حضرت عثمانؓ کے دور میں جمعہ کی اذانیں کہاں دی جاتی تھیں؟	۴۰۹
۳۸۹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کیسے ہوئی؟	۴۱۰
۳۹۱ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا؟	۴۱۱

- ۴۱۲ حضرت امیر معاویہؓ جنگ بدر میں کس جماعت کی طرف سے تھے؟ ۳۹۲
- ۴۱۳ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مدفن ۳۹۳
- ۴۱۴ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پینے والے صحابی رسول ۳۹۴
- ۴۱۵ کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تین سوا اولادیں تھیں؟ ۳۹۵
- ۴۱۶ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کتنے عرصہ تک زندہ رہے؟ ۳۹۶
- ۴۱۷ ہجرت کے بعد سب سے پہلے کس صحابی کی وفات ہوئی؟ ۳۹۷
- ۴۱۸ کیا ابو العباس عبد اللہ سفاح حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں؟ ۳۹۸
- ۴۱۹ ابو جہل عبد المطلب کا لڑکا ہے یا نہیں؟ ۳۹۹
- ۴۲۰ محمد بن ابی بکر کو کس نے قتل کیا؟ ۴۰۰
- ۴۲۱ یزید کی امارت کو خلافت حقہ قرار دینا یا کافر کہنا ۴۰۰
- ۴۲۲ خانہ کعبہ کی غلاف پوشی کی ابتداء ۴۰۲
- ۴۲۳ کشتی نوح سے متعلق ایک سوال ۴۰۳
- ۴۲۴ کیا سورہ نوح میں ذکر کردہ پانچوں بت اللہ کے نیک صالح بندے تھے؟ ۴۰۴
- ۴۲۵ فرعون کہاں غرق ہوا؟ ۴۰۶
- ۴۲۶ فرعون لڑکیوں کو کیوں نہیں قتل کرتا تھا؟ ۴۰۷
- ۴۲۷ کیا فرعون نے حضرت آسیہ کی اولاد کو مار ڈالا تھا؟ ۴۰۸
- ۴۲۸ سامری نے جو مخلوق دیکھی تھی وہ شیطان تھی یا آسمانی؟ ۴۰۹
- ۴۲۹ کفار مکہ کا بنا تحقیق کے پڑا ہوا خون چاٹنا ۴۱۰
- ۴۳۰ کیا کسی غیر صحابی کی حدواً بالعلل بالعلل اقتداء کرنا شرعاً واجب ہے؟ ۴۱۱

۴۱۲	۴۳۱	ائمہ اربعہ کے والدین کے نام اور خاندان
۴۱۳	۴۳۲	ائمہ اربعہ کا زمانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے عرصہ بعد ہے؟
۴۱۴	۴۳۳	کیا حضرت امام اعظم کی لڑکی حنیفہ نام کی تھی؟
۴۱۵	۴۳۴	علامہ ابن تیمیہ کے چند تفردات اور ان کا مسلک
۴۱۷	۴۳۵	سائبہ کی نحوست کس شخص سے شروع ہوئی؟
۴۱۸	۴۳۶	حضور کی موافقت میں اولیس قرنی نے کس ماہ میں دندان شہید کئے تھے؟
۴۲۰	۴۳۷	علامہ سندھی کی سوانح
۴۲۱	۴۳۸	گوشت خوری کی ابتداء کہاں سے ہوئی

□ ۳/ کتاب البدعات والرسوم

۱/ باب: بدعت کی تعریف اور اس کے اقسام

۴۲۳	۴۳۹	بدعت کی تعریف
۴۲۴	۴۴۰	بدعت کی تعریف اور اس کا شرعی حکم
۴۲۵	۴۴۱	جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اس کا کرنا بدعت ہے؟
۴۲۶	۴۴۲	بدعت حسنہ، بدعت سیئہ
۴۲۸	۴۴۳	بدعات و رسومات سے کس طرح روکا جائے؟

□ ۲/ باب: ماہ محرم کی رسومات ۴۳۰

۴۳۰	۴۴۴	دسویں محرم کے کھڑے کی شرعی حیثیت
۴۳۱	۴۴۵	دسویں محرم کو شربت کی سبیل لگانا

۲۳۶	یوم عاشوراء میں دسترخوان وسیع کرنا.....	۲۳۲
۲۳۷	دس محرم کو دسترخوان وسیع کرنے اور فاتحہ خوانی کا حکم.....	۲۳۳
۲۳۸	عاشوراء کے دن تعزیہ نکالنا.....	۲۳۴
۲۳۹	دس محرم کو حلیم بنانے اور تقسیم کرنے کا حکم.....	۲۳۵
۲۴۰	کیا تعزیہ داری جائز ہے؟.....	۲۳۶
۲۴۱	یوم عاشوراء میں ڈھول تاشہ کے ساتھ جلوس نکالنا.....	۲۳۷
۲۴۲	محرم میں ڈھول تاشہ بجانا.....	۲۳۸
۲۴۳	یوم عاشوراء کے روزے کا حکم.....	۲۳۹
۲۴۴	محرم میں کھچڑا بنا کر تقسیم کرنا.....	۲۴۰
۲۴۵	دس محرم کو شربت تقسیم کرنا.....	۲۴۱
۲۴۶	دس محرم میں حلیم بنا کر سرمایہ دار کے گھر بھیجنا.....	۲۴۳
۲۴۷	محرم الحرام میں تعزیہ بنانا اور کھانا بنا کر تقسیم کرنا.....	۲۴۳
۲۴۸	ماہ محرم کی رسومات.....	۲۴۵
۲۴۹	دس محرم کو لٹکا (لاٹھی ڈنڈے کا کھیل) کھیلنا.....	۲۴۷
۲۵۰	محرم کے موقع پر لنگر کرنا.....	۲۴۹
۲۵۱	دس محرم کو کھچڑا پکا کر لوگوں کو کھلانا.....	۲۵۰
۲۵۲	ماہ محرم کی چند بدعات و خرافات کا شرعی حکم.....	۲۵۱
۲۵۳	محرم کے دن سونا خریدنے کا فائدہ.....	۲۵۳
□ باب ۳/ ماہ ربیع الاول کی رسومات ۲۵۴		
۲۶۴	۱۲/ بارہ ربیع الاول کو جلوس نکالنا.....	۲۵۴
۲۶۵	۱۲/ بارہ ربیع الاول کے موقع پر جلوس نکالنا.....	۲۵۵

۴۶۶ ربيع الاول کے مہینہ میں جلسہ جلوس کی شرعی حیثیت	۴۶۶
۴۶۷ ذکرِ ولادت شریفہ کا حکم	۴۶۷
۴۵۸ عید میلاد النبی	۴۶۸
۴۵۹ ۱۲ بارہ ربيع الاول کو عید میلاد النبی منانا	۴۶۹
۴۶۰ عید میلاد النبی اور جلوس کی شرعی حیثیت	۴۷۰
۴۶۲ قیام میلاد کا شرعی حکم	۴۷۱
۴۶۳ بارہ وفات میں اکھٹا ہو کر میلاد کرنا	۴۷۲
۴۶۴ عید میلاد النبی میں کھڑے ہو کر یا نبی سلام علیک پڑھنا	۴۷۳
۴۶۶ میلاد میں شیرینی تقسیم کرنا	۴۷۴
۴۶۷ ذکرِ ولادت شریفہ کے وقت قیام و سلام	۴۷۵
۴۶۸ میلاد میں قیام کی شرعی حیثیت	۴۷۶
۴۶۹ جشنِ عید میلاد النبی منانا	۴۷۷
۴۷۰ میلاد شریف کرنا کیسا ہے؟	۴۷۸
۴۷۱ ذکرِ ولادت شریفہ میں صلوٰۃ و سلام کا شرعی حکم	۴۷۹
۴۷۲ محفلِ میلاد میں قیام و سلام	۴۸۰
۴۷۳ بارہ ربيع الاول کو مسجد میں چراغاں کرنا اور اگر بتی جلانا	۴۸۱
۴۷۴ عید میلاد النبی کے دن جلسہ جلوس کا اہتمام	۴۸۲
۴۷۵ محفلِ میلاد میں حضور کے حاضر و ناظر ہونے کے عقیدہ سے قیام کرنا	۴۸۳
۴۷۶ مروجہ میلاد کا شرعی حکم	۴۸۴
۴۷۸ بلند آواز سے میلاد پڑھنا اور قیام کرنا	۴۸۵
۴۷۹ عید میلاد النبی میں چندہ کر کے حلوہ بنانا	۴۸۶

۴۸۰	محفلی میلاد النبی میں کتاب تاریخ حبیب الہ پڑھنا	۴۸۷
۴۸۱	میلاد یاجمعہ کے دن با واز بند صلوة و سلام پڑھنا	۴۸۸
۴۸۲	میلاد میں سلام پڑھنا	۴۸۹
۴۸۳	بریلوی حضرات کے یہاں پیش آنے والے مختلف بدعات کا تحقیقی جائزہ	۴۹۰
۴۸۷	علماء دیوبند کا میلاد کی مجلسوں میں شرکت کرنا	۴۹۱
۴۸۸	فاسق شخص کا میلاد پڑھنا	۴۹۲
۴۸۹	محفلی میلاد میں اور بعد نماز جمعہ قیام و سلام	۴۹۳
۴۹۰	کھڑے ہو کر مرجعہ میلاد پڑھنا	۴۹۴

□ ۴/باب: ماہ ربیع الاول کی بدعات ۴۹۲

۴۹۲	کیا کوئٹہ کرنا جائز ہے؟	۴۹۵
۴۹۳	رجب کے کوئٹہ بھرنے کی اصل	۴۹۶
۴۹۴	ماہ رجب کے کوئٹوں کی شرعی حیثیت	۴۹۷
۴۹۵	رجب کا کوئٹہ اور اس کی حقیقت	۴۹۸
۴۹۷	۲۲ رجب کے کوئٹوں کی حقیقت	۴۹۹
۴۹۸	کوئٹہ اور حلوہ کی حقیقت	۵۰۰
۴۹۹	امام جعفر صادق کے نام سے کوئٹہ کرنا	۵۰۱
۵۰۰	امام جعفر صادق کے نام سے کوئٹہ کرنا کیسا ہے؟	۵۰۲
۵۰۱	گیارہویں اور کوئٹوں کی نیاز کرنا	۵۰۳
۵۰۲	کھانے پر فاتحہ خوانی اور کوئٹوں کی نیاز کا حکم	۵۰۴
۵۰۳	رجب کے کوئٹوں کی ممانعت کیوں ہے؟	۵۰۵

□ ۵/باب: ماہ شعبان کی بدعات ۵۰۵

۵۰۵ شب برأت میں جلسہ جلوس کرنا	۵۰۶
۵۰۶ شب برأت کی بعض بدعات	۵۰۷
۵۰۷ شب برأت میں حلوہ بنانا	۵۰۸
۵۰۸ شب برأت کے حلوہ کا شرعی حکم	۵۰۹
۵۰۹ شب برأت میں جلسہ کرنا اور اس میں شرکت کرنا	۵۱۰
۵۱۰ شب برأت میں کی جانے والی مختلف عبادات کا حکم	۵۱۱
۵۱۳ شب برأت کے موقع پر مسجد میں شبینہ کرنا	۵۱۲
۵۱۴ شب قدر و شب برأت میں چراغاں کرنا	۵۱۳
۵۱۵ شب برأت و شب قدر میں بیٹھا کھانا پکانا اور مٹھائیاں تقسیم کرنا	۵۱۴
۵۱۶ لیلۃ القدر اور شب برأت میں مسجد سجانا	۵۱۵
۵۱۷ شب برأت و شب قدر میں قبر کی زیارت کرنا	۵۱۶
۵۱۸ شب برأت و شب قدر میں شیرینی تقسیم کرنا	۵۱۷
۵۱۹ شب معراج و شب برأت کی فضیلت	۵۱۸
۵۲۰ لیلۃ القدر سے متعلق چند سوالات و جوابات	۵۱۹

□ ۶/باب: نماز کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام کا رواج ۵۲۶

۵۲۶ نمازوں کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا	۵۲۰
۵۲۶ جمعہ کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام	۵۲۱
۵۲۸ نمازوں کے بعد دعائیں ”الفتاحہ“ کہنا	۵۲۲
۵۲۸ نماز فجر و جمعہ کے بعد قیام میلاد کرنے کی ضد کرنا	۵۲۳

۵۲۴	کیا نمازوں کے بعد کھڑے ہو کر مروجہ صلوٰۃ و سلام پڑھنا بدعت ہے؟	۵۳۰
۵۲۵	حاجی امداد اللہ و دیگر بزرگوں کے اقوال سے قیام پڑا استدلال.....	۵۳۲
۵۲۶	کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا.....	۵۳۴
۵۲۷	مسجد میں بریلوی کے طریقہ پڑ کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام اور دیگر منکرات	۵۳۵
۵۲۸	مروجہ صلوٰۃ و سلام.....	۵۳۶
۵۲۹	صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا صحیح طریقہ.....	۵۳۷
۵۳۰	مجلس میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا.....	۵۳۸
۵۳۱	سلام مسجد میں پڑھیں یا درگاہ شریف پر؟.....	۵۳۹
۵۳۲	مروجہ صلا و سلام اور آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ.....	۵۴۰
۵۳۳	اذان یا نماز کے بعد یا رسول اللہ پڑھنا.....	۵۴۵
۵۳۴	فجر کی نماز اور اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنا.....	۵۴۶
۵۳۵	اجتماعی طور پر درود پڑھنے کا حکم.....	۵۴۸
۵۳۶	نئے مکان میں قیام سے پہلے میلاد کرانا.....	۵۴۹
۵۳۷	ماہ شعبان میں مروج میلاد کا حکم.....	۵۵۰

□ ۷/ باب: آذان کے بعد نماز سے قبل صلوٰۃ و سلام کا رواج ۵۵۲

۵۳۸	اذان پنجگانہ کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنا.....	۵۵۲
۵۳۹	نماز سے قبل صلوٰۃ پڑھنا.....	۵۵۳
۵۴۰	اذان کے بعد مروجہ صلوٰۃ و سلام کا شرعی حکم.....	۵۵۳
۵۴۱	دوران اذان و اقامت صلوٰۃ و سلام پڑھنا.....	۵۵۵
۵۴۲	اذان کے بعد جماعت سے قبل صلوٰۃ و سلام پڑھنا.....	۵۵۶

۵۵۷	اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام کی شرعی حیثیت	۵۴۳
۵۵۸	اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا شرعی حکم	۵۴۴
<p>۸/ حضور ﷺ کے اسم مبارک پر انگوٹھا چومنا ۵۶۰ □</p>			
۵۶۰	خطبہ کی اذان میں انگوٹھا چومنا	۵۴۵
۵۶۱	اذان میں کلمہ شہادت پر انگوٹھا چومنا	۵۴۶
۵۶۲	اذان و اقامت میں ”محمد رسول اللہ“ پر انگوٹھا چومنا	۵۴۷
۵۶۳	حضرت ابو بکر صدیقؓ کا حضور ﷺ کا نام سن کر انگوٹھا چومنا	۵۴۸
۵۶۴	اذان میں ”اشہدان محمداً“ پر انگوٹھا چومنا	۵۴۹
۵۶۵	حضور ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنا	۵۵۰
۵۶۶	نام مبارک پر انگوٹھا چومنے کی شرعی حیثیت	۵۵۱
۵۶۸	انگوٹھا چومنے کی حدیث موضوع ہے۔	۵۵۲
۵۶۹	اذان میں انگوٹھے چومنا کیسا؟	۵۵۳
۵۷۰	نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنے اور آنکھوں پر پھیرنے کی شرعی حیثیت	۵۵۴
۵۷۱	شہادتین میں انگوٹھا چومنا	۵۵۵
۵۷۲	کلمہ شہادت پر انگوٹھا چومنے کی شرعی حیثیت	۵۵۶
۵۷۳	تکبیر میں حضور ﷺ کا نام آنے پر انگوٹھا چومنا	۵۵۷

۱ / بقية كتاب الإيمان

۹ / باب ما يتعلق بالحشر و النشر

کیا محرم کے دن قیامت قائم ہوگی؟

سوال [۱۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ۱۰ / محرم کو جمعہ کے دن قیامت قائم ہونے کی جو بات مشہور ہے وہ کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جمعہ کے دن قیامت قائم ہوگی، یہ تو حدیث میں موجود ہے؛ لیکن ۱۰ / محرم کو قائم ہوگی یہ بات کسی صحیح حدیث میں نہیں مل سکی۔ (مستفاد: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۲ / ۳۵۵)

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خير يوم طلعت عليه الشمس يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه أدخل الجنة وفيه أخرج منها، ولا تقوم الساعة إلا في يوم الجمعة. (رواه مسلم، مشكوة شريف، كتاب الصلاة، باب الجمعة، الفصل الأول ۱۱۹، مسلم شريف، كتاب الجمعة، باب فضيلة يوم الجمعة.....، مكتبة بلال ۱ / ۲۸۲، بيت الأفكار رقم: ۸۵۴، موطأ مالك، ماجاء في الساعة التي ترجى في يوم الجمعة، مكتبة أشرفي ديوبند ۳۸، ترمذي، أبواب الجمعة، باب في الساعة التي ترجى في يوم الجمعة، النسخة الهندية ۱ / ۱۱۰، بيروت، رقم: ۴۸۸)

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير يوم طلعت فيه الشمس يوم الجمعة فيه خلق آدم وفيه أهبط، وفيه تيب عليه، وفيه مات، وفيه تقوم الساعة. (أبو داود، كتاب الصلاة، باب تفرغ أبواب الجمعة، النسخة الهندية ۱ / ۱۵۰، دار السلام، رقم: ۱۰۴۶، ترمذي شريف، أبواب

الجمعة، باب فضل يوم الجمعة، النسخة الهندية ۱/ ۱۱۰، دارالسلام، رقم: ۴۹۱، مجمع الزوائد ۲/ ۱۶۴، بیروت، مسند بزار، مكتبة العلوم والحكم بیروت ۱۵/ ۳۳۵، رقم: ۸۸۹۲، مكتبة البدر ديوبند، المستدرک، مكتبة نزار مصطفى الباز بیروت ۱/ ۴۰۵، رقم: ۱۰۳۶)

أخرج ابن جرير وابن أبي حاتم عن قتادة أنه قال في الآية: خمس من الغيب استأثر الله تعالى بهن، فلم يطلع عليهن ملكا مقربا ولا نبيا مرسلا.....، ولا يدري أحد من الناس متى تقوم الساعة، في أي سنة، ولا في أي شهر أليلا أم نهارا. (روح المعاني، سورة لقمان، تحت رقم الآية: ۳۴، مكتبة زكريا ۱۲/ ۱۶۸)

وقال ابن عباس: هذه الخمسة لا يعلمها إلا الله تعالى، ولا يعلمها ملك مقرب، ولا نبي مرسل، فمن ادعى أنه يعلم شيئا من هذه فقد كفر بالقرآن؛ لأنه خالفه، ثم إن الأنبياء يعلمون كثيرا من الغيب بتعريف الله تعالى إياهم. (الجامع لأحكام القرآن، سورة لقمان، الآية: ۳۴، مكتبة دارالكتب العلمية بیروت ۱۴/ ۵۵)

ولا تقوم الساعة إلا يوم الجمعة، وفي "العرف الشذي": ورد في حديث قوي: أن قيام الساعة يكون يوم عاشوراء، عاشر المحرم فيكون العاشوراء يوم الجمعة، أقول: لم أقف عليه فلينظر. (معارف السنن، أبواب الجمعة، باب في الساعة التي ترجى في يوم الجمعة، مكتبة أشرفيه ديوبند وكراچی ۴/ ۳۰۶) فقط واللهم سبحانہ وتعالیٰ علم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
رجسٹر خاص

قیامت کے دن سورج کتنا قریب ہوگا؟

سوال [۱۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں: قیامت میں سورج سوانیزے پر آ جائے گا، تو سوانیزہ ایک بانس کی اونچائی کو کہتے ہیں یا پانچ منزلہ مکان کے برابر کے طول کو کہتے ہیں، یا کتنی زیادہ اونچائی کو کہتے ہیں؟

المستفتی: محمد ابراہیم انصاری سونا پوری، سوپول

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: احادیث کی صراحت کے مطابق قیامت کے روز سورج ایک میل یا دو میل کے فاصلہ پر ہوگا، جو آج کے کلومیٹر کے حساب سے ڈیڑھ کلومیٹر یا تین کلومیٹر کی دوری ہوگی۔ اور جو سوانیزے کی بات ہے وہ ہم کو احادیث میں نہیں ملی۔

عن المقداد صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا كان يوم القيامة أدت الشمس من العباد حتى يكون قيد ميل أو اثنين، قال سليم بن عامر: لا أدري أي الميلىن عني أمسافة الأرض أم الميل يكحل به العين، قال فتصهرهم الشمس فيكونون في العرق بقدر أعمالهم، فمنهم من يأخذه إلى عقبه، ومنهم من يأخذه إلى ركبتيه، ومنهم من يأخذه إلى حقويه، ومنهم من يلجم إلجاما، فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشير بيده إلى فيه، أي يلجمه إلجاما. الحديث (ترمذي شريف، أبواب صفة القيامة، باب بلا ترجمة، النسخة الهندية ۲/ ۶۸، دار السلام، رقم: ۲۴۲۱، مسلم شريف، كتاب التوبة، باب ماجاء في صفة يوم القيامة.....، النسخة الهندية ۲/ ۳۸۴، بيت الأفكار، رقم: ۴۸۶۴، مشكوة شريف، كتاب الفتن، باب الحشر، الفصل الأول، مكتبة اشرفي ديوبند ۴۸۳، رقم: ۵۲۹۹، مستفاد: تحفة الأحوذي، مكتبة اشرفيہ ديوبند ۳/ ۲۹۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۳۳

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۵۲۵)

میزان عدل پہلے قائم ہوگی یا پل صراط؟

سوال [۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا قبروں سے اٹھنے کے بعد پل صراط پر پہلے ہم سب کا گزر ہوگا، یا حساب و کتاب کے بعد پل صراط پر گزر ہوگا، یعنی بعد میں قائم کیا جائے گا؟

المستفتی: قاری محمد حنیف سنبھل، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پہلے پل صراط قائم ہوگا یا حساب و کتاب؟ اس سلسلہ میں احادیث شریفہ کے ظاہری الفاظ دو قسم کے ہمارے سامنے ہیں:

(۱) وہ روایت جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پل صراط قائم ہوگا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن أنسٍ سألت النبي صلى الله عليه وسلم أن يشفع لي يوم القيامة، قال: أنا فاعل، فقلت يا رسول الله! فأين أطلبك؟ قال: اطلبني أول ما تطلبني على الصراط، قال: فإن لم ألقك على الصراط؟ قال: فاطلبني عند الميزان، قلت: فإن لم ألقك عند الميزان؟ قال: فاطلبني عند الحوض، فإني لا أخطئ هذه الثلاث المواطن. (مشکوٰۃ شریف، کتاب الفتن، باب الحوض والشفاعة، مكتبة اشرفي ديوبند ۲ / ۴۹۳، ترمذی، أبواب صفة يوم القيامة، باب ما جاء في شان الصراط، النسخة الهندية ۲ / ۶۹، دارالسلام، رقم: ۲۴۳۳، مسند أحمد ۳ / ۱۷۸، رقم: ۱۲۸۵۶)

(۲) وہ روایات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حساب و کتاب اور میزان عدل، پل صراط سے پہلے قائم ہوگی، اس کے بعد پل صراط کا نمبر ہے، جیسا کہ ذیل کی روایات سے واضح ہوتا ہے:

قال النبي صلى الله عليه وسلم: إذا كان يوم القيامة أذن مؤذن

ليتبع كل أمة ما كانت تعبد فلا يبقى إلا يتساقطون في النار إلى قوله: ثم يضرب الجسر على جهنم، وتحل الشفاعة. (مسلم، كتاب الإیمان، باب إثبات رؤية المؤمنين في الآخرة ربهم ۱/ ۱۰۲، بيت الأفكار، رقم: ۱۸۳، جامع الأحاديث ۸/ ۵۴، رقم: ۲۵۰۴۵)

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يجمع الله الناس يوم القيامة، فيقول: من كان يعبد الشمس فليتبعه، ويضرب الصراط بين ظهراني جهنم. (مسلم، كتاب الإیمان، باب إثبات رؤية المؤمنين في الآخرة ربهم، النسخة الهندية ۱/ ۱۰۰، بيت الأفكار، رقم: ۱۸۲)

حضرات محدثین نے دونوں قسم کی روایات کو اس طریقہ سے جمع فرمایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نیز فرمایا کہ تم مجھے سب سے پہلے پل صراط پر تلاش کرنا اور اس کے بعد میزان عدل پر، پھر اس کے بعد حوض کوثر پر، اس میں ترتیب مقصد نہیں؛ بلکہ مجموعی مقامات بیان کرنا مقصد ہے؛ اس لئے کہ حوض کوثر کا پل صراط سے پہلے میدان محشر میں قائم ہونا متعین ہے اور پل صراط پارہونے کے بعد جنت ہے، پھر حوض کوثر کی ضرورت نہیں ہے؛ حالانکہ حدیث شریف میں حوض کوثر کو بالکل بعد میں بیان کیا گیا ہے؛ اس لئے اس حدیث میں مجموعی مقامات کا ذکر کیا گیا ہے، ترتیب بیان نہیں کی گئی ہے، مقصد یہ ہے کہ تم ان تینوں مقامات میں کسی نہ کسی ایک مقام میں مجھ کو پاؤ گے؛ لہذا میزان عدل پہلے قائم ہوگی، اس کے بعد پل صراط کا نمبر ہوگا۔

أوليته ليست بأولته الزمان، وإلا لزم تقدم الصراط على الميزان، بل المراد التقدم بحسب الضرورة إليه صلى الله عليه وسلم، وشدة الهول. (الكوكب الدرري ۲/ ۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۱۲۷

۱۴۲۳/۱۲۷

(الف فتویٰ نمبر: ۷۴۸۲/۳۶)

پل صراط کا راستہ کتنے برس کا ہے؟

سوال [۱۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: پل صراط کا راستہ کتنے برس کا ہے؟ اور اس راستہ میں اتار چڑھاؤ بھی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: پل صراط کی مسافت ہر شخص کے اعمال کے اعتبار سے ہوگی، جس کا ایمان جتنا زیادہ پختہ اور مضبوط ہوگا، اس کے لئے اس کی مسافت اتنی ہی کم ہوگی اور جس کا جتنا زیادہ ناقص ہوگا اس کے لئے اس کی مسافت اتنی ہی زیادہ ہوگی، حتیٰ کہ بعض کی رفتار بجلی کی طرح ہوگی اور منٹوں میں گزر جائیں گے۔ اور بعض ہوا کی طرح اور بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح اور بعض پیدل کی طرح اور کفار و مشرکین اس کو پار نہیں کر پائیں گے؛ بلکہ وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

وعن عبد الله بن مسعود قال: يوضع الصراط على سواء جهنم مثل حد السيف المرهف مدحضة منزلة عليه كالليب من نار يخطف بها، فممسك يهوي فيها ومصروع، ومنهم من يمر كالبرق فلا ينشب ذلك أن ينجو، ثم كالريح فلا ينشب ذلك أن ينجو، ثم كجري الفرس، ثم كرمل الرجل، ثم كشمى الرجل، ثم يكون آخرهم إنسانا رجل قد توحته النار ولقي فيها شرا حتى يدخله الله الجنة بفضل رحمته، فيقال له: تمن وسل، فيقول: أي رب أتهزأ مني وأنت رب العزة، فيقال له: تمن وسل حتى إذا انقطعت به الأمانى، قال لك ما سألت، ومثله معه. (الترغيب والترهيب ۴/ ۳۲۶، رقم: ۳۲۷، رقم: ۵۳۱، المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي ۹/ ۲۰۳، رقم: ۸۹۹۲، مجمع الزوائد ۱۰/ ۳۶۰، ورجاله رجال الصحيح غير عاصم، وقد وثق) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۲ھ/۵/۱۵

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۱۰۸/۲۰)

کیا جمعرات کو امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں؟

سوال [۱۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اس خادم نے اپنی تسلی کے لئے طالب علمانہ طور پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار صاحب اعظمیؒ سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے اب سے پہلے کئی سال ہوئے، جب ڈڑھیال میں ایک تبلیغی جوڑ میں فرمایا تھا، کہ ہر پیر اور جمعرات کو امت کے نامہ اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، اس کی اصل کیا ہے؟ حدیث کا حوالہ مع صفحہ کے تحریر فرمائیں اور حدیث کی حیثیت اور محدثین کے نزدیک اس کا کیا درجہ ہے؟ اس کو بھی تحریر فرمائیں۔ دوسرے یہ کہ حضرت نے جماعتوں کو رخصت کرتے ہوئے مصافحہ کیا تھا، اس کے متعلق بھی وضاحت سے تحریر فرمادیں۔ حضرت نے ازراہ شفقت جواب سے نوازتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: کہ آج کل مصروفیت بہت ہے، مدرسہ شاہی کے دارالافتاء کو خط لکھ کر تفصیل معلوم کر لیں، مجھے مفتی صاحب کا اسم گرامی بھی معلوم نہیں ہے؛ اس لئے پتہ پر نام نہیں لکھ سکا۔ حضرت سے درخواست ہے دونوں مسالوں کی تفصیل سے وضاحت فرمائیں۔ جزاک اللہ خیرا۔

المستفتی: ولی محمد شاہ خان متصل چوکی پولیس

پلاٹا لال، رامپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ”البدایہ والنہایہ“ کے اندر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ امت کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہیں، اس میں پیر و جمعرات کی قید نہیں ہے، نیز حدیث شریف بھی ضعیف ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن لله

ملائکة سیاحین يبلغونني عن أمتي السلام، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: حياتي خير لكم تحدثون ويحدث لكم، ووفاتي خير لكم تعرض علي أعمالكم، فما رأيت من خير حمدت الله عليه، وما رأيت من شر استغفرت الله لكم، ثم قال البزار: لم نعرف آخره يروي عن عبد الله إلا من هذا الوجه. (البداية والنهاية، فصل في صفة قبره صلى الله عليه وسلم

ذكر ما أصاب المسلمين من المصيبة بوفاته، مكتبه دار الفكر بيروت ۵/ ۲۷۵)

البتة اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر جمعرات و پیر کو پیش کئے جانے کے متعلق معتبر حدیث سے ثابت ہے:

حدثنا محمد بن يحيى نا أبو عاصم عن محمد بن رفاعة عن سهيل بن أبي صالح عن أبيه عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: تعرض الأعمال يوم الإثنين والخميس، فأحب أن يعرض عملي وأنا صائم. (ترمذي شريف، كتاب الصوم، باب ماجاء في صوم يوم الإثنين

والخميس، النسخة الهندية ۱/ ۹۳، دار السلام، رقم: ۷۴۷)

رخصتی مصافحہ حدیث شریف سے ثابت ہے:

عن ابن عمر قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا ودع رجلا أخذ بيده فلا يدها حتى يكون الرجل هو يده النبي صلى الله عليه وسلم. الحديث (مشكوة ۱/ ۲۱۴، ترمذي، أبواب الدعوات، باب ماجاء في إذا

أودع إنسانا، النسخة الهندية ۲/ ۱۸۲، دار السلام، رقم: ۳۴۴۲، مظاهر حق ۲/ ۳۳۹،

أشعة اللمعات ۲/ ۲۷۸، مرقاة، باب الدعوات في الأوقات، الفصل الثاني، شرح دعاء

التوديع، مكتبه إمداديه ملتان ۵/ ۲۰۹)

وفي شرعة الإسلام كان أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا تلاقوا تعانقوا، وإذا تفرقوا تصافحوا وحمدوا الله واستغفروا.

(بحواله فتاویٰ عبدالحئی ۱/ ۲۶۸، حاشیة معلم الحجاج ۳۴)

عن أنس -رضي الله عنه- قال: كان أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم إذا تلاقوا تصافحوا، وإذا قدموا من سفر تعانقوا. (المعجم الأوسط، دارالفكر ۱/ ۴۱، رقم: ۹۷)

وفي الحصن الحصين: عن ابن السني وابن حبان في أدعية السفر، وإن كان سفرا صالحا صافح. وفي الغنية: ويفارقوا بالمصافحة. الخ (على هامش معلم الحجاج ۴۳) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۰۸/۷/۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۱/۲۳)

کیا قیامت میں ماں کی طرف نسبت کر کے پکارا جائے گا؟

سوال [۱۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: یہ بات عام ہے کہ قیامت کے روز انسان کو اس کے والد کے نام سے نہ پکار کر ماں کے نام سے پکارا جائے گا؛ لہذا حدیث کی روشنی میں وضاحت سے یہ بات تحریر فرمادیں کہ قیامت کے روز انسان کو کس کے نام سے منسوب کیا جائے گا؟

المستفتی: حسین اختر سٹیشی قانون گویان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ شہرت جو سوال نامہ میں درج ہے کہ قیامت کے دن انسان کو اس کے والد کے نام سے نہ پکار کر ماں کے نام سے پکارا جائے گا غلط ہے، یہ عوام کی من گھڑت بات ہے؛ بلکہ حدیث پاک میں موجود ہے کہ قیامت کے دن ہر انسان کو اس کے باپ کے نام سے ہی پکارا جائے گا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم، فأحسنوا أسمائكم.

(أبوداؤد شریف، کتاب الأدب، باب فی تغییر الأسماء، النسخة الهندية ۲/ ۶۷۶، دارالسلام، رقم: ۴۹۴۸، سنن دارمی، المغنی بیروت ۳/ ۱۷۶۶، رقم: ۲۷۳۶، صحیح ابن حبان، دارالکتب العلمیة بیروت ۵/ ۳۹۱، رقم: ۵۸۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتابہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۲/ صفر ۱۴۲۴ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۷۹۲۲/۳۶)

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۳/ ۲/ ۱۴۲۴ھ

قیامت کے دن والد کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا

سوال [۱۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: قیامت کے دن جب مردے قبر سے اٹھائے جائیں گے، تو باپ کے نام کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا یا ماں کی طرف منسوب کر کے پکارا جائے گا؟

المستفتی: محمد مظہر عالم امام مسجد، انڈے والی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قیامت کے دن جب تمام انسانوں کو قبر سے اٹھایا جائے گا، تو اس دن ان کو ان کے باپ کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا، ہاں البتہ جو بن باپ کے ہوں گے، مثلاً اولاد الزنا وغیرہ، تو اللہ تعالیٰ رسوائی سے بچانے کے لئے ان کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/ ۲۹۴، جدید ڈائجیل ۱/ ۶۵۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم فأحسنوا أسماءكم. (أبوداؤد، کتاب الأدب، باب فی تغییر الأسماء، النسخة الهندية ۲/ ۶۷۶، دارالسلام، رقم: ۴۹۴۸، سنن دارمی، المغنی بیروت ۳/ ۱۷۶۶، رقم: ۲۷۳۶، صحیح ابن حبان، دارالکتب العلمیة بیروت ۵/ ۳۹۱، رقم: ۵۸۲۷)

وتحتہ فی البذل: أنه یدعی الناس یوم القیامۃ بأسماء أمہاتکم
 قیل: الحکمة فیہ مسترحال أولاد الزنا، مثلاً یفتضحوا، وقیل: لرعاية
 عیسی بن مریم علیہ السلام. (بذل المجهود، جدید دارالبشائر الإسلامیہ بیروت

۱۳/ ۳۴۹، قدیم مطبع سہارنپور ۵/ ۲۶۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۵/ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ

۱۵/ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۷۷)

کیا بلا عقیقہ فوت ہونے والا بچہ سفارشی ہوگا؟

سوال [۱۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے
 بارے میں: میری ایک لڑکی تھی، اس کا نام نوری تھا، وہ اللہ کو پیاری ہوگئی، میں نے نیت
 کی تھی کہ اس کا عقیقہ کروں گا؛ لیکن بچی انتقال کر گئی، میں نے ایک عالم کو تقریر کرتے
 ہوئے سنا کہ جس نے عقیقہ کی نیت کی اور بچہ انتقال کر گیا تو وہ بچہ اپنے ماں باپ کی
 سفارش نہیں کرے گا، شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی: حافظ مبارک حسین، مدرسہ تجوید القرآن پاکوڑیہ، پاکوڑ، جھارکھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زندگی میں عقیقہ کرنا صرف مستحب و مسنون ہے،
 واجب اور لازم نہیں۔ اور بچہ کے مرنے کے بعد یہ مسنون و مستحب بھی نہیں رہتا؛ اس
 لئے کہ عقیقہ زندہ کی طرف سے ہوتا ہے مردے کی طرف سے نہیں ہوتا۔ اور اگر اس بچہ
 کی موت پر ماں باپ نے صبر کیا ہے، تو انشاء اللہ یہ بچہ بھی ماں باپ کے لئے سفارشی بنے
 گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۱/ ۳۵۰، ۵/ ۳۸۰، جدید ڈائجیل ۱۷/ ۵۲۹، ۱۵۳۲، احسن الفتاویٰ ۷/ ۵۳۶)

ویستحب لمن ولد له ولد أن یسمیہ یوم أسبوعہ، ثم یعق عند

الحلق عقیقہ إباحة أو تطوعاً. (شامی، کتاب الأضحیۃ، خاتمہ زکریا دیوبند ۹/ ۴۸۵)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الغلام مرتهن بعقيدة يذبح عنه يوم السابع ويسمى ويحلق رأسه. (ترمذي، أبواب الأضاحي، باب بلا ترجمه، النسخة الهندية ۱/ ۲۷۸، دارالسلام، رقم: ۱۵۲۲، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۰/ ۴۰۸، رقم: ۴۵۴۹، سنن نسائي، كتاب العقيدة، باب متى يعق؟ النسخة الهندية ۲/ ۱۶۷، دارالسلام، رقم: ۴۲۲۵، المستدرک ۷/ ۲۰۷۴، رقم: ۷۵۸۷)

عن عبد الله بن مسعود قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قدم ثلاثة لم يبلغوا الحنث كانوا له حصنا حصينا، قال أبوذر: قدمت اثنين، قال: واثنين، فقال: أبي بن كعب سيد القراء قدمت واحدا، قال وواحدا، ولكن إنما ذلك عند الصدمة الأولى. (ترمذي، أبواب الجنائز، باب ماجاء في ثواب من قدم ولدا، النسخة الهندية ۱/ ۲۰۴، دارالسلام، رقم: ۱۰۶۱، المصنف لابن أبي شيبة، مؤسسة علوم القرآن بيروت ۷/ ۳۹۵، رقم: ۱۲۰۰۷، مسند أحمد ۱/ ۴۲۹، رقم: ۴۰۷۷، ۳۵۵۴، ۴۳۱۴۴، المعجم الأوسط، دارالفكر ۶/ ۲۵، رقم: ۷۸۶۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۸۹۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/ ۱۴/ ۱۴۲۷ھ

بلا عقیتہ فوت ہونے والی اولاد بھی سفارشی ہوگی

سوال [۱۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میری ایک لڑکی تھی جس کا انتقال ہو گیا ہے، پیدائش کے بعد ۱۳ ماہ زندہ رہی، میں نے ارادہ کیا تھا کہ اس کا عقیدہ کروں گا؛ لیکن نہ کرسکا، بیماری اتنی ہوگئی کہ میں مجبور ہو گیا اور لڑکی دنیا سے چلی گئی، میں نے ایک عالم سے تقریر کے دوران سنا تھا کہ جس نے اپنے لڑکا، لڑکی کا عقیدہ نہیں کیا اور وہ بچپن میں انتقال کر

گیا، تو وہ بچہ ماں باپ کی سفارش نہیں کرے گا، اس وقت سے میں پریشان ہوں۔ حضرت میں اس سنت کو کیسے ادا کروں؟ کوئی صورت ہو تو تحریر فرمائیں، تاکہ عقیقہ کی سنت ادا ہو اور میرا بچہ میرا سفارشی بنے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ نے جن عالم سے دوران تقریر مسئلہ سنا ہے کہ عقیقہ کئے بغیر بچہ فوت ہو جائے تو سفارش نہیں کرے گا، بعض ائمہ کا یہی قول ہے، اس اعتبار سے ان عالم صاحب کا قول ان علماء کے قول کے مطابق درست ہے؛ لیکن امام صاحب کے نزدیک یہی راجح ہے کہ وہ بچہ بھی انشاء اللہ سفارش کرے گا، آپ زیادہ تشویش میں نہ پڑیں اور اللہ سے شفاعت کی امید رکھیں، نیز بچہ کے وفات پا جانے کے بعد اس کا عقیقہ مشروع نہیں ہے؛ اس لئے اللہ سے امید رکھا کریں اور آئندہ بچوں کا عقیقہ وقت پر کرنے کی کوشش کریں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/ ۳۸۱، جدید ڈابھیل ۱۷/ ۵۳۲)

عن عبد اللہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما من مسلمین يموت لهما ثلاثة من الولد، لم يبلغوا الحنث إلا كانوا له حصنا حصينا من النار، فقيل: يا رسول الله! فإن كان اثنين؟ فقال: وإن كان اثنين، قال: فقال أبي بن كعب أبو المنذر سيد القراء: لم أقدم إلا واحدا، قال: فقيل له: وإن كان واحدا؟ فقال: إنما ذلك عند الصدمة الأولى. (مسند أحمد بن حنبل ۱/ ۴۲۹، رقم: ۴۰۷۷، ۴۰۷۸، ۴۰۷۹، المصنف لابن أبي شيبة، مؤسسة علوم القرآن بیورٹ ۳۹۵/ ۷، رقم: ۱۲۰۰۷)

عن سمرة عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: كل الغلام مرتهن بعقيقة تذبح عنه يوم السابع ويحلق رأسه ويسمى. (ابن ماجة، أبواب الذبائح، باب العقیقة، النسخة الهندیة ۲۲۸، رقم: ۳۱۶۵، سنن أبوداؤد، کتاب الضحایا، باب فی العقیقة، النسخة الهندیة ۲/ ۳۹۲، دار السلام، رقم: ۲۸۳۷، سنن

ترمذی، أبواب الأضاحی، باب بلا ترجمة، النسخة الهندية ۱/ ۲۷۸، دارالسلام، رقم: ۱۵۲۲ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۹۰۰۳/۳۸)

روزِ محشر میں قرض کی ادائے گی کی کیفیت

سوال [۱۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) اگر زید بکر کا روپیہ مار لے، یعنی بے ایمانی کر لے، تو قیامت کے دن بکر کو اس روپیہ کا معاوضہ ملے گا؟ یہ سنا ہے کہ پانچ روپیہ کے عوض ستائیس مقبول نمازیں ملیں گی۔ (۲) قیامت کے دن زید کو اتنا ہوش تو ہو گا نہیں کہ بکر سے اپنے روپیوں کا تقاضہ کرے، ایسی حالت میں اللہ پاک زید کو بکر سے تقاضہ کئے بغیر ہی اس کے روپیوں کا بکر سے معاوضہ دلائے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد احمد خان فیض گنج، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱-۲) جس شخص نے کسی پر اس کا مال وغیرہ دبا کر ظلم کیا اور بغیر ادا کئے یا معاف کرائے انتقال کر گیا، تو قیامت میں اس کا بدلہ بغیر تقاضہ کے دلایا جائے گا اور یہ بدلہ نیکیوں سے ہوگا کہ ظلم کرنے اور مال دبانے والے کی نیکیاں مظلوم اور صاحب حق کو دے دی جائیں گی۔ اور اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوم کی برائیاں ظالم پر ڈال دی جائیں گی۔ حدیث شریف میں یہ تذکرہ نظر سے نہیں گذرا کہ پانچ روپیہ کے عوض ستائیس نمازیں کا ثواب ملے گا۔

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء، فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم، وإن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته،

وإن لم تكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه، فحمل عليه. (بخاری شریف، کتاب المظالم، باب من كانت له مظلمة، النسخة الهندية ۱/ ۳۳۱، رقم: ۲۳۸۵، ف: ۲۴۴۹، کتاب الرقاق، باب القصاص يوم القيامة ۲/ ۹۶۷، رقم: ۶۲۸۵، ف: ۶۵۳۴، ترمذی شریف، أبواب صفة القيامة، باب ماجاء في شان الحساب ۲/ ۶۷، دارالسلام، رقم: ۲۴۱۹، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم بيروت ۸/ ۱۷۳، رقم: ۳۲۰۲، ۱۵/ ۱۴۸، رقم: ۸۴۷۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتابہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۳۱۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/ ۷/ ۱۴۲۱ھ

قاتل اور حق تلفی کرنے والے کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال [۱۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ زید کہتا ہے کہ قاتل ہو یا حق تلفی کرنے والا ہو، اگر وہ توبہ کرنا چاہے تو توبہ قبول نہیں ہوتی ہے؛ لیکن عمر کہتا ہے کہ حق تلفی کرنے والا ہو یا قاتل، اگر وہ توبہ کرنا چاہے تو توبہ ہر حال میں قبول ہوتی ہے، کتنا ہی بڑا گنہگار کیوں نہ ہو، اگر سچے دل سے توبہ کر لے تو توبہ قبول ہو جاتی ہے؛ لیکن زید ماننے کو تیار نہیں ہے؟

(۲) قرآن مجید میں ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا“ اس آیت کے متعلق توبہ قبول ہو جانی چاہئے؛ لیکن حدیث میں ہے کہ قاتل کو یا حق تلفی کرنے والے کو اگر مالک خود معاف نہیں کرتا ہے یا مقتول کے ورثاء معاف نہیں کرتے تو خدا بھی معاف نہیں کرتا ہے۔ مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ اس تعارض کو ختم کر کے مسئلہ کی واضح تشریح فرمادیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد ہارون اشرفی نعیمی، طاہر پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) قاتل و عمار حق تلفی میں دو گناہ ہیں: (۱) فعل

معصیت کا ارتکاب، جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، سچی توبہ اس گناہ کی حد تک قبول ہو جائے گی۔ (۲) غیر کی جان یا مال کا اتلاف، جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اس گناہ کی حد تک سچی توبہ قبول نہیں ہوگی؛ بلکہ اس وقت قبول ہو سکتی ہے جب قصاص کے لئے اپنے آپ کو مقتول کے ورثاء کے حوالہ کر دے یا مال پر صلح کر لے یا ان سے معافی حاصل کر لے، اسی طرح صاحب حق کا حق واپس کر دے یا اس سے معافی حاصل کر لے، ورنہ توبہ بنصوح کے باوجود آخرت میں مظلوم کو مطالبہ کا حق باقی رہے گا، جس میں سچی توبہ کارگر نہیں ہو سکتی ہے۔

إعلم أن توبة القاتل لا تكون بالاستغفار والندامة فقط، بل يتوقف على إرضاء أولياء المقتول، فإن كان القتل عمدا لا بد أن يمكنهم من القصاص منه، فإن شاؤوا قتلوه، وإن شاؤوا عفوا عنه مجانا، فإن عفوا عنه كفته التوبة (وقوله) الظاهر أن الظلم المتقدم لا يسقط بالتوبة لتعلق حق المقتول به، وأما ظلمه على نفسه بإقدامه على المعصية فيسقط بها. (شامي، مطبوعه كوئته ۵/ ۳۸۹، شامي، كتاب الجنایات، قبیل باب القود فيما دون النفس، کراچی ۶/ ۵۴۹، زکریا ۱۰/ ۱۹۵)

وإن تعلقت (أي المعصية) بحقوق العباد لزم مع الندم، والعزم إيصال حق العبد أو بدله إليه إن كان الذنب ظلما، كما في الغصب والقتل العمد. (تفسير روح المعاني، سورة تحريم، آیت: ۹، مطبع زکریا ۱۵/ ۲۳۵)

فإن كانت المعصية مالا ونحوه رده إلى صاحبه، وإن كان حد قذف أو نحوه مكنه من نفسه، أو طلب عفوه. (تفسير خازن ۴/ ۲۸۷، سورة التحريم، بالألفاظ المختلفة، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة ۵/ ۴۵۴)

(۲) آیت کریمہ کا تعلق صورت اولی سے ہے اور حدیث شریف کا تعلق صورت ثانیہ سے ہے، زید کا قول صورت ثانیہ کے اعتبار سے صحیح ہے اور عمر کا قول صورت اولی کے اعتبار سے صحیح ہے؟ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۸۲/۲۳)

۱۰ / باب ما يتعلق بالجنة والجهنم

جنت کہاں ہے؟

سوال [۱۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جنت کس جگہ پر ہے؟ زمین پر ہے تو کس جگہ ہے؟ اور اگر آسمان پر ہے تو کون سے آسمان پر ہے؟

المستفتی: چیرمین تولہ خان پکھرولہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جنت ساتویں آسمان کے اوپر عرش الہی کے نیچے ہے، وہیں سے حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو دنیا میں اتارا گیا۔ (مستفاد: معارف القرآن، سورۃ النجم: ۱۵، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۸/۲۰۰)

قال ابن مسعود: الجنة في السماء السابعة العليا، والنار في الأرض السابعة السفلى. (فتح البيان ۹/۱۳۱، تفسیر قرطبی، سورۃ النجم: ۱۵، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۷/۹۶، روح المعانی، سورۃ النجم، تفسیر الآیۃ: ۱۵، مکتبہ زکریا ۲۷/۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ صفر ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۴۱۹)

جنت میں جانے والی سب سے پہلی خاتون

سوال [۱۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والی خاتون جنت کا کیا نام ہے؟ لکڑ ہارے کی بیوی یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا؟ عوام میں ایک کیسٹ عام طور سے بچتی

رہتی ہے، جس میں اس طرح ہے کہ لکڑہارے کی بیوی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سواری کی رسی پکڑ کر چلے گی؛ اس لئے وہ پہلے جائے گی، تو دریافت یہ کرنا ہے کہ قرآن یا احادیث کے ذخیرہ میں اس طرح کا کوئی واقعہ مذکور ہے یا نہیں؟ اور سب سے پہلے عورتوں میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جائیں گی یا نہیں؟

المستفتی: دلشاد احمد کسرول، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لکڑہارے کی بیوی کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سواری کی رسی پکڑ کر جنت میں جانے کی جو باتیں خاتون جنت نامی رسالہ وغیرہ میں لکھی ہوئی ہیں، ان کا قرآن و حدیث اور فقہ کی کسی کتاب میں ثبوت نہیں ملتا ہے، وہ غیر معتبر کتابیں ہیں، جن میں ایسی باتیں لکھی ہوئی ہیں، ہاں البتہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنت کی عورتوں کا سردار ہونا حدیث سے ثابت ہے۔

عن حذیفة قال: أتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخرج فاتبعته، فقال: ملک عرض لی استأذن ربہ أن یسلم علی، ویخبرنی أن فاطمة سیدة نساء أهل الجنة. (المصنف لابن أبی شیبہ، موسسہ علوم القرآن ۱۷/ ۲۱۳، رقم: ۳۲۹۳)

وفي رواية البخاري: فقال: أما ترضين أن تكوني سيدة نساء أهل الجنة، أو نساء المؤمنين؟ فضحكت لذلك. (صحيح البخاري، كتاب

المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، النسخة الهندية ۱/ ۵۱۲، ف: ۳۶۲۴، رقم: ۳۴۹۶)

وفي رواية الترمذي: فاطمة سيدة نساء أهل الجنة. الحديث

(جامع الترمذي، أبواب المناقب، باب بلا ترحمة، النسخة الهندية ۲/ ۲۱۸، دار السلام رقم: ۳۷۸۱)

وفي مسند البزار: أن تكوني سيدة نساء أهل الجنة. الحديث (مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۳/ ۱۰۲، رقم: ۸۸۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

۲۵/۲/۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۳/۶۱۲۳)

ایک جنتی کو کتنی حوریں ملیں گی

سوال [۱۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: میں نے سنا ہے کہ جنت میں ایک ایک جنتی کو ستر ستر حوریں ملیں گی، کیا واقعی ایک جنتی کو ستر حوریں دی جائیں گی یا ایک ہی دنیا والی بیوی کی شکل تبدیل کر دی جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ”ترمذی شریف“ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت رشدين بن سعد کے طریق سے مروی ہے: کہ ادنیٰ درجہ کے جنتی کے لئے اسی ہزار خدام اور بہتر بیویاں ہوں گی۔ اور دنیا کی ایک بیوی کی شکل ستر یا بہتر طریقے سے تبدیل ہونا کسی حدیث میں خاکسار کی نظر سے نہیں گذرا۔

حدثنا سويد بن نصر، نا ابن المبارک، نا رشدين بن سعد، ثني عمرو بن الحارث عن دراج عن أبي الهيثم عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أدنى أهل الجنة منزلة الذي له ثمانون ألف خادم، واثنان وسبعون زوجة. الحديث (ترمذی، أبواب صفة الجنة، باب ما جاء مالا دنی أهل الجنة من الكرامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۳، دار السلام، رقم: ۲۵۶۲، صحيح ابن حبان، دار الفکر ۶/ ۴۲۷، رقم: ۷۴۱۲)

وأزواجهم الحور العين. الحديث (مسلم شریف، کتاب الجنة و صفة نعيمها وأهلها، النسخة الهندية ۲/ ۳۷۹ بیت الأفكار، رقم: ۲۸۳۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۰۷۷)

کیا انسان جنت میں چالیس سال تک متواتر صحبت کرتا رہے گا؟

سوال [۱۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک مولوی صاحب تقریر فرما رہے تھے کہ جنت میں انسان چالیس سال تک متواتر صحبت کرتا رہے گا، پھر بھی ناکام نہیں ہوگا، اس کو سن کر دوسرے مولانا صاحب نے کہا یہ بات جو تم کہہ رہے ہو قرآن و حدیث کی روشنی میں بتاؤ تب مانیں گے، اس مسئلہ کو لے کر گاؤں کی فضاء مسموم ہے، صحیح مسئلہ بیان فرما کر رہنمائی فرمائیں، تاکہ گاؤں کا اختلاف ختم ہو جائے، ایک مولانا نے بیان کیا پانچ سو برس تک بھی صحبت کرتا رہے گا پھر بھی ناکام نہیں ہوگا، ان دونوں کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ بیان کریں۔ اور یہ صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اختر سیلا تھان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ”ترمذی شریف“ کی حدیث میں اتنا تو ہے کہ جنت میں آدمی کو سو مر دیا سو بار جماع کی طاقت دی جائے گی؛ لیکن ایسا کہیں نظر سے نہیں گذرا کہ چالیس سال یا پانچ سو سال تک متواتر صحبت کرتا رہے اور ناکام نہ ہو۔

عن أنسٍ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يعطي المؤمن في الجنة قوة كذا وكذا من الجماع، قيل: يا رسول الله! أيطيق ذلك؟ قال: يعطي قوة مائة. (رواه الترمذي)

دونوں مقداروں کی تحدید مولوی صاحبان سے دریافت کریں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: الفقیر محمد ایوب النعمانی غفرلہ

مورخہ ۱۸ صفر ۱۴۱۵ھ، مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۹۴ء

تصدیق من جانب دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

مفتی محمد ایوب صاحب کا مذکورہ جواب صحیح ہے۔ اور ایک دن میں سو عورتوں سے استمتاع کرنے کی روایت ”المعجم الأوسط“ اور ”مسند البزار“ میں موجود ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن أبي هريرة قال: قلنا: يا رسول الله! نفضي إلى نسائنا في الجنة؟ فقال: إي والذي نفسي بيده إن الرجل ليفضي في الغداة الواحدة إلى مائة عذراء. (المعجم الأوسط، دارالفکر ۱/ ۲۱۰، رقم: ۷۱۸، مسند

البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۷/ ۲۱۱، رقم: ۱۰۰۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۵ صفر ۱۴۱۵ھ

۲۵/۲/۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۸۸۵)

جنت میں حوروں سے ہمبستری و منیٰ مذی کا حکم

سوال [۱۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جنت میں حوروں اور بیویوں سے ہمبستری ہوگی یا نہیں؟ اور ملاقات کے وقت دنیا میں جو منیٰ اور مذی کا خروج ہوتا ہے یہ ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد اسلم قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جنت کے اندر انسان کی ہر خواہش اور آرزو کو پورا کیا جائے گا، چنانچہ اگر حور یا بیوی سے جماع و ہم بستری کی خواہش ہوگی تو انسان کی یہ خواہش بھی پوری ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم جنت میں بھی دنیا کی طرح اپنی بیویوں سے استمتاع

(جماع وہم بستری) کریں گے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مرد ایک ایک دن میں سو سو عورتوں سے ملے گا۔ الحدیث۔ لیکن یہ واضح رہے کہ دنیا کی طرح وہاں پر مٹی و گندگی وغیرہ کا خروج نہ ہوگا؛ کیوں کہ جنت گندگی اور تمام آلائش سے پاک جگہ ہے؛ بلکہ اگر انسان بیوی سے ملاقات کر کے بچہ کی خواہش کرے گا تو منٹ و سکند میں بچہ کی پیدائش اور اس کا بڑا ہونا عمل میں آجائے گا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قلنا یا رسول اللہ! نفضی الی نساءنا فی الجنة کما نفضی الیہن فی الدنیا؟ قال: ای والذی بیدہ، أن الرجل لیفضی فی الغداة الواحدة الی مائة عذراء. (التذکرۃ / ۵۶۱، مسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم ۱۷ / ۳۱۱، رقم: ۱۰۰۷۱، المعجم الأوسط، دارالفکر ۱ / ۲۱۰، رقم: ۷۱۸)

عن جابر بن عبد اللہ قال: سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: إن أهل الجنة يأكلون فیہا ویشربون ولا یتفلون، ولا یبولون، ولا یتغوطون، ولا یتمخطون، قالوا: فما بال الطعام؟ قال: جشاء، أرشح کرشح المسک. (التذکرۃ / ۵۶۱، مسلم شریف، باب فی صفات الجنة وأهلها.....، النسخة الهندیة ۲ / ۳۷۹، بیت الأفكار، رقم: ۲۸۳۵، ترمذی شریف، باب ماجاء فی صفة أهل الجنة، النسخة الهندیة ۲ / ۸۰، دارالسلام، رقم: ۲۵۳۷، ابن ماجہ شریف، باب صفة الجنة، النسخة الهندیة ۲ / ۳۲۲، دارالسلام، رقم: ۴۳۳۳)

عن زید بن أرقم قال: قال رجل من أهل الكتاب: یا أبا القاسم، تزعم أن أهل الجنة يأكلون ویشربون، فقال: أجل والذی نفسی بیدہ إن أحدهم لیعطی قوة مائة رجل فی الأكل والشرب والجماع والشهوة، قال: الذی يأكل یكون له الحاجة؟ فقال: حاجة أحدهم عرق یخرج کریح المسک، فیضمربطنه. (المعجم الأوسط، دارالکفر ۱ / ۴۶۷، رقم: ۱۷۲۲، سنن دارمی، دارالمغنی ۳ / ۱۸۶۵، رقم: ۲۸۶۷)

عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمن إذا اشتهى الولد في الجنة كان حملهُ ووضعهُ، وسنه في ساعة، كما يشتهي. (ترمذي شريف، أبواب صفة الجنة، باب ماجاء في أهل الجنة من الكرامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۴، دارالسلام، رقم: ۲۵۶۳، التذكرة/ ۵۶۳، ابن ماجه شريف، أبواب الزهد، باب صفة الجنة، النسخة الهندية ۲/ ۳۲۳، دارالسلام، رقم: ۴۳۳۸، تحفة الأحوذی، مكتبه اشرفیه دیوبند ۷/ ۲۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتابتہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۳/۱۹۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۱۴۲۲ھ

کیا جنت میں تو والد و تناسل ہوگا اور ایک جنتی مرد کو کتنے مردوں کی طاقت دی جائے گی؟

سوال [۱۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جنت میں تو والد و تناسل ہوگا یا نہیں؟ اس قسم کی خواہشات کو ختم کر دیا جائے گا؟ ایک جنتی کو کتنے مردوں کی طاقت دی جائے گی؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: نثار احمد سابق پردھان، مقام فتح پور، پوسٹ کملاپور، ضلع سیتاپور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اہل جنت سب تیس سالہ نوجوان ہوں گے اور نہ تو والد و تناسل ہوگا۔ یعنی جنت میں تیس سالہ یا تینتیس سالہ جوان کی طرح ہمیشہ صحت مندی رہے گی اور قوت جماع سومردوں کے برابر عطا کی جائے گی؛ لیکن اولاد کا تو والد و تناسل اس طرح نہیں ہوگا جس طرح دنیا میں ہوتا ہے کہ اولاد پیدا ہو جائے، پھر ان اولاد کی اولاد پیدا ہو جائے، اس طرح نسل در نسل کے ذریعہ خاندان اور کنبہ پیدا ہو جائے یہ شکل جنت میں نہیں ہوگی، ہاں البتہ اگر کوئی جنتی اولاد کی خواہش ظاہر کرے گا تو آنا فانا حمل ٹھہر کر کے وضع حمل کے ساتھ اولاد پیدا ہو جائے گی، تاکہ جنت میں اس کی

آرزو پوری ہو جائے، مگر دنیا کی طرح اس کی اولاد کی اولاد پیدا نہیں ہوگی، جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کی وضاحت ہے۔

عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمن إذا اشتهى الولد في الجنة كان حملته ووضعها، وسنه في ساعة، كما يشتهي. (ترمذي شريف، أبواب صفة الجنة، باب ماجاء ما لادنى أهل الجنة من الكرامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۴، دارالسلام رقم: ۲۵۶۳، التذكرة/ ۵۶۳، ابن ماجه شريف، أبواب الزهد، باب صفة الجنة، النسخة الهندية ۲/ ۳۲۳، دارالسلام، رقم: ۴۳۳۸، مسند أبو يعلى الموصلي، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۴۵۱، رقم: ۱۰۴۶، مسند أحمد ۳/ ۹، رقم: ۱۱۰۷۹، تحفة الأحوذی، مكتبة اشرفی دیوبند ۷/ ۲۰۴)

عن معاذ بن جبل أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يدخل أهل الجنة الجنة جرداً مرداً مكحليين أبناء ثلاثين أو ثلاث وثلاثين سنة. (ترمذي شريف، أبواب صفة أهل الجنة، باب ماجاء في سن أهل الجنة، النسخة الهندية ۲/ ۸۱، دارالسلام، رقم: ۲۵۴۵)

اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ توالد و تناسل نہیں ہوگا، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی طرح اولاد در اولاد کا سلسلہ نہیں ہوگا۔

عن أبي رزین العقيلي عن النبي صلى الله عليه وسلم أن أهل الجنة لا يكون لهم فيها ولد. (ترمذي، باب ماجاء ما لادنى أهل الجنة من الكرامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۴، دارالسلام، رقم: ۲۵۶۳)

اور سومردوں کی قوت ایک جنتی کو عطا کی جانے والی حدیث ملاحظہ فرمائیے:

عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يعطي المؤمن في الجنة قوة كذا وكذا من الجماع، قيل: يا رسول الله! أو يطيق ذلك؟ قال: يعطي قوة مائة أهل الجنة. (ترمذي شريف، أبواب صفة الجنة، باب ماجاء

في صفة جماع أهل الجنة، النسخة الهندية ۲/ ۸۰، دار السلام، رقم: ۲۵۳۶، ومثله في

سنن دارمي، دارالمغني ۳/ ۱۸۶۵، رقم: ۲۸۶۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۶/ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

۱۴۱۱/۱/۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۰۷۷)

مطلقہ اور کنواری لڑکی جنت میں کس کے ساتھ رہے گی؟

سوال [۱۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: حدیث شریف میں آتا ہے کہ مسلمان عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ ہوں گی، تو اگر کسی مرد نے اپنی حیات میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور پھر اس بیوی نے کسی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کیا، تو یہ عورت جنت میں کس کے ساتھ رہے گی؟ یا وہ بالغہ لڑکیاں جو شادی سے پہلے انتقال کر گئیں تو جنت میں کس کے ساتھ ہوں گی؟ مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد مناظر احسن بھگلپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسی مطلقہ اور کنواری کو اللہ تعالیٰ اختیار دیں گے

جس مرد کو پسند کرے گی اسی کے ساتھ نکاح کر دیا جائے گا۔ اور اگر کسی مرد کو پسند نہ

کرے گی تو حوروں میں سے ایک کو مرد بنا کر اس کے ساتھ نکاح کر دیا جائے گا۔

(مستفاد: مجموعہ فتاویٰ عبدالحی ۳/ ۱۵، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/ ۳۳۸)

في الغرائب: ولو ماتت قبل أن تتزوج، تخير أيضا، إن رضيت

بآدمي زوجته منه، وإن لم ترض فالله يخلق ذكرا من الحور العين،

فيتزوجها منه، واختلف الناس في المرأة التي يكون لها زوجان في

الدنيا لأيهما تكون في الآخرة قيل تكون لآخرهما، وقيل: تخير فتختار

ایہما شاءت. (مجموعۃ الفتاویٰ ۱/ ۱۰۴، کراچی بحوالہ محمودیہ ڈاہیل ۱/ ۶۹۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۷۵۳/۲۵)

کیا مؤمنین کو جہنم میں عذاب نہیں ہوگا؟

سوال [۱۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عالم صاحب بتاتے ہیں کہ جن مؤمنوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ نعوذ باللہ۔ ان کو جہنم میں تکلیف نہیں ہوگی؛ البتہ ان کو جہنم میں ضرور ڈالا جائے گا گناہ سے پاک کرنے لئے؛ لیکن ان پر غشی طاری کر دی جائے گی، جیسا کہ بیمار شخص کو بیہوش کر کے آپریشن کیا جاتا ہے کہ بیمار کو کچھ پتہ نہیں چلتا ہے، اسی طرح مؤمنین کو جہنم کی تکلیف کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلے گا۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مؤمنین کو اپنی بد اعمالیوں کی بنا پر جہنم میں ڈالا جائے گا، ان کو اس میں عذاب بھی ہوگا اور تکلیف بھی حتیٰ کہ حدیث شریف میں مروی ہے کہ یہ حضرات جہنم میں جل کر کوندلہ کے مانند ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کے لئے ان کی بد اعمالیوں کے بقدر سزا دینے کے بعد اپنی رحمت و فضل کے ذریعہ جنت میں داخل ہونے کا فیصلہ صادر فرمائیں گے؛ لہذا مذکورہ عالم صاحب کا یہ کہنا کہ تکلیف نہیں ہوگی حدیث کی رو سے صحیح نہیں ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: يعذب ناس من أهل التوحيد في النار حتى يكونوا فيه حمما، ثم تدر بهم الرحمة، فيخرجون ويطرحون على أبواب الجنة، قال: فيرش عليهم أهل الجنة

الماء فینبتون كما ینبت الغناء فی حمالة السیل، ثم یدخلون الجنة. (ترمذی، أبواب صفة جهنم، باب ما جاء أن للنار نفسین، ومن یدخل من النار من أهل التوحید، النسخة الهندیة ۲/ ۸۷، دار السلام، رقم: ۲۵۹۷)

وفی روایة: من كان فی قلبه مشقال حبة من خردل من ایمان فأخرجوه، فیخرجون وقد امتحشوا وعادوا حمما، فیلقون فی نهر الحیة. (بخاری شریف، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار، النسخة الهندیة ۲/ ۹۷۰، رقم: ۶۳۱۱، ف: ۶۵۶۰، مسلم شریف، کتاب الایمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدين من النار، النسخة الهندیة ۱/ ۱۰۴، بیت الأفكار، رقم: ۱۸۴، صحیح ابن حبان، دارالفکر ۱/ ۱۴ / رقم: ۱۸۲)

عن أنس أن النبی ﷺ قال: لیصین أقواما سفح من النار بذنوب أصابوها عقوبة. (صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ما جاء فی قول الله: "ان رحمة الله قریب من المحسنین" النسخة الهندیة ۲/ ۱۱۱۰، رقم: ۷۱۵۰، ف: ۷۴۵۰، مشکوة شریف، کتاب الفتن، باب الحوض والشفاعة ۴۹۲، رقم: ۵۳۳۸)

وأهل الكبائر من أمة محمد ﷺ فی النار لا یخلدون إذا ماتوا وهم موحدون - إلى - وإن شاء عذبهم فی النار بعد له، ثم یدخلون الجنة منها برحمته وشفاعة الشافعين من أهل طاعته، ثم یبعثهم إلى جنته. (شرح العقیة الطحاویة، دارالکتب العلمیة بیروت/ ۳۶۹-۳۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۷/۸/۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۱۱۴)

کیا جہنمیوں کا لباس کالا ہوگا؟

سوال [۱۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کالا لباس پہننا جائز ہے یا نہیں؟ کیا جہنمیوں کا لباس کالا ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: کالا لباس پہننا جائز ہے؛ لیکن جب وہ کسی جماعت فساق یا کفار کا شعار بن جائے جیسا کہ محرم میں روافض کالا لباس پہنتے ہیں؛ لہذا کالا لباس پہننا ان کا شعار جیسا ہو گیا ہے؛ اس لئے اس سے احتراز کرنا بہتر ہے۔ اور قرآن کریم کی آیت: ”سرابیلہم من قطران“ کے تحت مفسرین نے یہ صراحت کی ہے کہ جہنمیوں کا لباس کالے رنگ کا ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ ڈبھیل ۱۹/۲۶۵، کفایت المفتی زکریا ۱۵۹/۹، جدید زکریا مطول ۱۲/۳۱۳)

سرابیل: جمع سربال، وهو القمیص ”من قطران“ وهو عصارۃ تطبخ بہ الإبل الجربی، فیحرق الجرب لحدتہ، وهو أسود منتن یشتعل فیہ النار بسرعة یطلی بہ جلود أهل النار حتی یكون طلاوة لهم كالقمیص لیجتمع علیہم لدغ القطران، ووحشیۃ لونہ، وnten ریحہ مع إسراع النار فی جلودہم. (تفسیر مظہری، سورۃ إبراہیم: ۴۹، مکتبہ زکریا قدیم ۱۵۰/۵، جدید ۲۸۷/۵، حاشیہ جلالین/۲۱۰)

وقص الشارب أمارۃ أهل السنة والجماعۃ، وترکہ أمارۃ الرفض، وكذا لبس السواد. (بزازیۃ علی الہندیۃ، کتاب السیر، الفصل الثالث: فی الحظر والإباحۃ، زکریا جدید ۱۷۲/۳، وعلی ہامش الہندیۃ ۶/۳۱۱)

ویکرہ للرجل تسوید الثوب. (مجموعۃ الفتاویٰ ۴/۳۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

رجسٹر خاص

نابالغی میں وفات پانے والی اولاد والدین کی سفارشی ہوگی

سوال [۱۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہتے ہیں کہ چھوٹے بچے مرجائیں تو وہ اپنے مسلمان والدین کو جنت میں لے جائیں گے، کیا اس بارے میں کوئی حدیث شریف ہے یا یہ من گھڑت کہانی ہے؟

المستفتی: محمد رضوان قاسمی، سورت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کی تین اولادیں فوت ہو جائیں اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اور یہی بات دو بچے اور ایک بچے کے انتقال کر جانے کی صورت میں بھی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

قال رسول اللہ ﷺ: من دفن ثلاثة فصبر عليهم واحتسبهم وجبت له الجنة، فقالت أم أيمن: أو اثنين؟ فقال: من دفن اثنين فصبر عليهما واحتسبهما وجبت له الجنة، فقالت أم أيمن: وواحد؟ فسكت وأمسك، ثم قال: يا أم أيمن! من دفن واحدا فصبر عليه احتسب وجبت له الجنة. (المعجم الأوسط، دارالفكر ۲/ ۵۴، رقم: ۲۴۸۹، المعجم الكبير، داراحياء التراث العربي ۲/ ۲۴۵، رقم: ۲۰۳۰، ومثله في صحيح ابن حبان، دارالفكر ۴/ ۲۶۲، رقم: ۲۹۳۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵ھ/۲۱/۱۱

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ رجب الثانی ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۰/۱۱۴۸۶)

اولادِ مشرکین کا حکم

سوال [۱۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلموں کے بچے چھ سال کی عمر سے پہلے یا بالغ ہونے سے پہلے انتقال کر جائیں، تو وہ جنتی ہیں یا جہنمی؟ اگر جنتی ہیں تو کیوں؟ اور جہنمی ہیں تو کیوں؟

المستفتی: جمال احمد کندرکی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ان کے بارے میں علماء نے مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں اور ان میں سے دو قول درج کئے جاتے ہیں:

(۱) وہ اعراف میں رہیں گے، نہ جنت میں جائیں گے اور نہ ہی جہنم میں جائیں گے؛ بلکہ درمیان میں اعراف نامی جگہ پر رہیں گے۔

(۲) وہ جنت میں جائیں گے اور اہل جنت کے خدام بنیں گے۔ علماء کے اقوال میں راجح یہی قول معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے، اہل جنت کے خدام بنیں گے، جیسا کہ بعض روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔

عن سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن أطفال المشركين، فقال: هم خدم أهل الجنة. (مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۰ / ۳۸۴، رقم: ۴۵۱۶)

السادس: أنهم في الجنة، قال النووي: هو المذهب الصحيح المختار الذي صار إليه المحققون لقوله تعالى: وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا. [الإسراء: ۱۵] وإذا كان لا يعذب العاقل لكونه لم تبلغه الدعوة، فلأن لا يعذب غير العاقل من باب الأولى. (عمدة القاري، كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، زكريا ۶ / ۲۹۳، رقم: ۱۳۸۳، دار إحياء التراث العربي ۸ / ۲۱۳)

قيل: من أهل الجنة نظرا إلى أصل الفطرة، وقيل: إنهم خدام

أهل الجنة، وقيل: إنهم يكونوا بين الجنة والنار. (مرقاة المفاتيح، باب الإيمان بالقدر، الفصل الثاني، حكم أطفال المشركين، مكتبة إمداديه ملتان ۱/ ۶۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ یقعدہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۲۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/ ۱۱/ ۱۴۱۵ھ

غیر مسلموں کے بچے جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟

سوال [۱۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: غیر مسلم لوگوں کے بچے مرتے ہیں، تو کیا ان کے بچے بھی جہنم میں جائیں گے، یا جنت میں جائیں گے؟

المستفتی: محمود محمدی، مقام شامی مسجد پوسٹ انجمن گاؤں، ضلع جل گاؤں، مہاراشٹر
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: راجح قول کے مطابق غیر مسلم کے نابالغ بچے جنت میں جائیں گے اور اہل جنت کے خدام ہوں گے۔

ہم خدام أهل الجنة الخ. (الدر المختار، باب صلاة الجنان، زکریا ۳/ ۸۲، کراچی ۱۹۲/۲)

عن يزيد قال: قلنا لأنس: يا أبا حمزة! ما تقول في أطفال المشركين؟ فقال: قال رسول ﷺ: لم تكن لهم سيئات فيعاقبوا بها، فيكونوا من أهل النار، ولم تكن لهم حسنات فيجاوزا بها فيكونوا من ملوك أهل الجنة، هم خدام أهل الجنة. (مسند أبي داؤد الطيالسي، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۵۳۳، رقم: ۲۲۲۵، ومثله في المعجم الأوسط، دارالفكر ۴/ ۱۰۲، رقم: ۵۳۵۵، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۴/ ۳۹، رقم: ۷۴۶۶، ۱۰/ ۳۸۴، رقم: ۴۵۱۶)

والثالث: وهو الصحيح الذي ذهب إليه المحققون: أنهم من

أهل الجنة، ويستدل له بأشياء منها حديث إبراهيم الخليل صلى الله عليه وسلم حين رآه النبي صلى الله عليه وسلم في الجنة وحواله أو لاد الناس، قالوا: يا رسول الله! وأولاد المشركين، قال: وأولاد المشركين. (المنهاج للنوي على مسلم مكمل / ۱۸۸۲، وحاشية النووي على مسلم، كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة، مكتبة دارالسلام سهارنيور / ۳۳۷، ومثله في فتح الباري، كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، مكتبة دارالريان ۳/ ۲۹۱، أشرفيه ديوبند ۳/ ۳۱۵، عمدة القاري، كتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، رقم الحديث: ۱۳۸۳، مكتبة دار إحياء التراث العربي ۸/ ۲۱۳، زكريا ۶/ ۲۹۳، مرقاة، باب الإيمان بالقدر، الفصل الثاني: حكم أطفال المشركين، مكتبة إمداديه ملتان ۱/ ۱۸۱) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۷۸)

غیر مسلم کے نابالغ بچے جنتی ہیں یا جہنمی؟

سوال [۱۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، خواہ وہ ہندو کا بچہ ہو یا مسلمان کا، تو جب ہندو کا نابالغ بچہ انتقال کرتا ہے، تو قبر، حشر، دوزخ و جنت میں اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ ذرا تفصیلی اور مدلل جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: سخاوت حسین، بقلم محمد اسلم غفرلہ، شریف نگر، ضلع مراد آباد (یو پی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: غیر مسلم کے نابالغ بچوں کے بارے میں حضرات محدثین کے مختلف اقوال ہیں، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ان کے بارے میں خاموشی

اختیار کرنا ہی بہتر ہے، اللہ تعالیٰ کی جو بھی مرضی ہوگی وہی معاملہ فرمائیں گے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ وہ انشاء اللہ تعالیٰ جنت میں جائیں گے؛ اس لئے کہ جب حضور ﷺ معراج تشریف لے گئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات فرمائی، تو حضور ﷺ نے ان کے ارد گرد مشرکین کی اولاد کو بھی دیکھا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں جائیں گے۔

فذراري المشركين - إلى قوله - وأما الآخرة فموكول أمرهم إلى علم الله تعالى بهم - إلى قوله - والصحيح أنهم من أهل الجنة، واستدل عليه بأشياء: منها حديث إبراهيم الخليل عليه الصلوة والسلام حين رآه النبي ﷺ وحواله أولاد الناس، قالوا: يا رسول الله! وأولاد المشركين؟ قال: وأولاد المشركين. (مرقاة، باب الإیمان بالقدر، الفصل الثاني، حکم أطفال المشركين، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۱/ ۱۸۱)

ثامنها أنهم في الجنة..... قال النووي: وهو المذهب الصحيح المختار الذي صار إليه المحققون لقوله تعالى: وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا. (فتح الباري، کتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، تحت رقم الحديث: ۱۳۸۳، مکتبہ دار الريان بیروت ۳/ ۲۹۱، أشرفیہ دیوبند ۳/ ۳۱۵، ومثله في عمدة القاري، کتاب الجنائز، باب ما قيل في أولاد المشركين، مکتبہ دار إحياء التراث العربي ۸/ ۲۱۳، زكريا ۶/ ۲۹۳، حاشية النووي على مسلم ۲/ ۳۳۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۸/ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۱۷۹/۲۸)

مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہونے والا شخص جنتی ہے یا جہنمی؟

سوال [۱۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حدیث شریف میں ہے: ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے والے کو موت ہی جنت میں جانے سے روکتی ہے اور جو شخص ہر رات سورۃ الملک تلاوت کرے وہ عذاب قبر سے بچ جاتا ہے اور جس کا آخری کلمہ ’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘ ہو وہ جنت میں جائے گا۔

اب کوئی شخص نماز وغیرہ کی پابندی کرے اور دیگر اعمال حسنہ بھی کرے اور مذکورہ اعمال بھی کرے؛ لیکن بد قسمتی سے مرتے وقت کلمہ نہ پڑھ سکے، جیسے آج کل ہوائی جہاز کا گر جانایا کا حادثہ میں مرجانا وغیرہ ہے۔ اور ایک شخص نماز وغیرہ کی پابندی نہ کرے اور دیگر کاموں میں بھی سستی کرے؛ لیکن مرتے وقت کلمہ پڑھ کر مرے تو دونوں میں عمل اور خاتمہ کے اعتبار سے کون افضل ہے اور دونوں کا حکم کیا ہے؟

المسئتی: حبیب اللہ تاج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ ﷺ کا فرمان: من قال لا إله إلا الله دخل الجنة“ سے مراد یہ ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ اقرار تو حید و رسالت کر کے پوری زندگی ایمان پر اور طاعت خداوندی پر باقی رہا ہو، آپ کی مراد یہ نہیں ہے کہ صرف مرتے وقت جس کو کلمہ نصیب ہو گیا وہی شخص جنت میں جائے گا، آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے تو مسئلہ مذکورہ میں دونوں شخص کا حکم یکساں ہوگا۔

والشرط: أن يقول: لا إله إلا الله، واستمر عليه؛ فإنه يدخل الجنة

وإن لم يذكره عند الموت؛ لأنه لا فرق بين الإسلام النطقي وبين الحكمي المستصحب، وأما أنه إذا عمل أعمالاً سيئة فهو في سعة رحمة الله مع

مشیتہ. (عمدة القاري، كتاب الجنائز، مكتبه دارالريان للتراث، بيروت ۳/۸، فتح الباري ۳/۱۰۹، بخاري شريف، كتاب الجنائز، باب ماجاء في الجنائز ۱/۱۶۵)
 اور رہا دونوں کا حکم تو اگر دونوں کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے، تو اللہ نے چاہا تو دونوں ابتدا ہی سے جنت میں داخل ہو جائیں گے یا اپنے اعمال سیدہ کی سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخلہ نصیب ہوگا۔

ويحتمل أن يكون المراد بقوله: ”دخل الجنة“ صار إليها إما ابتداء من أول الحال، وإما بعد أن يقع ما يقع من العذاب. (فتح الباري ۳/۱۱۱، عمدة القاري ۵/۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۲۲/۳/۱۴۱۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۹۳)



۱۱ / باب ما يتعلق بالملائكة والجن

حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام کے نام

سوال [۱۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت جبرئیل علیہ السلام کا اصل نام کیا ہے؟ اسی طرح حضرت میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام کے اصل نام کیا کیا ہیں؟، اس بارے میں حدیث و تفسیر میں کوئی صراحت منقول ہو تو باحوالہ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: عبداللہ بھگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن، کتب تفسیر و حدیث میں ان چاروں فرشتوں کے مختلف اصل نام منقول ہیں، جن میں سے زیادہ راجح حسب ذیل ہیں:

حضرت جبرئیل علیہ السلام کا اصل نام: عبداللہ ہے، جیسا کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے تعلیقاً اور مسند احمد بن حنبل میں موقوفاً اور تفسیروں کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

اور حضرت میکائیل علیہ السلام کا اصل نام: عبید اللہ ہے، جیسا کہ امام التفسیر امام قرطبی نے اس پر مفسرین کا اجماع نقل فرمایا ہے۔

هذا قول ابن عباس، وليس له في المفسرين مخالف.

البتہ علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ نے ”عمدة القاری“ میں عبدالرزاق نام ہونا بھی نقل فرمایا ہے۔ اور اسرافیل علیہ السلام کے اصل نام کے بارے میں دو قول منقول ہیں:

(۱) عبدالرحمن (۲) عبدالحق جن میں سے عبدالرحمن اصل نام ہونا زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے؛ اس لئے کہ اس کو بعض مفسرین نے مرفوعاً اور بعض نے موقوفاً نقل فرمایا ہے۔ اور عبدالحق نام ہونے کی صراحت علامہ عینی نے عمدة القاری میں تحریر فرمائی ہے۔

اور حضرت عزرائيل عليه السلام کا اصل نام: عبد الجبار ہے۔ دلائل ملاحظہ فرمائیے:
 أخرج الإمام البخاري تعليقا: قال عكرمة: جبر، وميك،
 و سراف، عبد إيل الله. (صحيح البخاري، التفسير، باب من كان عدوا لجبرئيل،
 النسخة الهندية ٢/ ٦٤٣، رقم: ٤٢٩٤، ف: ٤٤٧٨)

عن محمد بن عمرو بن عطاء، قال: قال لي علي بن حسين: اسم
 جبريل عليه السلام: عبد الله، واسم ميكائيل عليه السلام: عبيد الله.
 (مسند أحمد بن حنبل ٥/ ١٥، ١٦، رقم: ١٠٤٣٨)

قال المارودي: إن جبرئيل وميكائيل اسمان: أحدهما عبد الله
 والآخر عبيد الله؛ لأن إيل هو الله تعالى، وجبر هو عبد، وميكا هو عبيد،
 فكان جبرئيل عبد الله، وميكائيل عبيد الله، هذا قول ابن عباس رضی اللہ
 عنه، وليس له في المفسرين مخالف. (تفسير قرطبي، تحت تفسير من سورة
 البقرة: قل من كان عدوا لجبرئيل - دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ٢٨، وهكذا في الدر
 المشور، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ١٧٦، عمدة القاري دار إحياء التراث العربي ١/ ٧١،
 ١٨/ ٨٩، زكريا ٨/ ٢٠٩)

ورأيت في أثناء مطالعتي في الكتب وواسم ميكائيل:
 عبدالرزاق واسم إسرافيل: عبدالخالق واسم عزرائيل:
 عبد الجبار. (عمدة القاري، دار إحياء التراث العربي، قديم ١/ ١٨٢)

وأخرج الديلمي عن أبي أمامة، قال: قال رسول الله صلى الله
 عليه وسلم: اسم جبرئيل: عبد الله، واسم إسرافيل: عبدالرحمن،
 وأخرج ابن جرير، وأبو الشيخ في العظمة عن علي بن حسين قال:
 واسم إسرافيل: عبدالرحمن. (الدر المنثور، تحت تفسير الآية من سورة البقرة،
 "قل من كان عدوا لجبرئيل": ٩٨، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ١٧٦)

وروى الطبري من طريق علي بن حسين، قال: اسم جبرئيل:

عبدالله، وميكائيل: عبيدالله، يعني بالتصغير، وإسرافيل: عبدالرحمن.
(عمدة القاري، التفسير، باب من كان عدوا لجبريل، دار إحياء التراث العربي ۱۸/ ۸۹،
زكريا ۸/ ۲۱۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رجب المظفر ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۹۳۸/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/۲/۱۴۳۶ھ

کس آسمان پر کس فرشتے کی ڈیوٹی ہے؟

سوال [۱۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سات آسمانوں میں کون کون سے فرشتوں کی ڈیوٹی ہے؟ کون کون سے فرشتے رہتے ہیں؟

المستفتی: حافظ عبدالرزاق، ڈھکہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قرآن و حدیث سے صرف اتنا ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمان اور ساتوں زمین پر اپنے نظام کے تحت فرشتوں کو مقرر فرما رکھا ہے؛ لیکن ان فرشتوں کا نام اور ان کی تعداد کا ذکر نہیں ملتا۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ. وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ

شَيْطَانٍ رَجِيمٍ. [سورة الحجر: ۱۷]

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ. [سورة البقرة: ۱۰۷]

وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ. [الأنعام: ۷۵] فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ رجب الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۷۷۰/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳ رجب الثانی ۱۴۱۷ھ

ملک الموت کی روح کون قبض کرے گا؟

سوال [۲۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: روح قبض کرنے والے فرشتوں کی روح کون قبض کرے گا؟
المستفتی: حافظ عبدالرزاق ڈھکھ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: روح قبض کرنے والے فرشتوں کو اخیر میں اللہ تعالیٰ حکم فرمائیں گے، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ اپنی روح خود ہی قبض کر لیں گے۔
فیقول: من بقي من خلقي؟ فیقول: سبحانک ربی تبارکت وتعالیت، بقی جبرئیل و ملک الموت، فیقول: مت ملک الموت، فیموت. (تفسیر الخازن، سورة النمل، تحت رقم الآیة: ۸۷، مکتبہ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۲۹۴، مدارک ۴/ ۶۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۲/۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۰/۳۷۷)

کیا حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت جبرئیل دنیا میں تشریف لائے ہیں؟

سوال [۲۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کے بعد بھی کسی کے پاس تشریف لائے ہیں یا نہیں؟ اور لائیں گے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قصص الانبیاء مترجم، مطبع قیومی ص: ۳۰۶ میں دس مرتبہ دس چیزوں کو اٹھالے جانے کے لئے تشریف لانے کا ذکر موجود ہے، کسی شخص کے

پاس آنے کا ثبوت کہیں نہیں۔ اور ”احیاء العلوم“ للامام غزالی ۳/۲۶۲ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور ﷺ کی وفات کے وقت آخری بار تشریف لایچکے ہیں، دوبارہ دنیا میں تشریف نہیں لائیں گے۔ نیز علامہ سیوطی کی ”خصائص کبریٰ“ میں بھی یہی صراحت ہے کہ وفات نبوی کے بعد دوبارہ کسی انسان کے لئے تشریف نہیں لائیں گے، یہی روایت زیادہ قوی ہے۔

فقال جبرئیل علیہ السلام: عليك يا رسول الله هذا آخر موطن

الأرض. الخ (خصائص کبریٰ ۲/ ۲۷۳، باب إختصار النبي ﷺ)

قالت: وجاء جبرئیل فقال: السلام عليكم يا رسول الله! هذا آخر ما أنزل فيه إلى الأرض أبدا طوى الوحي، وطويت الدنيا وما كان لي في الأرض حاجة غيرك، وما لي فيه حاجة إلا حضورك، ثم لزوم موقف. الخ (إحياء العلوم للإمام غزالي ۴/ ۲۶۲)

لہذا حضرت جبرئیل علیہ السلام دنیا میں حضور ﷺ کے بعد دوبارہ کسی کے پاس نہیں آئیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۱۰۶)

کیا کسی بزرگ کو خواب میں حضرت جبرئیل کا پانی پلانا صحیح ہے؟

سوال [۲۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر کوئی دیندار متقی پرہیزگار شخص یہ کہے کہ فلاں رات مجھ کو پیاس لگ رہی تھی کہ اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے، آپ نے مجھے پانی پلایا اور فرمایا: کہ حق تعالیٰ شانہ تجھ سے راضی ہے، تو کیا اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا؟

کیا اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی؟ کیا اس کو ولی سمجھا جائے گا؟ کیا اس کے ہاتھوں صادر ہونے والی اچھنبھے کی باتوں کو کرامات سمجھا جائے گا؟

المستفتی: منجانب الاث و اچ کینی سرانے حکیم، علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کرامات اولیاء کو کہ حق ہیں، شریعت میں ان کا ثبوت ہے؛ لیکن شیطان کی شرارت بھی حق ہے اور اولیاء اللہ کی کرامت اور شیطان کی شرارت میں امتیاز اور فرق کرنا بہت مشکل کام ہے، جس پر ہر شخص قادر نہیں، سوال میں جس شخص کے متعلق خواب کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، یہ جہالت اور ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اور یہ شخص شیطان کے فریب میں پھنسا ہوا ہے، خواب میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی شکل میں شیطان کو دیکھا ہے، فرشتہ کو نہیں، اس طرح کی باتوں کو کرامات سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ اس طرح کی باتیں کرنے والا شخص ولی ہو سکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۱/ ۱۵، جدید زکریا ۳۷/ ۳۷)

و کرامات الأولیاء حق، هو العارف باللہ تعالیٰ و صفاته حسب ما
 یمكن، المواظب علی الطاعة، المجتنب عن المعاصی، المعرض عن
 إنهماک فی اللذات والشهوات، و کرامته ظهور أمر خارق للعادة من قبله
 غیر مقارن لدعوی النبوة، فما لا یكون مقرونا بالإیمان والعمل الصالح
 یكون استدار جا. (شرح عقائد، مبحث کرامات الأولیاء حق، مکتبہ نعیمیہ دیوبند ۴۴/ ۱،
 شامی، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب فی کرامات الأولیاء حق، کراچی ۳/ ۵۵۱، زکریا
 ۶/ ۴۰۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸/ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/ ۷۳۰۰)

کیا حضرت جبرئیل کا کسی مریض کو پانی پلانا ممکن ہے؟

سوال [۲۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک کتاب میں پڑھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور ایک مریض کو پانی پلا کر گئے، تو کیا یہ ممکن ہے کہ حضرت جبرئیل کسی آدمی کو پانی پلائیں یا کسی مریض کو پانی پلائیں؟

المستفتی: مولوی سلامت اللہ مدرس مدرسہ تعلیم القرآن شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دنیا میں تشریف لانا بعض حدیث شریف سے ثابت ہے، مگر کسی شخص کو خاص طور پر پانی پلانے کے لئے تشریف لانا ثابت نہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا كان ليلة القدر نزل جبرئيل في كعبة من الملائكة. (شعب الإيمان، باب الصيام، في ليلة العيد ويومهما، مكتبة دارالكتب العلمية ۳/ ۳۴۳، رقم: ۳۷۱۷، مشكوة، كتاب الصوم، باب ليلة القدر، مكتبة أشرفي ديوبند ۱/ ۱۸۲، رقم: ۱۹۸۹)

تنزل الملائكة والروح فيها بإذن ربهم، قال: الروح: جبرئيل من كل أمر سلام. (الدر المنثور، سورة القدر: ۴، مكتبة دارالكتب العلمية بيروت ۶/ ۶۳۰) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵/۵/۲۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۵/۵/۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۲۰۴۵)

کیا کسی ولی یا بزرگ کے پاس حضرت جبرئیل آسکتے ہیں؟

سوال [۲۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: حضرت جبرئیل علیہ السلام پیغمبروں کے پاس اللہ کا پیغام لاتے تھے، کیا کسی بزرگ اللہ کے ولی کے پاس کوئی حاجت ضرورت پوری کرنے کے لئے حضرت جبرئیل تشریف لاسکتے ہیں یا نہیں؟ ایک بہت معتبر عالم کی کتاب میں ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کہ وہ دو بھائی تھے، ایک بیمار تھے، بیمار نے دوسرے سے پانی طلب کیا، جب وہ پانی لائے تو بیمار بھائی نے کہا کہ میں پانی پی چکا، بھائی نے معلوم کیا پانی کون لایا؟ فرمایا: جبرئیل آئے تھے اور مجھے پانی پلا کر گئے، تو کیا پیغمبروں کے علاوہ لوگوں کے پاس جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں؟ اس سلسلہ میں مسلمانوں کا کیا عقیدہ ہونا چاہئے؟

المستفتی: فخر الاسلام شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جبرئیل امین علیہ السلام کا غیر نبی کے پاس آنا اور اس کی خدمت کرنا احقر کو کسی معتبر کتاب میں نہیں ملا، جس معتبر عالم کی کتاب کا آپ نے حوالہ پیش کیا ہے وہ کتاب خود دیکھنے کے بعد ہی فیصلہ کن بات کہی جاسکتی ہے؛ بلکہ ہمیں اس کے خلاف روایت ملی ہے۔

فقال جبرئیل علیہ السلام: یا رسول اللہ! هذا آخر موطنی

الأرض. الخ (خصائص کبریٰ ۲/ ۱۲۷۳)

وجاء جبرئیل، فقال: السلام علیک یا رسول اللہ! هذا آخر ما أنزل فیہ الی الأرض أبدا طوی الوحي وطویت الدنیا، وما کان فی الأرض حاجة غیرک، ومالی منه حاجة إلا حضورک، ثم لزوم موقف. (إحياء العلوم ۴/ ۲۶۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴ھ/۷/۲۸

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ رجب ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۵۴۲)

جناتوں کا انسانوں پر سوار ہونا

سوال [۲۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ایک عورت جس پر کچھ آسیبی خلل بتایا جاتا ہے، بسا اوقات جھوم جھوم کر طرح طرح کی بکواس کرتی ہے، اس پر زندہ اور مردہ لوگ سوار ہوتے ہیں، کبھی کہتی ہے کہ میں فلاں حافظ صاحب ہوں، کبھی فلاں قاری صاحب کا نام لیتی ہے، اسی طرح مختلف لوگوں کے بارے میں بتاتی ہے کہ فلاں ہوں، نیز کبھی فلائی مسجد کا جنات بتاتی ہے، مزید براں لوگوں سے کہتی ہے کہ تمہاری لڑکی کو فلاں نے کچھ کھلا پلا دیا ہے، اسی وجہ سے وہ بیمار رہتی ہے، ان بیہودہ بکواس کی وجہ سے دو بھائیوں میں سخت دشمنی ہو گئی ہے، ایک ان میں سے ان تمام حرکتوں کو ڈھونگ کہتا ہے، دوسرا اس کا مصدق ہے، چنانچہ ایک بھائی کی لڑکی کو پیٹ میں کچھ درد محسوس ہوا، ایک نام نہاد عامل کو بلایا گیا، اس کے جھاڑ پھونک کی وجہ سے بھی لڑکی کو کوئی فائدہ نہیں ہوا، پاس میں مذکورہ بالا آسیب زدہ عورت بیٹھی تھی، اچانک جھومنے لگی، بکواس کرتے ہوئے بولی: کہ تمہاری لڑکی کو فلاں حافظ صاحب کی عورت نے تعویذ پلا دیا ہے؛ اس لئے وہ بیمار ہے، اس پر مزید ہنگامہ ہو گیا، یہاں تک کہ دونوں بھائی آپس میں لڑ پڑے، اس کے بعد معاملہ شدت اختیار کر گیا، اب بجد خطرناک موڑ پر پہنچ گیا ہے، آپسی دشمنی حد سے متجاوز ہو چکی ہے، ایک روز دونوں فریق مزید دوسرے لوگ جمع ہوئے، تعویذ کرنے والے کو اور اس عورت کو بلایا گیا، عامل سے کہا گیا کہ تم آسیب کو حاضر کرو؛ لیکن دو گھنٹہ کی مسلسل جدوجہد کے بعد بھی وہ کوئی آسیب یا جنات حاضر نہ کر سکا، آخر کار جب نامراد ہو گیا تو اپنے ڈھونگ اور مکر کا اعتراف کرتے ہوئے لوگوں سے معافی تلافی کی درخواست کرنے لگا، خیر اس وقت بھی معاملہ رفع دفع ہو گیا؛ لیکن بعد میں جب سارے لوگ منتشر ہو گئے، تو پھر وہی عورت بکواس کرنے لگی اور کہا کہ فلاں قاری صاحب نے بندش کروادی تھی؛ اس لئے جنات

حاضر نہ ہو سکا وغیرہ۔ ان تمام باتوں کو لے کر اب صورت حال نہایت کشیدہ ہے؛ لہذا سوال طلب امر یہ ہے کہ اس طرح سو فیصد جھوٹی آپس میں فساد برپا کرانے والی اور بہتان تراشی کرنے والی عورت اور اس کی باتوں کو سچ سمجھ کر برسر پیکار لوگوں پر شرعاً کیا حکم عائد ہوتا ہے؟

(۲) کیا یہ صحیح ہے کہ کوئی زندہ یا مردہ انسان کسی کے اندر جذب ہو کر بول سکتا ہے؟
 (۳) ایسے ڈھونگی غیر مشرع، جھوٹے اور لوگوں کو ورغلا کر پیسہ وصول کرنے والے عامل کے لئے (جس کی وجہ سے بہت سے گھر تباہ ہو رہے ہیں اور آپس میں بغض و عداوت اور نفرت نے جنم لیا ہے) شرعی فیصلہ کیا ہے؟ غور فرما کر مفصل جواب عنایت فرمائیں، تاکہ فتنہ کا سدباب ہو سکے اور عداوت دور ہو۔

المستفتی: قاری احمد علی استاذ حفظ مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جناتوں کا انسانوں پر مسلط ہونا ممکن ہے، جیسا کہ واقعات متواترہ سے پتہ چلتا ہے، جناتوں میں بعض تو شریر اور بعض نیک صالح بھی ہوتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ اس عورت پر کوئی خبیث جن مسلط ہو کر طرح طرح کی جھوٹی بکواس کرتا ہو اور اس قسم کی جھوٹی مکر و فریب اور بہتان تراشی کی باتیں بکتا ہو؛ لہذا ایسی مکر و فریب کی باتوں سے چھٹکارا اور نجات حاصل کرنے کے لئے آسان راستہ یہ ہے کہ اس عورت کی بیہودہ اور شیطانی حرکتوں پر کوئی توجہ نہ دی جائے؛ بلکہ ان باتوں کو خیال میں نہ لاتے ہوئے رخصت، اخوت کو مضبوط سے مضبوط تر بنایا جائے، محض خبیث اور شریر جناتوں کی غیر حقیقت اور موہومہ باتوں کو لے کر آپس میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہونا اور تناؤ پیدا کرنا عقل و دانش کے خلاف ہے، اس سے پرہیز لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/ ۳۲۵، جدید ڈبھیل ۲۰/ ۲۹، کفایت المفتی قدیم ۹/ ۶۰، جدید زکریا

أن رسول الله ﷺ قال: لا تباغضوا، ولا تحاسدوا، ولا تدابروا،
وكونوا عباد الله إخوانا. (بخاري شريف، كتاب الأدب، باب الهجرة، مكتبه

دارالسلام، سہارنپور ۲/ ۸۹۷، رقم: ۵۸۳۹، ف: ۶۰۷۶)

(۲) کوئی زندہ یا مردہ انسان کسی دوسرے کے اندر جذب کر کے بول نہیں سکتا؛ البتہ
جنات انسان میں حلول کر کے بول سکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/ ۳۲۵، جدید ۲۰/

۸۷، امداد الفتاویٰ ۵/ ۲۱۶، فتاویٰ رشیدیہ قدیم: ۱۱۲، جدید زکریا: ۸۵)

وأما قول من قال: إن أرواح المؤمنين في عليين في السماء
السابعة، وأرواح الكفار في سجين في الأرض السابعة، فهذا قول قاله
جماعة من السلف والخلف، ويدل قول النبي ﷺ اللهم الرفيق الأعلى،
وقد تقدم حديث أبو هريرة أن الميت إذا خرجت روحها عرج بها إلى

السماء حتى ينتهي بها السماء السابعة التي فيها عز وجل. (الروح/ ۱۷۷)

(۳) اگر تعویذ کرنے والا ناواقف، ڈھونگی اور لوگوں کو دھوکہ دے کر پیسہ وصول کرتا ہے، تو یہ
سراسر ناجائز اور حرام ہے، اس قسم کے لوگ عموماً دھوکہ باز، جعل ساز اور جھوٹے ہوتے ہیں؛
اس لئے ایسے لوگوں سے بچنا اور پرہیز کرنا زیادہ بہتر اور باعث عافیت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ

محمودیہ قدیم ۵/ ۱۶۷، جدید ڈیجیٹل ۲۰/ ۶۳، کفایت المفتی قدیم ۹/ ۵۹، جدید زکریا ۹/ ۷۹)

من غشنا فليس منا. الحديث (مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب قول النبي

ﷺ: من غشنا فليس منا، مكتبه إتحاد ديوبند ۱/ ۷۰، بيت الأفكار، رقم: ۱۰۱، سنن أبوداؤد،

كتاب الميوع، باب النهي عن الغش، النسخة الهندية ۲/ ۴۸۹، رقم: ۳۴۵۲، سنن دارمي، كتاب

الميوع، باب في النهي عن الغش، مكتبه دارالمغني بيروت ۳/ ۱۶۵۵، رقم: ۲۵۸۳، مسند البزار،

مكتبة العلوم والحكم ۱۲/ ۲۳۷، رقم: ۵۹۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷ جمادی الاول ۱۴۱۹ھ

(الف فتاویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۷۷)

بزرگان دین کا انتقال کے بعد لوگوں پر سوار ہونا

سوال [۲۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے یہاں بعض عورتوں و مردوں پر بابا، مثلاً حاجب شاہ و حضرت خواجہ وغیرہم سوار ہوتے ہیں، پھر ماضی و حال و مستقبل کے خبر دینے لگتے ہیں اور ماشاء اللہ خبریں ستر فیصد صحیح ہوتی ہیں، کیا یقیناً بزرگان دین آکر سوار ہو جاتے ہیں؟ (سوانح قاسمی ۱/۳۳۲) نیز آیت: لا تسمع الموتی الآیة (سورہ روم، پ: ۲۱) وحدیث: "نم کنوم العروس" کا مطلب واضح فرمائیں۔

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عوام میں یہ جو مشہور ہے کہ فلاں خواجہ صاحب یا فلاں بزرگ صاحب آکر سوار ہو جاتے ہیں اور فلاں بات کی خبر دیتے ہیں، کسی بھی دلیل شرعی سے ایسی بات کا ثبوت نہیں ہے؛ اس لئے ایسی بے ثبوت باتوں کا عقیدہ بھی شرعی طور پر ناجائز اور ممنوع ہوگا؛ اس لئے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت میں ہیں تو وہاں کے آرام و راحت کو چھوڑ کر کیوں آئے اور اگر وہاں پر عذاب میں مبتلا ہیں تو عذاب کے فرشتہ کیوں کر چھوڑ دیں گے؛ لہذا خواجہ صاحب یا فلاں بزرگ کے سوار ہو جانے کی بات سراسر غلط ہے، تاہم اگر واقعاً سوار ہونے کی بات ہے تو وہ صرف شیاطین اور جنات ہی ہو سکتے ہیں؛ اس لئے کہ جنات و شیاطین کا انسان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر سکرنا نصوص سے ثابت ہے؛ لیکن مردہ کی ارواح کا کسی پر آکر سوار ہونا اور سرایت کر سکرنا کسی بھی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے اور سوار ہونے والے شیاطین و جنات ہی ہو سکتے ہیں، اسی وجہ سے غیب کی جو باتیں بیان کرتے ہیں ان میں سے بہت سی باتیں غلط بھی ہوتی ہیں، سو فیصد صحیح نہیں ہوتی ہیں۔ (مستفاد: اشرف الجواب ۲/۱۱۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الشيطان يجري من الإنسان مجرى الدم. الحديث (مسلم شريف، كتاب السلام، باب بيان أنه يستحب لمن رأى خاليا بامرأة، النسخة الهندية ۲/ ۲۱۶، بيت الأفكار، رقم: ۲۱۷۵، صحيح بخاري، كتاب الاعتكاف، باب زيارة المرأة زوجها في اعتكافه، النسخة الهندية ۱/ ۲۷۳، رقم: ۱۹۹۲، ف: ۲۰۳۸)

ہاں البتہ یہ بات نصوص شرعیہ سے ثابت ہے کہ جب بندہ مظلوم پر ظلم ہو، یا کسی اور طرح کی کوئی مصیبت آپڑے تو منجانب اللہ امدادی فرشتوں کے ذریعہ سے اس مضطر اور پریشان حال شخص کی عیبی مدد کی جاتی ہے۔

عن أبي المليح عن أبيه قال: نزلت الملائكة يوم بدر على سيماء الزبير.

(مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۶/ ۳۲۸، رقم: ۲۳۳۸، مجمع الزوائد ۶/ ۸۳) اور سوانح قاسمی کی عبارت سے استدلال دو وجہوں سے صحیح نہیں ہے: (۱) اس میں مذکورہ دیوبندی امام نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ آنے والا جنی اس امام پر سوار ہو گیا تھا۔ (۲) حضرت شیخ الہند نے یہ جو فرمایا کہ وہ تو حضرت الاستاذ تھے، اس سے مراد حضرت نانوتویؒ کی شکل میں منجانب اللہ امدادی فرشتہ ہے، جیسا کہ بدر کے موقع پر حضرت زبیر کی شکل میں امدادی فرشتے نازل ہوئے تھے، جیسا کہ ”مسند بزار“ اور ”مجمع الزوائد“ کی مذکورہ حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے۔ اور اسی قسم کی ایک حدیث شریف ”فتح العرب“ ص: ۸۸ میں بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے۔ اور اس قسم کا ایک واقعہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ نے ”فضائل نماز“ ص: ۱۳ میں نقل فرمایا ہے، نیز اس طرح کی روایات و واقعات کتب معتبرہ میں بی شمار موجود ہیں، جن میں انسان کی شکل میں امدادی فرشتوں کے ذریعہ سے آسمانی امداد حاصل ہونے کا ذکر ہے، تو اسی طرح حضرت نانوتویؒ کی شکل میں مددگار فرشتہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس دیوبندی

امام کی مدد فرمائی ہے، جس کا قصہ سوانح قاسمی ص: ۳۳۱ تا ۳۳۲ میں موجود ہے۔ حضرت شیخ الہند کا یہ کہنا کہ یہ تو حضرت الاستاذ تھے، جو تمہاری امداد کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے، تو اس عبارت میں حضرت الاستاذ سے مراد ان کی شکل و تشکل ہو سکتی ہے؛ اس لئے خواجہ صاحب یا کسی بزرگ کا سوار ہو کر غیب کی خبر دینے کا دعویٰ سوانح قاسمی کی عبارت سے ثابت نہیں ہو سکتا، نیز امدادی فرشتے غیب کی خبر لے کر کسی غیر نبی کے پاس نہیں آیا کرتے؛ اس لئے جو بھی شخص اس کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا اور کذاب ہوگا، نیز امدادی فرشتے کسی پر سوار ہرگز نہیں ہوا کرتے؛ البتہ شیاطین و جنات کا سوار ہونا ثابت ہے؛ اس لئے سوال نامہ میں جو واقعہ نقل کیا گیا ہے، اس میں خواجہ صاحب یا فلاں بزرگ صاحب ہرگز نہیں ہو سکتے؛ بلکہ جنات و شیاطین ہی ہو سکتے ہیں۔ اور اس تفصیل سے لاتسمیع الموتی الآیہ (سورہ روم، پ: ۲۱) وحدیث: ”نم کنوم العروس“ سے وارد ہونے والے اشکال کا جواب بھی واضح ہو چکا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲ جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۲۳۸)

جنات و شیاطین میں فرق

سوال [۲۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شیاطین اور جنات میں کیا فرق ہے؟ کیا شیطان جنات ہی کی کوئی قسم ہے؟ نیز جس طرح بعض انبیاء کی اولاد اور بعض کے باپ دادا وغیرہ ایمان نہیں لائے اور بعض کفار کے اہل خانہ آل اولاد ایمان لائے ہیں، کیا شیطان کے خاندان سے بھی کوئی ایمان لایا ہے؟

المستفتی: محمد نسیم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شیطان کس قبیل سے ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے؛ لیکن راجح یہی ہے کہ وہ جنات کی نسل سے ہے، بس فرق یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے وہ راندہ درگاہ ہوا، تو اس کو ایک الگ قسم مان لیا گیا۔ (مستفاد: تفسیر عثمانی علی ترجمہ شیخ الہند، سورۃ اسراء، تحت رقم الآیۃ: ۶۱، ۳۹۹، معارف القرآن، سورۃ البقرۃ تحت رقم الآیۃ: ۳۳، مکتبہ اشرفیہ دیوبند/۱۳۳)

واختلف الناس فيه هل هو من الملائكة أم من الجن، فذهب إلى الثاني جماعة مستدلين بقوله تعالى: "الا ابليس كان من الجن - إلى قوله- وخلق الجنان من نار" وهو قد خلق مما خلق الجن كما يدل عليه قوله تعالى حكاية عنه: انا خير منه خلقتني من نار وخلقته من طين". (روح المعاني، سورة البقرة، تحت رقم الآية: ۳۴، مکتبہ زکریا ۱/ ۳۶۵، تفسیر قرطبی، سورة البقرة، الآية: ۳۴، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۰۲، تفسیر کبیر ۲/ ۲۱۳، آکام المرجان فی أحكام الجنان/ ۱۸۹)

اور شیطان کی ذریت اور اولاد میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لایا۔

المسئلة مستفادة من الآية: اَفْتَتَّحِدُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ . [سورة الكهف، آیت: ۵۰]

والشياطين العصاة من الجن، وهم ولد إبليس. (آكام المرجان في أحكام الجنان/ ۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۷/۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۸۱۵)

جنات میدانِ حشر میں کس شکل میں ہوں گے؟

سوال [۲۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جنات حشر کے میدان میں کس شکل و صورت میں ہوں گے؟ مومن جنات کا حال کیا مومن مسلمان کی طرح ہوگا یا کچھ اور ہی کیفیت اس کے لئے خاص ہے؟

المستفتی: مسیح الزماں، کلکتہ بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس بارے میں یقینی طور پر کوئی وضاحت قرآن و حدیث میں نہیں ہے؛ البتہ شبلی بغدادی نے اپنی کتاب ”آکام المرجان فی احکام الجنان“ میں ابن ابی الدنیا وغیرہ سے یہ نقل کیا ہے: کہ قیامت کے دن جنات اس شکل میں ہوں گے کہ انسان ان کو دیکھیں گے، مگر وہ انسانوں کو نہیں دیکھ سکیں گے، یعنی دنیا کے اعتبار سے ان کا معاملہ برعکس ہوگا۔

وذهب الحارث المحاسبي إلى أن الجن الذين يدخلون الجنة يوم القيامة نراهم فيها ولا يروننا عكس ما كانوا عليه في الدنيا. (آکام المرجان في أحكام الجن، ص: ۵۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰/۲/۲۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۰/۲/۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۰۵۳/۳۲)

ہمزاد کیا ہے؟

سوال [۲۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمزاد کی حقیقت کیا ہے؟

المستفتی: مفتی نعمت اللہ صاحب، جنرل اسٹور چوک، گوئندہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے، اسی کو عوام الناس ”ہمزاد“ کہتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۳/۴۳۲، جدید ڈائجیل ۲۰/۳۶)

عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ما منكم من أحد إلا وقد وكل الله به قرينه من الجن، قالوا: وإياك يا رسول الله؟ قال: وإيائي إلا أن الله أعانني عليه، فأسلم فلا يأمرني إلا بخير. (مسلم، كتاب صفة المنافقين، باب تحريش الشيطان وأن مع كل إنسانا قريناً، النسخة الهندية ۲/ ۳۷۶، بيت الأفكار، رقم: ۲۸۱۴، سنن دارمي، دارالمغني ۳/ ۱۷۹۸، رقم: ۲۷۷۶، صحيح ابن خزيمة، المكتب الإسلامي ۱/ ۳۵۲، رقم: ۶۵۸، مسند أحمد ۱/ ۳۸۵، رقم: ۶۴۸، ۳۷۷۸، ۳۸۰۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۷۸۴)

جنات وشیاطین میں فرماں برداری اور نافرمانی کا مادہ

سوال [۲۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عالم صاحب نے ترجمہ قرآن شریف کرنے کے دوران فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا اور ان کے اندر نافرمانی کا مادہ پیدا نہیں فرمایا، شیاطین کو پیدا فرمایا، ان کے اندر اطاعت و فرماں برداری کا مادہ پیدا نہیں فرمایا۔ سائل نے ان سے سوال کیا کہ جب شیاطین کے اندر فرماں برداری کا مادہ پیدا نہیں فرمایا تو پھر وہ مجرم کب ہوئے؟ عالم صاحب نے جواباً فرمایا کہ یہ تقدیری مسئلہ ہے، پھر کسی وقت گفتگو کیجئے۔ میرے علم میں یہ بات ہے کہ انسان اور جنات دونوں مکلف

ہیں اور شیاطین بھی جنات ہیں، جن جنات نے کفر اختیار کیا وہ شیاطین ہیں اور جنہوں نے اسلام قبول کر لیا وہ مؤمن و مسلم جنات ہیں۔

(۱) عالم صاحب کا جواب صحیح ہے یا غلط؟ (۲) میرے علم کی بات صحیح ہے یا غلط؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ کا یہ قول صحیح ہے کہ انسان اور جنات دونوں مکلف ہیں۔ اور شیاطین بھی جنات میں سے ہیں اور جنات میں سے جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ شیاطین ہیں اور جنہوں نے اسلام قبول کیا وہ مؤمن جنات ہیں۔ اور عالم صاحب کا یہ کہنا کہ یہ تقدیری مسئلہ ہے یہ اس اعتبار سے صحیح ہو سکتا ہے کہ خدا کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے سزا و عذاب کو ثابت کرنے میں محققین نے مسئلہ تقدیر کو چھوڑ کر کافی لمبی بحثیں کی ہیں؛ البتہ ان کا یہ کہنا کہ شیاطین میں فرماں برداری کا مادہ نہیں پیدا فرمایا ہے، یہ قول قابل اشکال ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ

الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ. [سورة الكهف: ۵۰]

أي لعلته كينونته من الجن؛ لأن الوصف فرق بينه وبين الملائكة

لأنهم امتثلوا لا بر ولا عصا هو. (تفسير أضواء البيان ۴ / ۱۱۹)

أنه ليس من الملائكة؛ لأنه أخبر أنه من الجن. الخ (أحكام القرآن

للحصاص، سورة الكهف، تحت رقم الآية: ۵۰، مكتبة سهيل اكيديمي لاهور ۳ / ۲۱۵،

زكريا ۳ / ۲۸۰)

والذي عليه الجمهور أنهم مكلفون مخاطبون مشابون على الطاعات

معاقبون على المعاصي الخ. (قسطلاني ۵ / ۲۴۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ صفر ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۶۱۴۱/۲۵)

جنات کی صحبت سے حمل قرار پانے کے متعلق چند سوالات

سوال [۲۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ”فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۸، باب الاثبات، جدید ڈا بھیل ۲۰/۳۰“ میں اس طرح لکھا ہوا ہے: سوال ۳۰۷: جنات کی صحبت سے عورت کو حمل قرار پاسکتا ہے یا نہیں؟ الجواب: جنات کی صحبت سے بھی استقرا حمل ہو کر بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

إن فيكم مغربين، قيل: وما المغربون؟ قال: الذي تشرک فيهم الجن.
(فتاویٰ محمودیہ ۱۸/ باب الحظر والإباحة، جدید ڈا بھیل ۲۰/۳۰)

سوال نمبر ۴۲۸: بغیر دعا کے جماعت کرنے سے شیطان بھی جماعت کرتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

الجواب: بغیر دعا کے جماعت کرنے سے شیطان بھی جماعت کرتا ہے، ان دونوں سوالوں کے جوابات سامنے رکھتے ہوئے، چند مسائل دریافت طلب ہیں:

(۱) پہلے سوال کے جواب میں جو حدیث نقل کی ہے، یہ کس کتاب میں ہے؟ اس حدیث کا ترجمہ اور مطلب کیا ہے؟

(۲) جنات کی صحبت سے استقرا حمل خرق عادت ہے یا فطری ہے؟

(۳) یہ بات شادی شدہ اور کنواری دونوں طرح کی عورتوں کو شامل ہے، یا صرف شادی شدہ کو؟ دوسرے سوال کے جواب سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شادی شدہ عورت سے بغیر دعا کے جماعت کرنے سے شیطان بھی جماعت کرتا ہے، اس سے تو شیطان کی صرف شرکت ثابت ہوتی ہے؛ لیکن پہلے سوال کے جواب سے تو مطلق معلوم ہوتا ہے۔

(۴) کنواری عورتوں سے جن کی صحبت سے حمل قرار پا کر بچہ پیدا ہو سکتا ہے، تو کیا انسان کا بچہ ہوگا یا جن کا بچہ ہوگا؟ اس سے کنواری عورتوں کی عصمت پر جو حرف آتا ہے عوام اس کا یقین نہیں کرے گی، تو اس کو کیسے دور کیا جائے گا؟

المستفتی: جمیل احمد قاسمی، بازار پہاڑی دروازہ گئینہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) یہ حدیث شریف ”ابوداؤد شریف جلد ثانی، ص: ۶۹۶، باب فی المولود یؤذن فی أذنه“ کے تحت نقل کی گئی ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: عن عائشة قالت: قال لي رسول الله ﷺ: هل رأى فيكم المغربون؟ قلت: وما المغربون؟ قال: الذي يشترك فيهم الجن. (أبو داؤد، كتاب الأدب، باب ماجاء في المولود يؤذن في أذنه، النسخة الهندية ۲/ ۶۹۶، دار السلام، رقم: ۵۱۰۷)

ترجمہ: یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کہ تم میں مغربوں دیکھے گئے ہیں؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ”مغربوں“ کون لوگ ہیں؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ وہ لوگ ہیں جن میں جنات شریک ہو جاتے ہیں۔ اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مغربوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو جماع کے وقت ذکر اللہ یعنی مسنون دعا پڑھنا بھول جاتے ہیں اور جنات و شیطان ان کے ساتھ جماع میں شریک ہو جاتے ہیں۔ دوسرا مطلب محدثین نے یہ بیان کیا ہے کہ مغربوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو انسان و جنات کے نطفہ مشترک سے پیدا ہوتے ہیں؛ اس لئے اس میں اجنبی رگ جن کی داخل ہو کر مشترک ہوگئی۔ (بذل المحمود شرح ابو داؤد، کتاب الأدب باب ماجاء في المولود يؤذن في أذنه، مكتبة يحيى سهارنپور ۵/ ۳۰۲، دار إحياء التراث العربي ۱۳/ ۵۰۰، عون المعبود، كتاب الأدب، باب ماجاء في المولود يؤذن في أذنه، مكتبة دارالكتاب العربي بيروت ۴/ ۴۸۸)

اس حدیث شریف میں بغیر دعا کے جماع کرنے سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے، اس کو ظاہر کر کے دعا پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(۲) قاضی بدرالدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الشبلی المتوفی ۲۹۷ھ نے اپنی کتاب ”آکام المرجان فی غرائب الاخبار واحکام الجان“ میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ قبیلہ بنجیل کی ایک

باندی سے ایک جن نے زنا کیا اور اس زنا سے باندی کو استقرار حمل ہو گیا، اس کے بعد جن نے اس باندی سے نکاح کا پیغام دیا، تو باندی کے مالک نے محض حرام اولاد سے بچنے کے لئے جن سے اس باندی کا نکاح کر دیا۔ کتاب کی عبارت اس طرح ہے:

حدثنا الأعمش، حدثني شيخ من بجيل، قال: علق رجل من الجن جارية لنا، ثم خطبها إلينا، وقال: إني أكره أن أنال منها محرماً، فزوجناها منه الخ. (آكام المرجان في غرائب الأخبار وأحكام الجن/ ۸۲)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ جنات کی صحبت سے استقرار حمل فطری ہے، خرق عادت نہیں ہے۔

(۳) یہ بات کنواری اور شادی شدہ دونوں عورتوں کو شامل ہے، شادی شدہ عورت میں بوقت جماع دعا نہ پڑھنے کی وجہ سے اور کنواری میں جن کے لڑکی پر عاشق ہو جانے اور اس سے جماع کرنے کی وجہ سے۔

(۴) کنواری اور بے شوہر عورتوں کو جنات کی صحبت سے حمل قرار پاسکتا ہے۔ اور بچہ انسان ہی شمار ہوگا، اس میں عام طور پر عورت بے اختیار اور مجبور ہوتی ہے؛ اس لئے شرعاً عورت پر کوئی اتہام و الزام اور سزا مرتب نہ ہوگی۔

عن طارق بن شهاب، قال عمر: إن المرأة متعبدة فحملت، فقال عمر: أراها؟ قالت: من الليل تصلي فخشعت، فسجدت، فأتاها غاو من الغواة فتحشهما فائتة فحدثته بذلك سواء فخلى سبيلها. (مصنف)

عبدالرزاق، المجلس العلمي ۷/ ۴۰۹، رقم: ۱۳۶۶۴)

عورت چونکہ خود اپنی پاکدامنی کو چاہتی ہے؛ لیکن عوام اس کا اعتبار نہیں کرے گی؛ اس لئے ابتداء حمل میں استقاط کرادے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۱۲۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۰/۸۶۴۶۳)

چاند، سورج گھومتے ہیں یا زمین گھومتی ہے؟

سوال [۲۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا چاند پر زمین ہے؟ اور کوئی مخلوق خدا رہتی ہے یا نہیں؟ ایسے ہی سورج پر ان دونوں کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کریں، جیسے کہ آج کل سائنس کا کہنا ہے کہ چاند پر بھی انسان رہتے ہیں۔ اور زمین گول ہے، یا چپٹی؟ سورج چاند گھومتے ہیں یا زمین گھومتی ہے؟

المستفتی: محمد عثمان فینس کارنر، راجستھان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آنجناب نے چاند، سورج اور زمین سے متعلق سوال کیا ہے، زمین کے بارے میں تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ زمین گول ہے، اگر آپ ہوائی جہاز سے دلی سے پچھم کی طرف سفر کریں گے، تو امریکہ ہو کر پھر ادھر سے جاپان اور چین ہو کر گھوم کر دہلی پہنچ سکتے ہیں، یہ زمین کے گول ہونے پر دلیل و تجربہ ہے، اب رہی یہ بات کہ زمین گھومتی ہے یا نہیں؟ اس کا علم مجھے نہیں، ہاں البتہ چاند اور سورج کا گھومنا اور چلنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ. [یونس: ۵]

اب رہا آنجناب کا سوال کہ چاند اور سورج پر کوئی مخلوق رہتی ہے یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ احقر ابھی چاند اور سورج پر نہیں جاسکا، اگر کبھی اتفاقاً جانا ہوا تو واپس آ کر بتلاؤں گا کہ وہاں کوئی مخلوق ہے یا نہیں؟ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۳/۱۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۵۶۹)

فلک اطلس، فلک ثابتہ

سوال [۲۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) فلک اطلس کے لغوی معنی ہیں: عرش۔ واضح ہو کہ اطلس درم بے سکہ کو کہتے ہیں، پس جس طرح درم بے سکہ نقوش حرف سے سادہ ہوتا ہے، یہ نواں آسمان ستاروں سے سادہ اور خالی ہے۔

(۲) فلک ثابتہ: آٹھواں آسمان جس پر وہ ستارے ہیں، جن میں حرکت نہیں ہوتی، اس آسمان کو شرع میں کرسی کہتے ہیں اور حکماء فلک البروج۔ اس بات کو لے کر تمام دلیل پیش ہونے لگیں کہ سات آسمان ہیں، یہ غلط ہے؛ لہذا آپ اس کا صحیح طریقہ سے خلاصہ فرمادیں۔
المستفتی: نورالدین گردھر پور، بریلی شریف

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں آٹھ آسمان اور نو آسمان کی جو بات کہی گئی ہے اور اس کے اوپر جو دلیل وادلہ کی بات کہی جا رہی ہے، ان سب پر اللہ کا کلام فائق ہے۔ اور قرآن کریم کی نص قطعی کے مقابلہ میں دوسری باتوں کا ہم اعتبار نہیں کر سکتے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقام میں سات ہی آسمان کا ذکر فرمایا ہے اور آٹھ آسمان یا نو آسمان سے متعلق کوئی بات ہم کو قرآن و حدیث میں نہیں ملی؛ اس لئے ہم سات ہی آسمان کی بات کر سکتے ہیں، ان کے علاوہ آٹھ یا نو آسمان سے متعلق کسی طرح گفتگو کرنے سے قاصر ہیں۔ قرآن کی آیتیں ملاحظہ فرمائیے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ . [بنی اسرائیل: ۴۴]

قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ . [المؤمنون: ۸۶]

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ . [الطلاق: ۱۲]

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا . [الملک: ۳]

قرآن کریم کے اس قدر نص قطعی کے مقابلہ میں اٹھ آسمان اور نو آسمان کی بات ہم نہیں کریں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ شعبان ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۱۵۸)

خانہ کعبہ کا رابعہ بصریہ کی تعظیم میں اٹھ کر ان کے پاس آنا

سوال [۲۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت رابعہ بصریہ کے بارے میں ہے کہ جب وہ بیت اللہ شریف حج کے لئے جا رہی تھیں، تو خانہ کعبہ ان کی تعظیم میں اٹھ کر ان کے پاس آ گیا؟

المستفتی: شفیع احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خانہ کعبہ کا حضرت رابعہ بصریہ کی تعظیم میں اپنی جگہ سے اٹھ کر رابعہ بصریہ کے پاس پہنچ جانے کی بات بالکل غلط اور نصوص قرآنیہ کے خلاف ہے، اگر ایسا ممکن ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ شریف کی زیارت سے محروم ہو کر حدیبیہ سے واپس جانا نہیں پڑتا؛ بلکہ بیت اللہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال و تعظیم کے لئے حدیبیہ پہنچ جاتا۔ اور اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ بیت اللہ کی زیارت کے لئے دنیا کے گوشہ گوشہ سے اور دور دور سے لوگ حاضر ہوتے رہیں گے، نہ کہ بیت اللہ اپنی جگہ سے کہیں جائے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا**. [البقرة: ۱۲۵] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۰۵۷۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۱۴/۱۴۱۴ھ

۱۲ / باب ما يتعلق بالأنبياء

کیا حضور ﷺ حضرت آدم علیہم السلام کی خلقت سے قبل نبی تھے؟

سوال [۲۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا حضور پر نور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت سے پہلے نبی تھے؟ یا چالیس سال بعد آپ ﷺ کو نبوت ملی؟ اس چالیس سال میں ہم آپ ﷺ کو کیا مانیں؟

المستفتی: محمدناظم مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جی ہاں آپ ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت سے پہلے نبی تھے اور چالیس سال کی عمر میں جس میں ظاہری طور پر نبوت ملی اس عرصہ میں بھی آپ ﷺ کو نبی مانا جائے گا، مگر چالیس سال کی عمر سے پہلے یعنی نبوت کے اعلان سے پہلے ایمان لانا لازم نہیں تھا، اعلان کے بعد لازم ہوا۔

عن العرابض بن سارية، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: إني عند الله خاتم النبيين، وأن آدم عليه السلام لمنجدل في طينة. (مسند أحمد بن حنبل ۴/ ۱۲۷، رقم: ۱۷۲۸۰، ۱۷۲۸۱، ۴/ ۱۲۸، رقم: ۱۷۲۹۵، مسند البزار ۱۰/ ۱۳۵، رقم: ۴۱۹۹، صحيح ابن حبان، ذكر كتبة الله جل وعلا عنده محمدا صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين ۶/ ۸۲، رقم: ۶۴۰۴، المعجم الكبير للطبراني ۱۸/ ۲۵۲، رقم: ۶۳۰، ۶۳۱، المستدرک علی الصحيحین للحاکم، قديم ۲/ ۶۵۶، جديد ۴/ ۵۶۵، رقم: ۴۱۷۵، مشکوة شريف، ص: ۵۱۳) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۲/۱۴۱۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/۳/۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۷۶)

حضور ﷺ کے متعلق اہل دیوبند کا عقیدہ

سوال [۲۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دیوبندیوں کا عقیدہ حضور ﷺ کے بارے میں کیا ہے؟ وہ حضور ﷺ کی نبوت میں شک کرتے ہیں یا نہیں؟ کیا وہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، وہ حضور ﷺ کو سچا رسول مانتے ہیں کہ نہیں؟ کیا آپ ﷺ کو گاؤں کا چودھری مانتے ہیں؟ آخر دیوبندیوں کا عقیدہ کیا ہے؟ نیز اگر کوئی شخص گستاخی کرتا ہو اور حضور ﷺ کی نبوت میں شک کرتا ہوں، حضور ﷺ کو گاؤں کا چودھری سمجھتا ہو تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: احسان موضع زکھیرہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دیوبندیوں کا عقیدہ حضور ﷺ کے بارے میں یہ ہے کہ حضور ﷺ اللہ کے سچے پکے رسول ہیں، آپ تمام انبیاء اور رسولوں کے سردار ہیں، آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، آپ تمام انسان و جنات سب کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، جو شخص دیوبندی علماء کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ آپ کی نبوت میں شک کرتے ہیں وہ جھوٹا ہے؛ بلکہ دیوبندی کا عقیدہ یہ ہے کہ جو بھی سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کی شان میں گستاخی کرے گا یا نعوذ باللہ آپ کو گاؤں کا چودھری کہے گا وہ ایمان سے خارج ہوگا۔

لو عاب النبي صلى الله عليه وسلم بشيء من العيوب يكفر .

(الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، الفصل السابع، مكتبة زكريا ۷/۳۰۳، رقم: ۱۰۵۴۸، فتاوى بزازية على هامش الهندية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثالث في الأنبياء، مكتبة زكريا جديد ۳/۱۸۲، وعلى هامش الهندية ۶/۳۲۷، خلاصة الفتاوى، اشرفيه ديوبند ۴/۸۵)

جب حضور ﷺ کا نام مبارک کان میں پڑ جائے تو کم از کم ایک دفعہ درود شریف پڑھنا

واجب ہے، آپ ﷺ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ اور دیوبندیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اولیاء عظام برحق ہیں، مگر اولیاء کی شان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان کے برابر نہیں ہے، آپ ﷺ کی شان کے برابر کسی بھی مخلوق کی شان نہیں ہو سکتی۔ اور جو شخص کسی انسان اور امتی کو آپ ﷺ کی شان کے برابر سمجھے گا اس کا ایمان برباد ہے، یہی دیوبندیوں کا عقیدہ ہے۔

عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: من صلى علي صلوة واحدة صلى الله عليه عشر صلوات، وحطت عنه عشر خطيئات، ورفعت عشر درجات. (نسائي شريف، كتاب الصلاة، باب الفضل في الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ۱/ ۱۴۵، دار السلام، رقم: ۱۲۹۷، شعب الإيمان، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۲۱۰، رقم: ۲۵۵۴)

وإن محمد عبده المصطفى ونبیه المجتبی ورسوله المرتضى، وإنه خاتم الأنبياء، وإمام الأتقياء وسيد المرسلين وحيب رب العالمين، وكل دعوى النبوة بعده فغوي وهوى، وهو المبعوث إلى عامة الجن وكافة الورى بالحق والهدى، وبالنور والضياء. (شرح العقيدة الطحاوية، دار الكتب العلمية بيروت ۱۴۹ تا ۱۶۶)

وأفضل الأنبياء محمد عليه السلام. (شرح لعقائد، مكتبة نعيمه ديوبند: ۱۴۰)
الولي لا يبلغ درجة الأنبياء؛ لأن الأنبياء معصومون مكرمون بالوحي مامورون بتبليغ الأحكام وإرشاد الأنام بعد الاتصاف بكمالات الأولياء العظام. (شرح العقائد، مكتبة نعيمه ۱۶۵، شرح فقه أكبر، مكتبة اشرفى ديوبند ۱۴۸)
ولا نفضل أحدا من الأولياء على أحد من الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، ونقول: نبي واحد أفضل من جميع الأولياء. (العقيدة الطحاوية/

۵۱۴، العقيدة الطحاوية، دار الكتب العلمية بيروت/ ۴۹۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۳۶۱)

کیا حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے مجبور محض اور محتاج بندے ہیں؟

سوال [۲۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے مجبور محض اور محتاج بندے ہیں یا نہیں؟
المستفتی: محمد یونس ملک مال پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت سید الکونین ﷺ اللہ تبارک و تعالیٰ کے پیدا کردہ مقبول ترین اور سچے رسول ہیں، تمام انبیاء کے سردار ہیں، اللہ کے دربار میں آپ ﷺ مجبور اور محتاج ہیں، اللہ کے حکم کے تابع ہیں اور آپ ﷺ اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی عمل نہیں کرتے تھے، ہمیشہ اللہ کو خوش کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ
الْغَيْبَ لَأَسْتَكْبَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ
لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ. [الأعراف: ۱۸۸]

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ. [قصص: ۵۶]
قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ. [الكهف: ۱۱۰]

عن ابن عباس سمع عمر رضی اللہ عنہ يقول علی المنبر:
سمعت النبی ﷺ يقول: لا تطروني كما أطرت النصارى ابن مريم،
فإنما أنا عبده، فقولوا: عبد الله ورسوله. (صحيح البخاري، كتاب الأنبياء، باب

قول الله: "واذكر في الكتاب مريم"، النسخة الهندية ۱/ ۴۹۰، رقم: ۳۳۲۹، ف: ۳۴۴۵،

مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱/ ۲۹۹، رقم: ۱۹۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۹/ رجب ۱۴۲۵ھ

۱۴۲۵/۸/۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۸۵۱۷)

امہات المؤمنین تمام مؤمنین کی مائیں اور حضور ﷺ روحانی باپ ہیں

سوال [۲۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کیا ازواج مطہرات تمام مؤمن مرد اور مؤمن عورتوں کی مائیں ہیں یا صرف عورتوں کی ہیں، مردوں کی نہیں؟

(۲) کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے روحانی باپ ہیں کہ نہیں؟

المستفتی: محمد شعیب گودھنا، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) ازواج مطہرات تمام مؤمن مردوں اور عورتوں

کی مائیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ. [الأحزاب: ۶]

(۲) جی ہاں روحانی باپ ہیں، جب ازواج مطہرات ہماری مائیں ہیں، تو آپ ﷺ

بھی ہمارے روحانی باپ ہیں، نیز قرآن مقدس میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو امت محمدیہ کا روحانی باپ قرار دیا گیا ہے؛ لہذا بلاشبہ آپ ﷺ اپنی امت کے روحانی

باپ ہیں۔

مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ. [الحج: ۷۸]

ویسمى كل من كان سببا في إيجاد شيء أو إصلاحه، أو ظهوره

آباء، ولذلك سمى النبي ﷺ أبا المؤمنين، قال الله تعالى: ﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ

بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾. [الأحزاب: ۶] وفي بعض القراءات:

وهو أب لهم. (روح المعاني، الأحزاب: ۴۳، زكريا ۲۲/ ۴۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۱/۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۳۰۶/۳۴)

حضور ﷺ کو اپنا بڑا بھائی ماننا

سوال [۲۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بڑا بھائی ماننا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد قاسم مدھونی (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صرف یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ بھائی کے درجہ میں ہیں صحیح نہیں ہے؛ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے نبی ہیں، اس کا اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے؛ البتہ باعتبار بشریت؛ بھص حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، مگر عرفاً اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔

عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ أتى المقبرة، فقال: السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وإنا إن شاء الله بكم لأحقوق، وددت أنا قدر رأينا إخواننا، قالوا: أولسنا إخوانكم يا رسول الله؟ قال: أنتم أصحابي، وإخواننا الذين لم يأتوا بعد. الحديث (مسند إمام أحمد بن حنبل ۲ / ۳۰۰، رقم: ۷۹۸۰، ۲ / ۴۰۸، رقم: ۹۲۸۱، مسلم شريف، باب استحباب إطالة الغرة.....، النسخة الهندية ۱ / ۱۲۶، بيت الأفكار، رقم: ۲۴۹، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۵ / ۷۰، رقم: ۸۳۰۰، مشکوة ۱ / ۴۰)

عن عائشة رضی اللہ عنہا أن رسول الله ﷺ كان في نفر من المهاجرين والأنصار، فجاء بغير، فسجد له، فقال أصحابه: يا رسول الله! تسجد لك البهائم والشجر، فنحن أحق أن نسجد لك؟ فقال: اعبدوا ربكم واکرموا أحوالكم. (مسند أحمد بن حنبل ۶ / ۷۶، رقم: ۲۳۹۵)

فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ / رجب ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱ / ۳۵۳۷)

امتی کا آپ ﷺ کو 'بھائی' کہنا

سوال [۲۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: عن أبي هريرة - رضي الله عنه - أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أتى المقبرة، فقال: السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وإنا إن شاء الله بكم لاحقون، وددت أنا قد رأينا إخواننا، قالو: أو لسنّا إخوانكم يا رسول الله؟ قال: أنتم أصحابي، وإخواننا الذين لم يأتوا بعد، فقالوا: كيف تعرف من لم يات بعد من أمتك يا رسول الله؟ فقال: رأيت لو أن رجلا له خيل غرٌّ محجلة بين ظهري خيل دهم بهم ألا يعرف خيله، قالوا: بلى يا رسول الله قال: فإنهم يأتون غراً محجلين من الوضوء، وأنا فرطهم على الحوض. (مشکوٰۃ، ۱ / ۷۰، مسلم ۲ / ۲۲۹، مسند أحمد ۱۷ / ۲۵۵، مؤطا مالک ۱ / ۷۵، نسائی ۱ / ۲۶۲)

سوال: کیا مذکورہ بالا حدیث کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ کو کوئی امتی محبت و عقیدت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنا بھائی کہہ سکتا ہے؟ کیا نبی ﷺ کو بھائی کہنے والا شخص کافر یا واجب القتل یا کسی بھی اعتبار سے قابل ملامت ہے؟ جب کہ قرآن کریم میں سورہ شعراء آیت نمبر ۱۰۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۶۱ میں خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت صالح، حضرت ہود، حضرت لوط اور حضرت نوح علیہم السلام کو اپنی اپنی قوموں کا بھائی کہہ دیا ہے۔ برائے کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: ساجد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت سید الکونین خاتم الانبیاء ﷺ کا خود کو اپنی امت کا بھائی کہنا آپ ﷺ کے الفاظ کے ساتھ احادیث شریفہ میں موجود ہے؛ لیکن سوال نامہ میں امتی کا آپ ﷺ کو اپنا بھائی کہنے کا مسئلہ ہے، اس سلسلے میں قرآن کریم کی

آیات سے جواز کی بات معلوم ہوتی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں سورۃ اعراف آیت: ۶۵ پر حضرت ہود علیہ الصلاۃ والسلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی قوم کا بھائی قرار دیا ہے، اسی طرح سورۃ اعراف آیت: ۷۳ میں حضرت صالح علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی قوم کا بھائی قرار دیا ہے، اسی طرح سورۃ اعراف آیت: ۸۵ میں حضرت شعیب علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنی قوم کا بھائی قرار دیا ہے، اسی طرح سورۃ ہود اور سورۃ شعراء میں کئی آیتیں ایسی موجود ہیں جن میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مذکورہ پیغمبروں کو اپنی اپنی قوم کا بھائی کہا ہے، تو ان آیتوں سے امتی کے لئے حضرت سیدالکوین علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنا بھائی کہنے کا جواز ثابت ہوتا ہے؛ لیکن جن علاقوں میں چھوٹوں کا بڑوں کو اور قابل احترام مشائخ کو بھائی کہنا معیوب اور ناگوار سمجھا جاتا ہو، ایسے علاقوں میں حضور ﷺ کو بھائی کہنے سے گریز کرنا چاہئے۔

الأدب استعمال ما یحمد قولاً وفعلاً - إلى قوله - وقیل: هو تعظیم من فوقک، والرفق بمن دونک. (فتح الباری، کتاب الأدب، باب البر والصلة، مکتبہ الریاض ۱۰/ ۴۰۰، أشرفیہ دیوبند ۱۰/ ۴۹۰، تحت رقم الحدیث: ۵۹۷۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۸/۱۴۳۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ شعبان ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۷۳/۹)

حضور ﷺ کا نکاح کس نے پڑھایا؟

سوال [۲۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور اقدس جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا نکاح کس نے پڑھایا تھا؟ اور آپ کی ازواج مطہرات کا نکاح ایک ہی شخص نے پڑھایا ہے یا الگ الگ؟ وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: عبدالمعبدوہلدور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کتابوں میں صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پڑھانے کے متعلق صراحت ملتی ہے کہ ان کا نکاح حضور ﷺ کے چچا ابوطالب نے پڑھایا تھا۔ اور دیگر ازوج مطہرات کے نکاح پڑھانے کی صراحت نہیں ملتی؛ البتہ نکاح کرانے کی صراحت ملتی ہے:

(۱) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابوطالب نے پڑھایا ہے۔

(زرقاتی، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۶۵)

(۲) حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے والد نے کرایا ہے۔

(اسد الغابہ، دارالفکر ۶/۱۹۰)

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کرایا ہے۔ (سیرت ابن ہشام ۴/۴۹۷)

(۴) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے بھائی ابو احمد بن جحش نے کیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام ۴/۴۹۸)

اس میں راجح یہ ہے کہ ان کا نکاح آسمان میں ہوا، جس کی صراحت قرآن کریم میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے: ”ووجنکھا“ سے ارشاد فرمایا ہے۔

(۵) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے بیٹے سلمی بن ابوسلمی نے کیا ہے۔ (ابن ہشام ۴/۴۹۸)

(۶) حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ (ابن ہشام ۴/۴۹۸)

(۷) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح شاہ حبشہ نے کیا ہے۔ (زاد المعاد ۱۱۰/۱۱)

(۸) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا مال غنیمت کے طور پر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں گئی تھیں، تو انہوں نے ان سے بدل کتابت کا معاملہ کیا اور آپ ﷺ سے

بدل کتابت کے سلسلہ میں مدد طلب کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم سے اس سے بہتر معاملہ نہ رکھوں؟ پھر ارشاد فرمایا: کہ میں تمہاری بدل کتابت ادا کروں اور تم سے نکاح کر لوں، اس پر انہوں نے رضا مندی ظاہر کی، تو یہ معاملہ ہی عقد نکاح کے قائم مقام ہو گیا۔ (البدایہ والنہایہ، دار الفکر ۴/۱۵۹)

(۹) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو مال غنیمت میں سے آپ نے مال صفی کے طور پر منتخب فرمایا تھا اور انسان کی آزادی کو مہر قرار دے کر ان کو اپنے نکاح میں لے لیا اور یہی ان کا نکاح ہوا، کسی تیسرے نے ان کا نکاح نہیں کرایا، یہاں تک کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو محسوس بھی نہ ہوا کہ آپ ﷺ نے ان کو نکاح میں لیا ہے یا باندی بنایا ہے، بعد میں جب پردہ کا حکم فرمایا تب صحابہ کو نکاح کا علم ہوا۔ (بخاری شریف، کتاب المغازی، باب غزوة ذات القرائح، النسخۃ الہندیہ ۲/۶۰۶، رقم: ۴۰۶۰، ف: ۴۲۱۳)

(۱۰) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح قبیلہ ابن عمرو نے کیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام ۴/۵۰۰)

(۱۱) حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کرایا ہے۔ (ابن ہشام ۴/۵۰۰)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۷۰۵)

آپ ﷺ کا ختنہ ہوا تھا یا نہیں؟

سوال [۲۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور ﷺ کا ختنہ ہوا یا نہیں؟ ہوا تو ان کا ختنہ کس نے کیا؟ کیوں کہ جب آپ ﷺ چھوٹے تھے، اس وقت آپ ﷺ کے خاندان والے کافر تھے۔ اور اگر نہیں ہوا تو امت پر سنت کیوں ہے؟ اور اگر آپ ﷺ نے خود کیا تو قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھائیں۔
المستفتی: طاہر علی خان، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صحیح اور راجح قول یہ ہے کہ حضور ﷺ کا ختنہ ہوا، آپ ﷺ کے جدا مجد حضرت عبدالمطلب نے ولادت کے ساتویں روز آپ ﷺ کا ختنہ کرایا، جیسا کہ عرب میں دستور تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سنت کے مطابق مولود کا ساتویں روز ختنہ کراتے تھے، جس کی اتباع کا اس امت کو حکم دیا گیا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/۱۵۳، جدید ڈابھیل ۴/۴۷۸، ۱۱/۶۱، الریح الختم ۸۳/۱، سیرۃ مصطفیٰ ۱/۶۷)

وقال بعض المحققين من الحفاظ: الأشبه بالصواب أنه لم يولد مختوناً. (شامي، كتاب الختنى، مسائل شتى، زكريا ۱۰/ ۴۸۲، كراچى ۶/ ۷۵۲)

قد اختلف فيه على ثلاثة أقوال: أحدها: أنه ولد مختوناً مسروراً، ويروى في ذلك حديث لا يصح، ذكره أبو الفرج ابن الجوزي في الموضوعات، وليس فيه حديث ثابت، وليس هذا من خواصه، فإن كثيراً من الناس يولد مختوناً - إلى ان قال - عن ابن عباس أن عبدالمطلب ختن النبي ﷺ يوم سابعة، وجعل له مادوبة وسماه محمداً. (زاد المعاد ۱/ ۸۱، كذا في الخصائص الكبرى ۱/ ۵۳، البداية والنهاية، دارالفكر ۲/ ۲۶۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۷/۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۱۵/۷/۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۲۱۰۸)

وفات کے بعد حضور ﷺ کو کس طرح غسل دیا گیا؟

سوال [۲۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور ﷺ کو غسل کس نے دیا تھا؟ کپڑا ولباس سمیت یا لباس کے علاوہ اور

کفن کی کیا نوعیت ہوئی؟ یعنی کس طرح لباس مبارک اتارا تھا، تر لباس مبارک پر کفن کو زیب تن فرمایا تھا؟ تفصیل کے ساتھ جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: حافظ رئیس احمد شیرکوٹ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: وفات کے بعد حضور اقدس ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ نے غسل دیا اور فضل بن عباس، قثم بن عباس، اسامہ بن زید اور شقران ان کے ساتھ کروٹ بدلنے اور پانی دینے کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ آپ ﷺ کو اسی لباس اطہر میں غسل دیا گیا جس میں آپ ﷺ کی وفات ہوئی، اس کے بعد اس لباس کو اتار کر تین کفن کے کپڑے زیب تن کئے گئے۔

إن علي بن أبي طالب والعباس بن عبدالمطلب، والفضل بن العباس، وقثم بن العباس وأسامه بن زيد وشقران مولی رسول اللہ ﷺ هم الذین ولو اغسله -إلی قوله- قالت عائشة: فقالوا: إلی رسول اللہ ﷺ فغسلوه وعلیه قمیصه یصبون الماء فوق القمیص وید لکونه والقمیص دون أیدهم، قال ابن إسحاق: فلما فرغ من غسل رسول اللہ ﷺ کفن فی ثلاثة أثواب. (سیرة ابن ہشام/ ۶۶۲، أصح السیر/ ۵۴۱، سیرة المصطفیٰ ۲/ ۳۴۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

ھ ۱۴۱۷/۶/۲۹

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۳۹۲۸)

حضور پاک ﷺ کی نماز جنازہ میں کیا پڑھا گیا؟

سوال [۲۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور پاک ﷺ کی نماز جنازہ میں کیا پڑھا گیا، جب کہ امیر المؤمنین سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ آپ ﷺ بخشنے بخشنائے ہیں، آپ ﷺ کی نماز جنازہ میں یہ دعا پڑھنے سے منع فرمایا، پھر آپ ﷺ کی نماز جنازہ میں کیا پڑھا گیا؟

المستفتی: عبدالمعید فرخ آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور ﷺ کے جنازہ میں الگ الگ لوگوں نے نماز پڑھی، کسی ایک نے امامت نہیں فرمائی۔ اور آپ ﷺ کی نماز میں تکبیروں کے ساتھ دعائیں بھی پڑھی گئیں اور دعائیں اس لئے نہیں پڑھی گئیں کہ بخشش ہو جائے؛ بلکہ اس لئے پڑھی گئیں کہ اس سے حضور ﷺ کی ایک سنت کی ادائے گی ہو جائے اور اس سے آپ کی روح کو تسکین حاصل ہو جائے اور درجات بلند ہو جائیں، جیسا کہ آپ کے لئے درود پڑھا جاتا ہے۔ (ابن ماجہ شریف، باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ: ۱۱۷)

عن ابن عباسؓ لما فرغ من جہازہ یوم الثلاثاء وضع علی سریرہ فی بیتہ، ثم دخل الناس علی رسول اللہ ﷺ إرسالا یصلون علیہ حتی إذا فرغوا ادخلوا النساء حتی إذا فرغوا ادخلوا الصبیان، ولم یؤم الناس علی رسول اللہ ﷺ أحد، ثم دفن رسول اللہ ﷺ وسط اللیل من لیلۃ الأربعاء. (ابن ماجہ، باب ذکر وفاتہ ودفنہ ۱۱۸، دارالسلام، رقم: ۱۶۲۸، شمائل ترمذی/ ۲۷، تاریخ طبری ۲/ ۲۳۹، مجمع الزوائد، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۷، أسد الغابۃ، دارالفکر ۱/ ۴۱)

قال: یدخل قوم فیکبرون ویدعون ویصلون. الحدیث (شمائل)

ترمذی شریف، النسخۃ الہندیۃ ۲۷، السنن الکبریٰ للنسائی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۳۹۵، رقم: ۷۰۸۱)

واختلف ہولاء فی علة ذلك، فقیل لفضیلته. (حاشیۃ ابن ماجہ)

(۱۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۶/۱۱/۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۹۵۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۱/۱۰ھ

آپ ﷺ کی نماز جنازہ کس طرح ادا کی گئی؟

سوال [۲۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اور کتنے آدمی شریک جماعت تھے؟ اور جنازہ کی نماز کہاں کس جگہ پڑھائی گئی؟ کیا مرد و عورتیں سب نے مل کر پڑھی تھی یا صرف مردوں نے؟ نماز جنازہ کیا ایک مرتبہ ہوئی یا کئی بار ہوئی؟ اور کس دن اور کس دن کہاں جنازہ رکھ کر نماز پڑھائی گئی؟ اور جس نے پڑھائی ہے اس کا نام تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد یونس مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ
اشرف العلوم، موضع حجرا، ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ ﷺ کی وفات ۱۲ ربیع الاول بروز پیر کو ہوئی۔ اور آپ ﷺ پر تمام صحابہ و صحابیات بچے اور غلام سبھوں نے نماز جنازہ انفراداً حجرہ شریفہ میں ادا فرمائی، چنانچہ ایک جماعت حجرہ شریفہ میں داخل ہوتی اور جب یہ فارغ ہو کر نکلتی تو دوسری جماعت داخل ہوتی اور یہ سلسلہ منگل سے لے کر بدھ کی رات تک جاری رہا، اس کے بعد تدفین عمل میں آئی؛ لیکن کسی نے کسی کی امامت نہیں کی، ہاں البتہ نماز جنازہ اس طرح سے پڑھی گئی کہ پہلے اہل بیت، پھر مہاجرین، پھر انصار، پھر عورتیں، پھر بچے، پھر غلاموں نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۱۷، سیرۃ المصطفیٰ ۳/ ۱۸۷)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فلما فرغ من جهازه يوم الثلاثاء وضع على سريره في بيته، ثم دخل الناس على رسول الله ﷺ إرسالا يصلون عليه حتى إذا فرغوا ادخلوا النساء حتى إذا فرغوا ادخلوا الصبيان، ولم يؤم الناس على رسول الله ﷺ أحد ثم دفن رسول الله ﷺ وسط ليل من ليلة الأربعاء. الحديث (ابن ماجه، باب ذكر وفاته

وَدَفَنَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۱/ ۱۱۸، دارالسلام، رقم: ۱۶۲۸، شمائل ترمذی، النسخة الهندیة ۲۷، تاریخ الطبری ۲/ ۲۳۹، مجمع الزوائد، دارالکتب العلمیة بیروت ۲/ ۳۷، أسد الغابة، دارالفکر ۱/ ۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کاتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۷۵۱/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۶/۱۴۲۱ھ

کیا کفار بھی حضور ﷺ کی امت ہیں؟

سوال [۲۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا کفار بھی حضور ﷺ کی امت ہیں؟ اور جس طرح مسلمانوں کو حضور ﷺ کا امتی کہا جاتا ہے، کیا کافروں کو بھی کہا جائے گا؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ ﷺ کی بعثت قیامت تک کے لئے عام ہے اور قیامت تک آنے والے تمام انسان آپ ﷺ کے امتی ہیں؛ لہذا اس کے تحت کفار بھی آئیں گے، امت کی دو قسمیں ہیں: امت دعوت، غیر مسلم کو کہا جاتا ہے، جن کے اوپر حضور ﷺ پر ایمان لانا لازم ہے۔ اور امت اجابت: ان لوگوں کو کہا جاتا ہے، جنہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے؛ لہذا کافروں کے لئے حضور ﷺ پر ایمان لانے کے اعتبار سے ان کو بھی حضور ﷺ کی قوم اور حضور ﷺ کا امتی کہا جاسکتا ہے۔ اور آخرت میں نجات کے اعتبار سے صرف مسلمانوں کو امت محمدیہ کہا جاتا ہے؟ تو دونوں کی حیثیت الگ الگ ہے، مگر دونوں ہی دنیا کے اندر حضور ﷺ کے امتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا. [سورة السباء: ۲۸]

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا. [سورة الأعراف: ۱۵۸]
 وعن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: فضلت على الأنبياء
 بست: أعطيت جوامع الكلم، ونصرت بالرعب، وأحلت لي الغنائم،
 وجعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً، وأرسلت إلى الخلق كافة، فختم
 بي النبيون. (مسلم شريف، كتاب المساجد، ومواضع الصلاة، النسخة الهندية ۱/
 ۱۹۹، بيت الأفكار، رقم: ۵۲۳، سنن ترمذي، أبواب السير، باب ماجاء في الغنيمة،
 النسخة الهندية ۱/ ۲۸۳، دارالسلام، رقم: ۱۵۵۳، صحيح ابن حبان، دارالفكر ۳/ ۲۸۱،
 رقم: ۲۳۱۳، مشكوة شريف / ۵۱۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتابتہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۹ صفر ۱۴۲۰ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۶۰۴۲/۳۳)
 الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۹/۲/۱۴۲۰ھ

شبِ معراج میں اقتداء کرنے والے انبیاء علیہم السلام کی تعداد

سوال [۲۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے
 بارے میں: شبِ معراج میں مسجد اقصیٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوالا کھ انبیاء
 علیہم السلام نے نماز پڑھی، یا کچھ کم زیادہ نے؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بعض احادیث میں صراحت ہے کہ شبِ معراج
 میں آنحضرت ﷺ نے تمام انبیاء کی امامت فرمائی اور انبیاء علیہم السلام کی تعداد کے
 بارے میں احادیث مختلف ہیں، ان میں سے ایک روایت ایک لاکھ چوبیس ہزار کی بھی
 ہے، اس روایت کے اعتبار سے حضور ﷺ نے شبِ معراج میں پورے ایک لاکھ چوبیس
 ہزار انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی ہے۔

أخرج أحمد عن ابن عباس - رضي الله عنه - حديثاً طرفه هذا: قال: فلما دخل النبي صلى الله عليه وسلم المسجد الأقصى، قام يصلي، ثم التفت، فإذا النبيون أجمعون يصلون معه. (مسند أحمد ۱/ ۲۵۷، رقم: ۲۳۲۴، تفسير ابن كثير ۳/ ۲۳)

عن أبي ذر - رضي الله عنه - قال: فقلت يا رسول الله؟ كم النبيون؟ قال: مائة ألف وأربعة وعشرون ألف نبي. الحديث (مستدرک، مکتبہ نزار مصطفی الباز ۴/ ۱۵۶۱، رقم: ۴۱۶۶)

وقدر روى بيان عددهم في بعض الأحاديث على ما روى أن النبي عليه السلام سئل عن عدد الأنبياء، فقال: مائة ألف وأربعة وعشرون ألفاً. وفي رواية: مائتا ألف وأربع وعشرون ألفاً، والأولى أن لا يقتصر على عدد في التسمية. (شرح عقائد، مکتبہ نعیمیہ دیوبند: ۱۳۸)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۱۱/۱۴۳۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/۱ ذی قعدہ ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۲۰۵/۳۹)

حضرت مریم و آسیہ علیہما السلام کی حضور ﷺ سے جنت میں شادی

سوال [۲۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فرعون کی بیوی آسیہ اور حضرت عیسیٰ کی والدہ محترمہ بی بی مریم علیہما السلام کیا یہ خاتون سرکار مدینہ کی بیوی جنت میں ہوں گی؟ جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے، آیا یہ بات کہاں تک از روئے شرع درست ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حدیث ضعیف اور بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ

جنت میں حضور ﷺ کی زوجیت میں آپ کی ازواج مطہرات کے علاوہ مریم بنت عمران وکلثوم اخت موسیٰ اور آسیہ فرعون کی بیوی بھی آئیں گی۔

عن أبي أمامة قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول لعائشة: أشعرت أن الله عز وجل زوجني في الجنة مریم بنت عمران، وکلثوم أخت موسیٰ، وامرأة فرعون. (المعجم الكبير للطبراني، دار احیاء التراث العربی ۸/ ۲۵۸، رقم: ۸۰۰۶، مجمع الزوائد، دارالکتب العلمیة بیروت ۹/ ۲۱۸)

اس روایت میں ایک راوی خالد بن یوسف ضعیف ہیں۔

وجاء في بعض الآثار: أن مریم و آسیة زوجا رسول الله ﷺ في الجنة. (روح المعاني، سورة التحريم: ۱۲ جز: ۲۸، مکتبہ زکریا ۱۵/ ۱۶۵، تفسیر ابن کثیر / ۳۹۰، سورة التحريم)

وأخرج الطبراني عن سعد بن جنادة، قال: قال رسول الله ﷺ: إن الله زوجني في الجنة بنت عمران، وامرأة فرعون، وأخت موسیٰ. (الدر المشهور، سورة التحريم: ۱۲، دار الکتب العلمیة، بیروت ۶/ ۳۷۸، المعجم الكبير للطبراني، دار احیاء التراث العربی ۶/ ۵۲، رقم: ۵۴۸۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۲ھ/۵/۲۷

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۸۴/۳۹)

جنت میں حضور اکرم ﷺ سے حضرت مریم وغیرہ کا نکاح

سوال [۲۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حدیث میں حضور ﷺ کی شادی حضرت مریم، حضرت آسیہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے ہوگی، یہ مسئلہ بنگلور سے عروج ہند رسالہ میں یہ بات منظر عام پر آئی ہے؛ لہذا یہ بات صحیح ہے تو جواب صحیح اور مدلل عنایت فرمائیں۔

”عن سعد بن جنادة قال: قال رسول الله ﷺ: إن الله عز وجل قد زوجني في الجنة مريم بنت عمران وامرأة فرعون وأخت موسى.“

(رواه الطبراني كذا في مجمع الزوائد ۹/ ۲۱۸)

اور انہوں نے جرح و تنقید کے ساتھ بہت تفصیل سے یہ بات لکھی ہے۔ اور تمام کتابوں کا حوالہ بھی دیا ہے؛ لہذا اس کا جواب بہت جلدی دینے کی کوشش کریں گے۔

المستفتی: محمد اشفاق قاسمی امام مسجد پارشواروا،
تعلقہ خانہ پور، ضلع بگام سمرناٹک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سوال نامہ میں درج شدہ حدیث شریف صحیح کے ساتھ احقر کی نظر سے کہیں نہیں گذری، یہ حدیث شریف متعدد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابوامامہ، حضرت ابن ابی داؤد، حضرت عبادہ بن الصامت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی مروی ہے۔ اور ہر سند میں بعد کے راویوں کے سلسلہ میں محدثین نے کلام کیا ہے؛ بلکہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کو موضوع کہا گیا ہے، چنانچہ علامہ ابن کثیر نے ”البدایہ والنہایہ“ میں مذکورہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت سے سند میں نقل کر کے فرمایا کہ یہ تمام سندیں محل نظر ہیں، حتیٰ کہ حضرت عبادہ والی حدیث ابو زرہ سے موضوع غفل فرمایا ہے۔

ولكن هذا السياق بهذه الزيادات غريب جدا، وكل من هذه

الأحاديث في أسانيدھا نظر - قوله - عن عبادة بن الصامت عن النبي ﷺ بمثله، وهذا منكر من هذا الوجه بل هو موضوع، رواه أبو زرعة

الحديث . (البداية والنهائة، باب ذكر جماعة من أنبياء بني إسرائيل، قصة عيسى بن مريم

الخ، مكتبة دارالفكر بيروت ۲/ ۶۲)

اس لئے یہ حدیث شریف باب احکام میں متدل نہیں بن سکتی؛ البتہ فضائل اعمال میں اس کی گنجائش ہے۔

نوٹ:- ”عروج ہند“ رسالہ کی بابت صحت و عدم صحت کا فیصلہ اس کو دیکھ کر کیا جاسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۹۹/۲۴)

پیر کو ”سید الکونین“ کہنا

سوال [۲۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا کوئی شخص اپنے پیر یا دادا پیر کو ”سید الکونین“ کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ سید الکونین صرف سرور دو عالم ﷺ کو ہی کہا جاسکتا ہے؟ جو شخص ایسا کرتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی: خاکسار محمد سلیم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ”کونین“ کے معنی: دنیا و آخرت۔ اور ”سید الکونین“ کے معنی ہیں: دنیا و آخرت کے سردار اور قائد۔ اس کے مصداق آنحضرت خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا، اس کے لائق صرف آپ ﷺ کی ذات گرامی ہے، آپ ﷺ کے امتی میں سے کسی کو سید الکونین کہنا انتہائی ضلالت و گمراہی ہے۔

عن ابي سعيد قال: قال رسول الله ﷺ: أنا سيد ولد آدم يوم القيامة، ولا فخر. (ترمذي شريف، أبواب المناقب، باب بلا ترجمة، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۲، دار السلام، رقم: ۳۱۴۸، سنن ابن ماجه، باب ذكر الشفاعة، النسخة الهندية ۱/ ۲۹، دار السلام، رقم: ۴۳۰۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/ ۵/ ۱۴۳۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ ۵/ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۰/۳۹)

معجزہ شق القمر کیسے ہوا؟

سوال [۲۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: معجزہ شق القمر کا ثبوت تو نص سے ثابت ہے، سیر و تاریخ کی کتاب میں جو لکھا ہے، آپ ﷺ نے انگلی سے اشارہ کیا تو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، آیا یہ کسی حدیث میں موجود ہے یا نہیں؟ میرے پاس جتنی کتب احادیث ہیں سب میں تلاش کے باوجود نہ مل سکا، تحقیق فرما کر مطلع فرمائیں گے۔

المستفتی: محمد فاروق مدرس مدرسہ رحیمیہ مدینہ العلوم جامع مسجد قاضی باڑہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: انگشت مبارک کا اشارہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، یہ سب غیر معتبر باتیں ہیں، ہاں البتہ کفار نے حضور ﷺ سے سوال کیا تھا، جس پر آپ ﷺ نے اللہ سے دعا کی تھی، جس سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔

قال المشركون للنبي: إن كنت صادقاً فشق لنا القمر، فقال: إن فعلت تؤمنون؟ قالوا: نعم، وكانت ليلة الجمعة، فسأل الله تعالى فانشق فرقنين، نصف على الصفا، ونصف على قيععان الخ. (عمدة القاري، سورة اقتربت الساعة، باب وانشق القمر، مكتبة دار احياء التراث العربي، بيروت ۱۹/۶/۲۰، زكريا ۱۳/۳۶۲، تحت رقم الحديث: ۴۸۶۴، خصائص كبرى ۱/۱۲۵)

وقد شاع أن النبي ﷺ أشار إلى القمر بسبابته الشريفة، فانشق ولم أره في خبر صحيح. (تفسير روح المعاني، سورة القمر: ۶، جز: ۲۷، مكتبة زكريا ۱۵/۱۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ شعبان ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۹۳۱/۲۶)

مکرم، معظم، قبلہ و کعبہ، حضور پر نور اور مختار کل وغیرہ تعظیماً لکھنا

سوال [۲۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بعض لوگ اپنے سے زیادہ عمر کے لوگوں کو یا بزرگ یا پھر کسی ذمی منصب آدمی کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ بطور تعظیم کے استعمال کرتے ہیں، کیا یہ شرعاً درست ہے؟ وہ الفاظ یہ ہیں: ”قبلہ و کعبہ“، ”مکرم و معظم“، ”حضور پر نور“، ”مختار کل“ وغیرہ

المستفتی: محمد جاوید عالم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ”مکرم و معظم“ لکھنا جائز ہے اور اکابر کا معمول ہے۔ ”قبلہ و کعبہ“ لکھنا بلا تاویل مکروہ تحریمی ہے، تاویلاً خلاف اولیٰ ہے۔ ”حضور پر نور“ لکھنا بھی مکروہ ہے؛ کیوں کہ حضور ﷺ کے لئے خاص ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۳/ ۴۶۰) اور ”مختار کل“ لکھنا حرام و ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ صفت خداوندی ہے، یہ ”علیٰ کلی شئی قدیر“ کا مرادف ہے، جو محض خدائی صفت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ جمادی الاول ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/۲۲۰۸)

کیا حضور ﷺ کی عمر کے ۲۷ سال معراج میں گزرے ہیں؟

سوال [۲۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا یہ بات صحیح ہے کہ جب آپ ﷺ کے پاس قبض روح کے لئے ملک الموت آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری کل عمر ۹۰ برس کی ہے اور ابھی میری عمر سے ۶۳ سال گزرے ہیں، ۲۷ برس کہاں گئے؟ تو ملک الموت نے جواب دیا کہ ۲۷ برس آپ کی عمر کے معراج میں گزرے ہیں؟ کیا واقعی کسی حدیث یا تاریخ میں ایسا ذکر ہے؟ اگر نہیں ہے تو

ایسا کہنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟ اور عدم صحت کی صورت میں سننے والوں پر کوئی گناہ ہے یا نہیں؟ براہ کرم حقیقت سے آگاہ فرمائیں۔ اللہ آپ کو اجر عطا فرمائے گا۔

المستفتی: محمد صدیق، کیراف محمد یامین باربر، قریب
مدرسہ نوریہ محلہ بندوق چیان، دھام پور، ضلع بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ کسی صحیح حدیث یا معتبر کتاب میں نظر سے نہیں گذرا، آپ ان سے اس کا حوالہ طلب فرمائیں کہ کہاں سے بیان کر رہے ہیں؟ سننے والوں پر کوئی گناہ تو نہیں؛ لیکن اس طرح غیر مستند باتوں پر یقین بھی نہیں کرنا چاہئے، جن وعظ کی کتابوں میں اس قسم کی باتیں موجود ہیں وہ غیر مستند ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۲/۲۴)

کیا انبیاء علیہم السلام وارث ہوتے ہیں؟

سوال [۲۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: انبیاء علیہم السلام وارث ہوتے ہیں یا نہیں؟ اگر وارث نہیں ہوتے ہیں، تو ان آیات کی توجیہ کیا کی جائے گی، جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”وورث سلیمان داؤد۔ یرثنی ویرث من آل یعقوب“

اسی طرح وارث نہ بننے کی کیا وجہ ہے؟ آیا اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں حیات ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں جو اب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نہ مال کے

وارث بنتے ہیں اور نہ مال کا کسی کو وارث بناتے ہیں؛ بلکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دولت علم اور نبوت ہے۔ اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس بے مثال دولت کا وارث بناتے ہیں اور وارث بنتے ہیں، نیز سوال نامہ میں جن دو آیتوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں علم اور نبوت کی وراثت مراد ہے، مالی وراثت مراد نہیں ہے، جس کی صراحت خود حدیث پاک میں واضح طور پر موجود ہے۔

سمعت رسول الله ﷺ يقول: وإن العلماء ورثة الأنبياء، وإن الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما، ورثوا العلم، فمن أخذه أخذ بحظ وافر. (أبو داؤد شريف، كتاب العلم، باب فضل العلم، النسخة الهندية ۲/ ۵۱۳، دارالسلام، رقم: ۳۶۴۱، سنن دارمي، دارالمغني ۱/ ۳۶۱، رقم: ۳۵۴، ترمذي، أبواب العلم، باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة، النسخة الهندية ۲/ ۹۷، دارالسلام، رقم: ۲۶۸۲، ابن ماجه، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، النسخة الهندية ۲۰، دارالسلام، رقم: ۲۲۴، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۰/ ۸۰، رقم: ۴۱۴۵، صحيح ابن حبان، دارالفكر ۱/ ۲۸۹، رقم: ۸۸)

عن عائشة أن النبي ﷺ قال: لا نورث ما تركنا صدقة، فهذا عام في جميع الأنبياء عليهم الصلاة والسلام، ولا يعارضه قوله تعالى: "ورث سليمان داؤد" [النمل: ۱۶]؛ لأن المراد إرث النبوة والعلم والحكم، وكذلك قوله تعالى: "يرثني ويرث من آل يعقوب" [المريم: ۶] (عمدة القاري، كتاب الفرائض، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: "لا نورث ما تركنا صدقة"، دار إحياء التراث العربي ۲۳/ ۲۳۲، زكريا ۱۶/ ۸، روح المعاني، سورة النمل: ۱۷، ۱۱/ ۲۵۵، زكريا)

(۲) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں باحیات ہیں؛ اس لئے وارث نہ بننے کی بات نہیں ہے؛ بلکہ حقیقی طور پر مالی وراثت حضرات انبیاء کی نہیں ہوتی ہے، ورنہ حضرات

شہداء کے بارے میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: ”بل احياء ولكن لا تشعرون“ [البقرة: ۱۵۴] اور ان شہداء کے اعزاء ان کے مال کے وارث بنتے ہیں؛ لہذا حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اپنی قبروں میں باحیات ہونے کی وجہ سے وارث نہ ہونے کی بات نہیں ہے؛ بلکہ حضرات انبیاء مال کا وارث ہی کسی کو نہیں بناتے، اس لئے کہ مال ان کی اصلی دولت نہیں ہے؛ بلکہ ان کی اصلی دولت علم اور نبوت ہے۔ اور ان چیزوں کا وارث حضرات انبیاء بناتے ہیں، اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”العلماء ورثة الأنبياء“ (سنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، النسخة الهندية ۲۰، دارالسلام، رقم: ۲۲۲، سنن أبي داؤد، کتاب العلم، باب فضل العلم، النسخة الهندية ۲/ ۵۱۳، دارالسلام، رقم: ۳۶۱۱، سنن ترمذی، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، النسخة الهندية ۲/ ۹۷، دارالسلام، رقم: ۲۶۸۲) (علماء ہی انبیاء کے وارث ہوتے ہیں) اس لئے کہ علم ہی انبیاء کی دولت ہے، جیسا کہ سوال (۱) کے ذیل میں دلائل لکھے جا چکے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 یکم شعبان ۱۴۲۷ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۸/ ۹۱۲۷)

کیا حضور ﷺ پر زکوٰۃ فرض نہیں تھی؟

سوال [۲۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فرضیت زکوٰۃ کے لئے جو نصاب شریعت میں متعین ہے، کیا وہ نصاب اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ فرض نہ ہوتی؟ گزارش ہے کہ تفصیلی جواب عطا فرمائیں؛ کیوں کہ قبوری شریعت کے مالکان اعلیٰ حضرت بریلوی کی ذریت نے اس مسئلہ کو بڑے زور و شور سے اچھالا ہے اور تقریباً ہر جلسہ میں اس مسئلہ کو اڑا رہے ہیں اور اس کے لئے دو عقلی دلیلیں ذکر کرتے ہیں:

- (۱) زکوٰۃ مال کا میل کچیل ہوتا ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مال بالکل پاک صاف، دودھ سے زیادہ صاف؛ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ نہیں۔
- (۲) پوری کائنات نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلام ہے اور غلام کا مال اپنا مال ہوتا ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنے جیب سے مال نکال کر خود اپنے ہی جیب میں مال ڈالنا لازم آئے گا؛ لہذا معلوم ہوا کہ نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ کبھی نہیں، اگر یہ دلیل درست ہیں تو الحمد للہ ورنہ ان دلیلوں کا تشفی بخش رد فرمائیں اور قرآن و سنت و ائمہ اربعہ و متفق علیہ علماء کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد اشتیاق نور، بھگلپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت مقدسہ کے ہر احکام پر ہمیشہ سب سے پہلے صاحب شریعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل فرمایا ہے، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یہ اسلام کے ارکان اور اساس ہیں، ان میں سے ہر ایک پر شدت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات نے عمل فرمایا ہے، تو اگر نماز، روزہ، حج آپ کی ذات اقدس پر فرض ہوئے ہیں، تو مالک نصاب ہونے کے بعد زکوٰۃ کے فرض ہونے پر کیوں اشکال ہے؟ سب کا حکم قرآن مقدس کے ذریعہ سے نازل ہوا ہے، جس طرح قرآن کریم نے نماز، روزہ، حج کا پابند بنایا ہے، اسی طرح زکوٰۃ کا بھی پابند بنایا ہے، اب رہی مال کے پاک صاف ہونے کی وجہ سے اشکال؟ تو اس طرح کا اشکال نماز، روزہ، حج کے فرض ہونے پر بھی ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں آپ سے سوال و جواب نہ ہونے اور جنت کے مقام محمود کی گارنٹی دے دی ہے، تو پھر نماز، روزہ، حج کی فرضیت اور پابندی کیوں ہوئی؟ تو جس طرح نماز، روزہ، حج کا حکم تھا اسی طرح زکوٰۃ کا بھی حکم رہا ہے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ ساری کائنات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلام ہے اور غلام کا مال اپنا مال ہوتا ہے، تو ایسی دلیل پیش کرنے والے نے کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

جب ان غلاموں سے کوئی چیز خریدتے تھے تو پوری قیمت دے کر ہی لیا کرتے تھے تو آپ ﷺ کیوں قیمت دے کر لیتے تھے، جب غلاموں کا مال اپنا ہی مال ہوتا ہے؟ اور قیمت دے کر خریدنے کی ذخیرہ حدیث میں بے شمار روایات موجود ہیں۔ حدیث کی کتابوں کو دیکھ لیں، ہم یہاں ایک روایت نقل کر دیتے ہیں۔

عن أنس بن مالك قال: نهينا أن نسأل -إلى- فجاء رجل من أهل البادية، فقال: يا محمد! أتانا رسولك، فزعم لنا أنك تزعم أن الله أرسلك، قال: صدق -إلى- قال: وزعم رسولك أن علينا خمس صلوات في يومنا وليلتنا، قال: صدق، قال: فبالذي أرسلك الله أمرك بهذا؟ قال: نعم، قال: وزعم رسولك أن علينا زكوة في أموالنا، قال: صدق، قال: فبالذي أرسلك الله أمرك بهذا؟ قال:

نعم. الحديث (مسلم شريف، كتاب الإیمان، باب بيان أركان الإسلام، النسخة الهندية ۱/ ۳۱، بيت الأفكار، رقم: ۱۲، ترمذي، أبواب الزكوة، باب ماجاء إذا أدت الزكوة، النسخة الهندية ۱/ ۱۳۴، دارالسلام، رقم: ۶۱۹، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۳/ ۳۲۲، رقم: ۶۲۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/۵۰۶۶)

کیا حضور ﷺ پر مہر دینا واجب تھا؟

سوال [۲۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (سورۃ احزاب، آیت نمبر: ۵۰) مورخہ ۱۹ جون ۱۹۸۸ء کو یہ جو آزاد بہنوں کا مسئلہ میں نے آپ کے سامنے رکھا تھا اور آپ نے شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی تفسیر پڑھ کر پل بھر میں حل کر دیا تھا، حقیقت میں یہ مسئلہ اتنا آسان نہیں جو

چٹکی بجا کر حل ہو جائے، اگر ایسا ہو جاتا تو امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو آپسی اختلاف کی بدولت تباہ و برباد ہے، ایک ہو جاتی، دنیا کی حاکم ہو جاتی، جس دن یہ مسئلہ حل ہو جائے، یقین مانیں اس دن اماموں کی کھڑی کی ہوئیں فقہاء کی دیواریں ڈھ جائیں گی اور دنیا کا تختہ پلٹ جائے گا۔ تفسیر شیخ الہند جو آپ نے پڑھ کر سنائی وہ قطعی صحیح نہیں، انصاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بلا مہر عورتیں یا بیویاں جائز اور حلال تھیں، اگر ایسا ہوتا تو آیت ابتداء میں یہ نہ کہتی کہ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّائِي اتَّيْتُ أَجُورَهُنَّ﴾ [الأحزاب: ۵۰] ”اے نبی، ہم نے حلال کی تمہاری بیویاں جن کے مہر تم نے ادا کر دیئے“۔ اس پہلے فقرے سے صاف واضح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہی بیویاں حلال تھیں جن کے مہر انہوں نے ادا کر دیئے؛ اور مہر ادا کئے بنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کوئی بیوی حلال نہیں؛ بلکہ حرام ہے، نبی کے لئے وہ بیویاں جن کا مہر آپ نے ادا نہیں کیا، بیویاں چاہے ملکیت میں ہوں یا آزاد بہنیں ہوں، یا پھر مومن عورت بیوی بنانے کے لئے مہر کا ادا کرنا نبی کے لئے ضروری ہے؛ لہذا کسی حالت میں نبی کے لئے بلا مہر عورتیں جائز اور حلال نہیں حرام ہیں، اس میں ملکیت ہے اور یہ کہ ﴿خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ سے ملحق فقرے ﴿وَأَمْرًا مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا﴾ [الأحزاب: ۵۰] اور مومن عورت (اگر ان میں سے) جو ہبہ کر دے اپنا نفس نبی کو اگر ان میں سے جن سے نبی ارادہ کرے نکاح کا (حلال ہیں) یہ فقرہ مہروں کے متعلق ہرگز نہیں ہے، ”وہبت نفسہا“ مہر و مہروں کی ادائے گی کو ہرگز نہیں کہتے؛ بلکہ نفس کے ہبہ کو کہتے ہیں؛ لہذا کسی بھی عالم کا یہ کہنا قطعی غلط اور بے بنیاد ہوگا کہ نبی کو مہر ادا کئے بغیر کوئی عورت حلال ہے، اللہ رب العالمین کو ”وہبت نفسہا“ کے بجائے وہبت اجورہن، استعمال کرنے میں کوئی مجبوری نہ تھی۔ اور ”وہبت نفسہا“ میں حکمت ہے۔

اور آیت مندرجہ بالا سورہ احزاب کی ایک مکمل آیت ہے؛ لہذا ”خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ“ اوپر والے ہر فقروں سے تعلق رکھتا ہے، اس آیت میں واضح طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت ہے کہ وہ اپنی ملکیت یا آزاد بہنوں یا مومن عورت سے نکاح کرنا چاہیں تو وہ نکاح کر سکتے ہیں، یہ خاص اجازت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، اور مومن مسلمانوں کو نہیں حرام ہے، مسلمانوں کے لئے ملکیت اور آزاد بہنوں کے سلسلہ میں یہ شرط ہے کہ ملکیت وہ ہوں جو جہاد میں ہاتھ لگی ہوں اور آزاد بہنیں، وہ ہوں جو آپ کے ساتھ ہجرت کی ہوئی ہوں، سوال ہوا کہ اگر خالصۃ والی بات آیت و آیت کے ہر فقرے سے متعلق ہے تو مسلمانوں کو ملکیت اور مومن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہو جائے گا، سوال صحیح ہوگا؛ لیکن الجحش نہیں کیوں کہ ”خالصۃ“ والی بات اللہ فوراً کہتا ہے:

﴿قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ [الأحزاب: ۵۰] واضح ہے۔ اور حکمت اس میں اشارہ ہے، سورہ نساء کی طرف:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اِمِهَاتِكُمْ وَاخْوَاتِكُمْ﴾ [النساء: ۲۳] کی طرف۔

میں نے آپ سے مصلحتاً جرح نہیں کی؛ اس لئے جرح نہیں کی کیوں کہ جو حضرات (جنید صاحب و حاجی مختار صاحب) میرے ساتھ تھے، ان دونوں کی نظر میں آپ بہت بڑے ولی ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس بات کا علم آپ کو بھی ہے، ان کے عقیدت مندانہ لہجے عمل سے آپ کیا ہیں اللہ بہتر جانے؛ لیکن آپ بہت کام کے ہیں، مجھے آپ کی سخت ضرورت ہے، جیسے موسیٰ کو ہارون کی ضرورت تھی، آپ دنیا کا تختہ پلٹ سکتے ہیں، بنی نوع انسان کو گمراہی سے بچا سکتے ہیں، اب وقت ہے قرآن و اسلام کی اصلیت واضح کر دینے کا۔ فی امان اللہ آپ کا مدثر (مہدی) جواب کا منتظر۔

جواب از مفتی الطاف الرحمن صاحب حیات العلوم مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن علیہ الرحمہ کی تفسیر

صحیح اور حق ہے، ایک ذی علم کے لئے عظیم فہم و ادراک کی ضرورت ہے، آپ نے دراصل قرآن کی آیت کی تفسیر اپنی رائے سے کی ہے، جو کہ صریح البطلان ہے۔ اور آپ نے اپنے زور قلم میں فقہاء کرام و ائمہ عظام کو مورد الزام ٹھہرایا، یہ آپ کی انتہائی گستاخی اور بے ادبی ہے، ان ائمہ کرام و فقہاء عظام کی توہین، فی الحقیقت دین مبین کی توہین ہے، بظاہر آپ کے قلم سے مترشح ہو رہا ہے کہ آپ قرآنیہ فرقہ سے یا اس سے متاثر ہیں۔ اور حدیث و فقہ کے جو کہ ہمارے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا سرمایہ ہے، جس کے بغیر دین مکمل نہیں۔ اس حدیث و فقہ کے آپ منکر ہیں۔ العیاذ باللہ۔ فہم قرآن کے لئے مختلف علوم و فنون کی ضرورت ہے، وہ علوم دراصل خادم قرآن اور وسیلہ علم قرآن ہیں، جن میں لغت، صرف، نحو، بلاغت، ادب، حدیث، فقہ و تاریخ وغیرہ شامل ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان علوم سے آپ کو بالکل مس اور لگاؤ نہیں۔ اور آپ اتنے بڑے جری ہو گئے کہ آپ نے اپنی ذہن سے قرآن کا مفہوم سمجھ لیا، جب کہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین و ائمہ کرام و فقہاء عظام اور اسلاف محتاج ہیں، قرآن پاک کے سمجھنے میں حدیث پاک اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے، بہر حال زیادہ تفصیل میں نہیں جاتا، اولاً آپ تائب ہو جائیے کہ آئندہ اپنی رائے سے قرآن پاک کی تفسیر نہیں کروں گا؛ بلکہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کو مقدم سمجھوں گا اور صحیح سمجھوں گا، اس کے بعد میں آپ کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ قرآن پاک میں جو لفظ ”وہبت نفسہا“ آیا ہے، اس میں ہبہ کا فاعل عورت کو مانا گیا۔ اور ”ہبہ“ کے اصطلاحی معنی یہ ہیں: ”الہیبة تملیک العین بلا عوض“ جس کے معنی ہیں: کسی چیز کا مالک بنانا بغیر کسی عوض اور بدلہ کے۔ لہذا جب ہبہ کے مفہوم میں ہی عوض نہیں ہے، تب پھر کسی طرح سے اس کے دوسرے معنی اپنی عقل سے مہر کے نکالنا صحیح ہوگا؟

دوسرے یہ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ خصوصیات ہیں جو کہ آپ کی ذات کے لئے مخصوص ہیں، اس میں سے یہ بھی ہے، مثلاً آپ کے لئے اور آپ کے خاندان والوں

کے لئے زکوٰۃ کا حرام ہونا۔ اور آپ کی میراث کا وارثین میں تقسیم نہ ہونا، آپ کے لئے چار سے زائد بیویوں کا حلال ہونا، بیویوں کے درمیان باری کا ضروری نہ ہونا، اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی عورت سے بلا مہر نکاح کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۷ھ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ بغیر مہر کے کیا، مگر آپ نے اپنی شان عالی کی بنا پر بعد میں بغیر ان کی خواہش اور مطالبہ کے ان کو مہر عطا فرمایا۔ امید ہے کہ آپ ان جوابات سے مطمئن ہوں گے، ورنہ خدا آپ سے خود پوچھ لے گا اور جواب طلب کرے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مفتی الطاف الرحمن

۱۲/۱۱/۱۴۰۸ھ

جواب از مفتی شبیر صاحب، مفتی مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ”ہبہ“ کے معنی عربی زبان میں بلا عوض مالک بنانے اور اختیار میں دے دینے کے ہیں۔

”الہبۃ تملیک العین بلا عوض“ (قواعد الفقہ، اشرفی دیوبند ۵۵۰)

”الہبۃ تملیک فی الحیاة بغیر عوض“ (لغة الفقہاء، کراچی ۴۹۲)

اور باب نکاح میں عورت کے اپنی ذات کو مرد کے اختیار میں دینے کے عوض میں جو متعین مقدار مال مرد کی طرف سے عورت کو دیا جاتا ہے، اس کو مہر کہتے ہیں۔ اب قرآن کریم میں ”وہبت نفسہا“ کا معنی جب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ جب بلا مہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک نکاح میں دینا مراد ہو، اب آیت کریمہ کے دنوں ٹکڑوں میں تطبیق کی صورت یوں ہوگی کہ جن بیویوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا ہے وہ دو قسم پر ہیں:

(۱) وہ بیویاں جن سے آپ نے از خود اقدام کر کے نکاح فرمایا ہے، انہوں نے اپنے کو آپ کے ہاتھ ہبہ نہیں کیا۔

(۲) وہ مومنہ بیوی جنہوں نے اپنی ذات کو آپ کے ہاتھ ہبہ کر دیا۔ اول الذکر بیویوں کے لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا مہر ادا کرنا تمام مومنین کی طرح واجب تھا، اسی طرف اللہ تعالیٰ نے: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي أَتَيْتَ أُجُورَهُنَّ﴾ [الأحزاب: ۵۰] کے ٹکڑے سے اشارہ فرمایا ہے۔ اور موخر الذکر بیویوں کے لئے مہر ادا کرنا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہیں تھا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باب نکاح میں سات خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے: ﴿وَأَمْرًا مِّنْ مُّؤْمِنَةٍ إِنْ وَّهَبْتَ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الأحزاب: ۵۰] کے ٹکڑے سے بیان فرمایا ہے، اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح خاص طور پر مومنہ عورتوں کے ساتھ صحیح تھا، کافرہ، کتابیہ کے ساتھ نہیں، بخلاف عام مومنین کے کہ ان کے لئے کافرہ کتابیہ کے ساتھ نکاح صحیح اور درست ہے؛ اس لئے الجھن میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

فلما أخبر في هذه الآية أن ذلك كان خالصا له دون المؤمنين مع إضافة لفظ الهبة إلى المرأة دل ذلك على أن ما خص به النبي صلي الله عليه وسلم من ذلك، إنما هو استباحة البضع بغير بدل؛ لأنه لو كان المراد اللفظ لما شاركه فيه غيره؛ لأن ما كان مخصوصا به وخالصا له، فغير جائز أن تقع بينه وبين غيره فيه شركة حتى يساويه فيه إذا كانت مساواتهما في الشركة تزيل معنى الخلوص والتخصيص.

(أحكام القرآن للجصاص، سورة الأحزاب، ۵۲، مكتبة سهيل اكيڤمي لاهور ۳/ ۳۶۶)
مزید تفصیل ذیل کے حوالوں میں مطالعہ فرمائیں: (أحكام القرآن للعلامة تھانوی ۵/ ۴۴۶،
أحكام القرآن للجصاص، سورة الأحزاب، ۵۲، مطبه سهيل اكيڤمي لاهور ۳/ ۳۶۵، معارف

القرآن، سورة الأحزاب، ۵۲، مکتبہ اشرفی دیوبند ۷/ ۱۸۶ تا ۷/ ۱۹۵، تفسیر روح المعانی،
سورة الأحزاب، ۵۲، جز: ۲۲، مکتبہ زکریا ۱۲/ ۹۴، تفسیر خازن، سورة الأحزاب: ۵۲، مطبع
دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۴۷۳، مدارک ۳/ ۴۷۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رزی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴۰/۱۰۱۲)

کیا حضور ﷺ پر عورتوں سے پردہ فرض تھا؟

سوال [۲۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے
بارے میں: حضور اکرم ﷺ سے عورتوں کو پردہ ضروری اور فرض تھا یا نہیں؟
المستفتی: اقبال شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور اکرم ﷺ پر عورتوں سے پردہ فرض تھا یا نہیں؟
اسی طرح عورتوں پر حضور ﷺ سے پردہ فرض تھا یا نہیں؟ اس بارے میں کوئی صریح
روایت بندہ کی نظر سے نہیں گذری؛ البتہ پردہ کا مدار فتنہ پر ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ
وسلم سے اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا؛ اس لئے آپ ﷺ پر پردہ فرض ہونے کی
بات سمجھ میں نہیں آئی؛ البتہ اتنی بات صراحت سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ بیعت کے
وقت عورتوں سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے۔

فقال رسول الله ﷺ: إني لا أصافح النساء، إنما قولي لمائة
امرأة كقولني لامرأة واحدة. الحديث (نسائي شريف، كتاب قسم الفية، باب
بيعة النساء، النسخة الهندية ۲/ ۱۸۳، دار السلام، رقم: ۴۱۸۶، المستدرک، مکتبہ نزار
مصطفی الباز ۸/ ۲۴۸۱، رقم: ۶۹۴۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ رزی قعدہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲۰/۵۰۳۳)

حضور ﷺ کے معجزات سے متعلق چند سوال و جواب

سوال [۲۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (الف) جو شخص آپ کا صرف ایک معجزہ، معجزہ قرآن کو مانے اور باقی سب معجزات کا انکار کرے، ایسا شخص شرعاً کیسا ہے، فاسق، فاجر، بدعتی؟

(ب) معجزات کا اعتقاد رکھنا حق ہے، ضروری ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟ قرآن کی کوئی آیت یا حدیث نبوی یا اجماع امت؟

(ج) معجزات کو ماننا، تسلیم کرنا شرعاً فرض ہے یا واجب یا سنت؟ کیا واقعہ معراج بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے؟ دوران تحریر اگر کوئی خطا ہوئی ہو تو معاف فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) قرآن کریم کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے شمار معجزات صادر ہوئے ہیں، جو صحیح ترین احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں، جیسا کہ بخاری و مسلم کی متعدد روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے پوروں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا اور صحابہ کی جم غفیر کا اس پانی سے اپنی ضرورت پوری کرنا ثابت ہے، اس طرح کے معجزہ کا انکار کرنا سخت ترین گمراہی اور ضلالت کا باعث ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عطش الناس يوم الحديدية، والنبي ﷺ بين يديه ركوة، فتوضأ، فجهش الناس نحوه قال: مالكم؟ قالوا: ليس عندنا ماء نتوضأ ولا نشرب إلا ما بين يديك، فوضع يده في الركوة، فجعل الماء يثور بين أصابعه كأمثال العيون، فشربنا وتوضأنا، قلت: كم كنتم؟ قال: لو كنا مائة ألف لكفانا، كنا خمس عشرة مائة. (بخاري شريف، كتاب المناقب، باب

علامات النبوة في الإسلام، النسخة الهندية ۱ / ۵۰۵، رقم: ۳۴۵۱، ف: ۳۵۷۶، مسلم

شریف، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، النسخة الهندية ۲/ ۲۴۶، بیت الأفكار، رقم: ۲۲۷۹)

(۲) معجزات نبوی کا انکار کرنا بڑی جسارت کی بات ہے، جن معجزات کا ثبوت قرآن مقدس سے اور احادیث متواترہ سے ہے، ان کا انکار موجب کفر ہے، ایسے لوگوں کو اپنے ایمان کی خیر منائی چاہئے۔

وخبير المعراج، أي بجسد المصطفى يقظة إلى السماء، ثم إلى ماشاء الله تعالى في المقامات العلى حق، أي حديثه ثابت بطرق متعددة، فمن رده أي ذلك الخبر ولم يؤمن بمقتضى ذلك الأثر فهو ضال مبتدع، أي جامع بين الضلالة والبدعة. وفي كتاب الخلاصة: من أنكر المعراج إلى قوله فهو كافر. (شرح فقه أكبر، مكتبه اشرفی دیوبند ۱۳۵)

(۳) معجزات کا ثبوت برحق ہے اور اس کا اعتقاد رکھنا ہر مسلمان کے ذمہ واجب ہے۔

قد ظهر على يديه ^{صلى الله} بعض المعجزات ثابت بالتواتر المعنوي فلا بد من اعتقاد ثبوت معجزات النبي ^{صلى الله} في الجملة. (تكملة فتح الملهم، كتاب الفضائل، باب في المعجزات، مكتبه اشرفیه دیوبند ۴/ ۴۷۴)

والمعراج حق، وقد أسرى بالنبي ^{صلى الله} وعرج بشخصه في اليقظة إلى السماء، ثم إلى حيث شاء الله من العلا، وأكرمه الله بما شاء، وأوحى إليه ما أوحى ما كذب الفؤاد ما رأى، فصلى الله عليه وسلم في الآخرة والأولى. (شرح العقيدة الطحاوية، المكتبة الإسلامية، بيروت/ ۲۲۳)

(۴) واقعہ معراج کا ثبوت احادیث صحیحہ اور سنت متواترہ سے ہے، اور اس کا ذکر مختلف احادیث اور سیر کی کتابوں میں موجود ہے۔ اور اس کا انکار کرنا کفر اور گمراہی ہے۔

والمعراج لرسول الله عليه السلام في اليقظة بشخصه إلى السماء، ثم إلى ما شاء الله تعالى من العلى حق، أي ثابت بالخبر المشهور حتى أن منكره يكون مبتدعا (وتحتة في هامشه) أي خارجا

عن السنة یضلل، ولا یکفر فی إنکار المعراج علی التّفصیل المذکور،
وأما إنکار نفس المعراج فهو کفر بلا شبهة. (شرح عقائد مع هامشه، مکتبه
نعیمیہ ۱۴۳، شرح فقہ اکبر، مکتبه اشرفی دیوبند ۱۳۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۷۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۱/۵ھ

عبداللہ طارق کے چند اعتراضات کے جوابات

سوال [۲۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں: (۱) بیت المقدس کی طرف رخ کر کے آپ ﷺ نے کوئی نماز نہیں پڑھی؟

(۲) مذہب لیٹرین (بیت الخلاء) کا نام ہے۔

(۳) قرآن کریم کے ہم تک آنے میں شہادت ہیں۔

سید عبداللہ طارق نام کے ایک صاحب شہر مراد آباد میں اپنی تقاسیر کے ذریعہ ان
خیالات کا اظہار کر رہے ہیں، ہی ڈی پیش خدمت ہے، جواب سے نوازیں۔

المستفتی: زبیر احمد محلہ نئی بستی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) سائل نے سوال نامہ میں لکھا ہے کہ عبداللہ

طارق نے اپنے بیان میں یہ بات صراحت سے بیان کی ہے کہ بیت المقدس کی طرف
رخ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نماز نہیں پڑھی، اس نے اگر واقعہً یہ بات کہی

ہے تو اس کی یہ بات انتہائی گمراہ کن ہے، اور اسلامی واقعات اور سیرت رسول و حدیث

رسول کو مسخ کر کے رکھ دینے کی بات ہے، اور بخاری شریف کی صحیح اور صریح روایات کا

صاف انکار ہے؛ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کے بعد سولہ یا سترہ مہینے تک

بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا صحیح اور صریح احادیث شریفہ سے ثابت

ہے، اور جب سورہ بقرہ کی آیت شریفہ: ﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا، فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرہ: ۱۴۴] نازل ہوئی، تو اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا چھوڑ دیا، اور بیت اللہ شریف کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا سلسلہ شروع فرما دیا، اور یہ حدیث شریف بخاری شریف میں حسب ذیل پانچ مقامات پر موجود ہے۔ (بخاری شریف (۱) کتاب الایمان، باب الصلاة من الایمان ۱۰۱ رقم: ۴۰ (۲) کتاب الصلاة، باب التوبة نحو القبلة ۵۷۱ رقم: ۳۹۹ (۳) کتاب التفسیر، باب قوله: "سيقول السفهاء من الناس" ۶۲۲/۲ رقم: ۳۳۰۱ (۴) کتاب التفسیر، باب قول: "ومن حيث خرجت فول وجهك شطر المسجد" الخ ۶۲۵/۲ رقم: ۳۳۰۷ (۵) کتاب أخبار الأحاد، الباب الأول ۷۷۲/۲ رقم: ۶۹۶۲ (۶) کتاب المساجد، باب تحويل القبلة ۲۰۰۱ رقم: ۵۲۷-۵۲۷) اور ترمذی شریف، کتاب التفسیر، سورة البقرہ ۱۲۵/۲ رقم: ۲۹۶۲ پر موجود ہے، جن حضرات کو دیکھنا ہو ان مقامات پر ملاحظہ فرمائیں۔

عبداللہ طارق کی تقریر میں ان صریح اور صحیح حدیثوں کا صاف انکار ہے۔ اب مسلمان اس شخص کے بارے میں خود فیصلہ کریں کہ یہ اسلامی تاریخ کے بارے میں محض جاہل ہے اور جہالت ہی کی وجہ سے اس نے یہ بات کہی ہے؟ یا کسی اسلام دشمن تنظیم کا ایجنٹ ہے جو صحیح حدیثوں کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر کے حدیث کی کتابوں کو ناقابل اعتبار قرار دینا چاہتا ہے، اور مسلمانوں میں گمراہی پھیلانا چاہتا ہے؟ اور شریعت اسلامیہ میں ایسے آدمی کی گمراہی میں کوئی شک نہیں ہے۔

(۲) سوال نامہ کی تحریر کے ساتھ عبداللہ طارق کی سی ڈی بھی سنی گئی جسے سن کر اندازہ ہوا کہ یا تو یہ شخص نرا جاہل ہے جسے قرآن و سنت عربی و اردو لغات اور تاریخ سے کچھ بھی

واقفیت نہیں یا پھر یہ کسی اسلام دشمن ایجنسی کا شاطر ایجنٹ ہے جو نہایت چابک دستی سے ناواقف عوام و خواص کے دلوں میں دین و مذہب اور قرآن کریم کے بارے میں تشکیک پیدا کرنا چاہتا ہے، اس کے بیانات میں خود تضاد ہے، ایک طرف پکے مؤمن ہونے کا مدعی ہے اور بار بار اپنے ایمان کی پختگی کی بات دہراتا ہے، اور دوسری طرف یہ نقل کرتا ہے کہ مسلمانوں کی باتیں صرف ہوئی ہیں، ان کے پاس کوئی تصدیق شدہ قرآن موجود نہیں ہے، حالاں کہ قرآن مقدس کے بارے میں مسلم عوام کو شکوک و شبہات میں مبتلا کرنا بجائے خود ایسا جرم ہے جو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اور اس کا اپنی تقریر میں یہ کہنا کہ (ماسٹر کاپی) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے جو نسخہ لیا تھا اس کا ان کو واپس کرنا ثابت نہیں ہے، حالاں کہ بخاری شریف ۲/۴۶۷ میں صراحت کے ساتھ صحیح حدیث شریف موجود ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے جو نسخہ لیا تھا وہ ان کو واپس کر دیا تھا، پھر اس نسخہ کے بارے میں یہ کہنا کہ ماسٹر کاپی واپس کرنا ثابت نہیں ہے، یہ دعویٰ انتہائی جاہلانہ اور گمراہ کن ہے، ملاحظہ ہو بخاری شریف کے الفاظ:

رَدَّ عُثْمَانُ الصُّحُفَ إِلَى حَفْصَةَ وَأَرْسَلَ إِلَيَّ كُلَّ أَفْقٍ بِمُصْحَفٍ مِمَّا نَسَخُوا. (بخاری شریف، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، النسخة الهندية

۷/۴۶۶، رقم: ۴۷۹۶، ف: ۴۹۸۷)

نیز عبد اللہ طارق کا زور دے کر یہ کہنا کہ: ”یہ ممکن ہی نہیں کہ غلطی رہ نہ جائے ان چھ کے چھ ہاتھ سے لکھنے والوں سے بالکل حرف بحرف صحیح ہو، ایسا نہیں ہو سکتا، غلطی کا رہ جانا ہنڈ ریڈ پرسنٹ یعنی ہے“، یہ بات سن کر یقیناً سننے والے قرآن کریم کے بارے میں شک میں مبتلا ہوں گے، حالاں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک قرآن کریم کے ہزار ہا نسخے ہاتھ سے لکھے گئے ہیں، اور آج بھی دنیا کے اندر سیکڑوں ساڑھوں میں قرآن کریم دستیاب ہیں، کوئی چھوٹا، کوئی درمیانی، کوئی بڑا اور کوئی بہت بڑا،

ان سب کی کتابت دورِ صحابہ سے لے کر آج تک مسلمانوں نے اپنے ہاتھ سے کی ہے، دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت ان مختلف نسخوں کے درمیان ایک لفظ کا فرق بھی ثابت نہیں کر سکتی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک لاکھوں حفاظ ہر زمانہ اور ہر دور میں موجود رہے کوئی بھی حافظ کسی بھی نسخے میں ایک لفظ کا فرق بھی نہیں دکھایا، نیز آج بھی عرب و عجم میں قرآن مقدس ہاتھوں سے لکھا جا رہا ہے، مگر کوئی بھی نسخہ چھپ کر کے آچکا ہو اور اس میں کسی لفظ کا فرق رہ گیا ہو، اور مسلمانوں نے اس کو قبول کیا ہو، دنیا کی کوئی طاقت اس کو ثابت نہیں کر سکتی، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کا نسخہ تیار کرنے کے لئے جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بورڈ قائم کیا تھا یہ وہ صحابہ تھے جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن لکھایا کرتے تھے، اور وہ سب خود بہترین قسم کے حافظ تھے، جن کو کاتبین وحی سے موسوم کیا جاتا تھا، ان مقدس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں سے لکھے ہوئے قرآن میں ہنڈریڈ پرسنٹ یقینی طور پر غلطی رہ جانے کو بتانا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بڑا بدترین الزام ہے، اور دین کے ساتھ استخفاف ہے، جس سے کفر کا خطرہ ہے، فقہاء لکھتے ہیں:

إِذَا أَنْكَرَ آيَةً مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ اسْتَخَفَّ بِالْقُرْآنِ أَوْ بِالْمَسْجِدِ أَوْ بِنَحْوِهِ مِمَّا يُعْظَمُ فِي الشَّرْعِ أَوْ عَابَ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ أَوْ خَطَبَى أَوْ سَخَرَ بِآيَةٍ مِنْهُ كُفْرًا. (مجمع الأنهر، کتاب السیر والجهاد، باب المرتد ألفاظ الكفر أنواع، مكتبة

دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵۰۷/۲، ہندیہ، کتاب السیر، الباب التاسع، مطلب موجبات

الکفر أنواع، زکریا جدید ۲/ ۲۷۹، قدیم ۲۶۶/۲)

لہذا یہ شخص یا تو واقعی جاہل ہے جس کو دین اسلام سے کسی طرح کی واقفیت نہیں ہے یا کسی اسلام دشمن تنظیم کا ایجنٹ ہے جس کا مقصد مسلمانوں کو دین کے متعلق شکوک و شبہات میں مبتلا کرنا ہے؛ لہذا مسلمانوں کے لئے اس کی مجلسوں میں شرکت کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، اور ایسے دریدہ دہن شخص سے اس وقت تک بائیکاٹ کر لینا لازم

ہے، جب تک وہ علی الاعلان اپنی حرکتوں سے توبہ نہ کرے اور صدق دل سے معافی نہ مانگے۔

(۳) اس نے اپنی تقریر کے درمیان ”مذہب“ کو بے دھڑک لیٹرین کہہ دیا ہے، اور ساتھ میں یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ: ”ٹائٹل بدل دیا گیا ہے، ٹائٹل آپ کو دیا گیا لیٹرین اور شوچالے“، اور استدلال میں ابوداؤد شریف کا حوالہ دیا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ ابوداؤد کی ایک حدیث شریف جس میں بطور کنایہ کے قضائے حاجت کے لئے جانے کی جگہ کو راوی نے ”مذہب“ سے تعبیر کر دیا ہے، جب کہ قضائے حاجت کے لئے جانے کی جگہ کو صراحت کے ساتھ استعمال کرنا اور صراحت کے ساتھ کہنا معیوب سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ ہمارے عرف میں بھی مہذب مجمع میں بیت الخلاء اور لیٹرین کے لفظ کی جگہ پر قضائے حاجت بولا جاتا ہے، اور بعض علاقوں میں جہاں جنگلوں میں قضائے حاجت کی جاتی ہے، تو بولا جاتا ہے کہ فلاں میدان کو گئے ہیں، اور بعض علاقوں میں بولا جاتا ہے کہ فلاں جنگل کو گئے ہیں، اور شہروں میں بولا جاتا ہے کہ قضائے حاجت کو گئے ہیں، اسی طرح راوی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام میں قضائے حاجت کو جانے کے لئے کنایہ کے طور پر لفظ ”مذہب“ استعمال فرمایا ہے، یعنی ”جانے کی جگہ“ تشریف لے گئے ہیں، پھر عبد اللہ طارق کا ”مذہب“ کو مجمع عام میں ”لیٹرین اور شوچالے“ کہہ دینا انتہائی جہالت اور اشتعال انگیز ہے، یہ نہ تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے اور نہ ہی عربی زبان میں یہ لفظ اس معنی کے لئے خاص ہے، چنانچہ دنیا کی کسی بھی ڈکشنری میں لفظ ”مذہب“ کا ترجمہ ”لیٹرین یا شوچالے“ نہیں لکھا گیا ہے، جو اہل علم سے مخفی نہیں ہے؛ بلکہ ”مذہب“ کے معنی عربی زبان میں قرآن و حدیث کے تفصیلی دلائل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے احکام شرعیہ کے استنباط کرنے میں متعینہ طریقہ اختیار کرنے کے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

الْمَذْهَبُ: طَرِيقَةٌ مُعَيَّنَةٌ فِي اسْتِبْطَاطِ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْعَمَلِيَّةِ مِنْ
أَدْلَتِهَا التَّفْصِيلِيَّةِ. (معجم لغة الفقهاء، کراچی ۴۱۹)

مگر اس شخص نے لفظ ”مذہب“ کو لیٹرین اور شوچالے کہہ کر شطرانہ طور پر اس لفظ کے موقع محل پر پردہ ڈال کر اس کو دین سے جوڑ دیا، اور اسی طرح پوری تقریر میں خود ساختہ بے دلیل اور لچر اصطلاحات پیش کر کے حاضرین کا ذہن بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، نیز اس کا یہ کہنا کہ ”نام آگیا مذہب ٹائٹل تک بدل دیا گیا، ٹائٹل آپ کو دیا گیا لیٹرین شوچالے، اور مسلمانوں کے پاس نہیں ہے کچھ، ہوا میں ہے سب، اور دین اور بیجٹل نہیں بچا“۔ یہ مذہب اسلام کا مذاق اڑا کر کے دین و اسلام میں شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے، اس لئے مسلمانوں کے لئے اس کی مجلسوں میں شرکت کرنا قطعاً جائز نہیں۔ اور جو اس کی باتوں پر یقین کرے گا اس کے بھی ایمان کا خطرہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۲ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۱۰۹۳۳/۴۰)

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۲/۱۱/۱۴۳۳ھ

حضور ﷺ کے پیشاب، خون اور دیگر فضلات کا حکم

سوال [۲۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور ﷺ کا پیشاب پاک تھا یا ناپاک؟ اہل سنت والجماعت کا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب دین پوریؒ کی کتاب ”خطبات دین پوری“ (ناشر مکتبہ نعیمیہ دیوبند) میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ پیشاب پھینک دو، ام ایمن رضی اللہ عنہا نے پیشاب پھینکا نہیں؛ بلکہ پی لیا۔ حضور ﷺ کے پوچھنے پر ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میں نے پیشاب پھینکا نہیں بلکہ پی لیا، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر نہ پیتی تو اچھا تھا۔ اور اگر تونے پی لیا تو جب تک زندہ رہے گی، تیرے پیٹ میں کوئی بیماری نہیں ہوگی، تو حضور ﷺ کے

پیشاب کے پاک ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کس حدیث میں ہے؟

المستفتی: ضیاء الرحمن نہرونگی ۲ چوہان بانگر نیوسلیم پور، دہلی ۵۳

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضور ﷺ کا پیشاب خون اور دیگر تمام فضلات

پاک ہیں، یہی حضرت امام ابوحنیفہؒ اور جمہور امت کا مسلک ہے۔ ام ایمن جو آپ ﷺ کی خدمت میں رہا کرتی تھیں، انہوں نے آپ ﷺ کا پیشاب پی لیا تھا، پینے کے بعد آپ ﷺ سے ذکر کیا، تو آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ اب تمہیں کبھی پیٹ میں درد لاحق نہ ہوگا۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۸/ ۳۰۷، مجمع الزوائد، دارالکتب

العلمیۃ بیروت ۸/ ۲۷۱، اسد الغابہ، دارالفکر ۶/ ۳۰۳، مدارج النبوة ۱۵/ ۵۱، حیاة الصحابہ ۲/ ۵۸۱)

عن أم أيمن رضي الله عنها قالت: قام النبي ﷺ من الليل إلى فخارة من جانب البيت، فبال فيها، فقامت من الليل وأنا عطشي، فشربت من في الفخارة، وأنا لا أشعر، فلما أصبح النبي ﷺ قال: يا أم أيمن! قومي إلى تلك الفخارة؟ فاهريقي ما فيها، قلت: قد والله شربت ما فيها، قال: فضحك رسول الله ﷺ حتى بدت نواجذه، ثم قال: أما انك لا يفتح بطنك بعده أبدا. (المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، مکتبہ نزار

مصطفیٰ الباز ۷/ ۲۴۷۰، رقم: ۶۹۱۲)

لہذا سوال نامہ میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ صحیح ہے، اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے چھپنے کا خون پی لیا تھا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی، نیز ایسے ہی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے غزوة احد کے دن آپ ﷺ کے زخموں کے خون کو اپنے منہ سے چوس کر زبان سے صاف کیا تھا، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص خواہش رکھتا ہے کہ وہ کسی جنتی شخص کو دیکھے تو وہ انہیں دیکھ لے۔

(مجمع الزوائد، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۸/ ۲۷۱، مدارج النبوة ۱۵/ ۵۱، حیاة الصحابہ ۲/ ۵۸۱)

اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کا پیشاب، خون اور دیگر تمام فضلات حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور حضرات جمہور امت کے نزدیک پاک ہیں۔

فأبو حنيفة..... وهو يقول: بطهارة بوله وسائر فضلاته. (عمدة

القاري، كتاب الطهارة، باب فضل وضوء الناس، مكتبة دار إحياء التراث العربي بيروت ۳/ ۷۹، زکریا ۲/ ۵۴۳)

صحح بعض أئمة الشافعية طهارة بوله ﷺ وسائر فضلاته، وبه

قال أبو حنيفة. (شامي، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، مطلب في طهارة بوله صلى الله عليه وسلم كراچی ۱/ ۲۱۸، زکریا ۱/ ۵۲۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۳۲/۳۵)

کیا حضور ﷺ کا خون اور فضلات پاک تھے؟

سوال [۲۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: (۱) کیا حضور ﷺ کے جسم اطہر سے بہتا ہو خون پاک ہے؟

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات، پاخانہ، پیشاب پاک ہیں؟

المستفتی: شفیق احمد گودھنا، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) راجح قول کے اعتبار سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے بدن سے نکلا ہو خون پاک ہے۔

قال بعض شراح البخاري: في بوله ودمه وجهان والأليق

الطهارة. (عمدة القاري، كتاب الطهارة، باب الماء الذي يغسل به شعر الإنسان، مكتبة

دار إحياء التراث العربي بيروت ۳/ ۳۵، زکریا ۲/ ۴۸۱، إمداد الأحكام ۱/ ۳۵۰)

(۲) حضور علیہ السلام کے تمام فضلات رانج قول کے اعتبار سے پاک ہیں۔

صحیح بعض أئمة الشافعية طهارة بوله ﷺ وسائر فضلاته، وبه قال أبو حنيفة. (شامی، کتاب الطهارة، باب الأنجاس، مطلب في طهارة بوله صلى الله عليه وسلم زكريا ۱/ ۵۲۲، کراچی ۱/ ۲۱۸، إمداد المفتين ۲/ ۲۶۶، مرقاة، کتاب الطهارة، باب أحكام المياه، فضلاته عليه السلام، ملتانی ۲/ ۵۳، إمداد الأحكام ۱/ ۳۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ صفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۲/۱۴۱۹ھ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ

سوال [۲۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور ﷺ کا سایہ اصلی تھا یا نہیں؟ حدیث کی روشنی میں صحیح بات کیا ہے بتائیں؟
المستفتی: محمد نبی قاسمی، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ
الجواب وباللہ التوفیق: صحیح حدیث شریف میں اس بات کا واضح ثبوت موجود ہے کہ حضور ﷺ کا اصلی سایہ موجود تھا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عائشة أن بعير الصفية اعتل وعند زينب فضل من الإبل، فقال رسول الله ﷺ: لزینب أن بعیر صفیة قد اعتل فلو أنك أعطيتها بعیرا، قالت: أنا أعطی تلك اليهودیة، فتركها، فغضب رسول الله ﷺ شهرین، أو ثلاثا حتى رفعت سریرها، وظنت أنه لا یرضی عنها، قالت: فإذا أنا بظله یوما بنصف النهار، فدخل رسول الله ﷺ فأعادت سریرها. (مسند أحمد ۶/ ۲۶۱، رقم: ۲۶۷۸۰، ۶/ ۱۳۲، رقم: ۲۵۵۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ صفر ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۹۲۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۸/۱۴۲۶ھ

سایہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت

سوال [۲۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اس سوال سے مقطوع ایک سوال خدمت اقدس میں ہے، کیا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں تھا؟

المستفتی: عبید اللہ خان بختیارگری محلہ مولوی گنج، گنگا
پرشار درود تحصیلدار واپی مسجد کے برابر میں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بعض ضعیف روایات میں حضور ﷺ کے سایہ نہ ہونے کا ذکر موجود ہے؛ لیکن وہ سب روایات ناقابل اعتبار ہیں؛ اس لئے کہ صحیح اور معتبر روایات میں صاف الفاظ کے ساتھ آپ ﷺ کا سایہ ہونا ثابت ہے۔ ”مسند امام احمد بن حنبل“ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بسند صحیح ایک لمبی روایت موجود ہے، اس کا ایک ٹکڑا نقل کیا جاتا ہے:

قالت: فیئما أنا یوما بنصف النهار إذا أنا بظل رسول اللہ ﷺ

مقبل. الحدیث (مسند امام أحمد بن حنبل ۶/ ۱۳۲، رقم: ۲۵۵۱۶، ۶/ ۲۶۱، رقم:

۲۶۷۸۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ العلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲ھ/۷

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۷۲۲/۲۷)

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا؟

سوال [۲۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: لوگوں میں مشہور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا، کیا یہ درست

ہے؟ یا عام انسانوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی سایہ تھا؟ روایات کے حوالہ سے جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عام انسانوں کی طرح آپ ﷺ کا بھی سایہ تھا، جو صحیح حدیث سے ثابت ہے، عام لوگوں میں جو مشہور ہے کہ آنحضرت ﷺ کا سایہ نہیں تھا وہ غلط مشہور ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲۶۱/۱۸)

فلما كان شهر ربيع الأول دخل عليها فرأت ظله، فقالت: إن هذا ظل رجل وما يدخل على النبي ﷺ، فمن هذا؟ فدخل النبي ﷺ. (مسند أحمد قديم ۱۳۲/۶، رقم: ۲۵۵۱۶)

عن عائشة أن بعير الصفية اعتل وعند زينب فضل من الإبل، فقال رسول الله ﷺ لزينب: أن بعير صافية قد اعتل فلو أنك أعطيتها بعيرا، قالت: أنا أعطيتك اليهودية، فتركها، فغضب رسول الله ﷺ شهرين، أو ثلاثا حتى رفعت سريرها، وظنت أنه لا يرضى عنها، قالت: فإذا أنا بظله يوما بنصف النهار، فدخل رسول الله ﷺ فأعادت سريرها. (مسند أحمد ۲۶۱/۶، رقم: ۲۶۷۸۰، إمداد الفتاوى ۵۷/۴، تفسير هدايت القرآن، سورة الكهف ۲۴۶/۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲۳۵/۱/۱۹ھ

الف فتویٰ رجسٹرڈ خاص

کیا حضور ﷺ کا سایہ تھا؟

سوال [۲۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا حضور ﷺ کا سایہ تھا جیسا کہ ہم خالی انسانوں کا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ”خصائص کبریٰ“ اور ”فتح العزیز“ وغیرہ کی نہایت ضعیف اور کمزور روایات میں حضور ﷺ کا سایہ نہ ہونا مروی ہے؛ لیکن مسند احمد بن حنبل میں دو جگہ صحیح اور مرفوع متصل سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت موجود ہے، جس میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کے تحت حضور ﷺ کا عام انسانوں کی طرح سایہ مبارک کا ہونا صراحت کے ساتھ ثابت ہے؛ اس لئے اعتماد اور اعتقاد یہی ہونا چاہئے کہ حضور ﷺ کا حقیقی سایہ مبارک موجود تھا۔ اور صحیح روایت کے مقابلہ میں ضعیف روایت پر اعتقاد کرنا جائز نہیں۔ حدیث ملاحظہ ہو:

عن عائشة - رضي الله عنها - أن رسول الله ﷺ كان في سفر له، فاعتل بعير لصفية، وفي إبل زينب فضل، فقال لها رسول الله ﷺ: إن بعيراً لصفية اعتل فلو أعطيتها بعيراً من إبلك، فقالت: أنا أعطيتك اليهودية، قال: فتركها رسول الله ﷺ إذا الحجرة والمحرم شهرين، أو ثلاثة لا يأتيها قالت: حتى يئست منه وحولت سريري قالت: بينما أنا يوماً بنصف النهار إذا أنا بظل رسول الله ﷺ مقبل.

(مسند أحمد ۶/ ۱۳۲، رقم: ۲۵۵۱۶، ۶/ ۲۶۱، رقم: ۲۶۷۸۰)

اسی طرح صحیح ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم کی روایت میں خود آں حضور ﷺ کے الفاظ اپنے اور مومنین کے سایہ کو دیکھنے سے متعلق وارد ہوئے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائے:

عن أنس بن مالك قال: صلينا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الصبح، قال: فبينما هو في الصلاة مدیده، ثم أخرجها، فلما فرغ من الصلاة، قلنا: يا رسول الله! صنعت في صلاتك هذه ما لم

تصنع في صلاة قبلها؟ قال: إني رأيت الجنة قد عرضت علي، ورأيت فيها دالية، قطنها دانية، حبها كالدباء، فأردت أن أتناول منها، فأوحى إليها أن استأخري. فاستأخرت، ثم عرضت علي النار بيني وبينكم "حتى رأيت ظلي وظلكم"، فأومات إليكم أن استأخروا، فأوحى إلي أن أقرهم فإنك أسلمت وأسلموا، وهاجرت وهاجروا، وجاهدت وجاهدوا، فلم أر لى عليكم فضلا إلا بالنبوة. (صحيح ابن خزيمة ۱/ ۴۴۸، رقم: ۸۹۱، المستدرک علی الصحیحین للحاکم، قديم ۴/ ۵۰۳، جديد، مكتبه نزار مصطفی الباز، رقم: ۸۴۰۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۲/۳/۱۴۱۹ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۶/۵۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں؟

سوال [۲۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ تھا یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: امداد الحق پیر بھومی، ۱۶/ جمادی الاول ۱۴۱۱ھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور ﷺ کے سایہ مبارک کے بارے میں علماء نے مختلف اقوال نقل فرمائیں ہیں۔ قاضی عیاض "شفاء" میں اور علامہ سیوطی نے "خصائص کبریٰ" میں اور "فتح العزیز" و "مدارج النبوة" وغیرہ میں آپ ﷺ کا سایہ نہ ہونا نقل فرمایا ہے؛ لیکن عدم سایہ پر کوئی صحیح روایت مروی نہیں ہے۔ جب کہ "مسند امام احمد بن حنبل" میں صحیح سند کے ساتھ آپ ﷺ کا سایہ مبارک ہونا مروی ہے کہ حضرت

زینب رضی اللہ عنہا کا ایک لمبا واقعہ ہے، اس میں حضور ﷺ کا دو پہر کے وقت تشریف لانا اور سایہ مبارک ہونا صاف لفظوں میں موجود ہے۔

عن عائشة أن بعير الصفية اعتل وعند زينب فضل من الإبل، فقال رسول الله ﷺ لزینب: أن بعير صافية قد اعتل فلو أنك أعطيتها بعيراً، قالت: أنا أعطى تلك اليهودية، فتركها، فغضب رسول الله ﷺ شهرين، أو ثلاثاً حتى رفعت سريرها، وظنت أنه لا يرضى عنها، قالت: فإذا أنا بظله يوماً بنصف النهار، فدخل رسول الله ﷺ فأعادت سريرها. (مسند أحمد ۶/ ۲۶۱، رقم: ۲۶۷۸۰، إمداد الفتاوى ۴/ ۵۷، تفسير هدايت القرآن، سورة الكهف ۵/ ۲۴۶)

اور ’’حاوی الارواح الی بلاد الافراح‘‘ جلد اول، باب اول ۴۲، میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کا اپنا سایہ مبارک کو خود ملا حظہ فرمانا ثابت ہے۔
لقد رأيت ظلي. الحديث. (بحوالہ فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۱۰۹، جدید

ڈابھیل ۴/ ۸۰)

لہذا یہی صحیح ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ مبارک تھا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ جمادی الاول ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۲۲۰/۲۶)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۵/۱۴۱۱ھ

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور ہیں

سوال [۲۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور ہیں، یا ہماری طرح بشر ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو خلق فرمایا، کیا یہ حدیث سے ثابت ہے؟ اس نور کے کیا معنی ہیں؟

المستفتی: محمدناظم مراد آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایک کمزور قسم کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ملتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أول ما خلق الله نور محمد صلي الله عليه وسلم. (عمدة القاري، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في قول الله: وهو الذي يبدأ الخلق، مكتبة دار احياء التراث العربي ۱۵ / ۱۰۹، زكريا ۱۰/ ۵۴۳)

اور دوسری طرف قرآن کریم کے نص قطعی میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ”انما انا بشر مثلکم“ (سورۃ الکہف: ۱۱۰) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہے کہ لوگوں کے درمیان اعلان کر دیں کہ میں بھی تم تمام لوگوں کی طرح ایک بشر اور انسان ہوں۔ اب دونوں قسم کی نصوص میں تطبیق یوں ہے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد نور نبوت اور منصب نبوت ہے، جس کے ذریعہ سے جن وانس کو ہدایت کی روشنی ملی ہے، اس سے مراد ہرگز یہ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر جسم بشری نہیں تھا؛ بلکہ عین جسم نوری تھا۔

قال: والأولى أن يقال: هي مستعارة للعلم والهداية، كما قال الله

تعالى: فهو على نور من ربه. (فتح الباري، كتاب الدعوات، باب الدعاء إذا نته من

الليل، مكتبة دار الريان للتراث بيروت ۱۱/ ۱۱۸، اشرفي ديوبند ۱۱/ ۱۴۲)

ورنہ ایک کمزور روایت کی بنا پر قرآن کریم کی ایک نص قطعی کا معنی بدل دینا لازم آئے گا، جو کسی حال میں جائز نہیں، اسی وجہ سے تو آپ کا عام انسانوں کی طرح جسمانی سایہ مبارک کا ہونا صحیح روایت سے ثابت ہے۔

وفي حديث طويل: قالت: فينما أنا يوما بنصف النهار، إذا أنا

بظل رسول الله ﷺ مقبل. الحديث (مسند أحمد ۶/ ۱۳۲، رقم: ۲۵۵۱۶)

اور اب رہی یہ بات کہ رات کے وقت چہرہ انور کی روشنی سے سوئی کا تلاش کر لینا یہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا، یہ ہمیشہ نہیں ہوتا تھا؛ بلکہ کبھی کبھی ہوتا تھا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۴۱۹/۳/۱۶
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۷۶)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۱۹/۳/۲۳

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہیں؟

سوال [۲۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہیں؟

المستفتی: شفیق احمد گودھنا، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نور کے معنی لغت میں ”روشنی“ کے ہیں، چنانچہ اللہ پاک نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا ہے: ”هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا“ (سورۃ یونس: ۵) اور روشنی چونکہ خود بھی ظاہر ہوتی ہے اور دوسری چیزوں کو بھی ظاہر کرنے والی ہوتی ہے۔ اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہدایت یافتہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی ہدایت کی راہ دکھانے والے ہوتے ہیں؛ اس لئے ان کو نور کہا جاتا ہے، جہاں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور سے تعبیر کیا گیا ہے وہاں یہی مراد ہے، جیسا کہ سورہ ”احزاب“ میں فرمایا گیا ہے: ”وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا“۔ [الأحزاب: ۴۶]

حاصل یہ نکلا کہ از راہ ہدایت حضور علیہ السلام کی ذات ہمارے لئے سراپا نور ہے، ورنہ ماہیت اور حقیقت کے اعتبار سے آپ انسان ہیں، جیسا کہ قرآن مقدس کی متعدد آیات میں اس کا تذکرہ ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَمَنْ كَانَ

يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا.

[سورة الكهف، آیت: ۱۱۰]

قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيَّ بَشَرًا مِنْ شَيْءٍ. [سورة الأنعام، آیت: ۹۱]

وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشْرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذَا لَخَاسِرُونَ. [سورة المؤمنون: ۳۴]

اور فن عقائد کی مشہور کتاب ”شرح عقائد“ میں ہے:

وقد أرسل الله تعالى رسلا من البشر إلى البشر، مبشرين لأهل الإيمان والطاعة بالجنة والثواب. (شرح عقائد، نعيمہ دیوبند ۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عقائد اللہ عنہ

۲۰ صفر ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۲۸)

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں؟

سوال [۲۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کہتا ہے کہ حضور ﷺ نور ہیں۔ اور آیت قرآنی اور احادیث نبویہ سے استدلال کرتا ہے۔ دلیل آیت قرآنی: ”يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ“ کو پیش کرتا ہے۔ اور ”اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكُوتٍ“ سے استدلال کرتا ہے۔ اور حدیث نبوی: ”أول ما خلق الله من نوري“ سے اپنے عقیدہ کو ثابت کرتا ہے۔ اور ایک حدیث استدلال میں پیش کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”یا جابر! إن الله قد خلق قبل الأشياء نور نبيك من نوره“.

لہذا ان تمام آیات کریمہ اور احادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں، تو زید کا یہ استدلال و عقیدہ اور عمل کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل واضح فرما کر شکر یہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ بیٹو! تو جروا

المستفتی: محمد انیس لکھنوی پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بشر ہونا قطعی ہے۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اس کا منکر نص قرآنی اور احادیث شریفہ کا منکر ہے۔ باری تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا اعلان کیا ہے۔ اور احادیث مبارکہ میں بھی اس کا بیان موجود ہے۔ آیات کریمہ ملاحظہ فرمائیے: (۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ . [سورة الكهف، آیت: ۱۱۰]

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ . [سورة إبراهيم: ۱۱]

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا . [بني إسرائيل: ۹۳]

اور اب احادیث شریفہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی مرتبہ نماز میں سہو ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی ایک بشر ہی ہوں، جیسے تم بھولتے ہو میں بھی بھولتا ہوں، میں بھول جاؤں تو یاد دلایا کرو۔

إنما أنا بشر مثلکم أنسیٰ کما تنسون، فإذا نسیت فذکرونی.

(بخاری شریف، باب التوجه نحو القبلة حيث كان، النسخة الهندية ۱/ ۵۸، رقم: ۳۹۹، ف: ۴۰۱)

(۲) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دو فریق اپنا جھگڑا لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا: ”إنما أنا بشر“ میں ایک بشر ہی ہوں، میرے پاس لوگ اپنا جھگڑا لے کر آتے ہیں، ممکن ہے کہ ایک فریق اپنے دلائل صفائی سے پیش کرنے میں چالاک اور چرب زبان ہو، میں سمجھ جاؤں کہ اس نے سچ کہا ہے اور اس بنا پر میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں (مگر یاد رکھ) اس طریقہ سے جس کو بھی لاعلمی میں دوسرے کا حق دلوادوں تو وہ (اس کے لئے) جہنم کا ایک ٹکڑا ہے، چاہے تو اس کو لے لے یا اس کو چھوڑ دے۔

عن أم سلمة زوج النبي ﷺ عن رسول الله ﷺ أنه سمع خصومة بباب حجرته، فخرج إليهم، فقال: إنما أنا بشر، وأنه يأتيني الخصم، فلعل بعضكم أن يكون أبلغ من بعض فاحسب أنه قد صدق وأقضي له بذلك، فمن قضيت له بحق مسلم، فإنما هي قطعة من النار، فليأخذها أو فليتركها. (بخاري شريف، كتاب المظالم، باب إثم من خصم في

باطل، النسخة الهندية ۱/ ۳۳۲، رقم: ۲۳۹۴، ف: ۲۴۵۸)

(۳) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کے لوگ کھجور کی تاثیر کیا کرتے تھے (یعنی اس تصور کی بنا پر کہ کھجوروں میں نر اور مادہ ہوتے ہیں، ایک کا قلم دوسرے میں لگاتے تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کہ یہ کیا کرتے ہو؟ حضرات انصار نے جواب دیا کہ یہی طریقہ ہے۔ اور ایسے ہی ہم کیا کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ ایسا نہ کرو، تو بہتر ہوگا، چنانچہ حضرات انصار نے یہ عمل چھوڑ دیا (مگر) اس سال کھجور کی پیداوار کم ہوئی۔ راوی کہتے ہیں: لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا: ”انما أنا بشر“ میں ایک بشر ہی ہوں، جب دین کے معاملہ میں کسی بات کا حکم کروں تو اس کو لو اور اس پر عمل کرو (وہ منجانب اللہ ہوگا) اور جب میں اپنی رائے سے کوئی بات بتاؤں تو میں ایک بشر ہی ہوں (اس میں غلطی بھی ہو سکتی ہے اور اس میں آپ حضرات کو بھی رائے دینے کا حق ہے)

عن رافع بن خديج قال: قدم النبي ﷺ المدينة وهم يؤبرون النخل، فقال: ما تصنعون؟ قالوا: كنا نصنعه، قال: لعلكم لو لم تفعلوا كان خيرا، فتركوه، فنقصت، قال: فذكروا ذلك له، فقال: إنما أنا بشر إذا أمرتكم بشيء من أمر دينكم فخذوا به، وإذا أمرتكم بشيء من رأيي، فإنما أنا بشر. (مشکوٰۃ شریف / ۲۸، صحيح ابن حبان، دارالفكر بيروت ۱/ ۸۲، رقم: ۲۳)

(۴) حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے، جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر ”غدیر خم“ کے پاس پہنچ کر یہ خطبہ دیا: اما بعد! لوگوں لو! میں بھی ایک بشر ہوں، ہو سکتا ہے کہ میرے رب کا قاصد میرے پاس آئے اور میں اس کو بلیک کہہ دوں، میں تمہارے درمیان دو اہم چیزیں چھوڑے جاتا ہوں:

قال: قام رسول الله صلى الله عليه وسلم يوماً فإنا خطيباً بماء يدعى خمًا، بين مكة والمدینة، فحمد الله وأثنى عليه، ووعظ وذكّر، ثم قال: أما بعد! ألا! أيها الناس! فإنما أنا بشر يوشك أن يأتي رسول ربي فأجيب، وأنا تارك فيكم ثقلين. (مسلم شریف، کتاب الفضائل، باب من

فضائل علی بن أبی طالبؑ، النسخة الهندية ۲/ ۲۷۹، بيت الأفكار، رقم: ۲۴۰۸)

ان تمام آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام بشر ہیں؛ لہذا زید کا نبی علیہ السلام کے بارے میں بشریت کا انکار کرنا اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ اور وہ تمام آیات کریمہ جن میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو نور سے تعبیر کیا گیا ہے، وہ اس بنا پر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نوع انسانی کو کفر و شرک کی ظلمت و تاریکی کی حالت میں آفتاب و ماہتاب کی روشنی کی طرح ایمان کی نورانی روشنی ملتی ہے؛ لہذا ان آیتوں کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں ہیں؛ بلکہ بشر ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آفتاب و ماہتاب کی طرح ہدایت کی روشنی نوع انسانی کو حاصل ہوتی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیمہ ۲/ ۳۸۹-۳۹۲، جدید زکریا ۳/ ۳۷-۳۹۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۱/۷/۱۱

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یکم رجب ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۰۴/۳۵)

حضور ﷺ کا مرض الموت میں دو روز قبل اپنی وفات کی خبر دینا

سوال [۲۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے دوران وعظ مسجد میں یہ بات بیان کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مرض الموت میں بیمار ہوئے تو آپ ﷺ نے وفات سے دو دن قبل فرمایا: کہ میں دو دن اور زندہ رہوں گا، کیا واقعی آپ ﷺ نے دو دن پہلے وفات کی اطلاع دی ہے؟ اگر یہ صحیح ہے؟ تو براہ کرم اس کا حوالہ تحریر فرمادیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے، تو ایسا کہنے والے کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس کا حوالہ کسی معتبر کتاب میں احقر کی نظر سے نہیں گذرا، ایسا کہنے والے کے لئے اس وقت کوئی حکم لگایا جاسکتا ہے، جب کہ اس سے اس بات کا حوالہ معلوم کر لیا جائے، کہ وہ بات کہاں ہے، بعض واعظین وعظ کی کتابوں میں اس طرح کی باتیں لکھتے ہیں، جو معتبر نہیں ہیں، ہاں البتہ وفات سے پہلے مرض الوفا میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کان میں سرگوشی کے دوران یہ فرمایا ہے کہ اسی مرض میں دنیا سے رحلت فرما جاؤں گا۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بتلایا کہ میرے اہل وعیال میں سے سب سے پہلے تم ہی مجھ سے ملاقات کرو گی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عائشة^{رض} قالت: دعا النبي صلى الله عليه وسلم فاطمة ابنته في شكواه التي قبض فيها، فسارها بشيء، فبكت، ثم دعاها فسارها، فضحكت، قالت: فسألتها عن ذلك، فقالت: سارني النبي صلى الله عليه وسلم فأخبرني أنه يقبض في وجعه الذي توفي فيه، فبكت، ثم سارني فأخبرني أنني أول أهل بيته أتبعه فضحكت. (صحيح البخاري، كتاب

فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب فاطمة رضی اللہ عنہا، النسخة الهندية ۱/ ۵۳۲، رقم: ۳۶۳۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۷۱/۲۴)

نبی مرگئے، امت یتیم ہوگئی سے حیات قبر کا انکار ثابت نہیں ہوتا

سوال [۲۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک مقرر نے بعد خطاب درمیان دعا اس قسم کے کلمات ادا کئے: ”اے اللہ! تو نے اپنے نبی کو اپنے پاس بلا لیا، تیرے وعدہ کے مطابق تیرے نبی مر گئے، امت یتیم ہوگئی، اگر تیرے نبی زندہ ہوتے تو ہم ان کو وسیلہ بنا کر تجھ سے دعا کرتے؛ لیکن جب وہ نہ رہے تو ہم براہ راست تجھ ہی سے دعا کرتے ہیں“ مقرر مذکور نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا انکار کیا ہے، جو آپ کو بعد وصال حاصل ہے، جب کہ کتب معتبرہ سے ثابت ہے کہ نبی کی زندگی بعد وفات امر اجماعی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مقرر مذکور پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ ایسا عقیدہ رکھنے والا خارج از اسلام ہے یا نہیں؟ نیز ایسے مقرر کی تقریر سننا یا تقریر کے لئے مدعو کرنا کیسا ہے؟ کتب معتبرہ سے ایسا تفصیلی جواب عنایت فرمائیں کہ حق عیاں ہو جائے۔

المستفتی: شبیر احمد، بنگلور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مقرر مذکور نے اثنائے دعا اس طرح کے جو کلمات ادا کئے ہیں کہ ”نبی مر گئے، امت یتیم ہوگئی، اگر تیرے نبی زندہ ہوتے تو ہم ان کو وسیلہ بناتے“ بظاہر اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مقرر نے دنیا سے وصال فرما جانے کو مراد لیا ہے، حیات قبر کا انکار نہیں کیا ہے۔ اور دنیا سے گذر جانے اور چلے جانے کے لئے خود

قرآن و احادیث میں آپ کے لئے لفظ موت کا استعمال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ”إِنَّكَ مَيِّتٌ وَأَنْهُمْ مَمِيَّتُونَ“ [الزمر: ۳۰] اس آیت کریمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ بھی مرنے والے ہیں اور آپ کے دشمن و احباب بھی مرنے والے ہیں۔ اور اس آیت میں ضمناً یہ بھی بتلایا گیا کہ افضل الخلاق اور سید المرسلین ہونے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی موت سے مستثنیٰ نہیں ہیں، تاکہ آپ کی وفات کے بعد لوگوں میں اختلاف پیدا نہ ہو۔ (مستفاد: معارف القرآن، سورة الزمر: ۳، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۵۵۶/۷)

”إِنَّكَ مَيِّتٌ وَأَنْهُمْ مَمِيَّتُونَ“ وهو خطاب للنبي ﷺ أخبره بموته وموتهم - إلى - الرابع: لئلا يختلفوا في موته كما اختلفت الأمم في غيره.

(تفسیر قرطبی، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت، المجلد الثامن من الجزء ۱۵/۱۶۵)
لہذا مذکورہ مقرر کے الفاظ مفسرین کی تفسیر کے مخالف نہیں ہیں۔ اور قبر کی زندگی کا بھی انکار ثابت نہیں ہوتا ہے؛ اس لئے مقرر مذکور پر کوئی سخت احکام نافذ نہیں کئے جائیں گے۔ اور بعد الوفات وسیلہ کو ناممکن سمجھنا مقرر کی ناواقفیت پر مبنی ہے۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد بھی حضور ﷺ کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا سلف سے ثابت ہے۔

ويجوز التوسل إلى الله تعالى والإستغاثة بالأنبياء والصالحين بعد

موتهم. (بريقة ۱/ ۲۷۰، بحوالہ تسکین الصدور، مطبع لاهور: ۴۳۵)

عن أبي أمامة بن سهل بن حنيف، عن عمه عثمان بن حنيف، أن رجلاً كان يختلف إلى عثمان بن عفان في حاجة، وكان عثمان لا يلتفت إليه ولا ينظر في حاجته، فلقي بن حنيف، فشكى ذلك إليه، فقال عثمان بن حنيف: إيت الميضاة، فتوضأ، ثم أتت المسجد فصل فيه ركعتين، ثم قل: اللهم إني أسئلك أتوجه إليك بنينا محمد نبي الرحمة يا محمد إني أتوجه بك إلى ربي فتقضي لي في حاجتي.

(المعجم الكبير، دار احیاء التراث العربی ۹/ ۳۱، رقم: ۸۳۱۱)

قال أبو بكر: علمني رسول الله صلى الله عليه وسلم هذا الدعاء:
فقال: قل: اللهم إني أسئلك بمحمد نبيك وبإبراهيم خليلك.
الحديث (جمع الفوائد ۲/ ۲۶۴)

اور احادیث مبارکہ میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لفظ ”موت“ استعمال کیا ہے۔

إن أبا بكر قبل النبي ﷺ بعد ما مات. (وحدیث آخر) عن عائشة قالت: كنت مستندة النبي ﷺ إلى صدري، أو قالت: إلى حجري، فدعا بطست ليول فيه، ثم بال، فمات ﷺ. (شمائل ترمذی، النسخة الهندية ۲۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴ھ/۷/۷

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ رجب ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۵۲۰)

کیا حضور پاک ﷺ مٹی میں مل گئے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

سوال [۲۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مٹی میں مل گئے، آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب تحریر کریں۔

المستفتی: محمد رضوان الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آقائے نامدار علیہ الصلاۃ والسلام وفات پا کر قبر اطہر میں تشریف لے گئے، جیسے عام لوگ قبر میں جا کر مٹی بن جاتے ہیں، آقائے نامدار، تاجدار مدینہ علیہ الصلاۃ والسلام کا حال ایسا نہیں ہے؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں جا کر صحیح و سالم زندہ ہیں۔ اور آپ کا جسد اطہر مٹی پر حرام ہے، اگر زید مٹی میں ملنے سے

یہ مراد لیتا ہے کہ قبر میں تشریف فرما ہیں، تو صحیح ہے۔ اور اگر یہ مراد لیتا ہے کہ عام لوگوں کی طرح مٹی میں مل گئے ہیں، تو یہ غلط ہے۔

عن أنس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ: الأنبياء أحياء في

قبورهم يصلون. (مسند أبو يعلى موصلي، دار الكتب العلمية بيروت ۳/ ۲۱۶، رقم: ۳۴۲۵، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۳/ ۶۳، رقم: ۶۳۹۱، ۱۳/ ۲۹۹، رقم: ۶۸۸۸، حياة الأنبياء للبيهقي ۳/ مجمع الزوائد ۸/ ۲۱۱)

إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء. (زاد المعاد ۱/ ۳۶۵، نسائي شريف، كتاب الجمعة، إكثار الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة، النسخة الهندية ۱/ ۴، ۳۰، دار السلام، رقم: ۱۳۷۵، ابن ماجه شريف، فرض الجمعة، باب في فضل الجمعة، النسخة الهندية ۱/ ۷۶، دار السلام، رقم: ۱۰۸۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، أبو داؤد شريف، كتاب الصلاة، باب تفريع أبواب الجمعة، النسخة الهندية ۱/ ۱۵۰، دار السلام، رقم: ۱۰۴۷، ۱۵۳۱، سنن دارمي، دار المغني ۲/ ۹۸۱، رقم: ۱۶۱۳، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۸/ ۴۱۱، رقم: ۳۴۸۵، صحيح ابن خزيمة، المكتب الإسلامي ۲/ ۸۳۹، رقم: ۱۷۳۳، المستدرک، مكتبة نزار مصطفى الباز ۱/ ۴۰۵، رقم: ۱۰۲۹، ۸۶۸۱) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۲۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۷۹۱/۳۵)

حضور ﷺ کا پردہ فرمانے کے بعد دنیا میں کسی سے ملاقات کے لئے آنا

سوال [۲۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (الف) حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیا بعد وفات اپنی قبر سے اٹھ کر دنیا میں تشریف لا کر کسی اللہ کے نیک بندے کو پانی پلا جائیں یہ ممکن ہے؟ ایسا عقیدہ رکھنا شرک تو نہیں؟

(ب): ایسے جبرئیل علیہ السلام کسی غیر نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کو پانی پلا جائیں یا کچھ اور کام کر جائیں، کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ اگر ہاں تو فیہا ورنہ ایسا عقیدہ رکھنے والا گنہگار ہو گا یا نہیں؟

المستفتی: قاری عبدالرحمن شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد الوفات دنیا میں تشریف لا کر کسی کی ضرورت پوری کرنے کے سلسلے میں بندہ کو کوئی صریح روایت نہیں مل سکی؛ اس لئے بندہ اس سلسلے میں کچھ لکھنے سے قاصر ہے؛ البتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا دنیا میں تشریف لانا حدیث صحیح سے ثابت ہے، چنانچہ بحکم خدا کسی خاص شخص کی اعانت و مدد کر سکتے ہیں۔

عن أنس بن مالک - رضي الله عنه - قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا كان ليلة القدر نزل جبرئيل عليه السلام في كبكبة من الملائكة. (شعب الإيمان، باب في الصيام: في ليلة العيدين ويومهما، دارالكتب العلمية بيروت ۳/ ۳۴۳، رقم: ۳۱۷۱۷، مشكوة شريف ۱/ ۱۸۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کیا حضور اکرم ﷺ کے والدین مؤمن تھے؟

سوال [۲۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے والدین خدا کو ماننے والے، صاحب ایمان مسلمان تھے یا نہیں؟ یا غیر مسلم تھے، بتوں کو پوجتے تھے یا نہیں؟

المستفتی: محمد حسن، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس سلسلہ میں ائمہ اور فقہاء کے درمیان اختلاف

چلا آ رہا ہے، حضرت حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز میں آپ کے والدین کو دوبارہ زندگی عطا فرمائی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر بحالت ایمان وفات پائے۔

كما في الشامي: ألا ترى! أن نبينا عليه الصلاة والسلام قد أكرمہ الله تعالى بحياة أبويه له حتى آمنابه، كما في حديث صحيح، صححه القرطبي. (شامي، کراچی ۴/ ۲۳۱، زکریا ۶/ ۳۶۹)

اور حضرت امام اعظمؒ اور ملا علی قاریؒ کی رائے یہ ہے کہ بحالت کفر وفات پائے۔

كما في فقه الأكبر للإمام الأعظم أبي حنيفة وشرحه للعلامة ملا علي قاري: ووالد رسول الله ﷺ ماتا على الكفر هذا رد من قال: أنهما ماتا على الإيمان، أو ماتا على الكفر، ثم أحياهم الله تعالى، فماتا في مقام الإيقان. (شرح فقه أكبر، مکتبہ اشرفی دیوبند، ص: ۱۳۰)

ثم الجمهور على أن والديه ﷺ ماتا كافرين، وهذا الحديث أصح ما روي في حقهما. (بذل المجهود، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، مکتبہ یحیی سہارنپور ۴/ ۲۱۴، دار البشائر الإسلامية ۱۰/ ۵۲۴، مرقاة المفاتیح، كتاب الجنائز، باب زيارة القبور، الكلام على إيمان والديه عليه الصلاة والسلام، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۴/ ۱۱۳)

عن أنس أن رجلا قال: يا رسول الله! أين أبي؟ قال: في النار، فلما قفى دعاه، فقال: إن أبي وأباك في النار. (مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب

بيان أن من مات على الكفر، فهو في النار، النسخة الهندية ۱/ ۱۱۴، بيت الأفكار، رقم: ۲۰۳)

لہذا اس سلسلہ میں کف لسان ہی بہتر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۰۷/۹/۱۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۲۰۵)

حضور ﷺ کی خدمت میں سلام بھیجنا اور مدینہ بلوانے کی درخواست کروانا

سوال [۲۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک زائر حرم سے بندے نے عرض کیا کہ بارگاہ رسالت میں میری جانب سے صلوٰۃ و سلام پیش کر دینا، بعدہ جائز ہو تو یہ بھی عرض کر دینا کہ آقا بلالو؛ تو یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً بارگاہ رسالت میں یہ عرض کرنا یا رسول اللہ! رب العالمین سے دعا فرما دیجئے کہ عبدالعزیز بن حبیب اللہ کو مدینہ منورہ کی سکونت عطا فرمادے، یا مدینہ منورہ کی زیارت نصیب فرمائے، یا حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرمائے۔

المستفتی: عبداللہ برتن بازار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: یہ طریقہ بھی جائز ہے، جب کہ شرک کا اشتباہ نہ ہو کہ تو سب طلب از صالحان و دوستان خدا در حالت حیات کند و آں جائز است باتفاق پس آں چرا جائز نباشد و فرق نیست در ارواح کمالاں در حین حیات و بعد از ممات۔

(فتاویٰ عزیزی ۲/ ۱۰۸، فتاویٰ رشیدیہ قدیم: ۱۰۲، جدید زکریا: ۷۴)

سوال از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کرام و شہداء عظام و صلحاء عالی مقام بعد موت شاں استمداد بایں طور کہ یا فلاں از حق تبارک و تعالیٰ حاجت مرا بخواہ و شفیع من شو، و دعاء برائے من بخواہ در راست یا نے جواب اگر استمداد بایں طریق است کہ در سوال مذکور است، پس ظاہراً اجوازا است امیرانکہ در میصورت شرک نمی آید مانند استمداد از صلحاء بدعاء و التجاء در حال حیات الخ۔ (فتاویٰ عزیزی ۱/ ۸۹)

نسألک أن تسأل الله تعالى أن لا يقطع آثارنا من زيارة حرمك، وأن يعيدنا سالمين غانمين. الخ. (وفاء الوفاء ۳/ ۴۵۲، بحوالہ تسکین الصدور،

مطبع لاہور: ۳۷۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ شعبان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۲/۸۳۲)

حضور ﷺ کی خدمت میں سلام بھیجنا اور حاجت براری کے لئے دعا کرانا

سوال [۲۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سائل چند زائرین مدینہ منورہ سے یا چند ساکنان مدینہ منورہ سے زبانی یا تحریری یہ عرض کرے کہ آپ صاحبان بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں میری جانب سے درود و سلام پیش کریں، بعدہ یہ عرض کریں کہ یا رسول اللہ! اللہ سے دعا فرمائیے کہ اللہ رب العالمین عبدالعزیز بن حبیب اللہ مراد آبادی کی تمام جائز دعائیں قبول فرمائے اور تمام جائز تمنائیں قبول فرمائے، کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

المستفتی: عبدالعزیز، بازار برتن مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ قدیم ۱۰۲، جدید زکریا: ۷۴، فتاویٰ عزیزی ۱/۸۹، ۲/۱۰۸)

نسألک أن تسأل الله تعالى أن لا يقطع آثارنا من زيارة حرمک، وأن يعيدنا سالمين غانمين إلى أوطاننا، وأن يبارک لنا فيما وهب لنا، وأن يرزقنا الشکر علی ذلك. الخ. (وفاء الوفاء ۲/ ۴۵۲، بحوالہ تسکین الصدور، مطبع نصرۃ العلوم گوجرانوالا: ۳۷۵)

السلام علیک یا رسول اللہ! من فلان بن فلان یتشفع بک إلى ربک. (غنیة خاتمة فی زیارة قبر الرسول، جدید ۳۷۹، قدیم ۲۰۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۵۶/۲۴)

اجتماعی طور پر ”یانی سلام علیک“ پڑھنے کی شرعی حیثیت

سوال [۲۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر محلہ کے چند آدمی ایک ساتھ بیٹھ کر باواز بلند ایک طرز میں یہ درود پڑھیں تو کیسا ہے:

یانی سلام علیک، یا رسول سلام علیک، یا حبیب سلام علیک.

المستفتی: محمد جمال الدین متعلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ الفاظ درود شریف کے لئے حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام، خلفاء راشدین، صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین سے ثابت نہیں ہیں۔ اور اس کو درود شریف کہنا بھی عربی محاورہ اور عربی زبان کے اعتبار سے درست نہیں ہے؛ اس لئے کہ اس کی عبارت عربی زبان اور عربی محاورہ کے اعتبار سے غلط ہے؛ کیوں کہ ”سلام علیک“ کی عبارت عربی زبان کے اعتبار سے غلط ہے؛ بلکہ ”السلام علیک“ یا ”سلام علیک“ کے الفاظ صحیح ہیں؛ اس لئے مذکورہ عبارت کو درود شریف کہنا محل تردد ہے، نیز ایک ساتھ باواز بلند صحیح درود شریف کا پڑھنا بھی دور نبوت، خلفاء راشدین، دور صحابہ، دور تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے؛ اس لئے اس کو مسلمانوں میں رائج نہیں کرنا چاہئے۔ اور جن الفاظ کے بارے میں لکھا گیا ہے، زمانے کے مبتدعین ان الفاظ کو پڑھتے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں، اگر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوئے ہیں، یا قبر اطہر میں رہ کر ان کی باتیں سن رہے ہیں، تو یہ خطرناک عقیدہ ہے، اس سے توبہ کرنا لازم ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ: ”آپ قبر اطہر میں رہ کر دور سے درود شریف خود نہیں سنتے ہیں؛ بلکہ آپ تک پہنچانے کے لئے مستقل ایک فرشتہ

متعین ہے، جو نام و نسب کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا ہے۔ اگر یہ بدعت مروجہ نہ ہو تو ذکر ولادت شریفہ عبادت ہے۔

عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: إن الله وکل بقبري ملكا، أعطاه الله أسماء الخلائق فلا يصلي علي أحد إلى يوم القيامة إلا أبلغني باسمه واسم أبيه هذا فلان بن فلان قد صلي عليك.

(البحر الزخائر المعروف بمسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۴/ ۲۵۵، رقم: ۱۴۲۵)

وقوله: إذا مت فليس أحد يصلي علي صلاة إلا قال يا محمد صلي عليك فلان بن فلان، قال: فيصلني الرب تبارك وتعالى على ذلك الرجل لكل واحدة عشرة. (الترغيب والترهيب، كتاب الذكر والدعاء، الترغيب في

إكثار الصلاة على النبي صلي الله عليه وسلم، مكتبة دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۳۲۶)

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: من صلي علي عند قبري سمعته، ومن صلي علي نائيا أبلغته. (شعب الإيمان، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۲۱۸، رقم: ۱۵۸۳)

عن ابن مسعود -رضي الله عنه- قال: قال رسول الله ﷺ: إن لله ملائكة سياحين في الأرض يبلغوني من أمتي السلام. (نسائي، كتاب الصلاة، باب التسليم على النبي صلي الله عليه وسلم، النسخة الهندية ۱/ ۱۴۳، دارالسلام، رقم: ۱۲۸۲، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۵/ ۳۰۸، رقم: ۱۹۲۵، مصنف عبدالرزاق، المجلس العلمي ۲/ ۲۱۵، رقم: ۳۱۱۶)

والإحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة، فهو جائز، بل مندوب، كسائر أذكاره، والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفرا. (إمداد الفتاوى ۶/ ۳۲۷)

ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده ﷺ، ووضع أمه له من

القیام، وهو أيضا بدعة لم يرد فيه شيء. الخ (الفتاوى الحديثة ۱۱۲ / بحواله محمودیه ڈابهیل ۳ / ۱۶۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۷ / ۸۶۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹ / ۱۴۲۶ھ

روضہ اقدس پر، بلکی آواز سے درود پڑھنا

سوال [۲۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر کوئی شخص روضہ اقدس کے قریب کھڑے ہو کر اپنے دل میں درود و سلام پڑھے، یا اتنی آہستہ آواز میں پڑھے کہ قریب کا آدمی بھی آواز نہ سن سکے، تو کیا آنحضرت ﷺ بذات خود یہ درود و سلام سنتے ہیں یا فرشتے پہنچاتے ہیں؟ باواز بلند سلام پڑھنے کی بات سمجھ میں آتی ہے؛ لیکن آہستہ یا دل میں پڑھنے کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔
المستفتی: محمد صداقت بدایوں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خود حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص میری قبر اطہر کے پاس درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتا ہے، میں خود اس کو سن کر اس کا جواب دیتا ہوں۔ اور جو دور سے درود پڑھتا ہے، فرشتے میرے پاس پہنچاتے ہیں۔

من صلی علی عند قبري سمعته، ومن صلی علی نائیا بلغته. (إعلاء

السنن، کتاب الحج، باب زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دارالکتب العلمیة بیروت ۱۰ / ۵۵۱، شرح زرقانی، دارالکتب العلمیة بیروت ۱۲ / ۲۰۳، شعب الإیمان، دارالکتب العلمیة بیروت ۲ / ۲۱۸، رقم: ۱۵۸۳)

عن ابن مسعود رض قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: إن لله ملائكة

سیاحین فی الأرض یبلغونی من أمتی السلام. (نسائی، کتاب الصلاة، باب

التسلیم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، النسخة الهندية ۱/ ۱۴۳، دارالسلام، رقم: ۱۲۸۲، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۵/ ۳۰۸، رقم: ۱۹۲۵، مصنف عبدالرزاق، المجلس العلمي ۲/ ۲۱۵، رقم: ۳۱۱۶)

لہذا اگر کوئی شخص روضہ اطہر کے پاس کھڑے ہو کر ایسی ہلکی آواز سے درود و سلام پڑھتا ہے کہ دوسرا سن بھی نہ سکتے تب بھی حضور ﷺ اس کو سنتے اور جانتے ہیں؛ کیوں کہ آپ ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں اور پڑھنے والوں کو دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں۔

ویلازم الأدب والخشوع والتواضع غاض البصر في مقام الهيئة، كما كان يفعل بين يديه في حياته، إذ هو حي ويستحضر علمه بوقوفه بين يديه وسماعه لسلامه، كما هو في حال حياته، إذ هو لا فرق بين موته وحياته في مشاهدته لأمتة ومعرفته بأحوالهم ونياتهم وعزائمهم وخواطيرهم، وذلك عنده جلی أي ظاهر لا خفاء به باطلاع الله تعالى على ذلك. (شرح زرقاني، دارالكتب العلمية ۱۲/ ۱۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۲۰ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۶۳۹)

بارگاہ رسالت میں درود و سلام کے علاوہ دوسری دعائیں کرنا

سوال [۲۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ جس کو اللہ رب العزت زیارت روضہ اطہر کی سعادت عطا فرمائے وہ درود و سلام کے علاوہ دعائے خیر کی درخواست بھی بارگاہ رسالت میں شرعاً عرض کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) یہ معلوم ہوا کہ بارگاہ رسالت میں دوسرے کی جانب سے صلوة و سلام پڑھ سکتا ہے؛

لیکن پھر وہی نمبر اولی بات کہ دوسرے کی جانب سے دعا خیر کی درخواست مختصر یا تفصیل سے عرض کر سکتا ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بارگاہ رسالت میں درود و سلام کے علاوہ دوسری دعائیں بھی اپنی اور دوسرے کی جانب سے عرض کرنا جائز ہے۔

وتبلغه سلام من أوصاك، فتقول: السلام عليك يا رسول الله من فلان بن فلان يتشفع بك إلى ربك، فاشفع له، وللمسلمين، ثم تصلى عليه وتدعو بما شئت عند وجهه الكريم مستدبر القبلة. الخ (مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی، کتاب الحج، فضل فی زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قدیم: ۴۰۷، جدید دارالکتاب دیوبند ص: ۷۴۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ شعبان ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۲/۲۴)

روضہ اقدس پر بذریعہ فون سلام پیش کرنا

سوال [۲۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید ہندوستان میں رہتا ہے اور زید کا ایک دوست بکر مدینہ منورہ میں ہے، بکر مدینہ منورہ میں روضہ اقدس پر حاضر ہو کر اپنے دوست زید سے ہندوستان میں بذریعہ موبائل فون رابطہ کرتا ہے۔ اور بکر اپنے موبائل فون کا اسپیکر آن کر دیتا ہے اور زید سے کہتا ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا سلام پیش کر دو، اسپیکر آن کرنے کے بعد موبائل فون سے نشر ہونے والی آواز خاصی بلند ہوتی ہے، تو کیا اس صورت میں زید کا سلام خدمت نبوی میں پیش ہو جائے گا؟ اور کیا اس کو بھی وہی فضیلت حاصل ہوگی جو حاضر خدمت ہو کر سلام پیش کرنے والے کو حاصل ہوتی ہے؟

المستفتی: تسلیم احمد تمباکووالان مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: موبائل کے واسطے سے خدمت رسالت میں سلام پہنچانے کی جو شکل سوال نامہ میں پیش کی گئی ہے، اس کو اگر لائوڈ اسپیکر کے ہارن کی آواز کے درجہ میں قرار دیا جائے تو یہ کہنا ممکن ہے کہ براہ راست اس کا سلام خدمت رسالت میں پہنچ رہا ہے؛ لیکن یہ ایک ڈرامائی شکل ہے، جو خدمت رسالت کے لئے سخت بے ادبی ہے، نیز کسی بھی بڑی شخصیت کو بہت دور سے پکار کر سلام کرنے کو دنیا کا ہر شخص بے ادبی اور توہین سمجھتا ہے، تو حضرت سید الکونین خاتم الانبیاء علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں کتنی بڑی بے ادبی اور توہین ہے، ہر مسلمان سمجھ سکتا ہے؛ اس لئے اس طریقہ سے موبائل آن کر کے خدمت رسالت میں سلام پیش کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اور خدمت رسالت میں حاضری کی فضیلت ایسی صورت میں کسی طرح حاصل نہیں ہوگی؛ اس لئے کہ حاضری کی فضیلت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے کہ جب براہ راست خدمت رسالت میں حاضری ہو جائے؛ لہذا سوال نامہ میں جو شکل پیش کی گئی ہے، اس میں نہ حاضری کا ثبوت ہے اور نہ ہی اس سلام کا اعتبار ہوگا؛ لہذا سلام پہنچانے کا وہی مسنون طریقہ صحیح اور درست ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ کسی کے واسطے سے سلام پہنچایا جائے، یا اپنے طور پر درود و سلام پڑھے اور اللہ کے مقرر کردہ فرشتوں کے واسطے سے خدمت رسالت میں سلام پہنچ جائے۔

عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: إن اللہ وکل بقبری ملکاً، أعطاه اللہ أسماء الخلائق فلا یصلی علی أحد إلی یوم القيامة إلا أبلغني باسمه واسم أبيه هذا فلان بن فلان قد صلی علیک.

(البحر الزخائر المعروف بمسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۴/ ۲۵۵، رقم: ۱۴۲۵)

وقوله: إذا مت فليس أحد یصلی علی صلاة إلا قال یا محمد صلی علیک فلان بن فلان، قال: فیصلی الرب تبارک وتعالیٰ علی

ذلک الرجل لكل واحد عشرًا. (التغییب والترہیب، کتاب الذکر والدعاء، باب التغییب فی إکثار الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مکتبہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۲۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۴۲۷/۷/۱۱ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۰۵۱)
 الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۲۷/۷/۱۰ھ

دوران صلاة حضور ﷺ کا خیال آنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی

سوال [۲۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز کے درمیان حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام نامی واسم گرامی آنے پر خیال اگر آئے تو نماز میں خلل ہوگا یا نہیں؟۔ بینواتوجروا

المستفتی: افتخار عادل کرولہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز کے اندر عظمت باری تعالیٰ مقصود ہوتی ہے، کسی اور کی عظمت داخل صلوٰۃ جائز نہیں ہے۔ اور خدا کی ذات کے بعد پوری کائنات میں آپ ﷺ کی ذات عالی سے بڑھ کر کسی کی بھی ذات باعظمت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑی عظمت والی ذات آپ ﷺ کی ذات عالی ہے، اسی پر ہمارا ایمان اور اسی پر ہمارا یقین ہے؛ لہذا نماز کے اندر حضور ﷺ کی ذات عالی کے علاوہ کسی اور مخلوق کا خیال آجائے اور اسی پر دھیان جم جائے تو خدا کی ذات کی عظمت سے دھیان ہٹ کر اس مخلوق کی ذات کی عظمت کی طرف منتقل نہیں ہوگا؛ لیکن اگر اس کے برخلاف آپ ﷺ کی ذات عالی پر دھیان جم جائے تو لازمی بات ہے کہ ایمان دار اور مسلمان کا دھیان خدا کی عظمت سے ہٹ کر آپ ﷺ کی ذات عالی کی

عظمت کی طرف منتقل ہو جائے گا، جب آپ ﷺ کی ذات عالی کی عظمت خیال میں جم جائے گی، تو خدا کی ذات کی عظمت جو نماز میں مقصود ہوتی ہے وہ باقی نہیں رہتی؛ اس لئے نماز کے اندر خرابی آتی ہے۔ اور آپ ﷺ کی ذات عالی کے علاوہ کسی اور مخلوق کا خیال جم جائے تو چونکہ اس کی عظمت نہیں ہوتی ہے؛ اس لئے نماز خراب نہیں ہوتی ہے، یہ اصل بات ہے۔ اور جو لوگ حقیقت سے ہٹ کر ظاہری سطح پر خالی الذہن مسلمانوں کو تردد میں ڈالتے ہیں، اس کے ذمہ دار خود وہی لوگ ہوں گے یا ان کے دلوں میں آپ ﷺ کی عظمت ہوتی ہی نہیں ہے، جس مسلمان کے دل میں آپ ﷺ کی عظمت پوری طریقہ سے ہوگی، اس کی نماز کا خطرہ ہے، کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ ’التحیات‘ کے اندر آپ ﷺ کا نام مبارک آتا ہے، تو نماز کیوں نہیں فاسد ہوتی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خیال آنا ممنوع نہیں ہے؛ بلکہ خیال کو جمالینا ممنوع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۷۱۸)

نماز میں حضور ﷺ کا خیال آنا مفسد صلاۃ نہیں؟

سوال [۲۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضور اقدس ﷺ کا نماز میں خیال آنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: محمد خلیل الرحمن عید گاہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صوفیاء و سالکین کے یہاں ایک درجہ ہے، جس کو ’’صرف ہمت‘‘ کہتے ہیں، یعنی جب کسی چیز کا دھیان آجائے تو بس اسی پر دھیان جما رہے کسی اور چیز کی اس میں گنجائش باقی نہ رہے، تو جس کو صرف ہمت کا درجہ حاصل

ہو جائے وہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دھیان دے گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و عظمت دل میں جم جائے گی اور نماز میں صرف اللہ کی تعظیم و عظمت لازم ہے، اس میں کسی غیر کی شرکت جائز نہیں؛ لہذا اب اگر صرف ہمت کے درجہ پر پہنچنے کے بعد نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان آجائے اور اسی پر دل جمالیائے، تو دھیان تعظیم خداوندی سے ہٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منتقل ہو جائے گا، تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی؛ لہذا ’التحیات‘ پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آجائے تو اس پر دھیان جمانا جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر کسی کو صرف ہمت کا درجہ حاصل نہیں ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان آجانے سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی؛ بلکہ ایمان تازہ ہوگا۔ اور تعظیم خداوندی میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۱۶۳، جدید محمودیہ، ڈی اے جیل ۶/۶۲۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ صفر ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴۰ / ۱۱۲۷)

کیا حضرت تھانویؒ نے نماز میں حضور ﷺ کے خیال آنے کو مفسد صلوة لکھا ہے؟

سوال [۲۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے ”بہشتی زیور“ میں یا اور کسی کتاب میں لکھا ہے کہ نماز میں اگر حضور ﷺ کا خیال آجائے تو نماز نہیں ہوگی۔ اور اگر نماز میں گدھے کا دھیان آجائے تو نماز ہو جائے گی۔ اس سلسلہ میں کیا مسئلہ ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے

”بہشتی زیور“ یا کسی بھی کتاب میں یہ مضمون نہیں لکھا ہے؛ البتہ حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی طرف یہ قول منسوب کرتے ہیں۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ نے یہ نہیں فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا محض خیال آجانا نماز میں مفسد ہے؛ بلکہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ایسا دھیان نہ جمایا جائے کہ نعوذ باللہ تعالیٰ کی طرف سے دھیان ہٹ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو جائے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ نماز میں صرف خدا تعالیٰ کی عظمت مقصود ہوتی ہے، ساتھ میں کسی دوسرے کی عظمت جائز نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بعد پوری کائنات میں سب سے زیادہ عظمت والی ذات سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی ہے، اسی پر ہمارا ایمان اور ہمارا یقین ہے؛ لہذا نماز میں اگر آپ ﷺ کی ذات عالی کا دھیان آجائے اور اس کی طرف قوت دھیان جما لیا جائے تو مؤمن کامل کا دھیان اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، یہی نماز کے اندر خرابی کا باعث بنتا ہے؛ کیوں کہ عبادت غیر اللہ کے لئے ہو جاتی ہے، اس کے برخلاف آپ ﷺ کی ذات اقدس کے علاوہ کسی اور کی ذات اتنی بڑی باعظمت نہیں ہے کہ اس کی طرف دھیان جمالینے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت میں کوئی فرق آتا ہو؛ لہذا اگر نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے علاوہ کسی دوسری مخلوق کا خیال آجائے گا تو نماز میں خرابی نہیں آئے گی؛ اس لئے کہ دوسری مخلوق کی ذات اتنی بڑی باعظمت نہیں ہے، جس کی وجہ سے عظمت خدا سے دھیان منتقل ہو سکتا ہو۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۱۶۳، جدید ڈبھیل ۶/۶۲۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۹/۸/۱۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۹/۸/۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۸۸۳/۳۴)

نماز میں حضور ﷺ کے خیال آنے کی شرعی حیثیت

سوال [۲۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ نماز میں اگر حضور ﷺ کا خیال آجائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟
بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ دیوبندی کا یہ عقیدہ ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

المستفتی: جسیم احمد سرس مول گڈر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز میں اللہ تعالیٰ کی عظمت مقصود ہوتی ہے اور پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ باعظمت حضور ﷺ کی ذات بابرکت ہے۔ اور دوسرے انسان اور دوسری مخلوق کی کوئی ایسی عظمت نہیں ہے۔ اور جب مؤمن کامل آپ ﷺ کی ذات ستودہ پر خیال جمالے گا، تو عظمت باری تعالیٰ سے دھیان بالکل ہٹ جائے گا اور آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسری مخلوق پر دھیان جمانے سے عظمت باری تعالیٰ پر کوئی اثر ہی نہیں پڑتا اور ایمان کامل کا یہی تقاضہ بھی ہے۔ اور جس کا ایمان ناقص ہوگا، اس کو یہ کیفیت حاصل ہی نہیں ہو سکتی؛ لہذا مؤمن کامل کا دھیان جب حضور ﷺ کی ذات میں جم جائے اور اسی میں بالکل کھوجائے تو عظمت خدا سے دھیان منتقل ہو کر پوری طرح عظمت رسول اللہ ﷺ میں بس جاتا ہے۔ اور یہ مقصد صلوٰۃ کے خلاف ہے؛ اس لئے نماز میں خلل آجاتا ہے۔ اور جس کا ایمان ناقص ہو اس کو یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ نے جس کتاب میں اس کو ذکر فرمایا ہے، وہ تصوف کی کتاب ہے۔ اور اہل تصوف ہی اس کو سمجھ سکتے ہیں۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ”التحیات“ میں ”السلام علیک ایہا النبی“ میں بھی حضور ﷺ کا دھیان آتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ایک ہے دھیان آنا اور دوسرا ہے دھیان جمانا، تو دھیان کا آنا برائے نہیں ہے؛ بلکہ دھیان کو جمالینے کی ممانعت ہے، جس کو ”صرف ہمت“ سے تعبیر کیا جاتا ہے؛ اس لئے ”التحیات“ کے مسئلہ کو لے کر کے ”صرف ہمت“ کے مسئلہ پر کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۲/۱۱/۱۴۱۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/۱۱/۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۵۹۱۹)

نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا

سوال [۲۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بحالت نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل میں خیال آنا، کیا نماز کو فاسد کر دیتا ہے؟ مالہ و ما علیہ تفصیلی جواب تحریر فرمائیں۔ بیٹو

المستفتی: عبدالغفور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کائنات میں اللہ کی ذات کے بعد سب سے زیادہ عظمت والی ذات سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی ہی ہے؛ لہذا جو شخص حضور ﷺ کی ذات اقدس کو اللہ کے بعد سب سے زیادہ عظمت والی نہیں مانے گا، اس کا ایمان خطرہ میں ہوگا، نیز جس شخص کا دھیان آپ ﷺ کی ذات عالی پر جم جائے، پھر آپ کی ذات کی وجہ سے پوری کائنات کو بھول نہ جائے اس کا ایمان بھی کامل نہیں ہو سکتا؛ بلکہ اس کا ایمان ناقص ہی ہوگا۔

اب سنو! نماز میں صرف خدا کی عظمت مقصود ہوتی ہے، اب اگر نماز میں حضور ﷺ کی ذات اقدس پر کوئی مؤمن کامل دھیان جمالے گا تو خدا کی عظمت سے ہٹ کر رسالت مآب ﷺ کی عظمت پر منتقل ہو جائے گا، مگر اس کے برخلاف آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور مخلوق کا دھیان آجائے اور اس پر دھیان جما بھی لیا جائے تو بھی عظمت خدا میں کوئی فرق نہیں آسکتا، جس شخص کے دل و دماغ میں آپ ﷺ کی ذات عالی کی عظمت اس درجہ کی نہ ہو کہ دھیان جمالینے کے باوجود ذات عالی کی عظمت شان کی وجہ سے خدا کی عظمت سے دھیان نہ ہٹے وہ حضور ﷺ کی محبت میں کامل نہیں ہے، ہاں البتہ دھیان آ کر گزر جائے تو کوئی بات نہیں، جیسا کہ ”التحیات“ میں دھیان آ کر گزر جایا کرتا ہے، یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کی ذات کے بعد سب سے زیادہ عظمت والی ذات سرور

کائنات ﷺ کی ذات اقدس ہی ہے۔ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کتاب ”صراط مستقیم“ میں خود اس کی صراحت موجود ہے، دیکھئے: (صراط مستقیم/۹۳، مطبع احمد لاہور)

لہذا دھیان آ کر گزر جانے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی، ہاں البتہ دھیان جمالینے میں خدا کی عظمت میں فرق آجاتا ہے۔ بعض لوگ سادہ خالی الذہن مسلمانوں کو الٹا سمجھا کر ذہن خراب کرتے رہتے ہیں، اس کے ذمہ دار وہی لوگ ہوں گے، قیامت کے دن سرکارِ دو عالم ﷺ کے سامنے اس کا فیصلہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ شعبان ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۴۱۶/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۸/۱۴۱۸ھ

نبی ﷺ کی ذات مبارک سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۲۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: احقر کو مندرجہ ذیل عنوانات سے متعلق احادیث کی ضرورت ہے؛ اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ باحوالہ تحریر فرما کر شکر یہ کا موقع دیں۔

(۱) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا واجب القتل ہے؟

(۲) انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں۔

(۳) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں ہیں۔

(۴) جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں ہیں۔

المستفتی: مبارک حسین، مدرسہ بدر العلوم بیرپور تھان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ

کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہے، وہ واجب القتل ہے؛ لیکن اس قتل کا انجام اسلامی حکومت اپنے زیر انتظام دے سکتی ہے، اسود عنسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کیا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

قال ابن عباس: ذكر لي أن رسول الله ﷺ، قال: بينا أنا نائم أريت أنه وضع في يدي سواران من ذهب، ففطعتهما وكرهتهما، فأذن لي فنفختهما فطارا، فأولتهما كذابين يخرجان، قال عبيد الله: أحدهما العنسي الذي قتله فيروز باليمن، والآخر مسيلمة. (بخاري شريف، كتاب

المغازي، باب قصة الأسود العنسي ۲/ ۶۲۹، رقم: ۴۲۰۲، ف: ۴۳۷۸)

وتحتة في فتح الباري: وكان الأسود قد خرج بصنعاء، وادعى

النبوة. (فتح الباري، كتاب المغازي، باب قصة الأسود العنسي، بيروت ۷/ ۶۹۵)

مسئلہ کذاب نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا، اس کو جنگ یمامہ میں حضرت وحشی نے قتل کیا۔

قوله: ولئن أدبرت ليعقرنك الله: أي إن أدبرت عن طاعتي ليقتلنك الله..... وقتله الله تعالى يوم اليمامة، وهذا من معجزات النبوة.

(تكملة فتح الملهم، كتاب الرويا، باب رؤيا النبي ﷺ، مكتبة أشرفيه ۴/ ۴۶۶)

(۲) انبیاء کرام کا معصوم ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے، مگر اس سلسلہ میں صاف الفاظ کے ساتھ کوئی صریح حدیث احقر کو دستیاب نہیں ہو سکی؛ البتہ بعض تفسیر کی کتابوں میں انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کی صراحت موجود ہے۔

قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي

الظَّالِمِينَ. [سورة البقرة: ۱۲۴]

وفيه دلالة على عصمة الأنبياء عن الكبائر قبل البعثة، ثم قال بعده: فالحق أن المراد بالظلم خلاف العدل، فكل نبي معصوم عن الكبائر من الذنوب. (أحكام القرآن ۱/ ۴۷)

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک قول بھی موجود ہے: قال أبو بكر الصديق رضي الله عنه: إن كان لمعصوما من الشيطان، وإن كان لينزل عليه الوحي من السماء. (مسند إمام أحمد بن حنبل ۱/ ۴۴، رقم: ۸۰) (۳-۴) عالم الغیب اور حاضر و ناظر کا مسئلہ دونوں ایک ہی ہیں: اس لئے ایک ہی حدیث شریف سے دونوں مسئلوں پر استدلال کیا جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ: وہ شخص جھوٹا اور کذاب ہے جو حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام کے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کرتا ہو۔ ملاحظہ فرمائیے:

عن عائشة - رضي الله عنها - قالت: من حدثك أن محمدا رأى ربه فقد كذب، وهو يقول: لا تدركه الأبصار، ومن حدثك أنه يعلم الغيب فقد كذب، وهو يقول: لا يعلم الغيب إلا الله. (بخاري شريف، كتاب التوحيد، باب قول الله عالم الغيب فلا يظهر على غيبه أحدا ۲/ ۱۰۹۸، رقم: ۷۰۸۳، ف: ۷۳۸۰)

قالت: ومن زعم أنه يخبر بما يكون في غدٍ فقد أعظم على الله الفرية، والله يقول: قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ. (مسلم شريف، كتاب الإيمان، باب معنى قول الله تعالى: ولقد رآه نزلة أخرى ۱/ ۹۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۳/۱۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ربیع الاول ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۲۹۳/۷)

حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے تو والد و نواسل کے جاری ہونے والے سلسلہ کی حقیقت

سوال [۲۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت آدم کے بارے میں سنا ہے کہ ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا پیدا

ہوئیں اور پھر حضرت حوا سے ایک بچہ صبح اور ایک بچہ شام پیدا ہوا کرتا تھا، جن میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوا کرتی تھی۔ اور دونوں کی آپس میں شادی ہو جایا کرتی تھی، اس طرح سے نسل انسانی چلی۔ کیا یہ بات درست ہے؟ اگر غلط ہے تو پھر صحیح کیا ہے؟

المستفتی: حافظ محمد فرحت، استاذ مدرسہ تجوید القرآن سہانہ، بلند شہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا گیا اور پھر ان دونوں سے نسل انسانی کے توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہو گیا، ارشاد خداوندی ہے:

وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً. (سورة النساء،

آیت: ۱، مستفاد: معارف القرآن، مکتبہ اشرفی دیوبند ۲/ ۲۷۹)

وهي قد خلقت من ضلع آدم عليه السلام الأيسر. (روح المعاني، سورة

النساء: ۱، مکتبہ زکریا ۳/ ۲۸۵)

واستوصوا بالنساء خيرا، فإنهن خلقن من ضلع الخ الحديث

(بخاری، کتاب النکاح، باب الوصاية بالنساء، النسخة الهندية ۲/ ۷۷۹، رقم: ۴۹۹۱،

ف: ۵۱۸۶)

إن حواء خلقت من ضلع آدم الأقصر الأيسر وهو نائم. (فتح

الباري، کتاب النکاح، باب الوصاية بالنساء، مکتبہ دارالریان للتراث بیروت ۹/ ۱۶۲،

دارالفکر ۹/ ۲۵۳، اشرفیہ دیوبند ۹/ ۳۱۵، تحت رقم الحدی: ۵۱۸۶)

اور سوال نامہ میں حضرت حوا کے پیٹ سے ایک صبح اور ایک شام بچہ ہونے کا ذکر غلط ہے، نیز ایک لطن سے جو بچے پیدا ہوتے تھے، انہیں میں آپس میں شادی ہونے کی بات بھی غلط ہے؛ بلکہ صحیح صورت حال یہ تھی کہ حضرت حوا کے پیٹ میں ایک ساتھ دو دو بچوں کا استقرار ہوتا تھا، ایک لڑکی ایک لڑکا اور ان دونوں کی پیدائش انسانی طبیعت کے مطابق مدت حمل میں ہوا کرتی تھی۔ اور ایک حمل سے جو بچے پیدا ہوا کرتے تھے، ان کو

حقیقی بھائی بہن قرار دیا جاتا تھا؛ لہذا ان دونوں میں نکاح جائز نہیں تھا؛ پس ان دونوں کی شادی دوسرے بطن سے ہونے والے بچوں سے ہوتی تھی، پہلے بطن کا لڑکا دوسرے بطن کی لڑکی اور دوسرے بطن کا لڑکا پہلے بطن کی لڑکی ان میں آپس میں شادی ہوا کرتی تھی۔ (مستفاد: معارف القرآن، سورۃ المائدہ: ۳۱، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱۱۲/۳)

أنه كان لا يولد لآدم عليه السلام مولود إلا ولد معه جارية، فكان تزوج غلام هذا البطن جارية هذا البطن الآخر، وتزوج جارية هذا البطن غلام هذا البطن الآخر، جعل افتراق البطون بمنزلة افتراق النسب للضرورة. (روح المعاني، سورة المائدة: ۲۷، مکتبہ زکریا ۴/ جز: ۶/ ۱۶۳، ۶/ ۱۱۱، مختصر تفسیر ابن کثیر ۱/ ۵۰۶، تفسیر قرطبی، سورة المائدة: ۲۷، مکتبہ دارالکتب العلمیة ۶/ ۸۸، تفسیر خازن، سورة المائدة، ذکر قصۃ القران و سببہ، مکتبہ دارالمعرفة بیروت ۱/ ۴۵۴، صفوة التفسیر ۱/ ۳۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ جمادی الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۶۵۹/۳۵)

حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی ہونے کی دلیل

سوال [۲۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت آدم علیہ السلام نبی یا رسول تھے یا نہیں؟ قرآن مقدس میں حضرت آدم علیہ السلام کے نبی ہونے کی کوئی دلیل ہو تو تحریر فرما دیجئے اور حدیث صحیح بھی تحریر فرما دیجئے۔

المستفتی: مولانا احسان الحق قاسمی سیتا پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت آدم علیہ السلام کا نبی ہونا صحیح حدیث شریف

سے ثابت ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں صراحت کے ساتھ واضح الفاظ میں موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے پہلے نبی کون ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن أبي ذر - رضي الله عنه - قال: أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في المسجد، فجلست، فقال: يا أبا ذر! هل صليت؟ قلت: لا، قال: قم فصل، قال: فقمت فصليت، ثم جلست، فقال: يا أبا ذر! تعوذ بالله من شر شياطين الإنس والجن، قال: قلت: يا رسول الله! وللإنس شياطين؟ قال: نعم، قلت: يا رسول الله! الصلاة، قال: خير موضوع، من شاء أقل ومن شاء أكثر، قال: قلت: يا رسول الله! فالصوم، قال: فرض مجزئ وعند الله مزيد، قلت: يا رسول الله! فالصدقة، قال: أضعاف مضاعفة، قلت: يا رسول الله! فأيتها أفضل؟ قال: جهد من مقل أو سر إلى فقير، قلت: يا رسول الله! أي الأنبياء كان أول؟ قال: آدم، قلت: يا رسول الله! أو نبي كان يا رسول الله؟ فقال: نعم، نبي مكلم، قال: قلت: يا رسول الله! كم المرسلون؟ قال: ثلاثة مائة وبضعة عشر جما غفيرا، وقال مرة: خمسة عشر، قال: قلت: يا رسول الله! أيما أنزل عليك أعظم؟ قال: آية الكرسي، ”اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ“ (مسند أحمد ۵/ ۱۷۸، رقم: ۲۱۸۷۹، ۲۱۸۸۵)

قرآن مقدس کی آیت شریفہ سے بھی حضرت آدم علیہ السلام کے نبی ہونے کا اشارہ ملتا ہے، اگرچہ عبارت النص نہیں ہے؛ لیکن قرآن مقدس کے اشارۃ النص سے آدم علیہ السلام کا نبی ہونا ثابت ہے، آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیے:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ. [سورة آل عمران: ۳۳] فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶ھ/۸/۱۱

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ شعبان ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۴۱۸۲/۴۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ختنہ کی حقیقت

سوال [۲۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: واقعہ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ختنہ کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ان کی دو بیویاں تھیں، ایک بیوی سے زیادہ محبت تھی، دوسری بیوی نے حسد میں اپنی سوکن کی ناک کاٹ ڈالی، تاکہ خوبصورتی میں کمی آجائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی محبت کم ہو جائے؛ لیکن اس سے خوبصورتی بڑھ جاتی ہے اور اس طرح سے ان سے محبت اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ دوسری دفعہ کان کاٹ ڈالی، اس سے اور زیادہ خوبصورتی بڑھ جاتی ہے، اور ان کی محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے، عاجز آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عضو مخصوص کے سرے کو کاٹ ڈالتی ہے، اس طرح سنت ابراہیمی اور عورتوں کے کان ناک میں سوراخ کرنے کا رواج پایا، تو یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے؟ جواب باصواب سے مطمئن فرمائیں۔

المستفتی: محمد صابر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں مذکورہ واقعہ من گھڑت ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے؛ بلکہ صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ختنہ کرنے کا حکم فرمایا، جس کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود اپنا ختنہ اپنے ہاتھوں سے کیا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۴/۴۰۱، جدید ڈائجیل ۴/۵۱۴)

أن رسول الله ﷺ قال: اختتن إبراهيم عليه السلام بعد ثمانين سنة، واختتن بالقدوم مخففة. (بخاري شريف، كتاب الاستيذان، باب الختان بعد ما كبر، النسخة الهندية ۲/ ۹۳۱، رقم: ۶۰۵۵، ف: ۶۲۹۸، مسلم شريف، كتاب الفضائل، باب من فضائل إبراهيم الخليل، النسخة الهندية ۲/ ۲۶۵، بيت الأفكار، رقم: ۲۳۷۰) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۲۴ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رجب الثانی ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۶۲۰/۳۵)

کیا شاہد یوسف نے شیر خوارگی کی حالت میں گواہی دی؟

سوال [۲۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: آپ کی تصنیف ”انوار ہدایت“ میں ص: ۲۱۰ پر تین شیر خوار بچوں کا ذکر ہے، جنہوں نے ماں کی گود میں کلام کیا، معلوم یہ کرنا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی شہادت جس بچہ نے دی تھی، اس کی کیا عمر تھی؟ اس بچہ کا تذکرہ بھی تو احادیث میں آیا ہوگا؟ اس کے بارے میں کیا تحقیق ہے؟

المستفتی: محمد یونس

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آنجناب نے ”انوار ہدایت“ کے اس مسئلہ پر اشکال کیا ہے، جس میں تین بچوں کے شیر خوارگی کی حالت میں گویائی کا ذکر ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ ان میں شاہد یوسف کا ذکر نہیں، درحقیقت بات یہ ہے کہ جن تین بچوں کا ہم نے ”انوار ہدایت“ کے اندر ذکر کیا ہے، ان کا شیر خوارگی کی حالت میں گفتگو کرنا صحیح روایات سے ثابت ہے، کسی کا ان میں اختلاف نہیں ہے۔ اور شاہد یوسف کے بارے میں بڑا اختلاف ہے، بعض لوگوں نے شیر خوار بچہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جیسا

کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، سعید بن جبیر اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا قول ہے؛ لیکن اکثر محدثین شاہد یوسف کے صبی ہونے کے منکر ہیں؛ بلکہ وہ ایک رجل حکیم تھے۔ اور بادشاہ کے وزراء ان سے مشورہ لیا کرتے تھے، جیسا کہ ”تفسیر قرطبی، تفسیر خازن، تفسیر کبیر“ وغیرہ میں اس کی وضاحت ہے۔

الرابع: أنه رجل حكيم ذو عقل كان الوزير يستشيره في أمورہ، وكان من جملة أهل المرأة، وكان مع زوجها إلى قوله: هذا قول الحسن، وعكرمه وقتادة والضحاك ومجاهد أيضا، والسدي قال: كان ابن عمها، وروى عن ابن عباس وهو الصحيح في الباب. (تفسیر قرطبی، سورة يوسف: ۲۹، مکتبہ دار الکتب العلمیۃ ۹/ ۱۱۴، تفسیر خازن، سورة يوسف ذکر قصۃ ذهاب اخوة يوسف بیوسف علیہ السلام، مکتبہ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۵، تفسیر کبیر ۱۸/ ۱۲۳)

احقر نے ”انوار ہدایت“ میں شاہد یوسف کو صبی کی گویائی کے بارے میں؛ اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اس میں اس طرح کا اختلاف ہے۔ نیز ”تفسیر روح المعانی، سورة يوسف: ۲۸، مکتبہ زکریا جزو: ۱۲، ۷/ ۳۳۱“ میں گیارہ بچوں کا ذکر ہے، جو حسب ذیل ہیں:

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حضرت یحییٰ علیہ السلام (۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۵) حضرت مریم علیہا السلام (۶) وہ بچہ جس نے جرتج کی برأت کی گواہی دی تھی (۷) شاہد یوسف (۸) اصحاب اخدود کے واقعہ میں گفتگو کرنے والا بچہ (۹) وہ بچہ جس کے سامنے ایک باندی کا گذر ہوا، جس کو زانیہ کہا جا رہا تھا، وہ کچھ نہیں بول رہی تھی، اس بچہ نے اس کی برأت کی گواہی دی (۱۰) زمانہ فرعون میں ماخطہ کا بچہ (۱۱) وہ بچہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں گفتگو کی، ان کا ذکر صاحب روح المعانی نے اشعار میں کیا ہے:

تکلم في المهدي النبي محمد ☆ ويحيى وعيسى والخليل ومريم

☆ ومبرى جريج ثم شاهد يوسف و طفل لذي الأخدود يرويه مسلم
 ☆ و طفل عليه مر بالامة التي يقال لها تنزي ولم تتكلم
 ☆ و ماشطة في عهد فرعون طفلها وفي زمن الهادي المبارك يختم
 (روح المعاني، سورة يوسف، زكريا، ج ۱۲، ج ۷، ۲/ ۳۳۱-۳۳۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۲۳/۲/۱۳ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۴۲۳/۲/۱۳ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۷۵۰۲/۲۶)

جناتوں کے نبی جن ہوتے تھے یا انسان؟

سوال [۲۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ہمارے یہاں سرہند حضرت مجدد الف ثانیؒ کے یہاں بار بار حاضری دینے والوں کا ایک سوال ہے، جس کو دارالافتاء بھیجا جا رہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے جو جنات دنیا میں رہتے تھے، ان کی اصلاح و ہدایت کے لئے کیا نبی جنات ہی میں سے آتے تھے یا وہ سب جنات بے ایمان سرکش باغی تھے؟

(۲) اگر حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے جنات میں نبی ان ہی کی قوم میں سے آئے ہیں، تو ان کی کتاب یا ان کا کلمہ کیا تھا؟

(۳) انسانی سلسلہ شروع ہونے کے بعد انسانوں میں انبیاء علیہم السلام آتے رہے، کیا یہی انبیاء جنات کے لئے بھی تھے، یا جنات کے انبیاء الگ ان کی ہی قوم میں سے بھیجے گئے؟

المستفتی: حاجی محمد حنیف، مقیم حال جگت پوری، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے روئے زمین پر جو جنات آباد تھے، ان کی ہدایت کے لئے ان ہی میں کا نبی اور رسول بھیجا جاتا تھا

یا نہیں؟ اس سلسلہ میں قرآن و حدیث کے نصوص مختلف ہیں، اسی کے نتیجے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے، بعض علماء کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کرنے کا سلسلہ انسانوں سے شروع ہوا ہے، یہی جمہور کا قول ہے۔ اور بعض دوسرے علماء نے یہ بیان فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی آیت ”يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا“ [سورۃ الأنعام: ۱۳۰] سے معلوم ہوتا ہے کہ جناتوں میں بھی نبی آیا کرتے تھے اور جو نبی آتے تھے، ان ہی کی قوم سے آیا کرتے تھے، اس اختلافی مسئلہ کے بارے میں ہم اپنی طرف سے کوئی فیصلہ کن بات نہیں کر سکتے، جتنا ہم کو معلوم ہوا اتنا ہی لکھ دیا ہے۔

وخلقة الجن كان أسبق من آدم عليه السلام، و كانوا مكلفين لكونهم من ذوى العقول، ولقوله تعالى: ”لأملن جهنم من الجنة والناس“ -إلى قوله- فهذه الآية تدل على أنه كان قبل آدم عليه السلام من الجن رسلا إليهم. (تفسیر مظہری، سورۃ الأنعام، ذکر الرسل من الجن و ذکر مذهب أهل الهند، مکتبہ زکریا دیوبند جدید ۳/ ۳۱۳، قدیم ۳/ ۲۸۹)

إذا المشهور أنه ليس من الجن رسل وأنبياء. (تفسیر روح المعانی، سورۃ

الأنعام: ۱۳۱، الجزء الثامن، مکتبہ زکریا ۵/ ۴۱)

الجمهور على أنه لم يكن من الجن نبي (الأشباه والنظائر ۲/ ۵۸۵)

(۲) جن لوگوں کے قول کے مطابق جنات میں نبی اور رسول تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کے حساب سے کتاب اور کلمہ بھی ہوں گے؛ لیکن ہم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ ان کی کتاب کیا تھی اور ان کا کلمہ کیا تھا؟ لیکن اتنی بات تو لازمی ہے کہ ہر نبی کا کلمہ اللہ کی وحدانیت کا ہوتا ہے، مگر تفصیل ہم کو معلوم نہیں۔

(۳) انسانی سلسلہ شروع ہونے کے بعد نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تک انسانوں میں انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کئے جانے کا سلسلہ جاری رہا ہے، مگر جناتوں میں بھی ان

ہی میں سے انبیاء اور رسل کے مبعوث کئے جانے کا سلسلہ نہیں رہا ہے، جب کہ علماء کی ایک دوسری جماعت اس بات کی قائل ہے کہ انسانوں سے پہلے اور انسانوں کے بعد جناتوں میں نبی اور رسول مبعوث کئے جانے کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا ہے جیسا کہ انسانوں میں رہا ہے۔ اور یہ سلسلہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے پہلے تک جاری رہا ہے۔ اور جب آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو انسان و جنات ہر ایک کے لئے آپ ﷺ کو نبی بنا کر مبعوث کیا گیا ہے، پھر آپ ﷺ کے بعد انسان و جنات کسی سے بھی کوئی نبی و رسول تشریف لانے والے نہیں ہیں۔

اختلفوا في أن الجن هل أرسل إليهم منهم؟ فسئل الضحاك عنه، فقال: بلى - إلى قوله - فإنه لم يبعث إلى كافتهم إلا خاتم الرسل عليه السلام. (تفسير مظہری، سورة الأنعام، ذكر الرسل من الجن.....، مكتبة زكريا جديد ۳/ ۳۱۳، قديم ۳/ ۲۸۹، مستفاد: معارف القرآن، مكتبة اشرفی دیوبند ۳/ ۴۵۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/۷/۱۴۲۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۶۱۳)

کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کی آنکھ پھوڑ دی تھی؟

سوال [۲۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مشہور ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے لئے حضرت عزرائیل علیہ السلام آئے، تو موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو ایسا تھپڑ مارا کہ ایک آنکھ پھوٹ گئی۔

المستفتی: شفیع احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ واقعہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

عن أبي هريرة رض قال: أرسل ملك الموت إلى موسى، فلما جاءه صكه ففقأ عينه، فرجع إلى ربه، فقال: أرسلتني إلى عبد لا يريد الموت، قال: فرد الله إليه عينه. الحديث (مسلم شريف، باب فضائل موسى عليه السلام، طبع هندي ۲/ ۲۶۷، بيت الأفكار، رقم: ۲۳۷۲، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۷/ ۶۸، رقم: ۹۵۹۲، المستدرک، مكتبة نزار مصطفى الباز ۴/ ۱۵۳۹، رقم: ۴۱۰۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴ھ/۱۱/۱۵

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ یقعدہ ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۳۷۰۷)

کیا حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں؟

سوال [۲۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت خضر جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، وہ آج کل بھی زندہ ہیں یا نہیں؟ یا یہ ایک منصب ہے، جو اللہ کے بندے کی موت کے بعد دوسرے خضر کو دے دیا جاتا ہے؟ ایک بزرگ نے بتایا کہ وہی زندہ ہیں، مگر سلیم قاسمی نے کہا کہ وہ نہیں ہیں؛ بلکہ جیسے قطب و ابدال ہوتے رہتے ہیں، ایسے ایک کے بعد ایک خضر ہوتے رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے تلوینی انتظام یا اللہ جس کی مدد کرانا چاہیں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: سید کلیم الدین شاہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت خضر علیہ السلام کے دنیا میں موجود ہونے

کے بارے میں محدثین و مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض محدثین نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام دنیا میں موجود ہیں؛ بلکہ وہ دنیا سے گذر چکے؛ لیکن جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت خضر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے وہ زندہ ہیں، ہمارے درمیان موجود ہیں۔

جمہور العلماء علیٰ آنہ حی موجود بین أظهرنا، وذلك متفق علیہ عند الصوفیة، وأهل الصلاح والمعرفة. (نوی، کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر ۲/ ۲۶۹، فتح الباری، کتاب الأنبياء، باب حدیث الخضر مع موسیٰ علیہ السلام، مکتبہ دارالریان للتراث بیروت ۶/ ۵۰۰، دارالفکر ۶/ ۳۳۴، اشرفیہ دیوبند ۶/ ۵۳۶، رقم: ۳۴۰۰، تفسیر ابن کثیر ۳/ ۱۳۶، روح المعانی، سورة الکہف: ۶۵، الجزء الخامس عشر، مکتبہ زکریا ۹/ ۴۶۴)

اور ”متدرک حاکم“ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ میں حضرت خضر علیہ السلام نے شرکت فرمائی۔ اور اس پر حضرت ابوبکر و علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نعم هذا أخو رسول الله ﷺ الخضر علیہ السلام. (المستدرک، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ۵/ ۱۶۵۹، رقم: ۴۳۹۲، روح المعانی، سورة الکہف: ۶۵، الجزء الخامس عشر، مکتبہ زکریا ۹/ ۴۶۵)

اور ”جمع الفوائد“ میں ہے:

لما قبض النبي ﷺ وقعد أصحابه حزانا يسكون حوله، فجاء رجل طويل صبيح - إلى - فقال أبو بكر: هذا الخضر أخ النبي ﷺ. الحديث (جمع الفوائد ۱/ ۲۴۱، رقم: ۲۶۳۷، ومثله في دلائل النبوة للبيهقي ۷/ ۲۶۹)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام اب بھی دنیا میں زندہ ہیں، اور ہمارے درمیان موجود ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۱/۱۴۲۹ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۲۲۰)

حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے نہ پڑنے سے متعلق تحقیقی فتویٰ

سوال [۲۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم میں کیڑے پڑے تھے یا نہیں؟ اور کتنے دنوں تک پڑے رہے اور کتنے دنوں میں صحت ملی تھی؟ یہ واقعہ صحیح ہے یا غلط؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ قصہ بیان کرنا ٹھیک نہیں ہے، تو اگر یہ قصہ صحیح ہے تو ان کی حیات کے بارے میں بیان کیوں نہ کیا جائے؟ جب کہ مثال یہ دی جاتی ہے کہ ایوب علیہ السلام سے بہت کچھ امتحان ہوئے اور بہت دن بیمار رہے؛ لیکن نماز کبھی بھی نہیں چھوڑی، تو یہ مثال دینا ٹھیک ہے یا نہیں؟

المستفتی: مولوی محمد فاروق، سینا پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن اور حدیث میں حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مصیبت اور بلا میں مبتلا ہونے کا اجمالی ذکر موجود ہے، ان کو کافی تکلیفیں اٹھانی پڑیں، رنج قول کے مطابق تیرہ سال تک آزمائش اور مصیبت میں مبتلا رہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مصیبت سے نجات عطا فرمائی ہے؛ لیکن ان کے بدن میں کیڑے پڑ جانے سے متعلق کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے؛ بلکہ بعض روایات میں اس کا انکار موجود ہے۔ اور جن روایات میں کیڑے پڑنے کا ذکر ہے وہ نہایت کمزور اور اسرائیلی روایات میں سے ہیں؛ اس لئے ان روایات پر نہ اعتماد کرنا چاہئے اور نہ ہی عوام میں ایسی روایات بیان کرنی چاہئے۔ اور جن علماء نے ایسی روایات بیان کرنے کی تکمیر فرمائی ہے وہ درست ہے۔

قال ابن العربي القاضي أبو بكر: ولم يصح عن أيوب عليه السلام في أمره إلا ما أخبرنا الله عنه في كتابه في آيتين. الأولى قوله تعالى: ﴿وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ. الْأَنْبِيَاءُ: ٨٣﴾ والثانية:

اِنِّي مَسْنَى الشَّيْطَانِ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ. الآية. وأما النبي ﷺ فلم يصح عنه أنه ذكره بحرف واحد إلا قوله بينا أيوب يغتسل إذخر عليه رجل من جراد من ذهب. الحديث (بخاري شريف، كتاب التوحيد، باب قول الله يريدون أن يبدل كلام الله، النسخة الهندية ۲/ ۱۱۱۶، رقم: ۷۱۹۳، ف: ۷۴۹۳)

وإذ لم يصح عنه فيه قرآن ولا سنة إلا ما ذكرناه. (تفسير قرطبي، سورة ص: ۴۱، مكتبة دارالكتب العلمية بيروت ۱۵/ ۱۳۷، بخاري شريف، كتاب التوحيد، باب قول الله يريدون أن يبدل كلام الله، النسخة الهندية ۲/ ۱۱۱۶، رقم: ۷۱۹۳، ف: ۷۴۹۳)

وأصح ما ورد في قصته ما أخرجه ابن أبي حاتم وابن جريج، وصححه ابن حبان والحاكم من طريق نافع بن يزيد عن عقيل عن الزهري عن أنس "إن أيوب عليه السلام ابتلى، فلبث في بلائه ثلاث عشرة سنة". (فتح الباري، كتاب الأنبياء، باب قول الله: "وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَى رَبَّهُ أَنِّي مَسْنَى الضُّرِّ"، مكتبة دارالريان للتراث ۶/ ۴۸۴، دارالفكر ۶/ ۴۲۱، أشرفيه ديوبند ۶/ ۵۲۰، تحت رقم الحديث: ۳۳۹۱ فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ رجب ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/ ۷۳۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۸/۳ھ

کیا حضرت زینحازانیہ تھیں؟ - العیاذ باللہ -

سوال [۲۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک عالم صاحب نے اپنی تقریر میں یہ بات کئی مرتبہ قرآن کا ترجمہ کرتے ہوئے فرمائی کہ حضرت زینحازانیہ تھی، زانیہ نبی کی بیوی نہیں ہو سکتی، نہ جانے کتنوں سے اس نے زنا کیا ہوگا۔ گزارش یہ ہے کہ یہ بتایا جائے ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے عالم کو مستقل امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس کی امامت درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالعزیز دولہا پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت زینحاکے۔ العیاذ باللہ۔ زانیہ ہونے کا ثبوت کسی بھی صحیح روایت یا تفسیر میں نہیں ہے۔ نیز قرآن کریم میں ”وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ الْآيَةَ“ سے واضح ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی وسوسہ آ گیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نبی کی حفاظت کسی بھی ذریعہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شکل ان کے سامنے مثل کردی گئی، یا ان کا منصب نبوت ان کے سامنے برہان اور حجت بن کر آ گیا تھا، نیز اکثر مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی شادی حضرت زینحاکے ساتھ ہوگئی تھی اور یہ بات بھی بجز قرآن ثابت ہے کہ کسی نبی کے نکاح میں زانیہ عورت نہیں آسکتی۔

الْحَبِيثَاتُ لِلْحَبِيثِينَ وَالْحَبِيثُونَ لِلْحَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ. الْآيَةَ

لہذا جس نے بھی حضرت زینحاکو زانیہ کہا ہے وہ صحیح نہیں ہے، اس کو ایسی بے ثبوت باتوں سے توبہ کر لینی چاہئے، اگر کہنے والے نے کہیں سے سن کر یا کسی کتاب میں دیکھ کر نقل کر دیا ہے تو وہ فاسق نہیں ہے، مگر اس کا محض بے ثبوت ہونا معلوم ہو جانے کے بعد پھر کبھی بیان نہ کرنا لازم ہے، اس کے بعد اگر پھر بھی زانیہ ہونے کا الزام لگائے گا تب فسق کا حکم لگایا جاسکتا ہے اور اسی وقت امامت کا مسئلہ بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔

أخرج غير واحد عن ابن عباس رضي الله عنه ما زنت امرأة نبي قط

(روح المعاني، سورة التحريم: ۱۰، الجزء الثامن والعشرون، مكتبة زكريا ۱۵ / ۲۴۱)

أخرج ابن عساكر عن أشرس الخراساني رضي الله عنه يرفعه إلى النبي ^{صلی اللہ علیہ وسلم} أنه قال: ما بغت امرأة نبي قط. (الدر المشور، سورة التحريم:

۱۰، مكتبة دارالكتب العلمية بيروت ۶ / ۳۷۷)

ما بغت امرأة نبي قط، وهذا إجماع من المفسرين فيما ذكر

القشيري. (تفسير قرطبي، سورة التحريم: ۱۰، مكتبة دارالكتب العلمية بيروت ۱۸ / ۱۳۱)

إنه لما مات زوجه امرأته زليخا فوجدها عذرا؛ لأن زوجها كان لا يأتي النساء، فولدت ليوסף عليه السلام رجلين، وهما أفراميم ومنشا. (البداية والنهاية، ذكر ما وقع من الأمور العجيبة في حياة إسرائيل، مكتبة دارالفكر بيروت ۱/ ۲۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ جمادی الاول ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۳۰۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۵/۱۴۱۸ھ

حضرت داؤد علیہ السلام کی امت کو کیا کہتے ہیں؟

سوال [۲۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کو یہودی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کو نصاریٰ کہتے ہیں، تو حضرت داؤد علیہ السلام کی امت کو کیا کہتے ہیں؟

المستفتی: ضیاء الرحمن قاسمی خانپور، بلندشہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت داؤد علیہ السلام کو بنی اسرائیل میں مبعوث کیا گیا؛ اس لئے حضرت داؤد علیہ السلام کی امت کا نام بنی اسرائیل ہے، جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ ”بقرة“ آیت: ۲۴۶ تا ۲۵۱ میں بنی اسرائیل کے ایک لمبے واقعہ کے تحت مفصل طریقہ پر ذکر فرمایا ہے، جس میں بنی اسرائیل کے لشکر کے ساتھ طاوت کے زیر تخت حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا اور اسی بنی اسرائیل کو یہودی بھی کہا جاتا ہے۔ اور پھر اخیر میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور بنی اسرائیل اور دیگر اقوام میں سے جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے ان کو نصاریٰ کہتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل اور یہودی

تھی، اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم بھی بنو اسرائیل اور یہود ہے۔ مزید تفصیل مذکورہ آیتوں کی تفسیر میں (معارف القرآن، مکتبہ اشرفی دیوبند/۲۵۲، بیان القرآن ۱/۱۳۶، روح المعانی، مکتبہ زکریا ۲/۲۴۷، تفسیر مظہری، مکتبہ زکریا قدیم ۱/۳۴۶، جدید ۱/۳۸۲) وغیرہ تفسیر کی ہر کتاب میں دیکھی جاسکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۸۰۲۳)

فرعون کے ماتحت لوگوں کو امت کہنا

سوال [۲۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا فرعون کے ساتھیوں کو یعنی جو لوگ فرعون کی بات مانتے تھے، یہ کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرعون کی امت کو سخت عذاب دے گا؟

المستفتی: قاری محمد حنیف، لال مسجد سرانے ترین سنبھل، ضلع مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فرعون کی امت کہنا درست نہیں؛ بلکہ فرعون کی قوم کہنا درست ہے؛ اس لئے کہ عرف اور محاورہ میں بادشاہ کی رعایا کو بادشاہ کی قوم کہا جاتا ہے، امت نہیں۔ اور جس قوم کی طرف کسی نبی کو مبعوث کیا جاتا ہے، اس قوم کو عرف و محاورہ میں اس نبی کی امت کہا جاتا ہے، ہاں البتہ امت بمعنی جماعت کے بھی ہیں، اس معنی کر کسی نے قوم فرعون کو فرعون کی امت کہہ دیا ہے، تو اس سے فرعون کی جماعت مراد ہوگی، تو یہ بھی کسی حد تک صحیح ہے؛ لہذا لغت کے اعتبار سے صحیح کہا جاسکتا ہے، محاورہ کے اعتبار سے نہیں۔ اور فرعون کی قوم پر اللہ کے یہاں سخت عذاب کا ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے:

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ. [سورة المؤمن: ۶-۷] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۸۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۱/۲۷ھ

شداد کے زمانہ کے نبی کا نام اور شداد کی بنائی ہوئی جنت کا مقام

سوال [۲۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فرعون کے زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام، نمرود کے زمانہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی تھے، تو شداد کے زمانہ کے نبی کا نام کیا تھا؟ نیز شداد نے جنت کہاں بنوائی تھی؟ اور اس وقت وہ جنت موجود ہے یا نہیں؟

المستفتی: ضیاء الرحمن قاسمی خانپور، بلندشہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تفسیر کبیر کی روایت کے مطابق شداد عاد کا بیٹا تھا اور قوم عاد میں حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا؛ لہذا ممکن ہے کہ شداد کے زمانہ کے نبی حضرت ہود علیہ السلام ہوں، نیز شداد نے جنت کہاں بنوائی تھی؟ تو اس سلسلہ میں روایات مختلف ہیں۔ ”تفسیر کبیر“ اور ”قرطبی“ کی روایت کے مطابق جنوبی یمن کے ساحلی علاقہ ”عدن“ کے جنگلات میں بنوائی تھی، جب کہ ”الاعلام بحوالہ التیجان“ کی روایت کے مطابق ”سد مارب“ میں جہاں بلقیس کی حکومت تھی بنوائی تھی۔

المسألة الثانية روى أنه كان لعاد ابنان شداد وشديد، فملكا وقهرا، ثم مات شديد وخلص الأمر لشداد، فملك الدنيا ودنت له ملوكها، فسمع بذكر الجنة، فقال: أبنى مثلها، فبنى إرم في بعض صحارى عدن. (تفسیر کبیر ۳۱/۱۶۸، روح المعانی سورۃ فجر، ذکر یا ۱۶/۲۲۲)

ولما رجع إلى اليمن مضى إلى مارب فبنى فيه قصرا بجانب
السدّ لم يكن في الدنيا مثله. (الإعلام ۳/ ۱۵۹)
اور اس وقت ”ارم“ (جنت) کا کوئی نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ (مستفاد: تاریخ اسلام اکبر شاہ
۱/ ۴۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۴/۴/۳۰
(الف فتویٰ نمبر: ۸۰۲۳/۳۶)

کیا بھلائی کی طرف بلانے والے کو نبی یا ولی کہا جاسکتا ہے؟

سوال [۲۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے
بارے میں: کہ اگر کوئی شخص کتاب کے اندر ایسی بات لکھے: کہ جو شخص لوگوں کی بھلائی
کے لئے اطلاع دیتا ہے، یا بھلائی کرتا ہے اور بھلائی کی طرف بلاتا ہے، تو اس شخص کو
”نبی“ یا ”ولی“ کہا جاتا ہے یا نہیں؟ اس کتاب میں لکھا ہے کہ اس شخص کو نبی اور ولی
دونوں کہا جاتا ہے، تو اس کا اس طرح لکھنا صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتی: مولانا شجاع الحق، عبدالعزیز

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ”نبی“ اس شخص کو کہا جاتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ
نے احکام کی تبلیغ کے لئے اپنے بندوں کے پاس بھیجا ہو اور اس کے پاس اللہ کی طرف
سے وحی آتی ہو۔ نبیوں کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر نبی آخر الزماں
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں
آسکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص کتنی بھی عبادت و ریاضت کر لے اور
کتنے بھی اوصاف و کمالات حاصل کر لے وہ نبی نہیں ہو سکتا؛ لہذا سوال میں جو اوصاف
ذکر کئے گئے ہیں، ان اوصاف کا حامل ولی تو ہو سکتا ہے؛ لیکن نبی نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کہنا

کہ کتاب کے اندر لکھا ہے کہ ”اس شخص کو نبی اور ولی دونوں کہا جاتا ہے“ حضرت سید الکونین علیہ السلام کے بعد اس طرح کسی کو نبی کہنے کی بناء پر دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کا خطرہ ہے۔

النبي من أوحى إليه وحيا خاصا من الله تعالى بتوسط ملك، أو بإلهام في قلبه أو بالرؤيا الصالحة، وقد ختمت النبوة وانقطع الوحي بخاتم الأنبياء محمد صلى الله عليه وسلم. (قواعد الفقه، اشرفی دیوبند ۵۲۱، لغة الفقهاء، کراچی ۴۷۴)

الولي لا يبلغ درجة الأنبياء؛ لأن الأنبياء معصومون مأمونون عن خوف الخاتمة، مكرمون بالوحي حتى في المنام وبمشاهدة الملائكة الكرام، مأمورون بتبليغ الأحكام وإرشاد الأنام بعد الإتيان بكاملات الأولياء العظام. (شرح فقه أكبر، الولي لا يبلغ درجۃ النبي، مکتبہ اشرفی دیوبند ۱۴۸)

إذا رأى منكرا معلوما من الدين بالضرورة فلم ينكره ولم يكبره، ورضي به واستحسنه كان كافرا. (مرقاۃ المفاتیح، كتاب الأدب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، من رأى منكرا فليغيره بيده، مکتبہ إمدادیه ملتان ۳۲۸/۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۵۸۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۲۸ھ

کیا عورت نبی ورسول ہو سکتی ہے؟

سوال [۲۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا عورت نبی ورسول ہو سکتی ہے؟

المستفتی: محمد اشرف قاسمی، مدرس عربی کالج بنگلور، کرناٹک

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: امام ابن کثیر نے جمہور علماء کا یہی قول نقل فرمایا ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے کسی عورت کو نبی یا رسول نہیں بنایا۔ بعض لوگوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں نبی ہونے کا قول نقل کیا ہے، مگر جمہور علماء کے نزدیک ان کی بزرگی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا درجہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ نبی یا رسول ہونا ثابت نہیں۔ (مستفاد: معارف القرآن، مکتبہ اشرفیہ دیوبند ۱۵۹/۵)

قال تعالیٰ: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِي إِلَيْهِمْ. [سورة

یوسف، آیت: ۱۰۹]

وَأجمعوا على عدمها لها. (حاشیة على الترمذی مع العرف الشذی ۲/ ۵)
 يخبر تعالیٰ أنه إنما أرسل رسله من الرجال لا من النساء، وهذا قول جمهور العلماء -إلى- ويبقى الكلام في أن هذا هل يكفي في الإنتظام في سلك النبوة بمجرد أم لا؟ الذي عليه أهل السنة والجماعة وهو الذي نقله الشيخ أبو الحسن الأشعري عنهم: أنه ليس في النساء نبية. الخ (مختصر تفسير ابن كثير دار القرآن الكريم، بيروت ۲/ ۲۶۵)
 قال الحسن نظرا إلى هذه الآية لم يبعث الله نبيا من بدو ولا من الجن ولا من النساء. (تفسير مظهري، سورة يوسف: ۱۰۹، مكتبة زكريا قديم ۵/ ۲۰۷، جديد ۵/ ۷۵)

قال العبد الضعيف: استدل الجمهور به على تخصيص الرسالة

بالرجال. (مسائل السلوك على بيان القرآن تاج پبلشرز دہلی ۲/ ۴۰)

فقد اتفق الأكثرون على أن أم موسى عليه السلام ما كانت من الأنبياء والرسل -إلى- فكيف تصلح للنبوة، ويدل عليه قوله تعالیٰ: "وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِي إِلَيْهِمْ" [الأنبياء: ۷] وهذا صريح في الباب. (التفسير الكبير للإمام الرازي، بيروت ۲۲/ ۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۲۰۲۵)

مہاتما گاندھی کو نبی کہنا

سوال [۲۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص نے علی الاعلان اپنے عام خطاب میں مہاتما گاندھی کو نبی کریم ﷺ کی طرح ایک نبی بتلایا۔ العیاذ باللہ۔ نیز یہ بھی کہا کہ آئندہ بھی نہ جانے اس طرح کے نبی آئیں گے یا نہیں؟ ایسے شخص کے متعلق شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: محمد قاسم لوہاری گنگوہ، سہارنپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو شخص مہاتما گاندھی یا اور کسی نبی کے آنے کا عقیدہ رکھے وہ اسلام سے خارج ہے، اس کے اوپر لازم ہے کہ تجدید نکاح اور تجدید ایمان دونوں کرے اور کبھی ایسا عقیدہ اپنے اندر آنے نہ دے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ

النَّبِيِّينَ. [سورة الأحزاب: ۴۰]

عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: إن مثلي ومثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتا، فأحسنه وأجمله إلا موضع لبنة من زاوية، فجعل الناس يطوفون به، ويعجبون له، ويقولون: هلا وضعت هذه اللبنة؟ قال: فأنا اللبنة، وأنا خاتم النبيين. (صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين، النسخة الهندية ۱/ ۵۰۱، رقم: ۳۴۱۰، ف: ۳۵۳۵، مسلم شريف، كتاب الفضائل، باب ذكر كونه صلى الله عليه وسلم خاتم النبيين، النسخة الهندية ۲/ ۲۴۸، بيت الأفكار، رقم: ۲۲۸۶، سنن ترمذي، أبواب الأمثال، باب ماجاء مثل النبي والأنبياء، النسخة الهندية ۲/ ۱۱۳، دار السلام، رقم: ۲۸۶۲، مسند الزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۵/ ۳۷، رقم: ۸۲۳۳)

فإذا آمن بأنه رسول، ولم يؤمن بأنه خاتم الرسل ما ينسخ دينه إلى يوم القيامة لا يكون مؤمناً. (بزازية على هامش الهندية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الفصل الثالث في الأنبياء، مكتبه زكريا جديد ۳/ ۱۸۲، وعلى هامش الهندية ۶/ ۳۲۷)

يحكم بها حتى تبين زوجته منه ويجب تجديد النكاح. (البحر الرائق، كتاب السير، باب المرتدين، مكتبه رشيدية كوئٹہ ۵/ ۱۲۶، زكريا ۵/ ۲۱۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتابہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۶۸۶/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/ ۱۴۲۱ھ

گوتم بدھ کو نبی کہنا

سوال [۲۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص گوتم بدھ کو نبی کہہ رہا ہے، دوسرا انہیں ہندو کہتا ہے، صحیح کیا ہے؟
المستفتی: محمد راغب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ
الجواب وباللہ التوفیق: تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر اجمالاً ایمان لانا ہر ایک مسلمان پر ضروری ہے اور جن کی نبوت کا ثبوت قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے، ان کو نبی نہیں کہہ سکتے۔ اور چونکہ گوتم بدھ کی نبوت کا تذکرہ قرآن پاک اور احادیث شریفہ میں کہیں بھی نہیں ہے؛ اس لئے گوتم بدھ کو نبی نہیں کہا جاسکتا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۸/ ۶۰، جدید ڈائجیل ۱/ ۴۳۸، امداد الفتاویٰ، مکتبہ زکریا ۶/ ۱۱۶)

کل من لم تجمع الأمة على نبوته لا يضره أن يجحد نبوته.

(الفتاویٰ التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، الفصل السابع فيما يعود إلى الأنبياء، كوئته ۵/ ۴۷۸، زکریا ۷/ ۳۰۲، رقم: ۱۰۵۴۶، الهندیة، زکریا جدید ۲/ ۲۷۵، قدیم ۲/ ۲۶۳، المحيط البرهانی، المجلس العلمي ۷/ ۴۰۸، رقم: ۹۲۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ جمادی الثانی ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۷۰۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۶/۱۴۲۳ھ

ہندوؤں کے ”وید“ آسمانی کتاب ہیں یا نہیں؟

سوال [۲۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہندوؤں کے ”وید“ آسمانی کتاب ہیں یا نہیں؟ اگر آسمانی کتاب نہیں ہیں، تو اس کی دلیل کیا ہے؟

المستفتی: محمد رضوان قاسمی، امام جامع مسجد بھو چپور، غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کتاب رسول کو دی جاتی ہے اور جن لوگوں کی طرف یہ ”وید“ منسوب ہیں، ان کے نبی ہونے کے متعلق کوئی دلیل شرعی موجود نہیں ہے؛ لہذا ان ویدوں کے متعلق جب تک کوئی دلیل شرعی نہ ہو ان کے آسمانی کتاب ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں کوئی حتمی اور یقینی بات کہنا درست نہ ہوگا؛ اس لئے کہ آسمانی کتاب ہونے کے لئے دلیل شرعی کا ہونا لازم ہے۔ اور شریعت میں ویدوں کے بارے میں کسی قسم کی وضاحت نہیں، نہ اس بات کی وضاحت ہے کہ یہ کتابیں آسمانی ہیں اور نہ اس بات کی وضاحت ہے کہ یہ کتابیں فلاں فلاں نبی پر نازل ہوئیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/ ۳۷، جدید ڈائجیل ۱/ ۴۵۳)

ومنہم من لم نقصص: الاقتصار ینافی التردید، ولا یؤمن أن یدخل فیہم من لیس منہم، أو یدخرج من ہو فیہم. (حاشیة شرح عقائد،

کل من لم تجمع الأمة على نبوته لا يضره أن يجحد نبوته .
 (الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، الفصل السابع فيما يعود إلى الأنبياء، كوثته
 ۵/ ۴۷۸، زكريا ۷/ ۳۰۲، رقم: ۱۰۵ ۴۶، الهندية، زكريا جديد ۲/ ۲۷۵، قديم ۲/ ۲۶۳،
 المحيط البرهاني، المجلس العلمي ۷/ ۴۰۸، رقم: ۹۲۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۳ جمادی الثانی ۱۴۲۷ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۰۴۱)
 الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۸/۶/۱۴۲۷ھ

رام جی اور کرشن رسول ہیں یا نہیں؟

سوال [۲۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا رام چند راجی اور کرشن جی کا رسول ہونا شریعت مطہرہ کی رو سے ثابت ہے؟ اور کیا مسلمان اس کو اسلامی عقیدے میں شامل کر سکتے ہیں؟ براہ کرم جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: مشتاق احمد ۱۳۲ کٹرہ گوکل شاہ ٹیٹا محل جامع مسجد، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شرعاً ان کی نبوت ثابت نہیں ہے۔ اور نہ ہی نبوت کی علامات اور نشانات کا رام جی کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔

النبي من أوحى إليه و حيا خاصا من الله تعالى بتوسط ملك، أو بإلهام في قلبه أو بالرؤيا الصالحة، وقد ختمت النبوة وانقطع الوحي بخاتم الأنبياء محمد صلى الله عليه وسلم. (قواعد الفقه، اشرفی دیوبند ۵۲۱، لغة الفقهاء، کراچی ۴۷۴)

ومنهم من لم نقصص: الاقتصار ينافي التريديد، ولا يؤمن أن يدخل فيهم من ليس منهم، أو يخرج من هو فيهم. (حاشية شرح عقائد،

مکتبہ نعیمیہ دیوبند (۱۳۸)

کل من لم تجمع الأمة على نبوته لا يضره أن يجحد نبوته .
(الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، الفصل السابع فيما يعود إلى الأنبياء، كوئته
۵/ ۴۷۸، زكريا ۷/ ۳۰۲، رقم: ۱۰۵ ۴۶، الهندية، زكريا جديد ۲/ ۲۷۵، قديم ۲/ ۲۶۳،
المحيط البرهاني، المجلس العلمي ۷/ ۴۰۸، رقم: ۹۲۱۶)

فيجب الإيمان بالأنبياء والرسول مجملا من غير حصر لثلا
يخرج أحد منهم، ولا يدخل أحد من غيرهم فيهم . (مرقاة، باب بدء الخلق
وذكر الأنبياء، الفصل الثالث، مکتبہ إمداديه ملتان ۱۱/ ۴۳)

پس کسانے کہ شری کرشن رانبی داند خا طی ہستند چہ بر نبوت شری کرشن دلیلے در اولدہ
شرعیہ موجود نیست، وہم چینس حال دیگر پیشوایان و اوتاران ہنود ہست۔ (کفایت
المفتی، قديم ۱/ ۹۹، جديد زكريا ۱/ ۱۴۸، مطول ۱/ ۲۷۶، كتاب العقائد، باب أنبياء
عليهم السلام) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ رجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۷۹۹)

کیا ہندوؤں کو اہل کتاب کہا جاسکتا ہے؟

سوال [۲۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص رام چندر کو اللہ کا رسول اور وید کو آسمانی کتاب بتاتا ہے، کیا اس شخص کے کہنے کے مطابق وید آسمانی کتاب ہے؟ اور رام چندر جی رسول ہیں؟ اور ہندوؤں کو اہل کتاب کہا جاسکتا ہے؟ اس بارے میں کیا اقدام اٹھانا چاہئے؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں مدلل وضاحت کے ساتھ تحریر فرمائیں، اس شخص کا فوٹو، نام اور تحریر

رقعہ کے ساتھ وابستہ ہے۔

المستفتی: معین الدین عرف پیارے میاں آغوا نیوروالے

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن وحدیث سے صراحتاً ودلالۃً کسی طرح بھی رام چندرجی کی رسالت اور وید کا آسمانی کتاب ہونا ثابت نہیں ہے؛ البتہ آیت قرآنی: ”لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ“ [سورۃ الرعد: ۷] کی دلیل سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں بھی جو قوم شروع سے رہتی آئی ہے، ان میں بھی کوئی ہادی آئے ہوں اور آسمانی کتاب بھی اتری ہو، جو صرف امکان کی حد تک ہے، نہ رام چندرجی کی رسالت یقینی ہو سکتی ہے اور نہ وید کا آسمانی کتاب ہونا اور نہ ہندوؤں کو اہل کتاب تسلیم کر کے ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کا ذبیحہ حلال ہو سکتا ہے۔ مدعی کا دعویٰ بلا دلیل ہے، مسلمانوں کو اس قسم کی مشتبہ باتوں سے دور رہنا چاہئے۔

کل من لم تجمیع الأمة علی نبوتہ لا یضرہ أن یجحد نبوتہ.
 (الفتاویٰ التاتاریخانیۃ، کتاب أحكام المرتدین، الفصل السابع فیما یعود إلى الأنبیاء، کوئٹہ ۵/ ۷/ ۳۰۲، رقم: ۱۰۵۴۶، الہندیۃ، زکریا جدید ۲/ ۲۷۵، قدیم ۲/ ۶۳، ۲، المحيط البرہانی، المجلس العلمی ۷/ ۴۰۸، رقم: ۹۲۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ رجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۸۰۰)

کیا رام چندرجی، کچھمن وغیرہ نبی ہیں؟

سوال [۲۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی مسجد کا امام عام مجلس کے سامنے یہ کہے کہ کافروں کے جو رام چندرجی، کچھمن دیوی دیوتا وغیرہ ہیں، ان کو برا نہیں کہنا چاہئے؛ کیوں کہ ہو سکتا ہے وہ نبی ہوں،

اسی وجہ سے برائیاں نہیں کہنا چاہئے؛ لہذا ادارہ الافتاء میں یہ درخواست پیش ہے کہ اس مسئلہ کا جواب عنایت فرمائیں۔

(نوٹ) ان الفاظوں کے کہنے والے کو کیا کہا جائے، مومن کہا جائے یا کافر؟

المستفتی: محمد رئیس الدین پاکبڑہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جی ہاں اگرچہ رام چندر راجی کا نبی ہونا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے؛ لیکن پھر بھی ان کو برا کہنا ممنوع ہے؛ البتہ ان کے ماننے والوں کا جو آواگون عقیدہ ہے اس کو برا کہا جاسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۴/۵، ۳۷۷، جدید ڈبھیل ۳۵۳/۱) مذکورہ امام کے مومن ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

کل من لم تجمع الأمة علی نبوتہ لا یضرہ أن یجحد نبوتہ .
(الفتاویٰ التاتاریخانیہ، کتاب احکام المرتدین، الفصل السابع فیما یعود إلى الأنبیاء، کوئٹہ ۵/ ۴۷۸، زکریا ۷/ ۳۰۲، رقم: ۱۰۵۴۶، الہندیہ، زکریا جدید ۲/ ۲۷۵، قدیم ۲/ ۲۶۳، المحيط البرہانی، المجلس العلمی ۷/ ۴۰۸، رقم: ۹۲۱۶)

فیجب الإیمان بالأنبیاء والرسول مجملا من غیر حصر لثلا
یخرج أحد منهم، ولا یدخل أحد من غیرهم فیہم . (مرقاۃ، باب بدء الخلق
وذكر الأنبیاء، الفصل الثالث، مکتبہ إمدادیہ ملتان ۱۱/ ۴۳)

پس کسانے کہ شرعی کرشن راجی داند خا طمی ہستند چہ بر نبوت شرعی کرشن دلیلی در اولہ
شرعیہ موجود نیست، وہم چنین حال دیگر پیشوایان و اوتاران ہنود ہست۔ (کفایت المفتی،
قدیم ۱/ ۹۹، جدید زکریا ۱/ ۱۴۸، مطول ۱/ ۲۷۶، کتاب العقائد، باب أنبیاء علیہم
السلام) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱۹۰/۲۸)

ہولی کے موقع پر تعطیل اور رام کرشنا کا حکم

سوال [۲۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: گذشتہ بدھ کو صبح دس بجے کا وقت تھا، شیخ رشید علی ولد شیخ ہاشم علی، اصغر علی کے مکان پر پہنچے، وہاں شیخ جہانگیر سے ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج تمہاری چھٹی ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں آج ہولی کی چھٹی ہے، تو جہانگیر کبیر نے کہا کہ آپ ہولی کو مانتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہولی میں ہمارا کارخانہ بند رہتا ہے؛ اس لئے کارخانہ کی چھٹی رہتی ہے اور ہولی کو چھٹی ماننے کے لئے مجبور ہوں اور کوئی بدن پر رنگ چھڑک دیتا ہے، جیسے غیر مسلم لوگ محرم یا عید کو مانتے ہیں، ویسے میں بھی ہولی کو مانتا ہوں، جب جہانگیر کبیر نے کہا: کیا تم نے کبھی رنگ کھیلا ہے؟ میں نے کہا نہیں، میں نے کبھی رنگ نہیں کھیلا ہے، یہ سن کر جہانگیر کبیر نے پھر سوال کیا کہ ہولی کے متعلق کچھ آپ کو معلومات ہے؟ میں نے کہا کہ جہاں تک مجھے گمان ہے کہ راؤ ما کرشنا کے ہولی کھیلنے کی وجہ سے ہولی کا ایجاد ہونا معلوم ہوتا ہے، جب جہانگیر کبیر نے کہا کہ تم شری کرشنا کا نام لے رہے ہو وہ تو ایک زانی ہے، تو ہم نے کہا کہ کسی کو غلط لفظ کے ساتھ بولنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ غیر مسلم لوگ شری کرشنا اور رام کو بھگوان مانتے ہیں، ہم لوگ اپنی نظر سے جہاں تک دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں وہیں تک محدود ہیں، اس کے آگے کوئی لفظ کہنا ٹھیک نہیں ہے۔ اور میں نے یہ بھی الفاظ کہے کہ: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہاں کے پیغمبر ہیں، اسی طرح رام کرشنا غیر مسلموں کے پیغمبر ہیں۔ اور رام کرشنا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے درمیان غیر مسلم کے پیغمبر بھی ہو سکتے ہیں۔ مندرجہ بالا مضمون میں شیخ رشید علی و جہانگیر کبیر کے سوال و جواب جو ہولی سے متعلق ہیں کی وجہ سے ان دونوں حضرات پر قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا حکم لگے گا؟ جواب سے مستفید فرمائیں۔

المستفتی: شیخ عرفان علی، شیخ حیدر علی، مدنا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہولی کے رنگ وغیرہ سے حفاظت کے لئے چھٹی کرنا اور رنگوں سے حفاظت کے لئے ہولی کی رخصت کو تسلیم کرنا شرعاً بلا کراہت جائز اور درست ہے، اس سے مسلمانوں کے اسلامی عقائد میں کوئی فرق نہیں آتا ہے، نیز یہ کہنا کہ میں ہولی کو اسی طرح مانتا ہوں کہ جس طرح غیر مسلم ہماری عید وغیرہ کو مانتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ میں ہولی پر عقیدت رکھتا ہوں اور نہ ہی وہ احترام کرتا ہوں جو عید وغیرہ پر عقیدت اور اس کا احترام کرتا ہوں جیسا کہ غیر مسلم کو ہمارے عید وغیرہ پر عقیدت نہیں ہوتی ہے، بس صرف اتنا ہے کہ وہ ہماری عید کو ہمارے دھرم کی چیز جانتے ہیں اور ہم بھی ہولی کو ان کے دھرم کی چیز جانتے ہیں، اس سے عقیدہ پر کوئی فرق نہیں آتا ہے۔

الضرور یدفع بقدر الإمكان . (قواعد الفقہ، اشرفی دیوبند ۸۸)

(۲) کسی کو بلا سند پیغمبر تسلیم کرنا درست نہیں ہے، چاہے راؤ ما کرشنا ہو یا کوئی دوسرا، ہاں البتہ غیر مسلم رام کرشنا کو اپنے دھرم میں پیغمبر جیسا مانتے ہیں؛ لیکن مسلمانوں کے لئے درست نہیں ہے کہ رام کرشنا کو پیغمبر مانیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۳/۵، جدید ڈیجیٹل ۱/۱)

۲۵۳، کفایت المفتی قدیم ۱/۷۸، جدید زکریا/۱۳۸، مطول ۱/۲۵۷)

نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسلام دشمن غیر مسلم اور ان کے بڑوں کو گالی اور برا بھلا کہنے سے ممانعت فرمائی ہے؛ اس لئے رام کرشنا کو زانی یا اس جیسے دوسرے الفاظ سے یاد کرنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ .

[سورۃ الأنعام، آیت: ۱۰۷]

لہذا نہ شیخ رشید علی کا رام کرشنا کو پیغمبر کہنا درست ہے اور نہ ہی جہانگیر کبیر کا رام کرشنا کو برا کہنا جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷/۱۳۰۹ھ یقعدہ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۱۲/۲۵)



۱۳ / باب ما يتعلق بالصحابة

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین معیار حق ہیں؟

سوال [۲۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معیار حق، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق، بہت لوگ کہتے ہیں معیار حق ایک ہوتا ہے، دو نہیں ہوتے۔

المستفتی: غلام حسین انجینئر کھالا پار، مظفر نگر (یو پی) ۲۵۱۰۰۲

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کے دین متین کو بلا کسی کمی و زیادتی کے صحیح صحیح پہنچا دیا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی آیت غلط طریقے سے منسوب نہیں کی اور یہی معیار حق کا مطلب ہے؛ لہذا آنحضور اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معیار حق ہیں، اسی طرح حضرات صحابہ نے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کو صحیح اور ٹھیک طریقے سے نقل فرما دیا ہے؛ لہذا نقل دین میں صحابہ بھی معیار حق ہیں، جو لوگ معیار ایک ہونے کی دلیل سے حضرات صحابہ کو معیار حق نہیں مانتے ان سے دریافت کیا جائے کہ کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام برحق نہیں تھے؟ کیا معیار حق نہیں تھے؟ کیا اللہ پاک کے دین کو برحق طریقے سے نہیں پہنچایا؟ اگر یوں اشکال کیا جائے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام الگ الگ زمانہ میں آئے تھے، تو کیا حضرت ہارون اور موسیٰ علیہما السلام ایک زمانہ میں نہیں آئے تھے؟ اگر سب معیار حق تھے، تو تعدد کہاں سے آگیا؟ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۴/۲۴، جدید ذکر یا ۶/۳۱، فتاویٰ محمودیہ، قدیم ۱/۲۹۲، جدید ڈائجیل ۲/۲۰۳)

إذا رأيت الرجل ينقص أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ، فاعلم أنه زنديق، وذلك أن القرآن حق والرسول حق، وما جاء به حق، وما أدى ذلك إلينا إلا الصحابة، فمن جرحهم إنما أراد إبطال الكتاب والسنة، فيكون الجرح به أليق، والحكم عليه بالزندقة والضالة أقوم وأحق. الخ (فتح المغيث / ۳۷۵، مظاهر حق مطبوعه نولكشور ۴ / ۶۵۵)

عن عبدالله بن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: كلهم في النار إلا ملة واحدة، قالوا: وما هي يا رسول الله! قال: ما أنا عليه وأصحابي. (ترمذي شريف، أبواب الإیمان، باب افتراق هذه الأمة، النسخة الهندية ۲ / ۹۳، دارالسلام، رقم: ۲۶۴۱، المعجم الأوسط، دارالفكر ۳ / ۳۸۰، رقم: ۴۸۸۶، ۷۸۴۰، المعجم الكبير، دار احیاء التراث العربي ۱۴ / ۵۲، رقم: ۱۴۶۴۶، المستدرک للحاکم، مکتبه نزار مصطفى الباز ۱ / ۱۸۹، رقم: ۴۴۴)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۷۵۶)

حضور ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟

سوال [۲۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: شیعہ اثنا عشری اللہ کو وحدہ لا شریک لہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں سب سے افضل مانتے ہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ میں سب سے افضل حضرت علی رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کردہ خلیفہ کو مانتے ہیں۔

المستفتی: احقر عبداللہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تعلق اور محبت کی بارہا ترغیب دی ہے؛ لیکن آپ ﷺ نے حضرت علی کو خلافت کے لئے اختیار فرمایا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے اختیار کردہ خلیفہ ہیں، یہ من گھڑت بات ہے، یہ اہل شیعہ کی اپنی طرف سے گھڑی ہوئی بات ہے۔ تفصیل میں نہ جاتے ہوئے صرف دو حدیثیں ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ حدیث نمبر (۱): بخاری شریف میں صاف اور واضح الفاظ میں یہ روایت موجود ہے کہ وفات سے تین دن پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اے علی! عبدالمطلب کی اولاد کی موت کی علامت میں پہچانتا ہوں، حضور ﷺ پر موت کے آثار مجھے نمایاں نظر آرہے ہیں کہ اللہ کی قسم تین دن بعد تم ڈنڈے کے غلام ہو جاؤ گے؛ لہذا تم میرے ساتھ حضور ﷺ کے پاس چلو اور آپ سے صاف طور پر معلوم کر لیا جائے کہ امور خلافت کس کو ملیں گے، اگر امور خلافت ہم کو ملنا ہے، تو لوگوں پر واضح ہو جائے گا۔ اور اگر دوسروں کو ملنا ہے، تو دوسروں کو ہمارے لئے وصیت فرمادیں گے کہ آنے والے خلیفہ ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کریں، تو اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم نے اگر حضور ﷺ سے معلوم کر لیا اور آپ نے منع کر دیا، تو ہمیشہ کے لئے خلافت ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گی، تو شیعہ حضرات سے سوال یہ ہے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ کے اختیار کردہ خلیفہ ہیں، تو پھر حضرت علی کو یہ خطرہ کیوں محسوس ہوا کہ حضور ﷺ حضرت علی کو خلافت کی ذمہ داری سے منع فرمادیں گے، اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کردہ خلیفہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خطرہ ہرگز نہ ہوتا۔ اور حضرت عباس کے ساتھ حضور ﷺ کے دربار میں حاضر ہو کر سوال فرماتے اور معاملہ صاف فرمالیتے، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دور دور تک اس کی امید بھی نہ تھی کہ حضور ﷺ خلافت ہم کو سونپیں گے؛ اس لئے حضور ﷺ

کے پاس تشریف لے جانے سے انکار فرما دیا؛ لہذا شیعہ حضرات کی طرف سے یہ بات محض گھڑی ہوئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے اختیار کردہ خلیفہ ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

أن عبد الله بن عباس أخبره أن علي بن أبي طالب خرج من عند رسول الله ﷺ في وجعه الذي توفي فيه، فقال الناس: يا أبا حسن كيف أصبح رسول الله ﷺ؟ فقال: أصبح بحمد الله بارئاً، فأخذه بيده عباس بن عبدالمطلب، فقال له: أنت والله بعد ثلاث عبدالعصا، وإني والله لأرى رسول الله ﷺ سوف يتوفى من وجعه هذا إني لا عرف وجوه بنى عبدالمطلب عند الموت إذ ذهب بنا إلى رسول الله ﷺ، فلنستله فيمن هذا الأمر إن كان فينا علمنا ذلك، وإن كان في غيرنا علمناه، فأوصى بنا، فقال علي: إنا والله لئن سألناها رسول الله ﷺ، فمنعناها لا يعطيناها الناس بعده، وإني والله لا اسئله رسول الله ﷺ.

(بخاري شريف، كتاب المغازي، باب مرض النبي ووفاته، النسخة الهندية ۲/ ۶۳۹، رقم: ۴۲۶۶، ف: ۴۴۴۷)

حدیث نمبر دو: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بارہا فرمایا میں عنقریب تمہارے درمیان سے پردہ کر کے جانے والا ہوں اور تمہارے ساتھ میری زندگی بہت کم ہے؛ لہذا میرے بعد تم ابو بکر اور عمر کی اقتدا کرنا اس روایت میں یہ بات صاف واضح ہے کہ حضور ﷺ کے فوراً بعد ابو بکر خلیفہ بننے والے ہیں اور پھر حضرت عمر خلیفہ بننے والے ہیں، ان دونوں کی اقتداء اور پیروی کرنا پوری امت پر لازم اور ضروری ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن حذيفة قال كنا جلوسا عند النبي ﷺ فقال: إني لا أدري ما بقائي فيكم فافتدوا بالذين من بعدي، وأشار إلى أبي بكر وعمر. (ترمذي

شريف، أبواب المناقب، مناقب أبي بكر الصديق، النسخة الهندية ٢/ ٢٠٧، رقم: ٣٦٦٣،

ابن ماجه، فضل أبي بكر الصديق، طبع هندي ١/ ١٠، دارالسلام، رقم: ٩٧)

عن حذيفة أن النبي ﷺ قال: اقتدوا بالذين من بعدي أبي بكر

وعمر. (مسند أحمد بن حنبل ٥/ ٣٨٢، رقم: ٢٣٦٣٤)

وأفضل البشر بعد نبينا أبو بكر الصديق^{رض}، ثم الفاروق^{رض}، ثم عثمان

ذو النورين^{رض}، ثم علي المرتضى^{رض}، وخلافتهم على هذا الترتيب أيضا

(وتحته في شرح العقائد) يعني أن الخلافة بعد رسول الله ﷺ لأبي

بكر^{رض}، ثم لعمر^{رض}، ثم لعثمان^{رض}، ثم لعلي^{رض} وذلك لأن الصحابة قد اجتمعوا

يوم توفى رسول الله ﷺ في سقيفة بني ساعدة، واستقر رأيهم بعد

المشاورة والمنازعة على خلافة أبي بكر، فأجمعوا على ذلك، وبايعه

علي^{رض} على رؤس الأشهاد بعد توقف كان منه، ولو لم تكن الخلافة حقا

له لما اتفق عليه الصحابة، ولنازعه علي^{رض} كما نازع معاوية، ولا حتج

عليهم لو كان في حقه نص كما زعمت الشيعة، وكيف يتصور في حق

أصحاب رسول الله عليه السلام الإتفاق على الباطل، وترك العمل

بالنص الوارد. الخ. (شرح العقائد النسفية نعيمية / ١٥٠)

ونثبت الخلافة بعد رسول الله ﷺ أولا لأبي بكر الصديق رضی

الله عنه تفضيلا له وتقديما على جميع الأمة، ثم لعمر بن الخطاب

رضی الله عنه، ثم لعثمان رضی الله عنه، ثم لعلي بن أبي طالب رضی الله

عنه. (شرح العقيدة الطحاوية، المكتبة الإسلامية / ٤٧١ تا ٤٨٢) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

الجواب صح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

١٢/٢١٦/١٣٢٥ھ

کتابہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

١٦ ربیع الثانی ١٤٢٥ھ

(الف فتویٰ نمبر: ٣٤ / ٨٣١٤)

کیا صحابہ حضور ﷺ کے بھائی نہیں ہیں؟

سوال [۲۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سفر پر روانہ ہوئے، قبور شہداء کا قصد تھا، حرہ و اقم سے اترے تو نشیب میں چند قبریں نظر آئیں، عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہمارے بھائیوں کی قبریں یہی ہیں؟ فرمایا: یہ ہمارے اصحاب کی قبریں ہیں، شہدائے احد کے مقبرے پر پہنچے تو فرمایا: یہ رہیں ہمارے بھائیوں کی قبریں۔

قال: خرجنا مع رسول الله ﷺ نريد قبور الشهداء حتى إذا أشرنا على حره و اقم، فلما تدلينا منها، فإذا قبور بمحنية، قال: قلنا: يا رسول الله! أقبور إخواننا هذه؟ قال: قبور أصحابنا، فلما جئنا قبور الشهداء، قال: هذه قبور إخواننا. (سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب زيارة القبور ۱/ ۲۷۹، دار السلام، رقم: ۲۰۴۳)

قبور شہدائے احد کی زیارت کے لئے کوئی خاص دعا نہیں، وہی دعا کرنی چاہئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کے لئے سکھائی تھی۔ دعا حسب ذیل ہے:

السلام عليكم أهل الديار من المؤمنين والمسلمين، وإنا إن شاء الله بكم لاحقون يرحم الله المستقدمين منكم والمستأخريين نسأل الله لنا ولكم العافية. (صحيح مسلم، رقم: ۷۵، ۹۷۴، سنن ابن ماجه، رقم: ۱۵۴۷)

تم پر سلامتی ہو اے مومنو! اور مسلمانوں کی بستی والوں ہم بھی انشاء اللہ تم سے آملنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ تم میں سے پہلے جانے والو پر بھی رحم کرے اور بعد میں جانے والوں پر بھی، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت طلب کرتے ہیں۔

جناب عالی! حدیث بالا میں بھائیوں اور اصحاب میں واقع فرق وضاحت طلب ہے،

سیدھا سادھا اور قطعی غیر گنجلک سوال ہونے کی صورت میں امید ہے کہ سائل کو حاضری سے معاف فرمایا جائے گا۔

المستفتی: احمد یار بیگ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: صحابی ان کو کہا جاتا ہے جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل فرمایا ہے۔ اور صحابی کی جمع صحابہ اور اصحاب دونوں آتی ہے۔ اور کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے بارے میں اخوان کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے؛ اس لئے کہ اصحاب رسول دین کے اعتبار سے بھائی بھی ہیں؛ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی صحابی کے بارے میں ”اخی“ کا لفظ استعمال کیا اور کبھی کسی کی حمایت کے بارے میں ”اخوان“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اور صحابہ کے بعد آنے والے لوگوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی اصحابی کا لفظ استعمال نہیں فرمایا ہے؛ بلکہ ان کے لئے خاص طور پر ”اخوان“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے؛ لہذا صحابی اور صحابہ کے الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت یافتہ خوش نصیب اور مقدس اصحاب رسول کے ساتھ خاص ہیں۔ اور ”اخوان“ کا لفظ عام خاص من وجہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ یہ لفظ غیر صحابی کے لئے خاص طور پر استعمال ہوا ہے، جیسا کہ مسند امام احمد بن حنبل کی روایت میں ہے۔ اور کبھی صحابہ وغیر صحابہ دونوں کے لئے استعمال ہوا ہے، جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں ہے:

الصحابي من لقي النبي مؤمنا، ومات على إيمانه. (لغة الفقهاء، کراچی ۲۷۱)

عن ربيعة يعني ابن الهدير قال: ما سمعت طلحة بن عبيد الله يحدث عن رسول الله ﷺ حديثا قط غير حديث واحد، قال: قلت: وما هو؟ قال: خرجنا مع رسول الله ﷺ نريد قبور الشهداء حتى إذا أشرفنا على حرة واقم، فلما تدلينا منها، فإذا قبور بمحنية قال: قلنا: يا رسول الله! أقبور إخواننا هذه؟ قال: قبور أصحابنا، فلما جئنا قبور

الشهداء، قال: هذه قبور إخواننا. (أبو داؤد شريف، كتاب المناسك، باب زيارة القبور، النسخة الهندية ۱/ ۲۷۹، دار السلام، رقم: ۲۰۴۳)

عن أبي هريرة ^{رض} عن النبي ^{صلی اللہ علیہ وسلم} أنه أتى المقبرة، فسلم على أهل المقبرة، فقال: سلام عليكم دار قوم مؤمنين وإنا إنشاء الله بكم لاحقون، ثم قال: وددت أنا قد رأينا إخواننا، قال: فقالوا يا رسول الله! ألسنا بإخوانك؟ قال: بل أنتم أصحابي، وإخواني الذين لم يأتوا بعد، وأنا فرطهم على الحوض. (مسند الإمام أحمد بن حنبل ۲/ ۳۰۰، رقم: ۷۹۸۰، ۲/ ۴۰۸، رقم: ۹۲۸۱، نسائي، كتاب الطهارة، حلية الوضوء، النسخة الهندية ۱/ ۱۹، رقم: ۱۵۰، صحيح ابن خزيمة، المكتب الإسلامي ۱/ ۴۸، رقم: ۶) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/ ۱۱۳۵)

کیا حضور ﷺ نے اصحاب صفہ کو تعلیم دی ہے اور حضرت انس خادم رسول ہیں

سوال [۲۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: دو شخص کے درمیان (ایک فاضل دیوبند، ایک عام آدمی) گفتگو شروع ہوئی، موضوع تھا صفہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا یا نہیں؟ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد ہیں یا خادم؟

دوران بحث فاضل دیوبند نے کہا کہ باضابطہ طریقہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفہ میں نہیں پڑھایا، ہاں اگر تم کہیں دکھا دو گے تو تسلیم کر لیں گے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال شبانہ روز خدمت گذاری کی ہے۔ اور خود حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میری والدہ نو سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری کے لئے چھوڑ آئی تھیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر جملہ حدیث ہے۔ اور قرآن کی آیات جب حضرت جبرئیل علیہ السلام لاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تبین وحی کو بلا کر لکھوادیا کرتے تھے، پھر بعد میں ان سب آیات کو یکجا کیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ یہ گفتگورات میں ہوئی، صبح وہ دوسرا شخص میدان میں آیا اور متقدموں کی موجودگی میں جارحانہ انداز میں گویا ہوا کہ تو ایمان سے خارج ہو گیا، تو نے نبی پر بہتان باندھا ہے، تو بہ کر، ورنہ مصلی کھینچ لوں گا اور پوری جہالت پر اتر آیا، جس کو میں قلم بند نہیں کر سکتا۔ مذکورہ تحریر کا مطالعہ فرمائیں اور مفتیان کرام بتلائیں کہ فاضل دیوبند کے کس جملہ سے نبی پر بہتان ثابت ہو رہا ہے اور ایمان سے خارج ہو گیا؟ بینوا تو جروا

المستفتی: عبدالغفار قاسمی موانہ، میرٹھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے یا شاگرد؟ اس سلسلہ میں وضاحت یہ ہے کہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے سوتیلے باپ ابو طلحہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے لائے اور یہ کہہ کر پیش فرمایا کہ یا رسول اللہ! یہ انس ہوشیار بچہ ہے، آپ کو خدمت کے لئے ایسے بچہ کی ضرورت ہے؛ اس لئے میں پیارے انس کو آپ کی خدمت کے لئے دیتا ہوں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نو دس سال کی عمر میں میرے والد نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے پیش کر دیا تھا، اس وقت سے لے کر حضور کے دنیا سے پردہ فرما کر تشریف لے جانے تک میں مسلسل حضور کی خدمت میں خادم کی حیثیت سے رہا؛ اس لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم یا خادم خاص کہنا کسی طرح گستاخی کی بات نہیں ہے اور کسی صحابی کے لئے حضور کا خادم ہو جانا باعث فخر ہو کرتا تھا، ذلت و رسوائی ہرگز نہیں۔ اور اس اعتبار سے تمام صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شاگرد قرار دینا درست ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھے دینی فیض حاصل فرمایا کرتے تھے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر مجلس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں درس کی حیثیت رکھتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر منبر پر یا مصلے پر تشریف فرما ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے، اس کو درس سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے؛ لیکن اس انداز سے مقام صفہ میں تشریف فرما ہو کر خطبہ دینے یا درس دینے کی بات ہم کو کسی حدیث میں نہیں ملی، اس وضاحت کے بعد یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ فاضل دیوبند یا کسی اور نے اگر یہ کہا ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفہ میں بیٹھ کر باضابطہ درس نہیں دیا ہے، یا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم کہا ہو تو یہ کسی قسم کی گستاخی کی بات نہیں ہے؛ بلکہ صحیح اور درست ہے، ایسا کہنے والے کو ایمان سے خارج گردانا انتہائی جسارت کی بات ہے اور ایمان سے خارج کہنے والے کو چاہئے کہ جس کو ایسا کہا ہے اس سے معافی مانگے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے۔

عن أنس بن مالك عن أم سليم أنها قالت: يا رسول الله! أنس خادمك ادعوا الله له، قال: اللهم أكثر ماله وولده وبارك فيما أعطيته.

(بخاري كتاب الدعوات، باب الدعاء بكثرة المال مع البركة، النسخة الهندية ۲/ ۹۴۴، برقم:

۶۱۳۳، ف: ۶۳۷۸، ترمذي، أبواب المناقب، مناقب أنس بن مالك، النسخة الهندية ۲/ ۲۲۲،

دار السلام، رقم: ۳۸۲۹، مسند أحمد ۳/ ۲۴۸، رقم: ۱۳۶۲۹)

عن أنس^{رض} قال: قدم رسول الله^{صلی اللہ علیہ وسلم} المدينة ليس له خادم، فأخذ

أبو طلحة بيدي، فانطلق بي إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال:

يا رسول الله! إن أنسا غلام كيس، فليخدمك فخدمته في السفر

والحضر الخ. (بخاري، كتاب الوصايا، باب استخدام اليتيم في السفر والحضر،

النسخة الهندية ۱/ ۳۸۸، برقم: ۲۶۸۷، ص: ۲۷۶۸)

عن أنس^{رض} قال: خدمت النبي صلى الله عليه وسلم عشر سنين

بالمدينة. (أبو داؤد، كتاب الأدب، باب في الحلم، النسخة الهندية ۲/ ۶۵۸، دار السلام، رقم: ۴۷۷۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۷/۱۴۳۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/رجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۳۶/۹)

صحابہ کرامؓ کی تنقیص اور ان کی شانِ مبارک میں گستاخیاں

سوال [۲۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: صحابہ کرام کی تنقیص کرنا کسی کو برا بھلا کہنا، کسی کو گھٹانا اور کسی کو بڑھانا، ان کی شان میں جو منہ میں آئے کہہ دینا کیسا ہے؟ جیسا کہ بعض فرق کا شیوا ہے۔
المستفتی: محمد حنیف گاؤں پیر پور تھان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی تنقیص کرنا برا بھلا کہنا، طعن و تشنیع کرنا ناجائز اور حرام ہے؛ بلکہ ان کو اپنے ایمان کی خیر لینا چاہئے، اور ایسے لوگوں کے لئے زندقیت اور خارج اسلام ہونا ثابت ہے، نیز ایسے لوگوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ رحیمیہ، قدیم ۴/۴۳، جدید زکریا ۳/۷۶)

إذا رأيت الرجل ينقص أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ فاعلم أنه زنديق، وذلك أن القرآن حق، والرسول حق، وما جاء به حق، وما أدى ذلك إلينا إلا الصحابة، فمن جرحهم إنما أراد إبطال الكتاب والسنة، فيكون الجرح به أليق، والحكم عليه بالزندقة والضلالة أقوم وأحق. (فتح المغيث/ ۳۷۵، مظاهر حق ۴/ ۶۵۵، مطبوعه نولکشور)

إعلم أن سب الصحابة من أكبر الفواحش، ومذهبنا ومذهب الجمهور أنه يعزر، وقال بعض المالكية: يقتل. وقوله: بأنه يقتل من

سب الشيخين. وقوله: كل كافر تاب فتوبته مقبولة في الدنيا والآخرة إلا جماعة الكافر بسب النبي ﷺ وسب الشيخين أو أحدهما. الخ (مرقاة، باب مناقب الصحابة، الفصل الأول، إمداديه ملتان ۱۱/ ۲۷۳، حاشية بخاري ۱/ ۵۱۵)

البتة حضرات صحابہ کی فضیلت اور فرق مراتب حدیث و سنت سے ثابت ہے۔

وفي شرح السنة: قال أبو منصور البغدادي: أصحابنا يجمعون على أن أفضلهم الخلفاء الأربعة على الترتيب المذكور، ثم تمام العشرة، ثم أهل بدر، ثم أحد، ثم بيعة الرضوان، ومن له مزية من أهل العقبتين من الأنصار، وكذلك السابقون الأولون. الخ (مرقاة، باب مناقب الصحابة، الفصل الأول، مكتبة إمداديه ملتان ۱۱/ ۲۷۲، بذل المجهود، مكتبة يحيى سهارنپور ۵/ ۱۹۶، دار احیاء التراث العربی ۱۳/ ۳۸، حاشیة مشکوٰۃ ۲/ ۵۵۳، نووی ۲/ ۲۷۲، حاشیة بخاری ۱/ ۵۱۵)

وأفضل البشر بعد نبينا ﷺ أبو بكر الصديق، ثم الفاروق، ثم عثمان ذو النورين، ثم علي المرتضى. (شرح العقائد النسفية ۴۸، ۱، ومثله في شرح العقيدة الطحاوية، بيروت ۴۷۱ تا ۴۸۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲/ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ

(الف فتاویٰ نمبر: ۲۳/ ۷۵۸)

حضرت نعمان بن بشیرؓ کی کوئی نافرمان اولاد تھی؟ نیز نافرمان اولاد کو محروم کرنا

سوال [۲۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت نعمان بن بشیرؓ کی اولاد میں سے کوئی نافرمان بھی تھی؟ جس کو نہ دینے کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناگواری کا اظہار کیا ہے، نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ جب سے میں نے اس کو الگ کیا ہے اس کی پڑھائی لکھائی اور جب اس کی اولاد پڑھنے

کے قابل ہوگئی، تو اس کی تمام اولاد کے تمام تعلیمی اخراجات میں نے ہی برداشت کئے تھے۔ اور جو جائیداد میں نے اس کو دی تھی اس کے علاوہ میرے دو مکان اور بھی ہیں، ان میں بھی اس وقت ان کا کاروبار ہے، اس کی ان نافرمانیوں کی وجہ سے اب میں یہ دونوں مکان بھی اس کو دینا نہیں چاہتا۔

المستفتی: ابو الحسن بارہ دری، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت نعمان بن بشیر کی اولاد کا مسئلہ نہیں تھا؛ بلکہ حضرت نعمان کے والد بشیر بن سعد کی اولاد کا مسئلہ تھا کہ حضرت نعمان بن بشیر کو ان کے والد نے دوسری اولاد کو نہ دے کر ان کو دینے کا ارادہ فرمایا تھا، اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دینا ہو تو سب کو برابر دو، اس بارے میں مسلم شریف ۲/ ۳۷ میں متعدد روایات موجود ہیں۔ اور حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی اولاد یعنی حضرت نعمان بن بشیر کے بھائی بہنوں میں کوئی بھی نافرمان یا فاسق نہیں تھا؛ بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی صرف ایک بہن تھی، تو بیٹی کے باپ کی نافرمانی اور مقابلہ کا سوال ہی نہیں ہوتا۔ اور وہ صحابیہ تھیں۔ (مستفاد: أوجز المسالك، كتاب الأفضیة، مالا يجوز من

النحل، قدیم ۵/ ۳۳۱، دارالقلم ۱۴/ ۱۷۱)

نیز حدیث نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث صرف استہباب پر محمول ہے، وجوب پر نہیں، ورنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عاصم بن عمر کو اور حضرت عبداللہ بن عمر نے واقد بن عبداللہ کو دوسری اولاد کو نہ دے کر دیا ہے۔ اور عبدالرحمن بن عوف نے اپنی دوسری اولاد کو نہ دے کر اپنی بیوی ام کلثوم کی اولاد کو دیا ہے، یہ ساری احادیث ”اعلاء السنن ۱۶/ ۱۹“ اور ”طحاوی شریف ۲/ ۲۴۵“ میں سند کے ساتھ موجود ہے۔

(أوجز المسالك، كتاب الأفضیة، مالا يجوز من النحل، قدیم ۵/ ۳۳۱،

دارالقولم ۱۴ / ۱۷۱) میں ایک کو زیادہ دینے یا دوسری اولاد کو نہ دے کر ایک کو دینے کے متعلق دس وجوہات نقل فرمائی ہیں۔ اور حضرت نعمان بن بشیر کی روایت کا جواب بھی دیا ہے۔ اور اعلیٰ السنن ۱۶/ ۹۱، میں بھی بہت سے اسباب نقل فرمائے ہیں، ان میں فسق و سرکشی کو بھی نقل فرمایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کاتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۱۷/۲۳
 ۱۴۱۷/۲۳/۲۳
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۳۰/۲۷۹۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دیونی کے ساتھ کشتی لڑنا

سوال [۲۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جیسا کہ مشہور ہے کہ دیونی نے چیلنج کیا کہ جو مجھے چھاڑے گا میں اس سے شادی کروں گی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کشتی لڑی اور جیتنے پر اس دیونی سے شادی کر لی، اس دیونی کے لطن سے محمد حنیف پیدا ہوئے۔
 (۱) کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ (۲) کیا حضرت علی کشتی لڑا کرتے تھے؟ (۳) کیا کشتی کا اکھاڑا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا؟

المستفتی: شریف حسین، محلہ سرائے

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ واقعہ غلط اور من گھڑت ہے؛ بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد باوقات مختلفہ آٹھ بیویاں کیں، ان میں سے پانچویں جنگ یمامہ کی فتح یابی پر بہت سی باندیاں ہاتھ آئی تھیں، تو تقسیم غنائم میں قبیلہ بنو حنیفہ کی ایک عورت بنام خولہ بنت جعفر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا، ان کے لطن سے حضرت محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے جو عوام میں محمد بن الحنفیہ کے نام سے

مشہور ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/ ۳۲۴، جدید ڈائجیل ۴/ ۵۴۶، تاریخ طبری ۴/ ۶۰۰، تاریخ الاسلام نجیب آبادی ۱/ ۵۱۸)

وله محمد بن علي الأكبر الذي يقال له: محمد بن الحنفية أمه
خوله بنت جعفر. (تاريخ طبري ۴/ ۱۱۸)

و أما ابنه محمد الأكبر فهو ابن الحنفية، وهي خوله بنت جعفر
بن قيس سبأها خالد أيام الصديق أيام الردة من بني حنيفة، فصارت
لعلي بن أبي طالب، فولدت له محمد هذا. (البدایة والنہایة، دارالفکر ۵/ ۴۴۳)

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف یہ نسبت بے اصل اور بے دلیل ہے کہ ہمارے
زمانے کے پہلوانوں کی طرح کشتی لڑا کرتے تھے۔

(۳) اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے؛ بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک بہترین عمدہ جنگ
باز اسلامی سپہ سالار تھے، اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کفار کی سرکوبی کرتے تھے، چنانچہ خیبر کی
فتح یابی بھی ان ہی کے ہاتھ سے ہوئی۔

علي بن أبي طالب الهاشمي رضي الله عنه -إلى- وكان قد
اشتهر بالفروسية والشجاعة والإقدام -إلى- ومن خصائص علي قوله
صلى الله عليه وسلم يوم خيبر: لأدفعن الرأية غدا إلى رجل يحب الله
ورسوله، ويحبه الله رسوله يفتح الله على يديه. (الإصابة في تمييز الصحابة ۲/ ۱۲۹۵، رقم: ۵۶۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

(الف فتاویٰ نمبر: ۴۶۵/۲۳)

کیا حضرت ابو شحمہ رضی اللہ عنہ کو حد زنا لگائی گئی؟

سوال [۲۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کتاب ”ریڈیائی تقریریں“ مصنف مولانا کبیر الدین فاران نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے: حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اپنے بیٹے کو حد زنا لگوائی، یعنی سو کوڑے زنا کے ثابت ہونے پر اور پچھتر یا اسی کوڑے لگنے پر ان کے صاحبزادے کی روح پرواز کر گئی، تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس یا پچیس کوڑے ان کی نعش پر لگوائے۔ اور اس بات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حد لگواتے ہوئے اگر ان کی جان نکل گئی تو مردہ پر ہی پوری حد لگائی جائے، اس کا کیا حکم ہے؟ حد پوری کی جائے یا چھوڑ دی جائے؟ اور یہ واقعہ صحیح ہے یا جھوٹ؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مقررین حضرات سوال میں ذکر کردہ واقعہ جو حضرت ابو ثجمہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے پر حد زنا لگوائی ہے، یہ غلط اور بہتان ہے۔ حضرت ابو ثجمہ رضی اللہ عنہ ایک متنی پرہیزگار عالم فاضل انسان تھے، اللہ کا خوف ہمہ وقت رہتا تھا، ایک مرتبہ بغرض تجارت مصر گئے، وہاں انہوں نے نبیذ پی لی تھی (یعنی کھجور کا شربت) جو حلال ہے؛ لیکن گرمی کی شدت بڑھ جانے کی وجہ سے اس نبیذ میں سکر (نشہ) آ گیا تھا اور حضرت ابو ثجمہ رضی اللہ عنہ کو پینے کے بعد سکر کا احساس ہو گیا تھا، مگر عایت درجہ تقویٰ کی وجہ سے انہوں نے اپنے آپ کو مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر کیا اور ان سے کہا کہ شراب کی حد جاری کریں، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان سے تفصیلات معلوم کر کے اور ہلکی سی شراب کی حد جاری کرادی، یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی، انہوں نے فوراً عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس لکھا کہ ابو ثجمہ کو میرے پاس بھیج دو، میں خود اس معاملہ کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں؛ لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تحقیق کر کے دوبارہ نشہ کی حد جاری کرائی تھی، تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ امیر المؤمنین کے لڑکے کے ساتھ رعایت کا معاملہ

ہوا، چنانچہ جب حد جاری ہوئی تو حضرت ابو ثممہ رضی اللہ عنہ کا برا حال ہو گیا، سفر کی تکان اولوالعزم باپ کی ناراضگی اور کوڑوں کی مارنے انہیں بیمار کر ڈالا اور اسی بیماری میں ان کا انتقال ہو گیا رضی اللہ عنہ۔ (فارق اعظم رضی اللہ عنہ ص: ۳۷) نیز ۸۰/ کوڑے لگانے کے بعد نغش پر بیس کوڑے لگانے کا واقعہ بھی غلط ہے۔

وأخرج عبد الرزاق والبيهقي عن ابن عمر رضی اللہ عنہما، قال: شرب أخي عبدالرحمن، وشرب معه أبو سرة عقبه بن الحارث، وهما بمصر في خلافة عمر رضی اللہ عنہ فسكرا، فلما أصبحا انطلقا إلى عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وهو أمير مصر، فقالا: طهرنا فإننا قد سكرنا من شراب شربناه - إلى - فلما قدم على عمر رضی اللہ عنہ جلده وعاتبه لمكانه منه ثم أرسله، فلبث شهرا صحيحا، ثم أصابه قدره فمات، فيحسب عامة الناس أنه مات من جلد عمر، ولم يمت من جلد عمر. (حياة الصحابة عربي ۲/ ۱۲۹، السنن الكبرى للبيهقي، دارالفکر ۸/ ۳۱۲، ۳۱۳، الاستيعاب، دارالکتب العلمية بيروت ۲/ ۳۸۵، رقم: الترجمة: ۴۱۵۱، أسد الغابة، دارالفکر ۳/ ۳۷۴، رقم الترجمة: ۳۳۵۹، الإصابة في تمييز الصحابة، دارالکتب العلمية بيروت ۴/ ۴۸۶، رقم: ۵۱۸۹، كنز العمال ۱۲/ ۲۹۶، رقم: ۳۶۰۰۹ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۱۷/۲۲۹ھ
 (الف فتاویٰ نمبر: ۳۳/۴۶۹۸)

حضرت ابو ثممہ کا شراب پی کر بدکاری کرنے کے واقعہ کی تحقیق

سوال [۲۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بعض کتب میں حضرت ابو ثممہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، انہوں نے ایک مرتبہ شراب پی کر کسی عورت سے زنا کر لیا؛ لہذا

اس سے بچہ پیدا ہو گیا، عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دعویٰ کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حد جاری کر دی؛ لہذا اسی کوڑوں میں حضرت ابو ثممہ رضی اللہ عنہ کا دم نکل گیا، قصہ طویل ہے۔ کیا ابو ثممہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوئی بیٹے ہیں؟ اگر ہیں تو کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟

المستفتی: محمد عثمان شیر کورٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حضرت ابو ثممہ رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ معتبر کتابوں میں ملتا ہے، وہ اس طرح ہے کہ ان کا نام عبدالرحمن تھا، وہ کسی کام سے مصر گئے ہوئے تھے، اور وہ بھی اللہ سے ڈرنے والے عالم فاضل متقی تھے اور مصر کے قیام کے دوران انہوں نے نبیذ پی لی تھی۔ اور نبیذ شرعاً حلال چیز ہے، مگر اس کو اگر دھوپ میں رکھ دیا جائے تو سکر آجاتا ہے۔ اور انہوں نے جو نبیذ پی تھی، اس میں تیز دھوپ کی وجہ سے قدرے سکر آ گیا تھا، جس کے نتیجے میں ان کو معمولی نشہ کا احساس ہوا اور چونکہ متقی تھے؛ اس لئے امیر مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے خود جا کر کہا کہ مجھے نشہ کی حد لگائیے، تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ہلکی سی حد لگائی، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا، تو ان کو مصر سے بلوا کر پھر سے حد جاری کی، تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ امیر المؤمنین نے اپنے بیٹے کے ساتھ رعایت کی ہے۔ اور سفر کی تکان اولو العزم باپ کی ناراضگی اور کوڑوں کی مارنے ان کو بیماری میں ڈال دیا، جس کی وجہ سے ایک ماہ کے بعد وہ اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ اور واعظین جوان پرزنا کی تہمت لگاتے ہیں، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ ایک پاکباز اور پاکدامن متقی پر تہمت ہے۔ دیکھئے: (فاروق اعظم/ ۳۷)

وعبدالرحمن بن الأوسط، هو أبو شحمة، هو الذي ضربه عمرو بن العاص بمصر في الخمر، ثم حملة إلى المدينة، فضربه أبو هادب الوالد، ثم مرض ومات بعد شهر، وأما أهل العراق فيقولون: إنه مات تحت سياط عمر، وذلك غلط. (الإستيعاب، دارالكتب العلمية بيروت ۲/)

۳۸۵، رقم: الترجمة ۱۴۵۱، أسد الغابة في معرفة الصحابة ۳/ ۳۷۴، رقم الترجمة ۳۳۵۹، الإصابة في تمييز الصحابة، دارالكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۸۵، رقم: ۵۱۸۹، السنن الكبرى للبيهقي، دارالفكر ۸/ ۳۱۲، ۳۱۳، حياة الصحابة عربي ۲/ ۱۲۹، منتخب كنز العمال على هامش مسند أحمد ۴/ ۴۲۰ تا ۴۲۲، كنز العمال ۱۲/ ۲۹۶، رقم: ۳۶۰۰۹ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۳/۱۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ رجب الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۳۵۱)

حضرت ابو شحمہؓ کے زنا کے واقعہ کی تحقیق

سوال [۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کتنے صاحبزادے تھے؟ کیا ان میں سے کسی پر حد زنا جاری ہوئی ہے؟ ابو شحمہ کون ہیں، ان کے متعلق جو زنا کے ارتکاب کا واقعہ مشہور ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟ براہ کرم مفصل مدلل جواب سے نوازیں۔

المستفتی: محمد وسیم اکرم قاسمی خادم مدرسہ مدینۃ العلوم نگیہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سات صاحبزادے تھے: (۱) عبد اللہ (۲) عبد الرحمن الاکبر، کنیت ابو عبسیٰ ہے (۳) عبید اللہ (۴) عاصم (۵) زید (۶) عبد الرحمن الاوسط، کنیت ابو شحمہ (۷) عبد الرحمن والد الجحیہ - (مستفاد: اسد الغابہ، دار الفکر ۳/ ۳۷۳، ۱۳۲/۶، ۱۳۳/۳، الإصابة في تمييز الصحابة، دارالكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۸۶، تاریخ اسلام ۱/ ۳۶۸)

(۲) ابو شحمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد الرحمن الاوسط کی

کنیت ہے۔ (الاصابہ فی تمييز الصحابة، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۲۸۶، اسد الغابہ، دارالفکر ۳/ ۳۷۳، فاروق اعظم/ ۳۷، امداد المفتیین ۲/ ۲۶۹)

ان کی جانب جو زنا کا واقعہ مشہور و معروف ہے، وہ کذب و افتراء اور محض موضوع روایات پر مبنی ہے، جس کی کوئی اصلیت معتبر کتب حدیث و تاریخ میں منقول نہیں؛ البتہ شرب نبیذ اور اس پر حد کا واقعہ ماثور و منقول ہے۔ (تذکرۃ الموضوعات، حدیث ابی ثعمہ)

ولد عمر رضی اللہ عنہ، وزناہ و أقامہ عمر علیہ الحد و موتہ بطولہ لا یصح، بل وضعہ القصاص، والذي ورد ما روی أن عبد الرحمن الأوسط من أولاد عمر، ویکنی أبا شحمة کان غازیاً، مضی فشرب نبیذا فجاء إلى عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، وقال: أقم علي الحد، فامتنع، فقال: إني أخبر أبي إذا قدمت إليه فضر به الحد في داره، فكتب إليه عمر يلومه، فقال: الا فعلت به ما تفعل بالمسلمين، فلما قدم على عمر ضر به، واتفق ان مرض فمات. (تذکرۃ الموضوعات،

للفتنی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۸۰)

(۳) صحیح واقعہ احادیث کی روشنی میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مصر میں میرے بھائی عبدالرحمن اور ان کے ساتھ ابوسرعہ عقبہ بن حارث نے نبیذ پی لی تھی (جس کے پینے میں کوئی خاص بات نہ تھی؛ کیوں کہ اس زمانے میں نبیذ پینے کا عام رواج تھا جواز روئے شرع حلال ہے؛ لیکن کھجوروں کے پانی میں زیادہ دیر پڑا رہنے سے ان میں تخمیر پیدا ہو گئی تھی، جس کے پینے سے انہیں معمولی نشہ ہو گیا تھا۔ (ابوشحہ اللہ سے ڈرنے والے عالم فاضل متقی و پرہیزگار بندے تھے، ان کے ساتھی ابوسرعہ بھی تقریباً اسی صفت سے متصف تھے، یہ بات ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کے خلاف تھی) اس لئے افاقہ کے بعد صبح کو از خود دونوں مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم کو سزا دے کر پاک کر دیجئے، ہم نے ایک ایسا مشروب پی لیا تھا، جس سے ہمیں نشہ

ہو گیا، ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ تم گھر چلو، میں تمہیں سزا دے کر پاک کر دوں گا، مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ دونوں حضرت عمرو بن العاص کو اس واقعہ کی اطلاع کر چکے ہیں، پھر میرے بھائی نے مجھے بتایا کہ وہ امیر مصر کو اس قصہ کی خبر کر چکے ہیں، تو میں نے ان سے کہا کہ تم گھر چلو میں تمہارا سر موٹا دوں گا، تاکہ تمام لوگوں کے سامنے تمہارا سر موٹا جائے، اس زمانہ میں عام دستور یہ تھا کہ حد لگانے کے ساتھ سر کا حلق کر دیتے تھے، چنانچہ وہ دونوں گھر چلے گئے، میں نے اپنے بھائی کا سراپنہ ہاتھ سے حلق کیا، حضرت عمرو بن العاص نے ان پر نرمی سے حد جاری کی؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ النبی میں کسی طرح اس واقعہ کا علم ہو گیا، تو انہوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ عبدالرحمن کو بلا کجاوہ کے اونٹ پر سوار کر کے میرے پاس روانہ کر دو (یہ فوراً جلدی روانہ کرنے سے کننا یہ ہے) میں خود اس معاملہ کی تحقیق کرنا چاہتا ہوں، چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا، جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے تفصیل دریافت کرنے کے بعد اسی کوڑے حد لگائی (تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ امیر المؤمنین کے بیٹے کے ساتھ رعایت ہوئی ہے) اس کے بعد عبدالرحمن الاوسط سخت بیمار ہو گئے اور تقریباً ایک ماہ زندہ رہے، پھر تقدیر الہی غالب آگئی اور آپ اللہ کو پیارے ہو گئے، اس سے عام لوگ یہ سمجھ بیٹھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوڑوں کی مار سے ان کا انتقال ہو گیا ہے؛ حالانکہ مذکورہ بالا تفصیلی واقعہ سے معلوم ہوا کہ ابو شحمہ اپنی طبعی موت سے اللہ کو پیارے ہوئے، نیز یہ بات ان پر زبردست کذب و افتراء اور غیر ذمہ دارانہ ہے کہ انہوں نے نعوذ باللہ زنا کا ارتکاب کیا تھا اور ان پر حد زنا لگائی گئی تھی، ایسی بے ثبوت اور بے سند باتیں نقل کرنے میں اللہ سے خوف کرنا چاہئے، یہ واقعہ صحیح سند کے ساتھ (کنز العمال، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۲/ ۲۹۶، حدیث: ۵۱۸۹، ۲۶۰۰۹، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۲۸۶، حدیث: ۵۱۸۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۸/ ۳۱۲، ۳۱۳، منتخب کنز العمال علی ہامش مسند احمد بن حنبل ۴/ ۲۲۰ تا

۴۲۲، اسد الغابہ، دار الفکر ۳/ ۳۷۳، حیاة الصحابہ عربی ۲/ ۱۲۹، حیاة الصحابہ اردو ۲/ ۱۳۲، فاروق اعظم (۳۷) وغیرہ معتبر کتب میں معمولی تفاوت کے ساتھ مذکور ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

عبدالرحمن بن عمر الأوسط أبو شحمة، وهو الذي ضربه عمرو بن العاص بمصر في الخمر، ثم حملة إلى المدينة، فضربه أبو ه عمر بن الخطاب، أدب الوالد، ثم مرض، فمات بعد شهر. (الأسد الغابة، دارالفکر ۳/ ۳۷۴، رقم: الترجمة ۳۳۵۹، الإستيعاب، دارالکتب العلمیة بیروت ۲/ ۳۸۵، رقم: ۱۴۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۲/۱۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ صفر ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۹۳/۳۳)

کیا حضرت ابو شحمہؓ نے شراب پی تھی؟

سوال [۲۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بعض کتابوں میں ایک واقعہ آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے ابو شحمہ نے ایک مرتبہ شراب پی کر ایک عورت سے زنا کر لیا، اس سے حمل رہا اور بچہ کی پیدائش کے بعد اس عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا، آخر کار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لڑکے کو حد لگائی، اسی کوڑوں پر لڑکے نے دم توڑ دیا، اس میں تحقیق طلب بات یہ ہے، کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ ابو شحمہ رضی اللہ عنہ کوئی صاحبزادے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہوئے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: فخر الاسلام شیرکوٹ، ضلع بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت ابو شحمہ رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ معتبر کتابوں

میں ملتا ہے، وہ اس طرح ہے کہ: ان کا نام عبدالرحمن تھا، وہ کسی کام سے مصر گئے تھے اور وہ اللہ سے ڈرنے والے متقی عالم فاضل تھے۔ اور مصر کے قیام کے دوران انہوں نے نبیذپی لی تھی اور نبیذ شرعاً حلال چیز ہے، مگر اس کو اگر دھوپ میں رکھ دیا جائے تو سکر آ جاتا ہے اور انہوں نے جو نبیذ پی تھی، اس میں تیز دھوپ کی وجہ سے قدرے سکر آ گیا تھا، جس کے نتیجے میں ان کو معمولی نشہ آ گیا تھا اور چونکہ متقی تھے: اس لئے امیر مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے خود جا کر کہا کہ مجھے نشہ کی حد لگائی، تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ہلکی سی حد لگائی، مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا، تو ان کو مصر سے بلوا کر پھر سے حد جاری کی، تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ امیر المؤمنین نے اپنے بیٹے کے ساتھ رعایت کی ہے اور سفر کی تکان اور اولو العزم باپ کی ناراضگی اور کوڑوں کی مارنے ان کو بیماری میں ڈال دیا، جس سے ایک ماہ کے بعد وہ اللہ کو پیارے ہو گئے تھے۔ اور واعظین جو ان پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ ایک پاکباز اور پاکدامن متقی پر تہمت ہے۔ دیکھئے: (فاروق اعظم/ ۳۷)

عن ابن عمر قال: شرب أخي عبدالرحمن -إلى- ثم جلد هم عمرو، فسمع بذلك عمر، فكتب إلى عمرو أن ابعث إلي بعبدالرحمن علي قتب ففعل ذلك، فلما قدم علي عمر جلده وعاقبه لمكانه منه، ثم أرسله، فلبث شهرا صحيحًا، ثم أصابه قدره، فمات فيحسب عامة الناس إنما مات من جلد عمر، ولم يمت من جلد عمر، وسنده صحيح. (هاشية مسند أحمد بن حنبل ۴/ ۴۲۲، أنظر للتفصيل حياة الصحابة ۲/ ۱۲۹، ۱۳۰، السنن الكبرى للبيهقي، دار الفكر ۸/ ۳۱۲، ۳۱۳، كنز العمال ۱۲/ ۲۹۶، رقم: ۳۶۰۰۹، حيلة الصحابة اردو ۲/ ۱۳۲، الاستيعاب، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۳۸۵، رقم: ۱۴۵۱ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴ھ/۲۸

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۴ھ/۲۸

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۵۴۲)

کیا حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو وصیت لکھوانے سے روکا تھا؟

سوال [۲۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور ﷺ نے اپنے وصال کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ کاپی اور قلم لاؤ میں کچھ لکھوادوں، جس سے تم درستی پر رہو اور آپس کے انتشار کا شکار نہ بنو، تو جیسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کاپی لینے چلے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روک دیا کہ اللہ کے رسول کی حالت ایسی ہے، نہ معلوم کیا لکھ دیں، تو شیعہ حضرات اس مسئلہ کو بہت اچھال رہے ہیں کہ اللہ کے رسول نے کتنی اچھی بات فرمائی تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اتنی بڑی سعادت سے امت کو محروم کر دیا، وہ کتنے بڑے ظالم ہوئے۔

المستفتی: نسیم احمد، امام نورانی مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی رسول ہیں، عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، ان کے بارے میں ایسے الفاظ کہنا سخت گمراہی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی تکلیف کو دیکھتے ہوئے منع فرمایا تھا۔ اور وہ کوئی شرعی چیز نہیں تھی جس کا جاننا ضروری ہوتا، ورنہ تو اس کے کئی روز بعد تک حضور ﷺ باحیات رہے؛ لیکن کوئی بات نہ کہی اور نہ لکھوائی؛ بلکہ اگر شریعت کا اہم امر ہوتا، تو حضور ﷺ پیغمبر ہونے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منع کرنے کو نہ مانتے؛ بلکہ ضرور لکھواتے۔

وقال الخطابي: لم يتوهم عمر الغلط فيما كان النبي ﷺ يريد

كتابتہ، بل امتناعہ محمول علیٰ أنہ لما رأى ما هو فیہ من الكرب، و حضور الموت خشي أن يجد المنافقون سبيلا إلى الطعن فيما يكتبه وإلى حملة علی تلك الحالة التي جرت العادة فیها بوقوع بعض ما يخالف الإتفاق، فكان ذلك سبب توقف عمر لا أنه تعمد مخالفة قول النبي ﷺ، ولا جواز وقوع الغلط عليه حاشا وكلا. (فتح الباري، كتاب

المغازی، باب مرض النبی ووفاته، مکتبہ أشرفیہ دیوبند ۸/ ۱۶۹، مکتبہ دارالریان للتراث
بیروت ۷/ ۷۴۱، رقم: ۴۴۳۲، عمدۃ القاری، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم، مکتبہ دار
إحياء التراث العربی ۲/ ۱۷۱، زکریا ۲/ ۲۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ صفر ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۳۶۹۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/ ۲/ ۱۴۱۷ھ

لکھنؤ کا مدح صحابہ کا جلوس

سوال [۳۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: لکھنؤ میں جلوس مدح صحابہ اور کثیر اسراف مال کے ساتھ جھنڈوں کا بنانا اور نکالنا جو مالی تباہی کا موجب ہوتا ہے، بدعت سنیہ مہلکہ ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر حضرات صحابہ کی مذمت کرنے والوں کے مقابلہ میں بطور مظاہرہ کے جلوس نکالا جائے، جس سے صحابہ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے سامنے صحابہ اور اسلام کی عظمت و شوکت دلوں میں جم جائے، تو اس میں مال خرچ کرنا اور شوکت اسلام کے لئے جھنڈوں کا نکالنا اسراف اور تباہی کا سبب نہیں ہے؛ بلکہ عظمت اسلام کا سبب ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب کہ جلوس مدح صحابہ بارہ ربیع الاول کو نہ نکالا گیا ہو۔ حدیث میں آیا ہے:

عن أبي سعيد خدري - رضي الله عنه - قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهابا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه. (بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم: لو كنت متخذًا خليلاً، طبع هندي ۱/ ۵۱۸،

رقم: ۳۵۴۱، ف: ۳۶۷۳، مسلم شریف، کتاب الفضائل، باب تحریم سب الصحابة، طبع
ہندی ۲/ ۳۱۰، بیت الأفكار، رقم: ۲۵۴۰، ۲۵۴۱)

عن عبد اللہ بن مغفل قال: سمعت رسول اللہ ﷺ يقول: اللہ اللہ
فی أصحابی لا تتخذوہم غرضا بعدی، فمن أحبہم فبحبی أحبہم، ومن
أبغضہم فبغضی أبغضہم. الحدیث (ترمذی، أبواب المناقب، باب ماجاء فی من
سب أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، طبع ہندی ۲/ ۲۲۵، دار السلام، رقم: ۳۸۶۲،
صحیح ابن حبان ۶/ ۳۸۴، أبو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی النهی عن سب أصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ۲/ ۶۴۰، دار السلام، رقم: ۶۵۸ (۴۶۵۸)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۵۷۱)

امام اہل سنت ہال میں مدح صحابہ کی محفل کا انعقاد

سوال [۳۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے
بارے میں: امام اہل سنت والجماعت ہال میں تعین تاریخ و تعین خطیب کے ساتھ مجالس
شہادت کے نام پر محفلیں منعقد کرنا اور مسلمانوں کو دعوت شرکت دینا اور آخری دن تمام
شعراء کا مدح صحابہ و نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اشعار کا پڑھنا اور سننا اور اکثر رات
تک اس کا منعقد رہنا بدعت ہے یا نہیں؟ اگر بدعت ہے تو کون سی بدعت ہے؟

المستفتی: عبد الرحمن موسیٰ، کیراف گول جنرل اسٹور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ان مجالس کے انعقاد کا مقصد اکابر صحابہ اور شیخین
اور حضرات حسنین وغیرہم کا صحیح تذکرہ کرنا اور وعظ و تذکیر ہے؛ اس لئے جائز ہے۔

(مستفاد: کفایت المفتی، قدیم ۱/ ۱۹۶، جدید زکریا ۱/ ۲۳۱، بطول ۱/ ۲۹۹)

ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله ﷺ وأزواجه الطاهرات من كل دنس، وذرياته المقدسين من كل رجس، فقد برئ من النفاق، وعلماء السلف من السابقين ومن بعدهم من التابعين أهل الخير والأثر وأهل الفقه والنظر لا يذكرون إلا بالجميل، ومن ذكرهم بسوء فهو على غير السبيل. (شرح العقيدة الطحاوية، بيروت ۴۹۰-۴۹۱)

عن عبد الله بن مغفل قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: الله الله في أصحابي لا تتخذوهم غرضا بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم. الحديث (ترمذي، أبواب المناقب، باب ماجاء في من سب أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، طبع هندي ۲/ ۲۲۵، رقم: ۳۸۶۲، صحيح ابن حبان ۶/ ۳۸۴، أبو داؤد، كتاب السنة، باب في النهي عن سب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ۲/ ۶۴۰، دار السلام، رقم: ۴۶۵۸) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴/ ربيع الاول ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۵۷۱)

جلوس محمدی ومدح صحابہ کا حکم

سوال [۳۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک بستی جس کا شمار قصبات میں ہے، یہاں کی آبادی تقریباً چالیس بیالیس ہزار کی ہے، جس میں ۴۰ فیصد اہل سنت، پندرہ فیصد اہل تشیع اور ۴۵ فیصد دیگر اقوام اہل ہنود ہیں، ابھی چند سالوں سے ماہ محرم میں مذہبی شہدائے اسلام کے نام سے پندرہ روزہ اجلاس منعقد ہو رہے ہیں، جن میں بیرونی علمائے کرام تشریف لاتے ہیں اور اپنے خطیبانہ انداز میں مذہب شیعہ کے خدوخال واضح کرتے ہیں اور سنیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ان کے جلسہ و جلوس میں شرکت سے بالکل پرہیز کریں اور گناہوں

سے بچیں، الحمد للہ اس سے سنیوں پر خاصا اثر ظاہر ہوا، ادھر شیعہ ماہِ محرم میں روایتی جلوس اعزاز داری، تعزیر و علم کا اہتمام کرتے ہیں اور اس میں صحابہ کرام پر تبرا بھی کرتے ہیں، اکادکا سنیوں کو گالم گلوچ بھی کرتے ہیں، جس سے اکثر نزاع کی صورت بنی رہتی ہے، واضح ہو کہ آج سے تقریباً چار سال پہلے سے بارہ ربیع الاول کو جلوس محمدی و مدح صحابہ نکالا جاتا رہا ہے؛ لیکن اس کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا جاتا تھا، اس سلسلہ میں علماء اور سنجیدہ مزاج عوام اس کے مخالف رہے، یعنی نہ خود شرکت کی اور نہ شرکت کے لئے لوگوں کو ترغیب دلائی اور نہ کسی کو منع کیا؛ لیکن امسال جلوس میں شدت تھی، زور شور تھا، تو اکثر علماء نے یہ محسوس کیا کہ اگر جلوس محمدی و مدح صحابہ کو نہ روکا گیا تو اس سے ایک رسم بد کا اجراء ہو جائے گا، پھر اس کا بند کرنا مشکل ہوگا، اب اس میں علماء کے دو گروپ ابھر کر سامنے آئے، ایک جلوس کا حامی، دوسرا جلوس کا مخالف، اس سال جلوس نکالتے وقت چونکہ الیکشن کا دور تھا، اسی وجہ سے انتظامیہ نے جلوس نکالنے کی اجازت نہیں دی تھی، پھر بھی جبراً جلوس نکالا گیا، غیر قانونی طور پر جلوس نکالنے کی بنا پر انتظامیہ سے دھکا کئی بھی ہوئی اور جلوس میں شیعوں نے اپنی مسجد سے پتھراؤ بھی کیا، جو اباً جلوس سے بھی پتھراؤ ہوا، انتظامیہ نے دونوں فریق کے کچھ آدمی حراست میں لے لئے تھے، ۴-۶ گھنٹہ کے بعد چھوڑ دیئے گئے، مزید اب تحریر یہ ہے کہ جلوس کے جواز و عدم جواز کے متعلق سنیوں کے دونوں گروپ میں شدت پیدا ہو گئی ہے، جواز اور عدم جواز کی مقامی علماء کی اکثریت عدم جواز کی قائل ہے، جن کے دلائل و اقوال یہ ہیں:

(۱) اس جلوس میں غیروں کی طرح جا بجا سبیلیں قائم کر کے شربت پلایا جاتا ہے، جو کہ شعرا وغیرا ہے۔

(۲) انتظامیہ سے جلوس کی اجازت نہ ملنے کی صورت میں جبراً جلوس نکالنا اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا شرعی نقطہ نظر سے درست نہیں، مزید یہ کہ جلوس سے رضا خانیت کو تقویت مل رہی ہے اور وہ مسرور و محفوظ نظر آتے ہیں اور ان میں سے بعض حضرات جلوس

کی قیادت بھی کرتے ہیں؛ لہذا جلوس نکالنے سے بدعات کو فروغ ملے گا اور دو محاذ سامنے آجائیں گے، پھر دونوں کا سدباب کرنا مشکل ہوگا؛ لہذا ایسا کام نہ کیا جائے جس سے دوسری بدعات کو فروغ ملے، نیز علامہ شاطبیؒ کا قول ہے کہ جائز چیز اگر کسی ناجائز چیز کی ترقی کا ذریعہ بنے تو اس کا جواز ختم ہو جاتا ہے۔

قائلین جواز کے دلیل: اس طرح کا جلوس لکھنؤ، کانپور، سیتاپور وغیرہ میں بارہ وفات کو نکالا جاتا ہے اور اس میں فکر دیوبند سے متعلق علماء شرکت کرتے ہیں۔ اور جلوس کی قیادت بھی کرتے ہیں؛ لہذا جلوس کا نکالنا بدعت نہیں ہے، نیز پہانی ضلع ہردوئی میں یہ جلوس شیعوں کے آٹھ ربیع الاول کو نکلنے والے جلوس کا رد ہے، جس میں وہ تبراً بھی کرتے ہیں اور ہمارا یہ جلوس مدح صحابہ بھی تو ہے، نہ کہ جلوس محمدی۔ اور یہاں اہل بدعت کی بھی وہ نوعیت نہیں ہے جو کانپور، لکھنؤ، سیتاپور وغیرہ میں ہے، اب وہاں اہل بدعت ہونے کے باوجود جلوس نکالا جاتا ہے؛ لہذا ہم بھی جلوس نکالیں گے؛ کیوں کہ وہاں نکیر نہیں کی جاتی ہے، یاد رہے کہ اس مرتبہ ایک تو انتظامیہ نے جلوس نکالنے کی اجازت نہیں دی، دوسرے یہ کہ شیعوں میں جذبات بھڑک اٹھے اور انہوں نے سنیوں پر جلوس کے استقبال کے لئے بنائے گئے گھبوں اور پیڑوں کو توڑ پھوڑ ڈالا اور صحابہ کرام کے پتلے بنا کر ان پر پیشاب کیا اور تبراً بھی کیا، نیز سنیوں کی بہو بیٹیوں کو گندی گندی گالیاں دیں، اس سے شدید انتشار پھیل گیا اور ٹکراؤ کی بھی نوبت آگئی؛ لیکن پولیس کی بروقت مداخلت سے معاملہ رفع دفع ہو گیا، ایسی صورت میں:

(۱) یوم بارہ وفات کو جلوس محمدی و مدح صحابہ نکالنا کیسا ہے؟ شرعی نقطہ نظر سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟

(۲) بارہ ربیع الاول کو مطلق جلوس مدح صحابہ نکالنا کیسا ہے؟

(۳) جلوس کا نکالنا نہ نکالنا الگ بات ہے؛ لیکن اگر جلوس پر قانونی پابندی لگا دی

جائے تو جلوس نکالنا واجب یہ کہنا کیسا ہے؟

(۴) حامی جلوس کا کہنا ہے کہ شیعہ صحابہ پر تبراً کرتے ہیں اور ان کے پتلے بنا کر بے

حرمتی کرتے ہیں، یہ صحابہ کے دشمن ہیں؛ اس لئے ہم ضداً جلوس نکالتے ہیں، تاکہ شیعوں کو اسی شکل میں جواب دیں، ایسا کرنا کیسا ہے؟
 (۵) اگر بارہ وفات کو جلوس محمدی و مدح صحابہ نکالنے کو کوئی فرض کفایہ سمجھے اور کہے تو اس کی کیا حقیقت ہے؟

المستفتی: منجانب: اراکین مجلس شوریٰ علماء پہانی، ضلع ہرودئی

جواب منجانب دارالافتاء وقف دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جلوس محمدی و جلوس مدح صحابہ کا خیر القرون میں کوئی ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی یہ فرق باطلہ کے رد کا کوئی صحیح حل ہے؛ اس لئے جلوس محمدی یا مدح صحابہ درست نہیں ہے۔ حسب موقع سنجیدہ طریقہ پر اجلاس ہو اور حکمت و دانشمندی پر مشتمل وعظ و تقریر موقع بہ موقع اس طرح کے پروگرام ہوتے رہیں، تو انشاء اللہ تعالیٰ بڑا فائدہ سامنے آئے گا۔ فقط اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

خورشید عالم، مفتی وقف دارالعلوم دیوبند

کتبہ: محمد احسان

نائب مفتی وقف دارالعلوم دیوبند

دارالافتاء مدرسہ شاہی کا جواب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بارہ ربیع الاول کو جلوس مدح صحابہ یا جلوس محمدی کے نام سے جلوس نکالنے کو ہم درست نہیں سمجھتے ہیں، اگر یہ عبادت کی چیز اور اعمال صالحہ میں شامل ہوتی تو اس کا سلسلہ دور صحابہ سے شروع ہو جاتا، خلفاء راشدین کے زمانہ میں، پھر حضرات صحابہ کے دور میں اس کے بعد تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانے میں دور دور تک اس کا وہم و گمان تک نہیں تھا، بعد میں آہستہ آہستہ

اہل بدعت اس قسم کی چیزوں کی ایجاد کرتے چلے گئے۔ ۶۰۰ھ میں ملک اربل مظفر الدین اربلی نے مروجہ مجلس میلاد کی ایجاد کی۔

أثبت فيه طريقة محفل الميلاد الراجح اليوم في البلاد، ولم يكن يليق بالمحدث أن يؤلف في مثل هذه البدعة، وإنما أحدثها صوفي في عهد الملك "إربل" سنة ست مائة، ولم يكن له أصل في الدين. (معارف السنن، أبواب العيدين، باب في التكبير في العيدين، بيان أول من أحدث طريقة محفل الميلاد، مكتبه أشرفيه ديوبند ۴/ ۴۳۷، البداية والنهاية، دارالفكر ۱۳/ ۱۴۵)

عن المنذر بن جرير، عن أبيه، قال: كنا عند رسول الله ﷺ -إلى- من سن في الإسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده، من غير أن ينقص من أوزارهم شيء. (مسلم شريف، كتاب الزكوة، باب الحث على الصدقة، النسخة الهندية ۱/ ۳۲۷، بيت الأفكار، رقم: ۱۰۱۷)

پھر اس کے بعد اہل بدعت نے اس کو عبادت سمجھ کر ایسا رواج ڈال دیا کہ مسلم عوام کے ذہنوں میں اسی کو حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خاص محبت کی علامت سمجھا جانے لگا، ایک زمانہ تک مروجہ مجلس میلاد علماء اہل حق و اہل بدعت کے درمیان موضوع بحث بنی رہی، آخر کار بات وہیں کی وہیں رہ گئی، اہل حق اور اہل بدعت کے درمیان مروجہ مجلس میلاد ایک امتیازی علامت بن کر رہ گئی اور اہل بدعت کوئی بھی دینی مجلس یا دینی جلسہ اس کے بغیر مکمل نہیں سمجھتے ہیں، جس مجلس اور جس جلسہ میں کھڑے ہو کر میلاد خوانی نہ ہوگی، اس کو ناقص سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والوں کو گستاخ رسول سمجھتے ہیں۔ اور اسی کی ایک کڑی ہندوستان کے بعض شہروں میں نوا ایجاد جلوس محمدی یا بارہ ربیع الاول کا جلوس بڑی اہمیت کا حامل بنتا جا رہا ہے، ہمارے مراد آباد میں آج سے تیس پینتیس سال پہلے بریلوی عالم مولانا نذیر الاکرم نے اس کی ابتداء کی، اس کے بعد سے بارہ ربیع الاول کا جلوس ان کے یہاں بڑی اہمیت کا حامل ہے اور ہر سال ایک موضوع بحث بنا رہتا ہے اور یہ کوئی شرعاً عبادت نہیں ہے اور بعد میں جا کر عوام الناس اس کو اسلام کا

شعار اور اسلامی عبادت سمجھنے لگیں گے، جیسا کہ مروجہ مجلس میلاد کو عوام الناس عبادت سمجھتے ہیں اور غیر عبادت کو عبادت سمجھنا اور غیر شریعت کو شریعت سمجھنا ایک مستقل گناہ ہے، نیز استفتاء میں بعض چیزیں ایسی بھی لکھی گئیں ہیں، جن کی وجہ سے ایسا جلوس نکالنا درست نہیں ہے، جیسا کہ شیعوں کی طرف منسوب کر کے لکھا گیا ہے کہ صحابہ کرام کے پتلے بنا کر ان پر پیشاب کیا گیا، اس گستاخانہ حرکت کا سبب جلوس نکالنے والے لوگ بنے ہیں؛ اس لئے ایسا جلوس قطعاً نہیں نکالنا چاہئے، جو کئی یا جزئی طور پر سلف یا خلف کے لئے باعث توہین بنے اور مسلمانوں کے لئے آپس میں فتنہ اور اختلاف کا باعث بن جائے؛ اس لئے مروجہ مجلس میلاد کی طرح ہمارے نزدیک بارہ ربیع الاول کا جلوس بھی بدعت اور ممنوع ہوگا۔ اور لکھنؤ، کانپور، سینٹاپور وغیرہ کے جلوس ہمارے لئے حجت شرعی نہیں ہیں۔ اور مسلمانوں میں صحابہ سے عقیدت پیدا کرنے کے لئے بہترین شکل یہ ہے کہ علاقہ میں مدح صحابہ کے نام سے بڑے پیمانے پر ایک جگہ جلسہ کیا جائے، اسی طرح سیرت رسول کے نام سے بڑے بڑے اجلاس منعقد کئے جائیں۔ اور مسلمانوں کو قرآن و حدیث، فقہ اور سیرت کے دلائل کی روشنی میں عظمت صحابہ سے روشناس کرایا جائے اور حکمت عملی اور دانشمندی سے موقع بموقع ہر محلہ میں وعظ و تقریر کا سلسلہ جاری کیا جائے، انشاء اللہ تعالیٰ اس سے مثبت فائدہ مرتب ہوتا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۷/۱۴۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ربیع المرجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۴۸۲/۳۷)

جلوسِ مداح صحابہ کا حکم

سوال [۳۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: قصبہ پہانی کی صورت حال: قصبہ ہذا میں عرصہ دراز سے شیعوں کی

زمینداری رہی ہے، اسی وجہ سے یہاں کے باشندگان پر خواہ ہندو ہوں یا سنی مسلمان ان کا غلبہ تھا، کبھی سنیوں کی ایک بڑی تعداد جلوس محرم داری میں شرکت اور تعزیہ داری کو عبادت سمجھتی تھی، حضرت شیخ الہند، مولانا محمود حسن، حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی، حضرت سید فخر الدین صاحب کے مخلص شاگردان، فضلاء دارالعلوم دیوبند، فضلاء مدرسہ شاہی مراد آباد، نیز حضرت محی السنہ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب وغیرہ کی مساعی جیلہ سے اہل تشیع کی پوزیشن دن بدن کمزور ہونے لگی اور رفتہ رفتہ صورت حال تبدیل ہوگئی، اب فی الوقت سنی حضرات نہ تعزیہ داری و تعزیہ سازی کرتے ہیں۔ چند ناقابل ذکر افراد کو چھوڑ کر نہ ہی شیعوں کے جلوس میں شرکت کرتے ہیں اور بے شمار تعداد میں نکلنے والے شیعوں کے جلوس ۳ یا ۴ رہ گئے ہیں، سنیوں کے علاقہ میں شیعوں کے ذریعہ بنائے گئے، امام چوک بیشتر ختم ہو گئے ہیں اور باقیہ ختم ہونے کے قریب ہیں۔ فی الوقت پہانی میں سنیوں کے دو فریق ہیں:

فریق اول: جمعیت علماء قصبہ پہانی و مجلس شوریٰ علمائے پہانی، جن کے اراکین اہل علم و تقویٰ اور ملک کے موقر اداروں کے اساتذہ کرام اور قصبہ پہانی کے معزز حضرات ہیں۔ واضح رہے کہ مجلس شوریٰ علماء پہانی کے سرپرست اعلیٰ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تاحیات اور حالت سفر میں حضرت والا نے ایک آٹھ رکنی کمیٹی برائے مشورہ تشکیل دی، جس کے اراکان یہ ہیں: (۱) مولانا مفتی شفقت اللہ صاحب (۲) مولانا افضال الرحمن صاحب (۳) مفتی عبید الرحمن صاحب (۴) مفتی فہیم احمد صاحب (۵) مولانا احمد علی صاحب (۶) مولانا عبدالرؤف صاحب بستوی (۷) مولانا عبدالرؤف صاحب سنسار پوری (۸) مولانا فیض الحسن صاحب۔

فریق ثانی: انجمن خدام صحابہ، جس کے قائد صاحب نہ تو عالم ہیں اور نہ ہی حافظ اور نہ ہی کسی دینیوی اسکول و کالج کے تعلیم یافتہ۔

فریق ثانی انجمن خدام صحابہ کے متعلقین لکھنؤ اور کانپور کے جلوس کو نظیر بنا کر دو سال کے

عرصہ سے بارہ ربیع الاول کو جلوس محمدی و جلوس مدح صحابہ کے نکالنے پر اچانک مصر ہو گئے؛ بلکہ اس جلوس کو واجب کہنے لگے۔

فریق اول نے ”وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ“ پر عمل کرتے ہوئے بہت سمجھایا کہ اب شیعوں کا زور ختم ہو چکا ہے، ان کے جلوس بھی ۳/۳۴ رہ گئے ہیں اور شیعوں کی چیر مینی بھی حکمت عملی سے ختم ہو جائے گی؛ لیکن اپنی اپنی چیر مینی کا خواب دیکھنے والے علماء بیزار افراد جلوس مدح صحابہ کے نکالنے کے لئے کسی بھی سطح پر جانے کے لئے تیار ہو گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ قصبہ میں کشیدگی بڑھی، PAG لگائی گئی اور فائرنگ و خشت باری کی بھی بھیانک نوبت سامنے آئی۔ اس مختصر مذکورہ بالا صورت حال کے بعد دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) بارہ ربیع الاول کو جلوس مدح صحابہ کے نکالنے پر اصرار کرنا کیا صحیح ہے؟
 (۲) جلوس مدح صحابہ کو مذکورہ بالا صورت حال کی روشنی میں ضروری اور واجب سمجھنا کیا درست ہے؟

(۳) نقض امن کر کے، حکومتی قانون کو توڑ کر مقامی انتظامیہ کی ہدایات نظر انداز کر کے مدح صحابہ کے نام سے جلوس نکالنا کیا مناسب ہے؟

(۴) جن اکابر نے لکھنؤ میں جلوس مدح صحابہ نکالنے کی اجازت دی وہی اکابر (حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا عبدالسلام صاحب لکھنؤی، حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند وغیرہ) پہانی میں متعدد بار اس وقت بھی تشریف لائے جب یہاں پر اب کے مقابلہ میں شیعوں کا کہیں زیادہ غلبہ تھا اور ان اکابر نے پہانی میں کسی قسم کا جلوس نکالنے کی ضرورت محسوس نہ فرمائی، تو اب جب کہ شیعوں کا زور پہلے کے مقابلہ میں بہت حد تک گھٹ چکا ہے اور اہل سنت میں کافی حد تک سدھار آچکا ہے، تو ایسی صورت میں جلوس مدح صحابہ نکالنے کے جواز پر ان مذکورہ اکابر کی طرف نسبت کرنا اور لکھنؤ کا نپور کو نظیر میں پیش کرنا کیا صحیح ہے؟

(۵) جن جلوسوں کا خاصہ نماز چھوڑنا، بے پردگی اور اسراف و فضول خرچی ہو، تو کیا ایسے جلوس تاریخ کے تعین کے بغیر باطل فرقوں کا زور توڑنے کے لئے نکالے جاسکتے ہیں؟ کیا شریعت میں کسی بھی طرح کی کوئی امکانی گنجائش ہے؟ تاریخ اسلام میں کسی بھی دور میں اس کی نظیر ملتی ہے؟ برائے مہربانی دلائل شرعیہ کی روشنی میں بیان فرمائیں۔

(۶) غیر مسلمین کے خالص مذہبی جلوس مثلاً رام نو می یاد دھ میں شرکت اگر اس لئے کی جائے کہ وہ ہمارے جلوس مدح صحابہ کے نکلوانے میں معاون ثابت ہوں گے، کیا غیر مسلمین کے ایسے خالص مذہبی جلوس میں شرکت کی شرعاً کوئی گنجائش ہے؟

(۷) شیعوں سے چیر مینی چھیننے کے لئے قطع نظر اس بات سے کہ وہ بعد میں اہل سنت کے پاس رہتی ہے، یا برادران وطن کے پاس جیسا کہ ماضی میں ان کے پاس رہ بھی چکی ہے، جلوس مدح صحابہ کا سہارا لینا کیا صحیح ہے؟

المستفتی: محمد ہاشم القاسمی، نائب صدر مجلس شوریٰ علمائے پہانی،

محلہ انصاری گنج نئی بستی قصبہ پہانی، ضلع ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قصبہ پہانی میں جلوس مدح صحابہ کے نام سے جلوس نکالنے سے متعلق پچھلے سال بھی ایک جواب لکھا گیا تھا اور قصبہ پہانی خود علماء کا ایک مرکز ہے، وہاں کے حالات اور وہاں کی نزاکت جس قدر وہاں کے علماء سمجھ سکتے ہیں، ہم نہیں سمجھ سکتے، نیز جلوس مدح صحابہ، نہ قرآن و حدیث سے منصوص ہے اور نہ ہی صحابہ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے؛ بلکہ مقامی حالات کے دائرہ کے ساتھ محدود چیز ہے، جس پر دور دراز کے رہنے والے علماء اور مفتیان حتمی طور پر شرعی حکم نہیں لگا سکتے۔ کانپور اور لکھنؤ کے جلوس مدح صحابہ پر دوسرے شہروں کو علی الاطلاق قیاس کر کے منطبق کرنا درست نہیں ہے، نیز جب قصبہ پہانی میں علماء حقہ کی مجلس شوریٰ موجود ہے، جس کے سرپرست اعلیٰ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ

مرقدہ تھے، تو وہاں جلوس مدح صحابہ نکالنا مناسب ہے یا نہیں؟ اس کا فیصلہ مجلس شوریٰ اور اس کے سرپرست اعلیٰ کی رائے کی روشنی پر ہی کرنا مناسب ہوگا۔ اور مجلس شوریٰ جو فیصلہ کرے گی وہ تمام عوام خواص کو مان لینا چاہئے۔ سوال نامہ میں سوالیہ طور پر جو متعدد گوشے لکھے گئے ہیں، مجلس شوریٰ کے فیصلہ کے بعد ان گوشوں کے الگ سے جواب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ. [سورۃ شوریٰ: ۳۸] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۱/ رجب ۱۴۲۶ھ

۲۱/ ۷/ ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۸۹۰۰)

صحابہؓ پر زنا بالجبر اور ڈکیتی کا الزام لگانا - العیاذ باللہ -

سوال [۳۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) گزارش یہ ہے کہ کتاب بنام ”حقیقت نمبر ۳“، مصنف شمع نیازی گندوی کے اندر مصنف صاحب خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو صحابہ کے دائرہ سے بالکل نکال رہے ہیں، اس کتاب کا برائے کرم مطالعہ فرما کر اس کا تسلی بخش جواب دیں اور یہ بھی فرمادیں کہ اس کتاب کا لکھنے والا دائرہ اسلام میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کو شائع کرنے والے اور اس کے پڑھنے والے بھی دائرہ اسلام میں شمار کئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ یقیناً آپ کو اس میں پریشانی ہوگی؛ لیکن گاؤں کی اصلاح کا یہی ایک ذریعہ ہے۔

(۲) ایک شخص خلاف شرع یعنی نماز وغیرہ نہیں پڑھتا تھا اور نہ ہی داڑھی رکھتا تھا اور اگر رکھتا بھی تھا، تو ایک مشمت سے بہت ہی کم، تو اس کے انتقال کے بعد اس کا مزار، گنبد وغیرہ بنانا اور اس پر عرس وغیرہ لگانا اور اس میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ

اس کام کے کرنے پر مصر ہیں، ان سے رشتہ داری، بھائی چارگی، اٹھنا بیٹھنا رکھنا درست ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ مندرجہ بالا کتاب کا یہ بھی معتقد تھا، جس کا انتقال ہو گیا ہے، خدا کرے آپ بخیر ہوں۔ آمین

المستفتی: قاری شمیم احمد صاحب، مدرس مدرسہ امدادیہ ام پور روڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کتاب ”حقیقت نمبر ۳“ کا مضمون نظر سے گذرا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ پکے سچے صحابی رسول تھے، ان پر زنا بالجبر، ڈکیتی اور گناہ کبیرہ کا الزام سراسر غلط ہے، اس بد نصیب نے ڈکیتی کا خوبصورت نام غنیمت کو بتلایا ہے، تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دسیوں غزوات سے مال غنیمت حاصل فرمایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بد نصیب شمع نیازی ڈکیتی اور گناہ کبیرہ کا الزام عائد کر سکتا ہے؟ اس محروم بارگاہ نے تو درپردہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ڈکیتی اور گناہ کبیرہ کا الزام لگایا ہے، ایسا شخص شرعاً خارج از اسلام اور مردود ہوتا ہے، جب تک توبہ کر کے باز نہ آوے، تب تک واجب القتل ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابی رسول چاہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوں یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، چاہے حضرت خالد بن ولید ہوں یا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہوں، کسی کو بھی برا بھلا کہنا اور ان پر گناہ کبیرہ کا الزام موجب کفر ہے۔

عن أبي سعيد الخدري قال: قال النبي ﷺ: لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه. (بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب قول النبي: لو كنت متخذاً خليلاً، طبع ہندی ۱/ ۵۱۸، رقم: ۳۵۴۱، ف: ۳۶۷۳، مسلم شریف، کتاب الفضائل، باب

تحريم سب الصحابة، طبع ہندی ۲/ ۳۱۰، بيت الأفكار، رقم: ۲۵۴۰، ۲۵۴۱)

عن عبد الله بن مغفل قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: الله الله

فی اصحابی لا تتخذوهم غرضا بعدی، فمن احبهم فحبی احبهم، ومن ابغضهم فبغضی ابغضهم، ومن اذاهم فقد اذانی، ومن اذانی فقد اذی اللہ، ومن اذی اللہ فیوشک أن یأخذه. (ترمذی، أبواب المناقب، باب ماجاء فی من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، طبع ہندی ۲/ ۲۲۵، دارالسلام، رقم: ۳۸۶۲، صحیح ابن حبان ۶/ ۳۸۴، ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی النهی عن سب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲/ ۶۴۰، دارالسلام، رقم: ۴۶۵۸)

من شتم أحدا من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم أبا بکر أو عمر أو عثمان أو معاویة أو عمرو بن العاص، فإن قال: كانوا فی ضلال قتل. الخ (رسائل ابن عابدین، ثاقب بکڈپو دیوبند ۱/ ۳۰۸)

ویکف عن ذکر الصحابة إلا بخیر..... فسبهم والطعن فیهم إن کان مما یخالف الأدلة القطعیة فکفر. (شرح عقائد، مکتبہ نعیمیہ ۱۶۱) ونحب اصحاب رسول اللہ ﷺ ولا نفرط فی حب أحد منهم، ولا نتبرأ من أحد منهم، ونبغض من یبغضهم، وبغیر الخیر یذکرهم، ولا نذکرهم إلا بخیر، وحبهم دین وایمان وإحسان، وبغضهم کفر ونفاق وطغیان. (شرح العقیدة الطحاویة، بیروت/ ۴۶۷)

جو شخص مذکورہ کتاب حقیقت نمبر ۳ کے مذکورہ مضامین کے مطابق مذکورہ صحابہ کے بارے میں ڈکیتی، زنا بالجبر اور گناہ کبیرہ کا معتقد ہو وہ مردود بارگاہ ہے، نیز اس نے درپردہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی گناہ کبیرہ اور ڈکیتی کا اعتقاد کیا ہے، اس مردود کے قبر پر جو مسلمان کارثواب سمجھ کر مذکورہ افعال کرتے ہیں، ان کو اس کی حقیقت سے روشناس کرایا جائے، تاکہ وہ توبہ کر کے باز آجائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

(الف فتاویٰ نمبر: ۱۵۵۲/۲۵)

کیا شیخینؓ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے والے صحابہ غلطی پر تھے؟

سوال [۳۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: یہ معلوم کرنا ہے کہ جن صحابہ نے شیخین میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، وہ غلطی پر تھے یا نہیں؟ ان صحابہ کے نام یہ ہیں: (۱) عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (۲) مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ (۳) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ (۴) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (۵) جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (۶) ثابت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ (۷) ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ (۸) حدیفہ رضی اللہ عنہ (۹) بریدہ رضی اللہ عنہما (۱۰) سہل بن حذیف رضی اللہ عنہ (۱۱) عثمان بن حذیف رضی اللہ عنہ (۱۲) ابو الہیثم رضی اللہ عنہ (۱۳) خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ (۱۴) عامر بن وائلہ رضی اللہ عنہ (۱۵) حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ۔ کیا یہ اثنا عشریہ کا عقیدہ درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: احقر عبداللہ الباغ حسن پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ لکھا گیا کہ ان حضرات نے حضرات شیخین یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی، اس دن کے بعد سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی فرد ایسا باقی نہیں تھا جس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو، نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے امیر المؤمنین بننے کے بعد کوئی صحابی ایسا باقی نہیں رہا تھا، جس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کیا ہو۔ سوال نامہ میں پندرہ صحابہ کرام کا ذکر ہے، ان میں سب سے پہلے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے، حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں، جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کے

بعد حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی جگہ کوفہ کا گورنر بنایا گیا۔ بخاری شریف میں صاف الفاظ میں موجود ہے کہ جب کوفہ والوں نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ سے بلا لیا اور ان کی جگہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا، تو اگر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے قابل اعتماد شخص کو کوفہ نہ بھیج کر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کیسے بھیج سکتے تھے؛ اس لئے جن پندرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ انہوں نے شیخین میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی ہے، سراسر غلط ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ملاحظہ فرمائیے:

عن جابر بن سمرة قال: شكى أهل الكوفة سعدا إلى عمر، فعزله واستعمل عليهم عمارا. (بخاري شريف، كتاب الأذان، باب وجوب القراءة للإمام، النسخة الهندية ۱/ ۱۰۴، رقم: ۷۴۶، ف: ۷۵۵)

یہ حدیث کا مختصر ٹکڑا ہے، مکمل حدیث کے لئے (بخاری شریف ۱۰۴/۱) ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت اویس قرنیؓ کے متعلق یہ لکھا گیا ہے کہ انہوں نے شیخین کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، یہ بھی الزام ہے جو قطعاً درست نہیں ہے۔ حضرت اویس قرنیؓ کو شرف صحابیت حاصل نہیں ہے اور انہوں نے حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہی نہیں ہے، تو پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کے انکار کا مسئلہ کہاں سے پیدا ہوتا ہے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے در خلافت میں مدینہ تشریف لائے تھے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یمن سے سفر کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضری دی، اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں جو بشارتیں پیش کی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا تذکرہ فرمایا اور ان کا خیر مقدم فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ

بھی فرمایا تھا کہ اویس قرنی سے ملاقات ہو جائے تو ان سے مغفرت کی دعا کرانا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اویس قرنی سے مغفرت کی پیش کش بھی فرمائی، پھر شیعہ حضرات کا حضرت اویس قرنی پر یہ الزام لگانا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی اور ان سے بغاوت کی، یہ شیعہ حضرات کی طرف سے بلاوجہ ان نیک نام نفوس قدسیہ کے اوپر الزامات ہیں۔ اویس قرنی کی حدیث ملاحظہ فرمائیے:

عن أسير بن جابر أن أهل الكوفة وفدوا إلى عمر، وفيهم رجل ممن كان يسخر بأويس، فقال عمر: هل ها هنا أحد من القرنيين؟ فجاء ذلك الرجل، فقال عمر: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد قال: إن رجلا يأتيكم من اليمن يقال له: أويس، لا يدع باليمن غير أم له، قد كان به بياض فدعا الله فأذهب عنه، إلا موضع الدينار أو الدرهم، فمن لقيه منكم فليستغفر لكم. (مسلم شريف، كتاب الفضائل، باب من فضائل أويس القرني، النسخة الهندية ۲/ ۳۱۱، بيت الأفكار، رقم: ۲۰۵۴۲، ۲۰۵۴۳، ۲۰۵۴۳) تفصیل کے لئے دیکھئے مسلم شریف ۲/ ۳۱۱، ۳۱۲۔

وقد اتفقت الصحابة رضى الله عنهم على بيعة الصديق في ذلك الوقت حتى علي بن أبي طالب والزبير العوام رضى الله عنهما، والدليل على ذلك ما رواه البيهقي حيث قال: لما توفي رسول الله ﷺ قام خطباء الأنصار فجعل الرجل منهم يقول: يا معشر المهاجرين! إن رسول الله ﷺ كان إذا استعمل رجلا منكم قرن معه رجلا منا، فنرى أن يلي هذا الأمر رجلا من أحدنا منكم والآخر منا، قال: فتابع خطباء الأنصار على ذلك، فقام زيد بن ثابت: فقال: إن رسول الله ﷺ كان من المهاجرين، وأن الإمام يكون من المهاجرين، ونحن أنصاره كما كنا أنصار رسول الله ﷺ، فقام أبو بكر، فقال: جزاكم الله خيرا يا معشر الأنصار! وثبت قائلكم، ثم قال: أما لو فعلتم

غير ذلك لما صالحناكم، ثم أخذ زيد بن ثابت بيدي أبي بكر، فقال: هذا صاحبكم فبايعوه، ثم انطلقوا، فلما قعد أبو بكر على المنبر نظر في وجوه القوم، فلم ير علياً رضي الله عنه فسأل عنه، فقام ناس من الأنصار فأتوا به، فقال أبو بكر رضي الله عنه: لا تشق علياً يا خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فبايعه، ثم لم ير الزبير بن العوام فسأل عنه حتى جاء وابه، فقال ابن عمته رسول الله صلى الله عليه وسلم وحواريه: أردت أن تشق عصا المسلمين، فقال مثل قوله: لا تشق علياً يا خليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم فبايعاه. (السنن الكبرى للبيهقي، باب الأئمة من قريش، دارالفكر ۱۲/ ۲۵۹، رقم: ۱۷۰۰۶، البداية والنهاية، دارالفكر ۶/ ۳۰۱) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۴/۱۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۱۷/۳۷)

کیا حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والا گروہ معیار حق نہیں؟

سوال [۳۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: صحیح بخاری میں ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ایک روز حدیث بیان کرتے ہوئے مسجد کے ذکر پر پہنچے، کہنے لگے کہ ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھا کر لائے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو اینٹیں اٹھا کر لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ لیا اور فوراً ان کے جسم سے مٹی صاف کرتے ہوئے فرمایا: افسوس عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، یہ باغی گروہ کون ہے، جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے؟ کیا پھر بھی صحابہ معیار حق ہیں؟ اور ایسے باغی لوگوں کو معیار حق اور "صحابی کالنجوم" کے زمرہ میں سمجھنا کہاں تک درست ہے؟

المستفتی: عبداللہ الباری حسن پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بخاری شریف کے اندر یہ حدیث شریف موجود ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر میں جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دو دو پتھر اٹھا کر لارہے تھے، تو حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی، جو عمار کو جہنم کی طرف بلارہی ہوگی اور عمار ان کو جنت کی طرف بلارہے ہوں گے۔

عن عكرمة قال: قال لي ابن عباس ولا بنه علي: انطلقا إلى أبي سعيد فاسمعا من حديثه، فانطلقنا، فإذا هو في حائط يصلحه، فأخذه رداءه فاحتبي، ثم أنشأ يحدثنا حتى أتى علي ذكر بناء المسجد، فقال: كنا نحمل لبنة لبنة وعمار لبنتين لبنتين، فرأه النبي صلى الله عليه وسلم، فجعل ينفض التراب عنه، ويقول: ويح عمار تقتله الفئة الباغية يدعوهم إلى الجنة ويدعونه إلى النار، قال: يقول عمار: أعود بالله من الفتن. (بخاري شريف، كتاب الصلاة، باب التعاون في بناء المسجد، النسخة الهندية ۱/ ۶۴، رقم: ۴۴۲، ف: ۴۴۷، وكذا في كتاب الجهاد، باب مسح الغبار عن الرأس ۱/ ۳۹۴، رقم: ۲۷۲۸، ف: ۲۸۱۲)

پھر حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ صفین کے موقع پر حضرت عمار، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مقابلہ کے لئے نکلے، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے ہاتھوں حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، جب حضرت معاویہ کی فوج کے ہاتھوں حضرت عمار رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو بہت سے صحابہ نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑ رہے تھے، ہتھیار ڈال دئے کہ ہم ناحق پر ہیں، علی حق پر ہیں؛ اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمار کو باغی جماعت قتل کرے گی۔

عن أبي بكر محمد بن عمرو بن حزم عن أبيه قال: لما قتل عمار بن ياسر دخل عمرو بن حزم على عمرو بن العاص، فقال: قتل عمار وقد قال رسول الله ﷺ: تقتله الفئة الباغية، فقام عمرو بن العاص،

فزعاً يرجع حتى دخل على معاوية، فقال له معاوية: ما شأنك؟ قال: قتل عمار، فقال معاوية: قد قتل عمار، فماذا؟ قال عمرو: سمعت رسول الله ﷺ يقول: تقتله الفئة الباغية، فقال له معاوية: دحضت في بولك أو نحن قتلناه، إنما قتلته علي وأصحابه جاءوا به حتى ألقوه بين رماحنا، أو قال: بين سيوفنا. (مسند أحمد بن حنبل ۴/ ۱۹۹، رقم: ۱۷۹۳،

الطبقات الكبرى لابن سعد، دارالكتب العلمية بيروت ۳/ ۱۹۱)

مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی ہوگئی، وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت عثمان کے خون کا بدلہ لینے میں حق بجانب ہیں، تمام صحابہ معیار حق ہیں، اگر کسی صحابی سے اجتہادی غلطی ہو جائے تو معیار حق کے منافی نہیں ہے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس سلسلے میں معیار حق سے خارج نہیں کہا جاسکتا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت واقعہ اور نفس الامر میں غلطی پر ضرور تھی، مگر یہ غلطی اور خطا اجتہادی غلطی تھی؛ کیوں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو خلیفۃ المسلمین تھے، ان کو جو ظلماً قتل کیا گیا تھا، اس کا بدلہ لینے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ لڑنے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت اپنے آپ کو برحق سمجھ رہی تھی، مگر اس خطا اجتہادی کی وجہ سے معیار حق سے خارج نہیں ہو سکتے۔

عن عمرو بن العاص أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إذا حكم الحاكم فاجتهد، ثم أصاب، فله أجران، وإذا حكم فاجتهد ثم خطأ، فله أجر. (بخاري، كتاب الاعتصام، باب أجر الحاكم إذا اجتهد،

النسخة الهندية ۲/ ۱۰۹۲، رقم: ۷۰۵۵، ف: ۷۳۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۵ھ/۲/۱۶

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۳۴۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر اشکال کا جواب

سوال [۳۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حدیث: ۱۵۷۴ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے: علی سے کوئی منافق محبت نہیں رکھتا اور ان سے کوئی مؤمن بغض نہیں رکھتا، اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے، یہ حدیث حسن ہے؟

حدیث: ۱۵۸۱ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا اور کہا کہ تم ابوتراب یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں کیوں نہیں دیتے؟ اور برا بھلا کیوں نہیں کہتے؟ (کتاب الفضائل صحیح مسلم جلد دوم)

حدیث: ۲۲۶۵ حضرت معاویہ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا وجہ ہے کہ تم ابوتراب کو برا نہیں کہتے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا نہیں کہوں گا، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیوے اور دلووے، کیا از روئے حدیث اس کا ایمان ہے یا نہیں؟

المسفتی: مولانا اللہ دے موضع شہباز پور کلاں ہمدان آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں اپنی اپنی جگہ مجتہد تھے اور ہر ایک اپنے اپنے اجتہاد کو صحیح اور حق پر سمجھ رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی چوں کہ اپنے اجتہاد کو صحیح اور حق پر سمجھ رہے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی چونکہ اپنے اجتہاد اور موقف کو صحیح اور حق سمجھ رہے تھے؛ اس لئے انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: ”مامنعک أن تسب أبا تراب“.

(مسلم شریف، کتاب الفضائل، باب من فضائل علی بن ابی طالبؓ، النسخة الهندية ۲/ ۲۷۸، بیت الأفکار، رقم: ۲۴۴۰۴، ترمذی شریف، أبواب المناقب، باب مناقب علی بن

اور ”سب“ کے معنی ہر جگہ گالی دینے کے لئے نہیں ہوتے ہیں؛ بلکہ اس کے معنی خطا پر تنبیہ کرنے اور اجتہاد میں غلطی پر آگاہ کرنے کے بھی آتے ہیں۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ کہا کہ ”مامنعك أن تسب أبا تراب“ تو اس کا معنی یہی ہے کہ اے سعد! آپ کو کون سی چیز اس بات سے روکتی ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی اجتہادی غلطی پر تنبیہ کریں اور کہہ دیں کہ آپ غلطی پر ہیں اور میرے اجتہاد کی اچھائی لوگوں کے درمیان ظاہر کریں، جیسا کہ تمام محدثین نے اس عبارت میں ”سب“ کا معنی یہی مراد لیا ہے۔

ومنه ”مامنعك أن تسب أبا تراب“ هذا لا يستلزم أمر معاوية بالسب، بل سؤال عن سبب إمتناعه عنه أنه تورع أو إجلال أو غير ذلك، أو المعنى ما منعك أن تخطئه في إجتهد، وتظهر للناس حسن إجتهدنا. (مجمع بحار الأنوار، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۸۳، مكتبة دارالایمان المدینة المنورة ۳/ ۱۴، نوي، كتاب الفضائل، باب من فضائل علي بن أبي طالب ۲/ ۲۷۸، حاشية ترمذي، أبواب المناقب، باب مناقب علي بن أبي طالب ۲/ ۲۱۳)

اور سعد رضی اللہ عنہ کے نزدیک چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد صحیح اور حق پر تھا؛ اس لئے انہوں نے جواب دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو غلطی پر نہیں کہہ سکتا؛ لہذا مذکورہ حدیث شریف سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینا لازم نہیں آتا اور نہ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ایمان کے بارے میں کوئی تردد لازم آتا ہے۔

ونحب أصحاب رسول الله ﷺ ولا نفرط في حب أحد منهم، ولا نبتراً من أحد منهم، ونبغض من يبغضهم، وبغير الخير يذكرهم، ولا نذكرهم إلا بخير، وحبهم دين وإيمان وإحسان، وبغضهم كفر ونفاق وطغيان. (شرح العقيدة الطحاوية، دارالكتب العلمية بيروت / ۶۷)

عن عمرو بن العاص، أنه سمع رسول الله ﷺ يقول: إذا حكم الحاكم فاجتهد، ثم أصاب فله أجران، وإذا حكم فاجتهد، ثم أخطأ، فله أجر. (صحيح بخاري، كتاب الاعتصام، باب أجر الحاكم إذا اجتهد ۲/ ۱۰۹۲، رقم: ۷۰۵۵، ف: ۷۳۵۲) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۶/۱۳۱۲ھ

کتابتہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۷۷)

حضرت معاویہؓ کی امارت پر اشکال کا جواب

سوال [۳۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ”مسلم شریف ۲/ ۱۲۲، حدیث: ۹۱۴، کتاب الامارت“ میں ہے کہ اگر کسی نے امام سے بیعت کر لی ہو اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ اور اپنے دل کا ثمرہ دے چکا ہو، تو بقدر امکان اس کی فرماں برداری کرے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص امام کا مقابل پیدا ہو جائے تو اس کی گردن مار دو۔ حدیث: ۹۳۵: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر دو خلیفوں کی بیعت کی جاوے تو آخری خلیفہ کو قتل کر دو، تو معاویہ رضی اللہ عنہ فرمان رسول کے مطابق واجب القتل ہیں یا نہیں؟

المستفتی: مولانا اللہ دینے، شہباز پور کلاں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوال نامہ میں سائل نے جس حدیث شریف کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ اپنی جگہ بالکل صحیح اور درست ہے؛ لیکن حدیث شریف کے مضمون میں گہری نظر ڈالنے کی ضرورت ہے کہ حدیث مذکور میں صاف طور پر اس کی صراحت ہے کہ اگر تم کسی ایک امیر کے ہاتھ پر بیعت کر لو اور پھر بعد میں تمہارے درمیان دوسرا امیر کھڑا ہو جائے اور پہلے امیر کے ہوتے ہوئے تم کو امیر ثانی کے ہاتھ پر

بیعت کرنے پر مجبور کیا جائے، تو دوسرے امیر کی گردن مار دو، تو اس حدیث شریف کے ذیل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہرگز نہیں آسکتے؛ اس لئے کہ جن لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا تھا اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے تغلب کے ذریعہ سے شام اور اطراف شام میں اپنا قدم جما لیا تھا اور اہل شام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کو اپنا امیر تسلیم کر لیا تھا؛ لہذا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں ایک رعایہ کا دو امیر کے ہاتھ پر بیعت کرنا لازم نہیں آتا ہے اور اس طرح تغلب سے جو امیر بن جاتا ہے وہ شرعاً امیر شرعی ہوتا ہے۔ اور اس کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حکومت شام پر کبھی نہیں ہو پائی۔

وإنما تجب إطاعة المتغلب إذا لم يكن هناك إمام، ولعل مراد النووي رحمه الله أنه ياجتهداه رضی اللہ عنہ تغلب بعد التحکیم علی الشام، فكان حكمه حكم المتغلب في حق أهل الشام. الخ (تكملة فتح الملمه، كتاب الاماة، باب وجوب الوفاء بالبيعة ۳/ ۳۳۸، رقم: ۴۷۴۰)

إن البلاد التي ليست تحت حكم سلطان بل لهم أمير منهم مستقل بالحكم عليهم بالتغلب، أو باتفاقهم عليه يكون ذلك الأمير في حكم السلطان، فيصح منه تولية القاضي عليهم. الخ (شامي، كتاب القضاء، مطلب في حكم تولية القضاء في بلاد تغلب عليها الكفار، زكريا ۴/ ۴، كراچی ۵/ ۳۶۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲ھ/۷/۱

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶/ رجب ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/ ۵۲)

ولی کو ”رضی اللہ عنہ“ کہنا

سوال [۳۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا کسی ولی کو ”رضی اللہ عنہ“ کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟
المستفتی: خاکسار محمد عمیر ہاپوڑی، گڑھ مکتبہ شورشور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مؤمنین صالحین کے لئے ”رضی اللہ عنہم“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص نہیں؛ البتہ عرفاً یہ لفظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لفظ قرآن کریم میں ایک جگہ خاص طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے استعمال کیا گیا ہے:

قال الله تعالى: لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ

الشَّجَرَةِ. [سورة الفتح: ۱۸]

اور چونکہ صحابی کے ساتھ غیر صحابی کا التباس ہوتا ہے؛ اس لئے غیر صحابی کے لئے ”رضی اللہ عنہم“ کا لفظ استعمال کرنا مناسب سمجھا جاتا ہے اور صحابہ کے لئے ”رضی اللہ عنہم“ اور غیر صحابی کے لئے ”رحمة اللہ علیہ“ بولنے سے امتیاز رہتا ہے؛ لہذا اس امتیاز کو باقی رکھنا چاہئے۔

جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ عَدْنٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ. [البينة: ۸]

يستحب الترضي والترحم على الصحابة والتابعين ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الأخيار رضي الله عنهم أو رحمة الله عليهم، ونحو ذلك، وأما ما قاله بعض العلماء: أن قوله: ”رضي الله عنهم“ مخصوصا بالصحابة، ويقال في غيرهم: ”رحمة الله“ فقط، فليس كما

قال، ولا یوافق علیہ بل الصحیح الذی علیہ الجمهور إستحابه.

(شامی، کتاب الخنثی، مسائل شتی، زکریا ۱۰/ ۴۸۵، کراچی ۶/ ۷۵۳)

فهو لاء أحق بالرضاء و غیرهم لا یلحق أدناهم، ولو أنفق مالأ الأرض ذهبًا الأولى أن یدعو للصحابة بالترضي وللتابعین بالرحمة، ولمن بعدهم بالمغفرة والتجاوز. (شامی، کتاب الخنثی، مسائل

شتی، زکریا ۱۰/ ۴۸۵، کراچی ۶/ ۷۵۳)

ویستحب الترضی للصحابة، والترحم للتابعین ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الأخیار، وكذا یجوز الترحم علی الصحابة والترضي للتابعین ومن بعدهم من العلماء والعباد. (مجمع الأنهر، کتاب الخنثی، مسائل شتی، مکتبه دارالکتب العلمیة بیروت ۴/ ۴۹۱، مصری قدیم ۲/ ۷۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۵/۳ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۲/۵/۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۰/۲۹)

کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر نقد تھا؟

سوال [۳۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر نقد تھا یا نہیں؟

المستفتی: عبدالصمد رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر نقد تھا، حضرت علی

رضی اللہ عنہ نے اپنی زرہ چار سو اسی درہم میں فروخت کر کے اولاً مہر ادا فرمایا، اس کے بعد ان کے ساتھ شب زفاف ہوئی ہے۔

عن علي قال: لما تزوجت فاطمة قلت: يا رسول الله! صلى الله عليه وسلم ما أبيع؟ فرسي أو درعي؟ قال: بع درعك، فبعتهما بشتى عشرة أوقية، فكان ذاك مهر فاطمة. (مسند أبي يعلى الموصلي، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٢٢٤، رقم: ٤٦٦، مجمع الزوائد، دارالكتب العلمية بيروت ٤/ ٢٨٣، رقم: ٧٤٩٦)

قلت: تزوجني فاطمة، قال: وعندك شيء؟ قلت: فرسي وبدني، قال: أما فرسك فلا بد لك منه، وأما بدنك فبعها، قال: فبعتهما بأربع مائة وثمانين فحئت بها. (صحيح ابن حبان، دارالفكر ٦/ ٢٧٥، رقم: ٦٩٥٣، المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربي ٢٢/ ٤٠٨، رقم: ١٠٢١)

عن علي قال: زوجني رسول الله صلى الله عليه وسلم ابنته فاطمة على بدن من حديد حطمية وكان سلعنيها، وقال: ابعث بها إليها تحللها بها، فبعث بها إليها، والله ما ثمنها كذا وكذا، وأربع مائة درهم. (مجمع الزوائد، دارالكتب العلمية بيروت ٤/ ٢٨٣، مسند أبي يعلى الموصلي، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٢٣٨، رقم: ٤٩٩)

فوالذي نفس علي بيده أنها لخطمية ما قيمتها أربعة دراهم، فقلت: عندي، فقال: قد زوجتكها فابعت إليها بها، فاستحلها بها، فإن كانت لصادق فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم. (البداية والنهاية، دارالفكر ٣/ ٣٤٦، أسد الغابة، دارالفكر ٦/ ٢٢١، مسند أحمد ١/ ٨٠، رقم: ٦٠٣، أو جز المسالك ٤/ ٢٥٠، حياة الصحابة ٣/ ٣٢٧، إعلاء السنن، كتاب النكاح، باب استحباب تعجيل شيء من المهر عند الدخول، مكتبه دارالكتب العلمية بيروت ١١/ ١٠٢، رسالت مآب/ ١٥٦، سيرة مباركه/ ٣٦٦، سيرة المصطفى ٢/ ١٧٢)

فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

كتبة: بشير احمد قاسم عفا الله عنه
٢١/ جمادى الاولى ١٤١٧هـ
(الف فتوى نمبر: ٣٢٠/ ٣٨٣٤)

کیا حلیمہ سعدیہ مشرف بہ اسلام ہوئی تھیں؟

سوال [۳۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا حضرت حلیمہ سعدیہ (جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا) مشرف بہ اسلام ہوئی تھیں یا نہیں؟

المستفتی: مولانا اسحاق سنبھلی سابق ایم پی سنبھل مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حلیمہ سعدیہ کے اسلام کے بارے میں احقر کے پاس جو کتابیں موجود ہیں، مثلاً علامہ سہیلؒ کی ”سیرت ابن ہشام“ کی شرح ”الروض الانف“ اور علامہ زرقانیؒ کی ”المواہب اللدنیہ“ کی شرح ”شرح زرقانی“ اور ابن حجرؒ کی ”الاصابہ“ اور علامہ ابن اثیرؒ کی ”اسد الغابہ“ اور علامہ ابو عمر و قرطبیؒ کی ”الاستیعاب“ اور علامہ ابن کثیرؒ کی ”البدایہ والنہایہ“ وغیرہ ان سب کتابوں میں حلیمہ سعدیہ سے متعلق لمبی لمبی بحثیں موجود ہیں، مگر ان کے اسلام کے متعلق کسی نے بھی صراحت کے ساتھ نہیں لکھا ہے، بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لئے چادر بچھا دینا اور ان کا چادر پر بیٹھ جانا صراحت سے لکھا ہے؛ البتہ علامہ زرقانیؒ نے ”شرح زرقانی“ کے اندر ابو بکر ابن العربیؒ کے حوالہ سے ایک اصول نقل فرمایا ہے کہ جس عورت نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا ہے وہ مشرف باسلام ہو چکی ہے۔

إنه لم ترضعه مرضعة إلا أسلمت. (شرح زرقانی ۱/ ۲۵۸)

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ مشرف باسلام ہو چکی تھیں، نیز علامہ زرقانیؒ نے یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دس عورتوں نے دودھ پلایا ہے اور ان کو انہوں نے گنایا بھی ہے۔ (زرقانی، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۵۸ تا ۱/ ۲۶۲ تک) اس بارے میں مفصل بحث موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۱/۴/۱۴۲۰ھ

کاتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴۰/۶۱۰۶)

ابوطالب کے ایمان کے بارے میں علماء امت کا مسلک

سوال [۳۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ابوطالب کے بارے میں ان کے ایمان اور عذاب میں تخفیف کے بارے میں علمائے امت کا کیا مسلک ہے؟

المستفتی: مولانا اسحاق سنہجلی سابق ایم پی سنہجلی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت ابوطالب کے بارے میں ان کے بھائی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ ابوطالب نے آپ کی دشمنوں سے حفاظت کرنے میں ہر طرح سے کوشش کی ہے اور بڑی بڑی مشقتیں اٹھائیں، تو کیا آخرت میں آپ سے ان کو نفع ملے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کی آگ ان کے کعبین تک ہی پہنچے گی، اگر میری شفاعت نہ ہوتی تو وہ درک اسفل میں ہوتے، اس مضمون کی روایات بخاری شریف میں پانچ مقامات پر موجود ہیں: ۱/ ۵۴۸، رقم: ۳۸۸۳/۱ میں دو حدیثیں، ۲/ ۹۱۷، رقم: ۶۲۰۸، ۲/ ۹۷۲/۲

عن عباس بن عبدالمطلب قال: يا رسول الله! هل نفعت أبا طالب بشيء؟ فإنه كان يحفظك ويغضب لك؟ قال: نعم هو في ضحضاح من النار، ولو لا أنا لكان في الدرک الأسفل من النار. الحدیث (بخاری، کتاب الأدب، باب کنیۃ المشرك، النسخة الهندية ۲/ ۹۱۷، رقم: ۵۹۶۷، ف: ۶۲۰۸، مسند بزار، مكتبة العلوم والحكم ۴/ ۱۳۷، رقم: ۱۳۱۱) اور تخفیف عذاب میں علماء امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰/۲/۱۴ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۱۱۲۶)

کیا حضرت فاطمہؑ، حضرت ابو بکرؓ سے ناراض تھیں؟

سوال [۳۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: دریافت طلب مسئلہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے، پس جس نے اسے غضبناک کیا، اس نے مجھے غضبناک کیا۔ اور صحیح بخاری کی روایت سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد میراث کے اپنے حصہ کا سوال کیا اور رسول اللہ ﷺ نے اس مال کو چھوڑا تھا جس کو اللہ رب العزت نے آپ کوئی کے طور پر دیا تھا، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء کرام میراث نہیں چھوڑتے؛ بلکہ جو چھوڑتے ہیں وہ مال صدقہ ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ غضبناک ہو گئیں اور اپنی وفات تک خلیفہ اول سے کلام ترک رکھا اور رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ اس روایت کی روشنی میں ابو بکر رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضرت فاطمہؑ کو غضبناک کیا ہے، ان کا کیا مقام ہوگا؟

المستفتی: احقر عبداللہ الباغ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں الگ الگ دو موقعوں کی دو حدیثوں کو ایک ساتھ مخلوط کر کے نقل کیا گیا ہے، پہلی حدیث شریف جس میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کہ فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے، جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے غضبناک اور ناراض کیا۔ یہ حدیث شریف حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں متعدد مقامات پر موجود ہے؛ لیکن یہ ایک مکمل حدیث شریف کا ایک جزو ہے، جو شخص صرف اس جزو کو دیکھتا ہے وہ پوری

حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتا؛ بلکہ یہ جس حدیث شریف کا جزو ہے اس کو مکمل دیکھنا ضروری ہے۔ اور وہ حدیث شریف جن مختلف الفاظ سے وارد ہے، ان پر بھی واقف ہونا ضروری ہے، اس کے بعد اصل حقیقت پر واقفیت ہو سکتی ہے، مکمل حدیث شریف یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کا ارادہ کر لیا تھا، جب آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے یہ سنا تو ممبر پر تشریف لے جا کر باقاعدہ حمد و ثنا کے بعد خطبہ دیا اور نہایت غصہ کی حالت میں فرمایا کہ: میں اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام نہیں کرتا، یعنی متعدد نکاح کرنا حرام نہیں ہے؛ لیکن یہ بات بھی گوارا نہیں کرتا کہ اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے پاس ایک ساتھ جمع ہو جائیں اور مجھے خطرہ ہے کہ دینی معاملہ میں فتنہ پیدا ہو جائے، اگر علی کو ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کرنا ہے، تو پہلے میری بیٹی کو طلاق دے دیں، تاکہ ایسا نہ ہو کہ سوکنوں کے اختلاف کی وجہ سے فاطمہ کے توسط سے علی کے بارے میں مجھے شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے، جو علی کے لئے ہلاکت اور فاطمہ کے لئے فتنہ کا سبب ہو۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

إن علي بن أبي طالب خطب بنت أبي جهل على فاطمة، فسمعت رسول الله ﷺ يخاطب الناس في ذلك على منبره هذا، وأنا يومئذ لمحتلم، فقال: إن فاطمة مني وأنا أتخوف أن تفتن في دينها، ثم ذكر صهرها له من بني عبد شمس فأثنى عليه في مصاهرته إياه، قال: حدثني فصدقني ووعدني فوفى لي وأنا لست أحرم حلالا ولا أحل حراما، ولكن والله لا تجتمع بنت رسول الله و بنت عدو الله أبدا. (بخاري شريف، كتاب فرض الخمس، باب ما ذكر

من درع النبي النسخة الهندية ۱/ ۴۳۸، رقم: ۳۰۱۱، ف: ۳۱۱۰)

اس لئے میں علی کو اس سلسلہ میں اجازت نہیں دے سکتا اور اس موقع پر حضور نے فرمایا: فاطمہ میرے بدن کا جزو ہے، جو چیز اسے شکوک و شبہات میں ڈال سکتی ہے وہ مجھے بھی

شکوہ و شبہات میں ڈال سکتی ہے اور جس چیز سے اس کو تکلیف ہو سکتی ہے، اس سے مجھے بھی تکلیف ہو سکتی ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عن المسور بن مخرمة قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول وهو على المنبر: إن بني هشام بن المغيرة استأذونوني في أن ينكحوا ابنتهم علي بن أبي طالب فلا آذن، ثم لا آذن، ثم لا آذن، ثم لا آذن إلا أن يريد ابن أبي طالب أن يطلق ابنتي وينكح ابنتهم، فإنما هي بضعة مني يربني ما أرا بها، ويؤذيني ما آذاها. (بخاري شريف، كتاب النكاح، باب ذب الرجل عن ابنة في الغيرة والانصاف، النسخة الهندية ۲/ ۷۸۷، رقم: ۵۰۳۴، ف: ۵۲۳۰)

اور مسور بن مخرمہ سے یہی حدیث شریف ”یؤذینی ما آذاها“ کی جگہ پر ”فمن أغضبها أغضبني“ کے الفاظ سے منقول ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

فاطمة بضعة مني، فمن أغضبها أغضبني. (بخاري، كتاب فضائل أصحاب النبي، باب مناقب قرابة رسول الله صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ۱/ ۵۲۶، رقم: ۳۵۸۱، ف: ۳۷۶۷)

دوسری حدیث شریف اس سے بالکل الگ موقع سے متعلق ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بارہا یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہم انبیاء کی جماعت ہیں، ہم دنیا کے مال و دولت کا کسی کو وارث نہیں بناتے ہیں، ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ یہ حدیث شریف عام صحابہ کو عمومی طور پر معلوم تھی، مگر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور کی وفات کے بعد اس کا خیال نہیں رہا، عام مسلمانوں کی طرح اپنے آپ کو بھی باپ کا وارث سمجھ لیا تھا، پھر جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وہ حدیث شریف یاد دلائی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت ہیں، ہم اپنے مال کا کسی کو وارث نہیں بناتے ہیں، جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے، تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے سننے

کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں کوئی گفتگو نہیں فرمائی، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہونے کے باوجود وراثت کی حدیث ذہن میں نہیں رہی، جس کے نتیجے میں حضور کے ارشاد کے خلاف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے میراث کا مطالبہ فرمایا تھا؛ لیکن جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میراث کی حدیث سنائی تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اوپر سوال کے نتیجے میں پانی پڑ گیا اور بہت شرمندہ ہوئیں، تو اس شرمندگی اور غیرت کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کسی بھی موضوع پر بات نہیں فرمائی، یہی مطلب ہے بخاری شریف کی اس عبارت کا:

”فوجدت فاطمة على أبي بكر في ذلك، فهجرته فلم تكلمه حتى

توفيت. (بخاري شريف، كتاب المغازي، باب غزوة خيبر، النسخة الهندية ۲/

۶۰۹، رقم: ۴۰۸۲، ف: ۴۲۴۱)

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب میں اس سلسلہ میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شرم و غیرت محسوس کی، تو اس طرح کے سوال کرنے سے ابوبکر کو چھوڑ دیا اور اس موضوع پر پھر کبھی گفتگو نہیں کی، یہاں تک کہ وفات پا گئیں، نیز امام بیہقی کی ”السنن الکبریٰ“ میں حضرت امام عامر شعبی سے ایک روایت واضح طور پر موجود ہے کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا مرض میں مبتلا ہو گئیں، تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کی اجازت سے گھر میں تشریف لے گئے اور دوران گفتگو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ اللہ کی مرضی اور اس کے رسول کی مرضی اور اے آل رسول تمہاری مرضی اور خوشی کی ابتغاء اور جستجو کیا ہے، اس گفتگو کے دوران حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خوشی و رضامندی کا اظہار فرمایا، جو صاف الفاظ سے مروی ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن الشعبي قال: لما مرضت فاطمة رضى الله عنها أتاها أبو بكر الصديق رضى الله عنه، فاستأذن عليها، فقال علي رضى الله عنه: يا فاطمة! هذا أبو بكر يستأذن عليك، فقالت: أتحب أن آذن له؟ قال: نعم، فأذنت له، فدخل عليها يترضاها، وقال: والله ما تركت الدار والمال والأهل والعشيرة إلا ابتغاء مرضاة الله ومرضاة رسوله ومرضاتكم أهل البيت، ثم ترضاها حتى رضيت. هذا مرسل حسن بإسناد صحيح. (السنن الكبرى للبيهقي، باب بيان مصرف أربعة أحماس الفيء.....

دارالفكر ۹/ ۴۳۶، رقم: ۱۳۰۰۵)

پھر اس کے بعد کسی کو یہ کہنے کا کیسے حق پہنچتا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئی تھیں، پورے ذخیرہ حدیث میں صاف الفاظ کے ساتھ کوئی ایسی روایت موجود نہیں ہے، جس میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونا ثابت ہو، یہ محض اہل شیعہ کی طرف سے بدگمانی پیدا کرنے کی گندی حرکت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۵/۴/۱۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۳۹/۳۷)



۱۴ / باب ما يتعلق بالتقليد

اہل سنت والجماعت

سوال [۳۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) اہل سنت والجماعت میں دور حاضر کے تمام مسالک میں سے کون کون سے مسلک آتے ہیں؟

(۲) اہل سنت والجماعت ہونے کے لئے کون کون سے عقائد ضروری ہیں، کیا ان میں سے کسی ایک بھی عقیدہ کا انکار کر دینے سے مسلمان تو رہتا ہے؛ لیکن اہل سنت والجماعت سے خارج ہو جاتا ہے اور اسے گمراہ کہنا درست ہے؟

المستفتی: محمد شمس الحسن قصبہ سترکھ بارہ بنکی (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اہل سنت والجماعت ان کو کہا جاتا ہے جو قرآن وحدیث، اجماع امت اور انہیں کی روشنی میں ائمہ مجتہدین کے قیاس شرعی کو بھی حجت شرعیہ تسلیم کرتے ہیں اور جو ان چاروں چیزوں کو حجت شرعیہ تسلیم کرتے ہیں، وہی صحیح معنی میں قرآن وحدیث اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدین کی سنتوں پر عمل کرتے ہیں اور دور حاضر میں یہ صرف ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ میں سے کسی ایک کے مسلک پر عمل کرنے سے ثابت ہوتا ہے؛ اس لئے کہ یہ چاروں ائمہ قرآن وحدیث اور اجماع صحابہ وقیاس شرعی کو سامنے رکھ کر امت کے سامنے مسائل شرعیہ پیش فرماتے ہیں۔ اور دور حاضر میں مسلک حنفی میں سے دیوبندی مکتب فکر کے لوگ درحقیقت اہل سنت والجماعت کے مصداق ہوتے ہیں، مگر بریلویوں نے اپنی بدعت پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے آپ کو اہل سنت اور سنی ہونا عوام کے درمیان مشہور کر دیا ہے، جیسا کہ مودودیوں نے اپنی گمراہ کن باتوں

پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے آپ کو جماعت اسلامی ہونا مشہور کر دیا ہے۔ اور غیر مقلدوں نے اپنی گمراہ کن حرکتوں پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے آپ کو اہل حدیث اور سلفی ہونا مشہور کر دیا ہے۔

فعلیکم معاشر المؤمنین باتباع الفرقة الناجية المسماة بأهل السنة والجماعة وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في مذاهب أربعة: وهم الحنفيون، والمالكيون، والشافعيون، والحنبليون رحمهم الله، ومن كان خارجا من هذه الأربعة في هذا الزمان فهو من أهل البدعة والنار. (طحطاوي على الدر المختار، كتاب الذبائح، المكتبة العربية، كوئٹہ ۴/ ۱۵۳)

الدرس الخامس والتسعون في المذاهب المنتحلة إلى الإسلام في زماننا، أهل الحق منهم أهل السنة والجماعة، المنحصرين باجماع من يعتد بهم في الحنفية والشافعية والمالكية والحنابلة، وأهل الأهواء منهم غير المقلدين الذي يدعون اتباع الحديث وأنى لهم ذلك، و جهلة الصوفية وأشياعهم من المبتدعين، وإن كان بعضهم في زي العلم. والروافض والنيجرية الذين يضاهنون المعتزلة، فإياك وإياهم فتدنس بهوهم. (مائة دروس ۱۳۹، ۱۴۰، بحوالہ غیر مقلدین کے ۱۵۶ اعتراضات کے جوابات، ص: ۶)

(۲) اہل سنت والجماعت ہونے کے لئے عقیدہ کے اعتبار سے امام طحاویؒ نے ”عقیدۃ الطحاوی“ میں جو عقائد لکھے ہیں، ان کا پابند ہونا لازم ہے، جو ان عقائد سے ہٹیں گے وہ گمراہ ہوں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۲ھ/۳/۱۵

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۰۰۱/۴۰)

فرقة ناجية

سوال [۳۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہر فرقہ اپنے کو ناجی سمجھتا ہے، حقیقت میں ناجی فرقہ کون سا ہے؟
المستفتی: غلام حسین انجینئر کھالپار، مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: درحقیقت فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہی ہے۔
حدیث شریف میں آیا ہے:

وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة، كلهم في النار، إلا ملة واحدة، قالوا: من هي يا رسول الله؟ قال: ما أنا عليه وأصحابي. الحديث (ترمذي شريف قديم، كتاب الإيمان، باب ماجاء في إفتراق هذه الأمة ۸۹/۲، جديد ۹۲/۲، دارالسلام، رقم: ۲۶۴۱، المعجم الأوسط، دارالفكر ۳۸۰/۳، رقم: ۴۸۸۶، ۷۸۴، المعجم الكبير، دار إحياء التراث العربي ۱۴/۵۲، رقم: ۱۴۶۴۶، المستدرک للحاکم، کتاب العلم، فصل في توفیر العالم، مکتبہ نزار مصطفى الباز ۱/۱۸۹، رقم: ۴۴۴)

وفي أبي داؤد وابن ماجه: كلها في النار إلا واحدة، وهي الجماعة. (ابن ماجه، أبواب الفتن، باب إفتراق الأمم، النسخة الهندية ۲/۲۹۶، رقم: ۳۹۹۳، أبوداؤد، كتاب السنة، باب شرح السنة، النسخة الهندية ۲/۲۷۵، دارالسلام رقم: ۴۵۹۷، المستدرک قديم ۱/۲۱۸، مکتبہ نزار مصطفى الباز ۱/۱۸۹، رقم: ۴۴۴، مشکوة ۱/۳۰)

وفي المرقاة: فلا شك ولا ريب أنهم هم أهل السنة والجماعة (وقوله): والفرقة الناجية هم أهل السنة والبيضاء المحمدية، والطريقة النقية الأحمدية. الخ (مرقاة شرح مشکوة، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، شرح تفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة، مکتبہ إمداديه ملتان ۱/۲۴۸)

عن عبد الله بن مسعود - رضي الله عنه - قال: خط لنا رسول الله ﷺ خطاً، ثم قال: هذا سبيل الله، ثم خط خطوطاً عن يمينه وعن شماله، وقال: هذه سبل على كل سبيل منها شيطان يدعو إليه. الحديث (مسند أبوداؤد الطيالسي، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۱۲۹، رقم: ۲۴۱، سنن دارمي، باب في كراهية أخذ الرأي، دارالمغني ۱/ ۲۸۵، رقم: ۲۰۸، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۵/ ۱۱۳، رقم: ۱۶۹۴، المستدرک، كتاب التفسير، تفسير سورة الأنعام، قديم ۲/ ۳۴۸۶، مكتبه نزار مصطفى الباز ۴/ ۱۲۱۳، رقم: ۳۲۴۱، مسند أحمد بن حنبل ۱/ ۴۳۵، رقم: ۴۱۴۲، مشكوة شريف ۱/ ۳۰)

معلوم ہوا کہ فرقہ ناجیہ آنحضور ﷺ کے زمانے سے ہر وقت جاری رہا اور رہے گا، جس کا مصداق صرف اہل سنت والجماعت ہی ہو سکتی ہے، باقی فرقے بعد میں پیدا ہوتے رہے اور ختم بھی ہوتے رہے۔ تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ جمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۶/۲۳)

اہل سنت والجماعت کے عقائد کی کتابیں

سوال [۳۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: اہل سنت والجماعت کے متفقہ عقائد کو جن کو پوری تفصیل کے ساتھ ائمہ اربعہ اور ان کے تبعین نے قبول کیا ہے، وہ اردو عربی کی کن کتابوں میں ملیں گے، خصوصاً عربی کی وہ کتاب جو ملت اہل سنت والجماعت کے تمام مدارس میں پڑھائی جاتی ہے، تاکہ ہم اسی کو اپنے عقائد کا معیار بنا سکیں۔

المستفتی: عبدالرحمن موسیٰ، کیراف بکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عربی میں ”سارہ“ اس کی شرح ”مسامرہ“ اور

”عقیدۃ الطحاوی“، ”شرح عقائد نسفی“، ”الفوائد البہیہ“، ”للعلامة شمس الحق افغانی اور اردو میں حضرت العلام مولانا ادریس کاندھلویؒ کی ”علم کلام“ وغیرہ کا مطالعہ فرمائیں، بشرطیکہ آپ کے اندر ان کتابوں کے سمجھنے کی صلاحیت بھی ہو۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۵۶۸)

ائمہ اربعہ حق پر ہیں؟

سوال [۳۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: چاروں ائمہ حضرات مسلک اور اجتہاد کے معاملہ میں برحق ہیں اور ہمارا اعتقاد بھی یہی ہونا چاہئے کہ سارے ائمہ برحق ہیں؛ لیکن جب کسی بھی امام کے تابعین اپنے دلائل کو پیش کرتے ہیں اور اپنے مسلک کو ثابت کرتے ہیں، تو دوسرے کے دلیل کو غلط قرار دیتے ہیں، جیسا کہ شارحین کرام اپنی شروحات میں فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے، تو آخر اس طرح سے دوسرے ائمہ کے مسلک یا دلیل کو غلط کہنا درست ہے یا نہیں؟ اس کو قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

المستفتی: محمد داؤد القاسمی، ۱۱/ رجب ۱۴۲۵ھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہر امام کے متبع سمجھ دار اور متحر علماء اپنے اپنے مسلک کو دلائل کی روشنی میں راجح قرار دیتے ہیں اور دوسرے کے مسلک کو مرجوح قرار دیتے ہیں، یہ ایک دیانت داری کی بات بھی ہے، ہم دوسرے مسلک کے لوگوں کے بارے میں کوئی ذمہ دارانہ گفتگو نہیں کر سکتے؛ لیکن اپنے مسلک کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم دلائل کی روشنی میں اپنے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مسلک کو راجح اور دوسرے کے مسلک کو مرجوح سمجھتے ہیں، جس کے دلائل کتابوں میں موجود ہیں، دوسرے ائمہ کے

مسلک یا دلیل کو غلط قرار نہیں دیتے؛ بلکہ اس کی توجیہ کرتے ہیں اور توجیہ کر کے اس کو کمزور قرار دینے کا مطلب یہ نہیں کہ صاف طور پر دوسرے کے مسلک کو غلط قرار دیا جائے، جیسا کہ حدیث ”ذوالیدین“ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں دو رکعت نماز پڑھانے کے بعد باہر تشریف لائے، تو حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! کیا آپ بھول گئے یا اب ظہر کی نماز کے لئے یہی حکم نازل ہوا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: کیا ذوالیدین صحیح کہہ رہے ہیں؟ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، ذوالیدین صحیح کہہ رہے ہیں، پھر آپ نے دو رکعت نماز لوٹ کر پڑھائی اور سجدہ سہو کیا، یہ اس وقت کی بات ہے جب نماز کے درمیان گفتگو کی اجازت تھی، مگر امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا مسلک آج بھی وہی ہے جو حدیث ذوالیدین میں وارد ہے، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ اسے منسوخ نہیں سمجھتے ہیں، ہم اسے منسوخ سمجھتے ہیں، ایسے اختلاف کو یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ ایک نے دوسرے کو غلط قرار دیا ہے؛ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ استدلال و توجیہ کے اعتبار سے ہر ایک نے اپنے مسلک کو راجح قرار دیا ہے، ہم حنفی مسلک کے لوگ بعض مسائل میں دوسرے ائمہ کی دلیل کو مضبوط بھی قرار دیتے ہیں، جیسا کہ عصر کے وقت کے بارے میں اختلاف ہے، اس میں امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی دلیل کے مقابلہ میں دوسرے ائمہ کی دلیل اور تائیدات زیادہ ہیں، ہم اس کا اقرار بھی کرتے ہیں؛ لیکن امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مسلک پر عمل کرنے میں احتیاط زیادہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۵/ رجب ۱۴۲۵ھ

۱۴۲۵/۷/۲۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۴۹۳)

ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی اقتداء کی شرعی حیثیت

سوال [۳۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) ائمہ حضرات کی اتباع کرنا ضروری ہے یا اپنے طور پر خود غور و فکر کر کے قرآن و حدیث پر عمل کرنا کافی ہے، اگر اتباع ضروری ہے تو اس کی کیا وجہ ہے؟ (۲) ائمہ اربعہ کے مسائل میں اختلاف ہے، ایسا کیوں؟ ایک امام کسی مسئلہ کو جائز کہتے ہیں اور دوسرے ناجائز؟

(۳) ایک جو کم علم رکھتا ہے، جب وہ عمل کے میدان میں آتا ہے تو اس کے سامنے کئی راہیں آجاتی ہیں، ایک بات کو اہل حدیث حضرات صحیح کہتے ہیں، تو دوسری جماعت اس کو غلط قرار دیتی ہے، اسی طرح ایک بات دیوبندی کہتے ہیں، دوسری جماعت اس کی تردید کرتی ہے۔ اور ہر فرقہ اپنی بات کو احادیث اور قرآنی آیتوں سے مدلل کرتا ہے۔ اور جب یہ شخص دونوں کی باتیں سنتا ہے تو حق و باطل میں امتیاز اس کے لئے دشوار ہو جاتا ہے، ایسا شخص صراط مستقیم کا پتہ کیسے لگائے اور دین پر صحیح عمل کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ جواب سے مطمح فرمائیں۔

المستفتی: عبدالمجید ولد شیخ احمد، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) جی ہاں ہمارے لئے ائمہ حضرات کی تقلید ضروری ہے، اس کی دو وجہ ہیں: (۱) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ. [سورة النحل: ۴۳]

اور دوسری جگہ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ. [سورة

النساء: ۵۹]

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عن علي قال: قلت: يا رسول الله! إن نزل بنا أمر ليس فيه بيان أمر ولا نهي فما تأمرنا؟ قال: تشاورون فيه الفقهاء والعابدين، ولا تمضوا فيه رأى خاصة. (المعجم الأوسط، دارالفكر ۱/ ۴۴۱، رقم: ۱۶۱۸)

اس آیت کریمہ اور حدیث نبوی کی وجہ سے مطلقاً تقلید فرض و واجب ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تمام امت مسلمہ پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضروری ہے۔ اور ایک عامی ہرگز اس بات کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو کر اس کی مرضی معلوم کرے اور نہ ہی اس بات کا اہل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست مراجعت کر کے حکم شرعی معلوم کرے؛ لہذا لازمی طور پر قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنا ہوگا؛ لیکن ہر کس و ناکس قرآن و حدیث کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا؛ لہذا ایسے لوگوں کی پیروی کرنا لازم ہے جو قرآن و حدیث کی گہرائیوں میں پہنچ کر اس سے مسائل و جزئیات کے استنباط پر قدرت رکھتے ہوں، ایسے حضرات کا اتباع لازم ہے، چنانچہ بڑے بڑے محدثین ان ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی ایک امام کے مقلد تھے۔ امام ترمذی کو دیکھو کہ کتنے بڑے محدث تھے، ترمذی شریف انہیں کی لکھی ہوئی ہے؛ لیکن وہ امام شافعی کے مقلد تھے، صاحب فتح الباری، حافظ ابن حجر عسقلانی کتنے بڑے محدث تھے، پھر بھی امام شافعی کے مقلد تھے، حافظ ابن عبدالبر مالکی کتنے بڑے عالم تھے، پھر بھی وہ امام مالک کے مقلد تھے، حافظ ابن تیمیہ کتنے بڑے عالم تھے، مگر امام احمد بن حنبل کے مقلد تھے۔ اور امام طحاوی کتنے بڑے محدث تھے، طحاوی شریف انہیں کی لکھی ہوئی ہے؛ لیکن وہ امام ابوحنیفہ کے مقلد تھے، کیا آج دنیا میں امام ترمذی، امام طحاوی، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ابن عبدالبر مالکی، حافظ ابن تیمیہ کے درجہ کا کوئی شخص نظر آ رہا ہے؟ جب کہ ان بڑے بڑے محدثین و فقہاء نے بھی اپنی نجات کے لئے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کو لازم کر لیا تھا، تو کیا آج کوئی شخص ان سے بڑھ کر عالم و محدث ہونے کا دعویٰ کر کے تقلید سے انحراف کر سکتا ہے۔ اور قرآن و حدیث کو خود سمجھ کر اپنی سمجھ کے مطابق عمل کی کوشش کرے گا، تو کیسے کامیاب ہو سکتا ہے

اور وہ کیسے صحیح راستہ پر قائم رہ سکتا ہے، لازمی بات ہے کہ وہ گمراہی میں پھنس جائے گا۔ (مستفاد: ایضاح المسالک ۱۲، ۲۰، کفایت المفتی قدیم ۱/ ۳۳۰، جدید زکریا ۱/ ۳۷۷، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۱۸۲/۵، جدید زکریا ۱/ ۲۵۴)

(۲) ائمہ اربعہ کے مسائل سب کے سب اصول میں متفق ہیں، ہاں فروعات و جزئیات میں اختلاف ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ نے جن چیزوں پر اپنے مسائل کی بنیاد رکھی ہے، مثلاً احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ ان میں بھی اس قسم کا اختلاف پایا جاتا ہے؛ لہذا لازمی طور پر اس سے جن مسائل کا استنباط کیا جائے گا، ان میں بھی اختلاف ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۵/ ۲۰۰، کفایت المفتی، قدیم ۱/ ۳۲۹، جدید زکریا ۱/ ۳۷۷، جدید زکریا مطول ۳/ ۹۹)

(۳) غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں، ان کے علاوہ دنیا بھر کے تمام مسلمان چاروں اماموں میں سے کسی نہ کسی ایک کے مقلد ہیں، تو آپ کا سوال غیر مقلدین کے بارے میں ہے یا مقلدین کے بارے میں؟ اگر غیر مقلدین کے سلسلہ میں ہے، تو وہ اپنی ضد سے باز آنے والے نہیں ہیں، ان کا دعویٰ تو غیر مقلدیت کا ہے، مگر ترمذی، مسلم، بخاری وغیرہ صحاح ستہ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتے؛ حالانکہ صحاح ستہ کے مصنفین خود بھی مقلد تھے، اگر ان کو عقل سلیم ہو تو تقلید کو لازم سمجھیں گے۔ اور اگر آپ کا سوال مقلدین کے بارے میں ہے اور مذکورہ شخص کم علم رکھتا ہے، تو ایسے کم علم رکھنے والے پر لازم ہے کہ اس کے باپ دادا جس امام کے مقلد اور پیروکار تھے، آنکھ بند کر کے اسی امام کی تقلید کرے، غلط اور صحیح کے امتیاز کرنے کا وہ مکلف نہیں ہے۔ اور آخرت میں اس سلسلہ میں اس سے سوال و جواب بھی نہ ہوگا؛ اس لئے کہ غلط اور صحیح کا امتیاز کرنا اور دو اماموں کا کسی مسئلہ میں الگ الگ حکم بیان کرنا اور اس میں اختلاف و دلائل کا سمجھنا ہر کس و نا کس کے بس کی بات نہیں ہے، اس کو سمجھنے کے لئے امام ترمذی، امام طحاوی، حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے بڑے بڑے محدثین چاہئیں، اگر کسی کو یہ

چیزیں سمجھنے کا ارادہ ہو تو وہ علوم و معرفت میں پہلے اپنے آپ کو ان محدثین و فقہاء کے درجہ میں پہنچائے، اس سے پہلے وہ ان چیزوں کو نہیں سمجھ سکتا، پھر بھی اگر اس کی کوشش کرے گا، تو گمراہ نہ ہوگا، تو کیا ہوگا؟ اور وہ اسی شش و پنج میں مبتلا رہے گا کہ میں کس پر عمل کروں۔ اور جو آپ نے دیوبندی اور دوسرے فرقہ کا ذکر کیا ہے، تو یہ دیوبندی کوئی فرقہ نہیں ہے؛ بلکہ امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں اور ان کے مسلک کے ترجمان ہیں، جو منہاج نبوت کے عین مطابق ہے، دیوبندی اسی پر دلیل پیش کرتے ہیں، اب اگر کوئی فرقہ مسلک دیوبند کے خلاف دلیل پیش کرتا ہے، تو اس کو نامزد کیجئے، پہلے دیکھنا ہے کہ وہ مقلد ہے یا غیر مقلد، اس کے بعد ہی ہم اس کے بارے میں کوئی بات کر سکتے ہیں اور جو بات آپ نے کہی ہے کہ یہ شخص دونوں کی باتیں سنتا ہے، تو اگر یہ شخص حنفی مسلک کا ہے، تو اس کے لئے دوسرے مسلک کی باتوں میں پڑ کر اپنے مسلک میں شبہ پیدا کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر یہ شخص غیر مقلد ہے، تو لازمی بات ہے کہ وہ حق و باطل کے درمیان امتیاز نہیں کر سکتا، اس کو تو گمراہ ہونا ہی ہے، کبھی وہ امام ابوحنیفہؒ کی بات سنے گا اور کبھی ان سے روگردانی کر کے امام شافعیؒ کی بات مانے گا اور کبھی ان سے انحراف کر کے سفیان ثوریؒ کی بات لے گا اور کبھی ان سے انحراف کر کے ابن حزمؒ ظاہری کی بات لے بیٹھے گا اور کبھی شوکانیؒ کی گائے گا اور کبھی ابن تیمیہ کے تفردات کو لے کر پھرتا رہے گا، کبھی امام مالک کی بات پسند آئے گی اور کبھی امام احمد بن حنبلؒ کی گائے گا، نتیجتاً یہی ہوگا کہ وہ دین کے معاملہ میں مبہوت اور گمراہ ہو کر رہ جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۳/ جمادی الاول ۱۴۱۹ھ

۱۴۱۹/۵/۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۷۶۹)

کیا چاروں اماموں پر ایمان لانا ضروری ہے؟

سوال [۳۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: ایک مسلمان جو کسی مسجد کا امام بھی ہے، بر ملا یہ کہتا ہے کہ جس طرح اللہ رسول و قیامت و کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے، اگر ضروری ہو تو اس کو مدلل کریں اور اگر ضروری نہیں تو ایسا عقیدہ رکھنے والے مسلمان کا کیا ہوگا؟ کیا اس کی اقتداء میں نماز درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد فاروق، سپول

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اللہ، رسول، قیامت، حشر و نشر اور آسمانی کتابوں پر ایمان لانا قطعاً شرعیہ میں سے ہے اور از قبیل عقائد ہے، اگر ان میں سے کسی چیز پر ایمان نہ ہو تو اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اور چاروں اماموں کا برحق ہونا نصوص قطعہ سے ثابت نہیں ہے، ہاں البتہ امت کے اجماع سے ان کا اپنی اپنی جگہ برحق ہونا ثابت ہے اور عامۃ المسلمین کے لئے ان میں سے کسی ایک کی تقلید عملاً کرنا اس حد تک ضروری ہے کہ مسائل شرعیہ میں ایک امام کی تقلید اور پابندی کی صورت میں اس کی عبادت صحیح طریقہ سے ہو سکتی ہے، ورنہ وہ آزادی کا شکار ہو جائے گا اور ایک امام کی تقلید کرتے ہوئے دوسرے امام کو برحق سمجھنا بھی لازم ہے۔ اور جو کسی ایک امام کی تقلید نہ کر کے اپنے آپ کو آزاد رکھتا ہے اور خود مجتہد بھی نہیں تو وہ گمراہی کا شکار ہو کر درجہ فسق تک پہنچ سکتا ہے؛ لیکن کسی امام کی تقلید نہ کرنے کی وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوگا، زیادہ سے زیادہ فاسق ہو سکتا ہے؛ لہذا سوال نامہ میں جس امام مسجد نے تقلید ائمہ کو اللہ و رسول اور قیامت پر ایمان لانے کے برابر قرار دیا ہے وہ اصول شریعت سے ناواقف ہے، اس کو اس سلسلہ میں واقف کار کیا جائے، اگر اس کو باخبر کرنے کے باوجود ہٹ دھرمی کرتا ہے، تو اسے امامت سے برطرف کرنے کا فیصلہ کیا جائے۔ اور اگر مان جاتا ہے، تو اس پر کوئی ملامت نہیں۔ (مستفاد: ایضاح المسالک/ ۳۱)

فی شرح جمع الجوامع للمعلی: والأصح أنه يجب علی العامی

وغیره ممن لم یتبع رتبة الاجتهاد التزام مذهب معین من مذاهب
المجتهدین. (خلاصۃ التحقیق/ ۶)

ولا يجوز للمقلد العمل في كل واقعة من الأعمال والأحكام إلا
بتقليده واستفتاءه من مفت مجتهد أو حامل فقه. (خلاصۃ التحقیق/ ۴)
وقال في شرح فقه الأكبر: قال الإمام الأعظم: يجب أي يفرض
فرضاً عينياً بعد ما يحصل علماً يقيناً أن يقول المكلف بلسانه المطابق
لما في جنانه آمنت بالله وملائكته وكتبه ورسوله والبعث بعد الموت
والقدر خيره وشره من الله تعالى والبعث بعد الموت. (شرح فقه أكبر،
مطبع ديوبند ۱۳-۱۴)

إن هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة،
أو من يعتمد به منها على جواز تقليدها إلى يومنا هذا، وفي ذلك من
المصالح ما لا يخفى لا سيما في هذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جدا
واشربت النفوس الهوى، وأعجب كل ذي رأي برأيه. (حجة الله البالغة،
مكتبة حجاز ۱/ ۱۵۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۳/۱۴۲۹ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ربیع الاول ۱۴۲۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۵۲۸)

ائمہ اربعہ کی تقلید

سوال [۳۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے
بارے میں: کیا چاروں اماموں کی تقلید کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟
المستفتی: محمد الیاس فیضی شایرج، کلکتہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ”مسند امام احمد بن حنبل“ میں صحیح سند کے ساتھ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ بیشک مجھے نہیں معلوم کہ تمہارے درمیان میں میری زندگی کتنی باقی ہے؛ لہذا میرے بعد تم ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا۔ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنا۔ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو بھی بات بیان کریں اس کی تصدیق کرنا۔ مذکورہ صحیح حدیث شریف سے تقلید کا حکم صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقلید کا حکم فرمایا ہے۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن حذيفة رضى الله عنه قال: كنا عند النبي صلى الله عليه وسلم جلوساً، فقال: إني لا أدري ما قدر بقائي فيكم، فاقتدوا باللذين من بعدي، وأشار إلى أبي بكر وعمر، وتمسكوا بعهد عمار، وما حدثكم ابن مسعود فصدقوه. (مسند إمام أحمد بن حنبل ۵/ ۳۸۵، رقم: ۲۳۶۶۵، صحيح ابن حبان، دار الفكر ۴/ ۲۵۵، رقم: ۶۹۱۱، المصنف لابن أبي شيبة، مؤسسة علوم القرآن ۲۰/ ۵۸۰، رقم: ۳۸۲۰۴، ترمذي، أبواب المناقب، مناقب عمار بن ياسر، النسخة الهندية ۲۰/ ۲۲۰، دار السلام، رقم: ۳۷۹۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ شعبان ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۷۸۲/۳۹)

ایک امام کی تقلید لازم کیوں؟

سوال [۳۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: فقہ کے چار اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کیوں ضروری ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: احکام شرعیہ دو قسم پر ہیں:

(۱) احکام منصوصہ غیر متعارضہ اور متعارضہ معلومۃ التقدیم والتاخر، ان میں نہ قیاس جائز ہے اور نہ کسی کے قیاس کی اتباع جائز ہے۔

لقوله تعالى: اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّونَ. [سورة البقرة: ۷۸]

وقوله تعالى: اِنْ يَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ. [سورة النجم: ۲۸]

(۲) احکام غیر منصوصہ اور متعارضہ غیر معلومۃ التقدیم والتاخر۔ ان میں یا تو کچھ بھی عمل نہ کیا جائے، یا عمل کیا جائے، اگر کچھ عمل نہ کیا جائے تو قولہ تعالیٰ: اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُتْرَكَ سُدًى. [سورة القيامة: ۳۶] وقوله تعالى: اَفَحَسِبْتُمْ اَنْمَّا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا. [المؤمنون: ۱۱۵] صریح نص کی مخالفت لازم آئے گی۔ اور اگر عمل کیا جائے تو بدون علم یا تعین کے کسی جانب عمل ممکن نہیں۔ اور علم اور تعین قیاس ہی سے ہو سکتی ہے۔ اور ہر کس و ناکس کا قیاس بھی معتبر نہیں ہو سکتا؛ بلکہ بعض کا معتبر اور بعض کا غیر معتبر ہوگا، جس کا معتبر ہوگا اس کو مجتہد کہتے ہیں۔ اور جس کا غیر معتبر اس کو مقلد کہتے ہیں، پس جس کا معتبر نہیں، یعنی مقلد پر ضروری ہے کہ عمل کرنے کے لئے مجتہد و مستنبط کی تقلید کرے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/ ۵۶۴، احسن الفتاویٰ السبک الفرید لسبک

التقلید ۱/ ۴۰۴)

لقوله تعالى: وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ. [لقمان: ۱۵] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/۵۶۷)

تقلید شخصی واجب ہے؟

سوال [۳۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں: ہر مسلک کو اپنا نادرست نہیں، صرف کسی ایک امام کی اتباع ضروری و لازم ہے؟

المستفتی: محمد سلیم الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تقليد شخصي واجب ہے، ورنہ تملق خارج اجماع لازم آجاتا ہے، جو کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ تفصیل کے لئے (امدادی الفتاویٰ/ ٣/ ٥١٦، الخلیۃ النازجۃ/ ٣) دیکھ لیا جائے۔

سئل أبو موسى عن ابنة وابنة ابن، وأخت، فقال: للابنة النصف، وللأخت -إلى- فأتينا أبا موسى فأخبرناه بقول ابن مسعود، فقال: لاتسألوني ما دام هذا الحبر فيكم. (بخاري، كتاب الفرائض، باب ميراث ابنة ابن مع ابنة، النسخة الهندية ٢/ ٩٧، رقم: ٦٤٧٩، ف: ٦٧٣٦، مسند أحمد ١/ ٤٦٣، رقم: ٤٤٢٠، ترمذي، أبواب الفرائض، باب ماجاء في ميراث البنات، النسخة الهندية ٢/ ٢٩، دارالسلام، رقم: ٢٠٩٣، مسند أبي داؤد الطيالسي، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ١٩١، رقم: ٣٧٣)

عن عكرمة أن أهل المدينة سألوا ابن عباس عن امرأة طافت، ثم حاضت، قال لهم: تنفروا، قالوا: لا نأخذ بقولك وندع قول زيد. الحديث (بخاري، كتاب الحج، باب إذا حاضت المرأة بعد ما أفاضت، النسخة الهندية ١/ ٢٣٧، رقم: ١٧٢٥، ف: ١٧٥٨)

إن هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة، أو من يعتد به منها على جواز تقليدها إلى يومنا هذا، وفي ذلك من المصالح ما لا يخفى، لا سيما في هذه الأيام التي قصرت فيها الهمم جدا واشربت النفوس الهوى، وأعجب كل ذي رأي برأيه. (حجة الله البالغة، مكتبة حجاز ١/ ١٥٤)

في شرح جمع الجوامع للمعلى: والأصح أنه يجب على العامي

و غیرہ مومن لم یشیخ رتبة الاجتهاد التزام مذهب معین من مذاهب
المجتهدین. (خلاصۃ التحقیق/ ۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ رمضان ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۱۹)

کیا حنفی حدیث پر فقہ کو ترجیح دیتے ہیں؟

سوال [۳۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: حنفی لوگ حدیث شریف پر فقہ اور فقہاء کی کتابوں کو ترجیح دیتے ہیں؛ کیوں کہ ان سے اگر سوال کیا جائے تو فتاویٰ شامی، درمختار اور عالمگیری وغیرہ کے حوالہ سے جواب دیتے ہیں۔

المستفتی: محمد نظام الدین رانی نگر مرشد آباد، بنگال
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ حنفی لوگ فقہ اور فتاویٰ کی کتابوں کو ترجیح دیتے ہیں، یہ ان کی ناواقفیت پر موقوف ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ فن فقہ اور فقہ کی جزئیات کہیں اور سے آئی ہوئی نہیں ہیں؛ بلکہ فقہ کے تمام مسائل کا مدار قرآن کی آیتوں، سید الکونین علیہ السلام کی حدیثوں اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار پر ہے، اس سے ہٹ کر الگ سے کوئی چیز فقہ کی کتابوں میں نہیں ہے، ہاں البتہ اتنی بات ہے کہ ایک مسئلہ سے متعلق حدیث شریف کے اندر متضاد روایتیں ہیں، ایک حدیث میں اس کا اثبات ہے، تو دوسری حدیث اس کے خلاف ہے، اب ایسے مسائل کا سمجھنا اور حدیث کے تعارض کا دفعیہ عام مسلمانوں کے بس کی بات نہیں ہے؛ بلکہ انہیں ائمہ مجتہدین کا کام ہے، جن کو اللہ نے پوری شریعت، پورے قرآن کریم اور پوری احادیث شریفہ پر عبور عطا فرمایا ہے۔ اور قرآن و حدیث سے مسائل کے استنباط

کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ اور ائمہ مجتہدین نے متعارض روایتوں کو سامنے رکھ کر نسخ و منسوخ، راجح اور مرجوح روایات کی گہرائی میں پہنچ کر اس کا نچوڑ نکال کر امت کے سامنے پیش کر دیا ہے، اسی کو فقہ کہا جاتا ہے، جو درحقیقت قرآنی آیتوں، احادیث شریفہ یا آثار صحابہ کا حاصل و نچوڑ ہے، اس کو حدیث سے الگ سمجھنا یہ غیر مقلدین کی ناواقفیت اور ان کی عملی کمزوری پر دال ہے۔

إن الفقه الإسلامي وإن كان مجموعة آراء لبعض العلماء، إلا أن هذه الآراء لا بد أن تكون معتمدة على نص شرعي من كتاب الله أو سنة رسول الله ﷺ حتى إن الآراء المعتمدة على الإجماع والقياس وغيرها من الأدلة المساندة لا بد أن ترجع أخيراً إلى كتاب الله أو سنة رسوله. (الموسوعة الفقهية ۱/ ۲۱)

ومن هنا يتبين أن مصادر الأحكام كلها ترجع إلى الكتاب والسنة بصفة مباشرة. (الموسوعة الفقهية ۱/ ۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۵۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۹ھ

ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا کس مسلک میں جائز ہے؟

سوال [۳۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بعض لوگ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھتے ہیں، تو یہ کس امام کے مسلک پر عمل کرنے والے ہیں؟ کس مسلک میں یہ جائز ہے؟

المستفتی: قاری احمد علی صاحب استاذ مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت امام مالک کا ایک قول یہی نقل کیا گیا ہے کہ ان کے یہاں ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا افضل ہے۔

اختلف الرواة عن مالك في مسألة اليدين، والمرجح عند المالكية في فروعهم الإرسال، ذكر في المدونة. الخ (أوجز المسالك، كتاب الصلاة، وضع اليدين احديهما على الأخرى في الصلاة، قديم ۲/ ۱۱۵، دارالقلم ۳/ ۲۹۸) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۱۱/۱۴۲۰ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتاویٰ نمبر: ۳۴/ ۶۳۶۸)

اختلافی مسائل میں جس پر چاہے عمل کرنا کیسا ہے؟

سوال [۳۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: رفع یدین، آمین بالجہر وبالسر، اسی طرح اور اختلافی مسائل میں جو کہ دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، ان دونوں پر عمل جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً کبھی رفع یدین کر لیا، کبھی ترک کر دیا، اسی طرح کبھی آمین بالسر کہہ دی، کبھی آمین بالجہر کی وغیرہ تو کیا علماء کا اختلاف رحمت ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ جائز تو ہے؛ لیکن ایسا کرنے والے کو کسی امام کا مقلد نہیں کہا جائے گا؛ بلکہ غیر مقلد ہی کہا جائے گا۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ/ ۲۲۱)

صرح إمام الحرمین وابن السمعیانی والغزالی والکیا الہراسی وغیرہم - إلی قوله - فالظاهر القول بوجوب التقليد المعین فی هذا الزمان وبالمنع من الانتقال مطلقا سواء كان عامیا أو فقیہا. (مقدمہ، إعلاء السنن، کراچی ۲/ ۲۲۸، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰/ ۲۸۲، ۲۸۳)

وقالوا: المنتقل من مذهب إلی مذهب باجتهاد وبرهان آثم یستوجب التعزیر فبلا اجتهاد وبرهان أولى. (فتح القدر، کتاب أدب القاضي،

مکتبہ زکریا ۷/ ۲۳۸، دارالفکر ۷/ ۲۵۷، کوئٹہ ۶/ ۳۶۰، البحر الرائق، کتاب القضاء، قبیل فصل فی المفتی، کوئٹہ ۶/ ۲۶۶، زکریا ۶/ ۴۴۷، خلاصۃ التحقیق فی بیان حکم التقليد والتلفیق (۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ شوال ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۹۴۳)

سہولت کے پیش نظر چاروں مسلک پر عمل کرنا

سوال [۳۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ایک شخص آسانی کے ساتھ اپنی ضرورتوں کے مطابق کبھی امام اعظم کے مسئلہ پر اور کبھی امام شافعی کے مسلک، کبھی دوسرے امام کے مسلک پر عمل کرتا ہے، کبھی چاروں اماموں میں سے کسی کو نہیں مانتا، جو مسئلے آسان ہوں ان پر عمل کرتا ہے، اس میں کیا خرابیاں ہیں، مسئلے تو سبھی دین محمدی کے ہیں؟

المستفتی: عبد اللہ جامع مسجد مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو شخص آسانی کے لئے کسی بھی امام کے مسلک کو اختیار نہیں کرتا ہے اور جہاں پر جو آسان معلوم ہو اس پر عمل کرتا ہے، وہ گمراہ ہے، وہ کبھی منشاء شریعت پر عمل نہیں کر سکتا۔ امام ترمذی جیسے امام الحدیث بھی اپنی عبادت کو صحیح کرنے کے لئے حضرت امام شافعی کے مقلد تھے، اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی گمراہی سے حفاظت فرمائے۔ آمین

وفي شرح جمع الجوامع للمعلی: والأصح أنه يجب على العامي وغيره ممن لم يبلغ رتبة الاجتهاد التزام مذهب معين من مذاهب المجتهدين. (خلاصۃ التحقیق/ ۶)

وقالوا: المنتقل من مذهب إلى مذهب باجتهاد وبرهان آثم
 يستوجب التعزیر فبلا اجتهاد وبرهان أولى. (فتح القدیر، کتاب أدب القاضي،
 مکتبہ زکریا ۷/ ۲۳۸، دارالفکر ۷/ ۲۵۷، کوئٹہ ۶/ ۳۶۰، البحر الرائق، کتاب القضاء،
 قبیل فصل فی المفتی، کوئٹہ ۶/ ۲۶۶، زکریا ۶/ ۴۴۷، خلاصۃ التحقیق فی بیان حکم
 التقليد والتلفیق/ ۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۸/ صفر ۱۴۲۵ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۸۲۳۳/۳۷)

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۲۵/۲/۸ھ

عارضی طور پر مذہب بدلنا

سوال [۳۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے
 بارے میں: اس زمانہ سے لے کر قیمت تک کسی عالم، فاضل یا حافظ قرآن کے لئے
 عارضی یا کلی طور پر مسلک کا بدلنا کیسا ہے، جائز یا حرام؟ اگر کوئی عالم، فاضل یا حافظ
 قرآن اپنا مسلک بدل کر امامت کرے، تو اس کی امامت جائز ہوگی یا حرام؟
 باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حافظ و عالم کسی کے لئے بھی عارضی طور پر مذہب
 بدلنا جائز نہیں ہے، چاہے درجہ اجتہاد کو پہنچے یا نہ پہنچے۔ اور اگر کوئی عالم درجہ اجتہاد کو
 پہنچا ہوا ہے اور مسائل شرعیہ کو قرآن و حدیث سے استنباط کر کے صحیح طریقہ پر پہنچنے پر قادر
 بھی ہے، تو وہ کلی طور پر اپنا مذہب بدل کر دوسرے مذہب کو اختیار کر سکتا ہے، جیسا کہ
 امام طحاویؒ نے مذہب شافعی کو بدل کر حنفیت کو اختیار کر لیا تھا، اب بھی اگر کسی کو امام
 طحاویؒ کا درجہ حاصل ہو جائے تو کلی طور پر اپنے اجتہاد کے ذریعہ سے دوسرے کے
 مذہب کو اختیار کر سکتا ہے نہ کہ عارضی طور پر۔ (مستفاد: اعلاء السنن، کراچی ۲/ ۶۳، دارالکتب
 العلمیۃ بیروت ۲۰/ ۸۴)

لہذا مذکورہ صورت میں اگر غیر مجتہد حنفی نے وقتی طور پر حصول زر کے لئے شافعییت اختیار کر کے امامت کی ہے اور شافعییت کے ایسے افعال بھی اختیار کئے، جن سے حنفی کے نزدیک نماز نہیں ہوتی ہے، تو جتنی نمازیں پڑھی ہیں، سب کا اعادہ واجب ہوگا۔

وقالوا: المنتقل من مذهب إلى مذهب باجتهاد وبرهان آثم يستوجب التعزير فبلا اجتهاد وبرهان أولى. (فتح القدير، كتاب أدب القاضي، مكتبة زكريا ۷/ ۲۳۸، دارالفکر ۷/ ۲۵۷، كوئٹہ ۶/ ۳۶۰، البحر الرائق، كتاب القضاء، قبيل فصل في المفتي، كوئٹہ ۶/ ۲۶۶، زكريا ۶/ ۴۴۷، خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق/ ۲۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیب احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۴۴/۲۴)

محض پیسوں کی خاطر تبدیلی مسلک کا حکم

سوال [۳۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: زید جو کہ دیوبندی اور حنفی تھا، ۵۰۰۰ روپیہ ماہانہ تنخواہ پر امام تھا، اب زید کا ۸۰۰۰ روپیہ ماہانہ تنخواہ کی لالچ میں آ کر دیوبندی اور حنفی مسلک کو چھوڑ کر بریلوی یا غیر مقلدین کی مسجد میں امامت کرنا از روئے شرع کیسا ہے؟ اسی طرح ہمارے ملک کے بہت سارے علماء و قراء جو اونچی تنخواہوں میں قطر وغیرہ جاتے ہیں اور حنفی ہونے کے باوجود آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ اور اگر امامت کا موقع مل جائے تو حنفی مسلک کو چھوڑ کر دوسرے مسلک کے اعتبار سے نماز پڑھاتے ہیں۔ اور جب ہندوستان آتے ہیں، تو پھر حنفی مسلک کے اعتبار سے نماز پڑھتے پڑھاتے ہیں، ان کا یہ فعل کس حد تک درست ہے؟

المستفتی: محمد رمضان، بکرانوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی شخص کا محض پیسوں یا دیگر خواہشات نفس کی بنا پر غیر مقلدیت یا بریلویت وغیرہ اختیار کرنا، یا اتباع نفس کی بنا پر تبدیل مذہب کرتے رہنا ناجائز اور حرام ہے۔ شریعت میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائلک/۶۸، فتاویٰ محمودیہ ڈیہیل ۲/۶۰۶)

قال الشيخ المناوي في شرح الجامع: وعلى غير المجتهد أن يقلد مذہبا معینا. (خلاصة التحقيق بحواله إيضاح المسائلک/ ۶۸)

إن الحكم الملقق باطل بالإجماع، وأن الرجوع عن التقليد بعد العمل باطل اتفاقا. (در مختار، مقدمة مطلب: في حكم التقليد والرجوع عنه، زكريا ۱/۱۷۷، کراچی ۱/۷۵)

ولا تتبع الرخص متبعا هواه؛ لأن ذلك من التلهي، وهو حرام بالنصوص والإجماع. (مقدمه إعلاء السنن کراچی ۲/۲۲۴)

وقالوا: المنتقل من مذہب إلى مذہب باجتهاد وبرهان آثم، يستوجب التعزير فبالاجتهاد وبرهان أولى. (فتح القدير، كتاب أدب القاضي، مكتبه زكريا ۷/۲۳۸، دارالفکر ۷/۲۵۷، كوئٹہ ۶/۳۶۰، البحر الرائق، كتاب القضاء، قبيل فصل في المفتي، كوئٹہ ۶/۲۶۶، زكريا ۶/۴۴۷، خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق/۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/۴/۱۴۳۳ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۹/۱۰۶۶۹)

غیر مقلدین کا حنفیوں کو صحاح ستہ کا دشمن بتانا

سوال [۳۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: غیر مقلدین کا یہ کہنا ہے کہ حنفی تو صحاح ستہ کے دشمن ہیں اور حدیث میں ان کا کوئی دخل نہیں ہے؛ اسی لئے ان کا کوئی بھی مفتی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مسئلہ بتانے اور فتویٰ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور ان کی کتاب دیکھئے تو اس میں کسی حدیث کا حوالہ نہیں؟

المستفتی: محمد نظام الدین رائی نگر مرشد آباد، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ حنفی صحاح ستہ کے دشمن ہیں اور حدیث میں ان لوگوں کا کوئی دخل نہیں ہے، یہ مدعا حضرت فی الدین اور عناد کے علاوہ کچھ نہیں ہے، یا کہنے والا عقل سے پیدل ہے؛ اس لئے کہ حنفیوں کے یہاں صحاح ستہ پڑھے بغیر عالم ہونے کی سند بھی نہیں مل سکتی اور نہ ہی اسے علماء کی صف میں شامل ہونے کی فضیلت حاصل ہو سکتی ہے، ہندوستان، پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش وغیرہ تمام ممالک میں حنفیوں کے بڑے بڑے مدارس اور جامعات ہیں، جن میں سب سے زیادہ صحاح ستہ کی تعلیم پر زور دیا جاتا ہے۔ اور ہر فن سے زیادہ اہتمام کے ساتھ حدیث کی یہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، نیز حدیث کی یہ کتابیں ہر عالم کو پڑھانے کا حق بھی نہیں دیا جاتا ہے؛ بلکہ صرف ان علماء کو پڑھانے کا حق ہوتا ہے، جو حدیث، اصول حدیث، فقہ، تفسیر، ادب، بلاغت وغیرہ اہم علوم میں بھرپور تبحر اور مہارت رکھتے ہوں اور حنفیہ کے یہاں صحاح ستہ کو جو عزت دی جاتی ہے، وہ غیر مقلدین کے یہاں تصور بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ حنفیہ کے یہاں بخاری شریف مکمل، ترمذی شریف مکمل، مسلم شریف مکمل اور ابوداؤد شریف مکمل شروع سے آخر تک پڑھائی جاتی ہیں، اس اہتمام کا غیر مقلدین کے یہاں تصور بھی نہیں ہے، پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ حنفیہ صحاح ستہ کے دشمن ہیں، یا حدیث میں ان کا دخل نہیں ہے، اللہ نے ایک زبان دے رکھی ہے، جس طرح چاہو کہو اور جیسے چاہو دریدہ و تنی سے پیش آؤ، تمہاری زبان کو کون روک سکتا ہے، ان کی باتوں کو سننے والوں پر لازم ہے کہ سورہ حجرات کی اس آیت کریمہ پر عمل کریں کہ جب تمہارے پاس

کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس پر یقین کرنے سے پہلے اس کی تحقیق کر لو، تاکہ تمہیں کوئی ندامت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا
بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ. [حجرات: ۶]

غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ مسلک حنفی کا کوئی مفتی ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ سے کوئی مسئلہ یا فتویٰ بتا نہیں سکتا، یہ بھی ان کی ناواقفیت کی دلیل ہے، فقہ کی کتابوں کے حوالہ سے جو فتویٰ دیا جاتا ہے، وہ فتویٰ قرآن و حدیث کے مخالف نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ قرآن و حدیث کا نچوڑ ہوتا ہے؛ اس لئے آسانی کے لئے فقہ کا جزئیہ لکھ دیا جاتا ہے، نیز یہ کہنا کہ قال رسول اللہ سے فتویٰ نہیں لکھا جاتا ہے، یہ بھی غلط ہے، جسے دیکھنا ہو ہمارے دارالافتاء کے فتاویٰ کے رجسٹروں کو اٹھا کر دیکھ لے، جن میں بے شمار مسائل کا جواب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیا گیا ہے؛ لیکن جو لوگ عناد پر اترے ہوئے ہیں، یا صحیح بات سمجھنا ہی نہیں چاہتے اور اپنے آپ کو ”صم بکم عمی“ کے مصداق بنا لیتے ہیں، ان کا ہم کیا علاج کر سکتے ہیں، بس اللہ سے دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۵۳)

غیر مقلدین کے حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ پر ایک اعتراض کا جواب

سوال [۳۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: غیر مقلدین کا اعتراض ہے کہ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہؒ کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی کوئی کتاب نہیں، اس اعتراض کا جواب وضاحت کے ساتھ مطلوب ہے۔

المستفتی: محمد نظام الدین رانی نگر، مرشد آباد، بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ائمہ اربعہ میں سے کسی کی اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی تصنیف ہمارے سامنے نہیں ہے، نہ امام احمد بن حنبلؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب اور نہ ہی امام مالکؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب ہے اور نہ ہی امام شافعیؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب اور نہ ہی امام ابوحنیفہؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی کتاب ہے۔ اور مسند احمد جو امام احمدؒ کی طرف منسوب ہے وہ حضرت امام احمدؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں؛ بلکہ بروایت احمد عبداللہ بن احمد نے تصنیف فرمائی ہے، ایسا ہی موطأ مالک، امام مالکؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی نہیں؛ بلکہ بروایت امام مالکؒ کی ”یحییٰ المصوری الاندلسی“ کی مرتب کی ہوئی کتاب ہے۔ اور اسی طرح ”کتاب الام“ جو امام شافعیؒ کی طرف منسوب ہے، وہ امام شافعیؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب نہیں ہے؛ بلکہ بروایت امام شافعیؒ ربیع بن سلیمانؒ کی مرتب کی ہوئی ہے، اسی طرح کتاب الآثار امام محمد بن حسن شیبائیؒ نے بروایت امام اعظم ابوحنیفہؒ مرتب کی ہے، توجب ائمہ اربعہ جن کے مذاہب اور مسالک دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلے ہوئے ہیں، ان میں سے کسی بھی امام کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب منظر عام پر نہیں ہے، نہ امام مالک کے ہاتھ کی، نہ امام شافعیؒ کے ہاتھ کی، نہ امام احمد بن حنبلؒ کی ہاتھ کی، نہ امام ابوحنیفہؒ کے ہاتھ کی، تو تنہا امام ابوحنیفہؒ پر کیوں اشکال ہو رہا ہے؟ اس اشکال کی کیا وجہ ہے؟ اپنے ہاتھ سے کتاب لکھنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ لکھنے والا مصنف قابل اقتداء ہے۔ اور پوری شریعت پر عبور رکھتا ہے۔ اور جس نے کتاب نہیں لکھی تو کتاب کا نہ لکھنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ قرآن وحدیث پر عبور نہیں رکھتا، اس طرح کے اشکالات صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو علوم شریعت پر عبور نہیں رکھتے اور ائمہ مجتہدین اور صحابہ کے احوال سے واقف نہیں ہیں۔ اور یہ بات تمام امت پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ امت محمدیہ میں سب سے بڑے عالم سب سے زیادہ افضل خلیفۃ المسلمین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات ہے، نبوت

کے پہلے سال سے آخر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی گذاری اور تمام صحابہ میں سب سے افضل ترین صحابی ہیں، اب امام ابوحنیفہؒ پر اعتراض کرنے والوں سے ہمارا سوال ہے کہ وہ بتائیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ذخیرہ حدیث میں کتنی حدیثیں مروی ہیں؟ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بہت نیچے درجہ کے صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کتنی حدیثیں مروی ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے صرف ۱۴۲ حدیثیں مروی ہیں۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ۵۳۷۷ حدیثیں مروی ہیں۔

كان أبو بكر صديق من أفضل الصحابة، وروى مائة واثنتين وأربعين حديث. (جامع المسانيد، المكتبة التجارية ۱/ ۳۱)

أبو هريرة رضي الله عنه - اسمه عبد الرحمن بن صخر الدوسي الحافظ، له خمسة آلاف وثلاث مائة وأربعة وسبعون حديثا. (جامع المسانيد، المكتبة التجارية ۱/ ۳۴۳)

تو کیا اس کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بڑے عالم تھے اور علوم نبوت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فائق تھے؟ یہ ہمارا معترض سے سوال ہے، اگر معترض کا جواب یہ ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بڑے عالم تھے اور علوم نبوت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فائق تھے، تو ہم ایسا کہنے والے معترض سے بڑا جاہل اور گمراہ کسی کو نہیں سمجھتے۔ اور اگر معترض کا جواب ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے نہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں بڑے عالم ہیں اور نہ ہی علوم نبوت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں تبحر حاصل ہے، تو پھر امام ابوحنیفہؒ کا اپنے ہاتھ سے کتاب نہ لکھنا، یا ان کی طرف سے زیادہ حدیثیں مروی نہ ہونا ان کے تبحر علم اور پورے قرآن کریم اور تمام ذخیرہ حدیث پر عبور نہ ہونے کی دلیل نہیں

ہے۔ اور جنہوں نے کتابیں لکھی ہیں، ان کا پورے قرآن اور تمام حدیثوں پر عبور رکھنے پر دلیل نہیں ہے، سوال نامہ میں معترض نے جو سوال کیا ہے، ایسا سوال صرف ایسے لوگوں کو پیدا ہو سکتا ہے جن کو علوم نبوت سے معمولی درجہ کی بھی مناسبت نہیں ہے، جو بات سن لی اس پر یقین کر لیا اور یہ سمجھ لیا کہ سارا علم مجھے حاصل ہو گیا ہے اور جو میں نے سمجھا اس کا جواب کسی کے پاس نہیں ہے، یہ محض جہالت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۶۱)

غیر مقلدین کا فرقہ اہل سنت والجماعت میں ہے یا نہیں؟

سوال [۳۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: موجودہ دور کے اہل حدیث یعنی غیر مقلد جو اجماع کا انکار کرتے ہیں اور اس کے علاوہ دوسری خرابیاں بھی ہیں، مثلاً بیس رکعت کی جگہ آٹھ رکعت تراویح کا قائل ہونا وغیرہ، تو کیا ایسے فرقہ کو اہل سنت والجماعت میں مانیں گے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس کو کیا نام دیں گے؟

المستفتی: عبدالباری گرام ڈگھی، گڈا جھارکھنڈ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر مقلدین اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں، فرقہ ضالہ میں شامل ہیں، ان کا اپنے آپ کے بارے میں اہل حدیث ہونے کا صرف دعویٰ ہے؛ کیوں کہ وہ اپنی من مانی اور من چاہی پر چلتے ہیں، جو حدیث شریف ان کی چاہت کے موافق ہے، اس پر عمل کا دعویٰ کرتے ہیں اور جو حدیث شریف ان کی مرضی کے موافق نہ ہو اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اس میں طرح طرح کی رخنہ اور خامیاں نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عربی کی ایک عبارت بھی صحیح طریقہ سے پڑھنے

پر قادر نہیں ہوتے، پھر بھی اپنے آپ کو ائمہ سے بلند تر سمجھتے ہیں، اتنی بات ان کی گمراہی کے لئے کافی ہے۔

الدرس الخامس والتسعون في المذاهب المنتحلة إلى الإسلام في زماننا: أهل الحق منهم أهل السنة والجماعة المنحصرين باجماع من يعتد بهم في الحنفية والشافعية والمالكية والحنابلة، وأهل الهواء منهم غير المقلدين الذين يدعون اتباع الحديث، وأني لهم ذلك وجهلة الصوفية، وأشياهم من المبتدعين، وإن كان بعضهم في زي العلم. (مأة دروس للتهانوي/ ۱۳۹، بحواله غير مقلدين کے چھین اعتراضات کے جوابات / ۶)

فأما هذه الطبقة الذين هم أهل الحديث والأثر، فإن الأكثرين إنما كدهم الروايات وجمع الطرق، وطلب الغريب والشاذ من الحديث الذي أكثره موضوع أو مغلوب لا يراعون المتون، ولا يتفهمون المعاني، ولا يستنبطون سرها. الخ (عقد الجيد/ ۱۷ بحواله محمودیہ میرٹھ ۴/ ۳۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۲۲/۱۴۳۲ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۴۰/۱۱۳۱۴)

غیر مقلدین کی طرف سے حنفیوں کے لئے چیلنج

سوال [۳۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہمارے اطراف میں چاروں طرف غیر مقلدین کا غلبہ ہے، کلکتہ سے ایک رسالہ نکلتا ہے، اس میں تمام سوالات کے جوابات قرآن و حدیث سے دئے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ چیلنج کرتے ہیں کہ حنفیوں کے جتنے مسائل ہیں، وہ سب ضعیف حدیثوں پر مبنی ہیں، کیا واقعتاً ایسا ہے؟

المستفتی: محمد نظام الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: غیر مقلدین کا حنیفوں کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کے جتنے مسائل ہیں وہ سب ضعیف احادیث پر مبنی ہیں، یہ دعویٰ بلا دلیل اور احناف پر غلط الزام ہے، جو تعصب اور عناد پر مبنی ہے، اگر بنظر انصاف احناف کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے حقیقت کا پتہ چلے گا کہ احناف کے مسائل کی بنیاد کن احادیث پر ہے، انشاء اللہ تمام مسائل صحیح احادیث کے موافق ملیں گے؛ البتہ اگر امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق جو حدیث شریف مل رہی ہے وہ سند کے اعتبار سے ضعیف نظر آرہی ہے، تو یہ ہمارے اور آپ کے لئے تو ضعیف ہو سکتی ہے، مگر امام ابوحنیفہؒ کے لئے نہیں؛ اس لئے کہ امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اور سلسلہ سند میں ضعیف رواۃ امام ابوحنیفہؒ کے بعد داخل ہوئے؛ اس لئے ضعیف کا الزام امام ابوحنیفہؒ پر نہیں آتا۔

وقال الشعراني قد من الله علي بمطالعة مسانيد أبي حنيفة الثلاثة من نسخة صحيحة عليها خطوط الحفاظ، فرأيته أن لا يروى حديثاً إلا عن خيار التابعين العدول الثقات الذين هم من خير القرون، كالأسد وعلقمة وعطاء وعكرمة، ومجاهد ومكحول والحسن البصري وأحزابهم، فكل الرواة الذين بينه وبين رسول الله صلى الله عليه وسلم عدول ثقات اعلام خيار، وليس فيهم كذاب ولا متهم بالكذب. (مقدمه أوجز المسالك، قديم ۱ / ۵۹، دارالقلم ۱ / ۱۸۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۴/۱۴۲۳ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۶۵۲)



۱۵ / باب الفرق الضالة

بریلوی، غیر مقلدین، جماعت اسلامی

سوال [۳۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بریلوی، غیر مقلدین اور جماعت اسلامی یہ تمام کے تمام الگ الگ فرقہ ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا یہ فرمان کہ میری امت ۳۷ فرقوں میں تقسیم ہوگی اور ہر فرقہ ناری اور جہنمی ہوگا، مگر ایک فرقہ نجات پانے والا ہوگا جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر گامزن ہوگا، تو اس حدیث کی رو سے ہم ان تمام فرقوں کو باطل فرقہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر باطل فرقہ کہہ سکتے ہیں تو ہم کھلم کھلا کیوں نہیں کہتے ہیں؟

المستفتی: شمس تبریز کٹیہاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غیر مقلدین اور فرقہ مودودی جو اپنے آپ کو جماعت اسلامی کہتے ہیں، یہ دونوں فرقہ باطلہ میں سے ہیں، اہل حق نے ان کو کھلم کھلا فرقہ باطلہ کہا ہے اور کہتے آئے ہیں، مودودی اور جماعت اسلامی کے خلاف اکابر و مشائخ نے کھلم کھلا ان کو فرقہ باطلہ قرار دینے کے لئے کتابیں لکھی ہیں، اسی طرح غیر مقلدین کے خلاف کانفرنسیں ہو رہی ہیں، زبانی اور تحریری طور پر ان کو کھلم کھلا فرقہ باطلہ کہا جا رہا ہے اور سائل کا یہ کہنا کہ ہم کھلم کھلا کیوں نہیں کہتے ہیں، اس کا فیصلہ سائل خود کرے کہ سائل کیوں نہیں کہتا ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال: قال رسول اللہ ﷺ: ليأتين علي أمتي

ما أتى علي بني اسرائيل حذو النعل بالنعل حتى إن كان منهم من أتى أمه علانية لكان في أمتي من يصنع ذلك، وإن بني اسرائيل تفرقت

علی ثنتین و سبعین ملة، و تفترق أمتی علی ثلاث و سبعین ملة کلهم فی النار، إلا ملة واحدة، قال: و من هی یا رسول اللہ؟ قال: ما أنا علیہ و أصحابی. (ترمذی، أبواب الایمان، باب افتراق هذه الأمة، النسخة الهندیة ۲/ ۹۳۱، دار السلام، رقم: ۲۶۴۱، المستدرک، مکتبه نزار مصطفی الباز ۱/ ۸۹، رقم: ۴۴۴، المعجم الأوسط، دار الفکر ۳/ ۸۰، رقم: ۴۸۸۶) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۳ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۱۰۹۲۵/۲۰)

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴/۳/۱۴۳۴ھ

”ایمان کمزور ہو گئے ذمہ دار کون؟“ نامی کتاب کی چند گمراہ کن باتوں کا جواب

سوال [۳۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ”ایمان کمزور ہو گئے ذمہ دار کون؟“ مصنفہ محمود حسین منصور، ساکن تلوار شاہ نئی بستی بٹوال امر وہہ میں تحریر ہے، جن کا حاصل یہ ہے کہ:

(۱) حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حیات نہیں ہیں اور اپنی قبر اطہر میں بھی موجود نہیں ہیں۔

(۲) قبر میں عذاب و راحت کچھ نہیں ہوتا ہے اور اس دنیاوی قبر میں سوال منکر نکیر بھی نہیں ہوتا ہے، اور نہ ہی منکر نکیر آتے ہیں۔

(۳) حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء عظام کا خدا کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

(۴) اس تحریری کتاب کے علاوہ وہ کہتا ہے: اولیاء عظام تصوف و طریقت کچھ نہیں ہے؛ بلکہ یہ شخص مقتدی اولیاء عظام، مثلاً حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ اور اسی قبیل کے اولیاء عظام کو گمراہ اور شیعہ بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ انہیں لوگوں نے ہندوستان میں گمراہی اور بدعتیں جاری کی ہیں۔ اور بہت ہی

گمراہ کن باتیں کرتا ہے، جن کا لکھنا طوالت ہے۔ یہ شخص کچھ کتابیں اردو کی پڑھا ہوا ہے، نہ عالم ہے، نہ فاضل، عربی فارسی سے نابلد ہے، اسی طرح کے خیالات رکھنے والے دو شخص مر گئے، جن کا آخری انجام لوگوں نے دیکھا کہ بہت برا ہوا (العیاذ باللہ) لہذا اس کتاب کا مطالعہ فرما کر اس کا جواب دیں اور مذکورہ بالا خیالات رکھنے والے کو شریعت میں کیا کہا جائے گا؟ اس سے تعلق رکھنا چاہئے یا نہیں؟ اور یہ کتاب کیسی ہے؟

المستفتی: محمد حسین شاہد غوری، امر وہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر میں زندہ اور باحیات مع جسد اطہر موجود ہیں اور جو شخص اس عقیدہ کا منکر ہے، وہ ضال مضل اور بہت بڑا گمراہ ہے۔ اور تمام مسلمانوں کو ایسے گمراہ شخص کی گمراہ کن باتوں سے اپنی حفاظت لازم ہے۔ اور تمام مسلمانوں کو اس کی گمراہی سے باخبر کر دینا چاہئے، تاکہ مسلمان اپنے ایمان و عقیدہ کی حفاظت کر سکیں۔

الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون، إنهم أبقوا على هذه الحالة، ولم تسلب عنهم. الخ (تحية الإسلام/ ۳۶، بحوالہ تسكين الصدور، مطبع لاہور ۳۰۶)

عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: الأنبياء أحياء في

قبورهم يصلون. (مسند أبي يعلى الموصلي، دارالكتب العلمية بيروت ۳/ ۲۱۶، رقم:

۳۴۱۲، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۳/ ۶۲، رقم: ۶۳۹۱، ۱۳/ ۲۹۹، رقم: ۶۸۸۸)

عن أنس بن مالك أن رسول الله ﷺ قال: أتيت على موسى.

وفي رواية: مررت على موسى ليلة أسري بي عند الكتيب الأحمر وهو

قائم يصلي في قبره. (مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل موسى، النسخة

الهندية، بيت الأفكار، رقم: ۲۳۷۵، نسائي، كتاب الصلوة، ذكر صلاة نبي الله موسى عليه

السلام وذكر الاختلاف على سليمان التيمي فيه، النسخة الهندية ۱/ ۱۸۵، دارالسلام،

رقم: ۱۶۳۲، صحیح ابن حبان، کتاب الإسراء، ذکر الموضوع الذي فيه رأى المصطفى ﷺ موسى عليه الصلاة والسلام يصلي في قبره، دارالفكر ۱/ ۹۵، رقم: ۵۰، المعجم الأوسط، دارالفكر ۶/ ۱۰، رقم: ۷۸۰۶)

(۲) یہ سخت ترین گمراہ کن عقیدہ ہے اور صحیح و صریح حدیث کا انکار ہے۔ صحیح حدیث میں قبر میں عذاب و راحت کے بارے میں صاف طور پر وضاحت آئی ہے۔

عن مسروق، قال: جاءت يهودية إلى عائشة تسألها، فقالت لعائشة: أعاذك الله من عذاب القبر، فجاء النبي صلى الله عليه وسلم فسألته، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: عذاب القبر حق، قالت عائشة: فما سمعته بعد يصلي صلاة إلا تعوذ فيها من عذاب القبر.

(مسند أبي داؤد الطيالسي، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۱۷۱، رقم: ۱۵۱۴، ومثله في بخاري، كتاب الجنائز، باب ما جاء في عذاب القبر، النسخة الهندية ۱/ ۱۸۳، رقم: ۱۳۵۶، ف: ۱۳۷۲، مسلم، كتاب المساجد، باب استحباب التعوذ من عذاب القبر، النسخة الهندية ۱/ ۲۱۷، بيت الأفكار، رقم: ۵۸۶)

(۳) یہ بھی سخت گمراہی ہے، اہل سنت والجماعت اس پر متفق ہیں کہ توسل جائز ہے۔

إن التوسل بالنبي ﷺ جائز الخ. (تسكين الصدور، مطبع لاہور ۴۰۷)

(۴) مذکورہ اولیاء عظام سب راہ راست پر تھے، جو ان کو گمراہ شیعہ بتاتا ہے، وہ خود گمراہ ہے۔

يجوز التوسل بسائر الصالحين كما قاله السبكي الخ. (وفاء الوفاء ۲/

۴۲۲، بحوالہ تسكين الصدور، مطبع لاہور / ۴۰۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۲/۱۱/۱

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰ شوال ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۸۷۰)

”مجلس اشاعت التوحید والسنہ“

سوال [۳۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آپ کے علم میں ہے کہ احقر ”وفاق المدارس العربیہ پاکستان“ کا ذمہ دار ہے۔ ”وفاق المدارس العربیہ“ پاکستان میں اکابر علمائے دیوبند قدس اللہ اسرارہم کے عقیدہ و مسلک سے منسوب مدارس عربیہ کا وفاق ہے۔ ”وفاق المدارس“ کے تحت یہاں نصاب تعلیم، امتحان، سند اور مدارس دینیہ کے متعلق امور کا ایک مستقل نظام ہے۔ ”وفاق المدارس“ نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ مدارس عربیہ کے الحاق ان مدارس کے عقیدہ، نصاب اور نظم مدرسہ پر بھی نظر رکھی جائے اور کوشش ہو کہ اکابر علمائے دیوبند قدس اللہ اسرارہم کے عقیدہ و مسلک سے کہیں بھی انحراف نہ ہو؛ اس لئے وفاق المدارس کی سند جہاں سند یافتہ کے علوم اسلامیہ کی تکمیل کی شہادت ہے، وہیں ارباب وفاق المدارس کی طرف سے سند یافتہ کے اکابر علمائے دیوبند قدس اللہ اسرارہم کے عقیدہ و مسلک پر ہونے کی سند بھی ہے۔

”وفاق المدارس“ کے ساتھ ملحق علمائے دیوبند سے منسوب مدارس اپنے کئی سیاسی مذہبی، جماعتی عنوانات سے کام کر رہے ہیں، ان جماعتی عنوانات میں ایک عنوان ”اشاعت التوحید والسنہ“ بھی ہے۔

عصر حاضر کے کئی فتنوں نے جہاں مختلف طبقات کو اپنی گرفت میں لیا ہے، وہیں مدارس دینیہ بھی اس مسموم فضا سے متاثر ہو رہے ہیں۔ تحقیق کے عنوان سے فکری آزادی مختلف فتنوں کو جنم دے رہی ہے۔ ”اشاعت التوحید والسنہ“ کے جماعتی دعوتی مواد، اسلوب تربیت میں بھی فکری آزادی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

”اشاعت التوحید والسنہ“ نے اصول و فروع میں اہل سنت والجماعت سے ٹکراؤ کا راستہ اختیار کیا، جس کے نتیجے میں جن مسائل میں انہوں نے اپنی رائے کا کھل کر اظہار کیا ہے، ان میں مشہور مسائل درج ذیل ہیں:

عقیدہ حیات الانبياء علیہم السلام، عقیدہ سماع صلاۃ و سلام عند القبر، عقیدہ استشفاع، توسل، قائلین سماع موتی کی تکفیر و تذلیل، ارضی قبر میں ثواب و عذاب، میت کے جسدِ عنصری کا ثواب و عذاب، میت کے جسدِ عنصری سے روح کا تعلق وغیرہ، ان مسائل پر اکابر علمائے دیوبند قدس سرہم کی تحقیقات ”آب حیات“ مولفہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم ناتو توی۔ ”تسکین الصدور“ مولفہ: امام اہل السنہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، ”مقام حیات“ مولفہ: مولانا ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم، ”ہدایت الخیر ان“ مولفہ: مولانا سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ مستقل کتب ان عنوانات پر ہیں، جب کہ علمائے دیوبند کے فتاویٰ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ بھی لاتعداد موجود ہیں، مگر ان حضرات نے ہمیشہ اکابر کی ان تحقیقات پر عدم اعتماد کی پالیسی اپنائی ہے۔

”اشاعت التوحید والسنہ“ سے متعلق یا اس سے منسوب مدارس کا ”وفاق المدارس العربیہ“ سے الحاق ہے۔ ”اشاعت التوحید والسنہ“ میں اصول و فروع میں فکری آزادی کے اس رجحان کی وجہ سے ”وفاق المدارس العربیہ“ کے ذمہ دار حضرات میں یہ تشویش عرصہ سے ہے اور یہ بات چل رہی ہے کہ اس طرح کے مدارس کا ”وفاق المدارس العربیہ“ سے الحاق ختم کر دیا جائے؛ چونکہ ہمارے تمام امور، عقیدہ، مسلک اور پالیسی وغیرہ اکابر علمائے دیوبند سے متعلق ہیں، مدرسہ شاہی مراد آباد اکابر علمائے دیوبند کا مرجع اور اولین مرکز ہے؛ اس لئے ہم نے خود فیصلہ کرنے کے بجائے آپ سے بھی رجوع کا معاملہ طے کیا ہے۔ امید ہے کہ آپ عنوان کی اہمیت کے پیش نظر جلد جواب مرحمت فرمائیں گے۔ والسلام

المستفتی: سلیم اللہ خان، صدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان

امید ہے مزاج بعافیت ہوں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو دینی خدمات کے لئے سلامت رکھے اور دارالعلوم سے بھی دن گنی رات چکنی خدمت لیتا رہے اور حوادث سے محفوظ رکھے۔

آمین!

پاکستان میں اکابر اسلاف سے بداعتمادی اور فکری آزادی کی فضا عرصہ سے ہے، بتوفیق اللہ تعالیٰ ہم اس کی سرکوبی اور عوام و خواص کو اس سے بچانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، مگر اس میں زیادہ مشکل اس وقت پیش آتی ہے، جب اس سے بے راہ روی کے داعی اپنے آپ کو اہل حق سے منسوب کرتے ہیں، اسی طرح کا معاملہ یہاں کے ایک جماعتی عنوان ”اشاعت التوحید والسنہ“ کا بھی ہے۔

”اشاعت التوحید والسنہ“ اکابر اہل سنت علمائے دیوبند قدس اللہ اسرارہم کے عقائد سے انکار و تاویل کے راستہ پر چل رہی ہے، اس کے فکری ڈانڈے غیر مقلدیت سے ملتے جلتے ہیں، مگر یہ سارا کام یہ لوگ دیوبندیت کے نام پر کر رہے ہیں اور پاکستان میں دیوبند مدارس کے بورڈ ”وفاق المدارس العربیہ“ سے منسلک ہیں، ارباب وفاق المدارس عرصہ سے ان کو الگ کرنے کی سوچ رہے ہیں، مگر اب تو ان کی دعوت اور آزادی کی حد ہو گئی ہے۔ اکابر کے متفقہ عقائد کو کھلم کھلا کفر و شرک اور اکابر کا نام لے کر انہیں اور ان کی تعلیمات کو یہود و نصاریٰ اور بت پرستی قرار دیتے ہیں، ان حالات میں ”وفاق“ قطعاً ان کے دیوبندیت سے انتساب کو برداشت نہیں کرتا، مگر اس اہم فیصلہ کے لئے ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ دیوبندیت کے علمی مراکز سے بھی مشورہ لیا جائے۔ مدرسہ شاہی مراد آباد دیوبند کے اولین مراکز میں سے ہے؛ اس لئے ایک استفتاء کی صورت میں رائے لی جا رہی ہے، اس سلسلہ میں استفتاء اور استفتاء میں مذکور حوالہ جاتی کتب کے عکس ارسال خدمت ہیں۔

اس طرح فتوؤں کے ضرر سے بچنے کے لئے ہم نے ایک حلف نامہ بھی مرتب کیا ہے، تاکہ دینی اداروں کو ایسے حضرات سے محفوظ رکھا جاسکے۔ اس حلف نامہ کی بھی تصدیق فرمادیں، تاکہ آپ کی تائید سے اس کی اہمیت مزید ہو جائے۔

اس سلسلہ میں احقر کے معتمد مولانا ثار احمد الحسنی صاحب دامت برکاتہم ہیں؛ اس لئے واپسی پتہ ان ہی کا استعمال فرمائیں۔ جواب میں پوری فائل ارسال نہ فرمائیں، اس پر ڈاک خرچ زیادہ ہے، فقط جواب ہی ارسال فرمادیں۔ آپ کے جواب کا انتظار رہے گا، خاص کر

دیوبندیت کے مراکز میں اب سوال سے نئے داخلے ہوتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ رمضان المبارک سے پہلے ہم کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں۔ جزاکم اللہ فی الدارین خیراً

المستفتی: سلیم اللہ خان، صدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان ۱۶/ رجب ۱۴۳۳ھ

جواب منجانب دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب وباللہ التوفیق: آپ نے سوال کے ساتھ ”اشاعت التوحید والسنہ“ کے جو نظریات حوالے کے ساتھ ذکر کئے ہیں، یہ سب نظریات اکابر دیوبند اہل السنہ والجماعت کے مسلک کے خلاف ہیں۔ اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان، اکابر علماء دیوبند کے عقیدہ و مسلک سے منسوب مدارس عربیہ کا وفاق ہے، پس ان مدارس کے عقائد، افکار، نصاب تعلیم اور نظام پر نظر رکھنا ضروری ہے اور جماعت ”اشاعت التوحید والسنہ“ نے اپنے اکثر نظریات میں اعتزال کا راستہ اختیار کر رکھا ہے، غیر مقلدیت سے ملے ہوئے نظر آتے ہیں، لہذا مناسب یہ ہے کہ جماعت ”اشاعت التوحید والسنہ“ کو وفاق المدارس سے علیحدہ کر دیا جائے، ان کو شامل رکھنے میں بہت سے مفاسد کا اندیشہ ہے۔ باقی سوالات کے جوابات ضروری نہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً۔

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح والحبیب مصیب:	الجواب صحیح:	حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ
کتبہ: سعید احمد عفا اللہ عنہ پان پوری صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲۰/۱۴۳۳ھ	ابوالقاسم نعمانی غفرلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند ۱۱/۲۰/۱۴۳۳ھ	مفتی دارالعلوم دیوبند ۱۹/ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ
الجواب صحیح:	الجواب صحیح:	الجواب صحیح:
محمود حسین غفرلہ بلند شہری	نضر الاسلام	محمد نعمان سینا پوری غفرلہ

جواب منجانب: دارالافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تفصیلی سوال نامہ میں پیش کردہ قطعی حوالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ: ”مجلس اشاعت التوحید والسنہ“ کے عقائد و نظریات اہل سنت والجماعت اور علمائے حق (علمائے دیوبند) کے موقف کے بالکل برخلاف ہیں، بالخصوص اس فرقہ کے نامور مولفین نے اپنی کتابوں میں اکابر علمائے دیوبند: حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت تھانویؒ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں جس طرح دریدہ ذنی اور طعن و تشنیع کا اظہار کیا ہے، اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان لوگوں کا تعلق علمائے دیوبند سے نہیں ہے؛ بلکہ ان کا جوڑ ٹنشد اور گمراہ فرقہ غیر مقلدین سے نمایاں ہے۔ بریں بنا وفاق المدارس العربیہ پاکستان جو مسلک اہل حق علمائے دیوبند کا نمائندہ ادارہ ہے، اس ادارہ سے ”اشاعت التوحید والسنہ“ اور اس سے متاثر اداروں کا الحاق برقرار رکھنا ہم مناسب نہیں سمجھتے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱۱/۲۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۸۲۸/۴۰)

الجواب صحیح: اشہد شیدی

مہتمم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد الہند
۱۴۳۳/۱۱/۲۱ھ

پرویزی عقائد رکھنے والے کا حکم

سوال [۳۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) منظور احمد ولد عبدالستار پرویزی عقائد و نظریات کو مانتا ہے اور اسی کی دعوت دیتا ہے، ضروریات دین، زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر ہے۔ منظور احمد کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اس کے حمایتیوں کی بابت کیا ارشاد ہے؟

(۲) منظور احمد کو مسجد، مدرسہ، عید گاہ یا کسی دینی، سماجی امور کا ذمہ دار بنانا کیسا ہے؟ اور بنانے والوں کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) زکوٰۃ کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے، جو اس کا انکار کرے گا وہ لامحالہ ایمان و اسلام کی دولت سے محروم ہو جائے گا، مگر غلام احمد پرویز بٹالوی اور اس کے ماننے والوں کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا انکار کیا کرتے ہیں اور سوال نامہ سے معلوم ہوا کہ نص قرآن قطعی کا بھی انکار کرتے ہیں، تو ایسی صورت میں وہ ایمان کی دولت سے محروم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی فرضیت کا درجہ وہی مقرر فرمایا ہے جو صلاۃ کا ہے، قرآن کریم میں دسیوں مقامات پر: ”اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ“ جیسی آیات قرآنیہ کے ذریعہ سے دونوں کی فرضیت کو ایک درجہ میں بیان فرمایا ہے؛ لہذا جو زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر ہے، وہ اسلام سے خارج ہوگا اور اس کی حمایت بھی ناجائز اور حرام ہوگی۔

لوقیل لرجل: أذ الزکاة، فقال: لا أدری، یکفر. (الفتاویٰ التاتاری حانیہ، کتاب أحكام المرتدین، الفصل الحادی عشر: فیما یتعلق بالصلاۃ والزکوٰۃ، زکریا ۳۲۳/۷، رقم: ۱۰۵۹۵)

ورد النصوص بأن ینکر الأحکام التي دلت علیها النصوص القطعیة من الكتاب والسنة کفر. (شرح عقائد، مکتبہ نعیمیہ دیوبند ۱۶۶)

(۲) ایسا شخص مسجد و مدرسہ، اسی طرح کسی قسم کے دینی اور مذہبی اور سماجی امور کا ذمہ دار بننے کا حقدار نہیں ہے اور مسلمانوں کے لئے ایسے شخص کو کسی بھی معاملہ میں دینی امور کا ذمہ دار بنانا جائز نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ ۱/ ۰۸، تا ۱۵۴/۱) میں پرویزی فرقہ سے متعلق ایک عمدہ رسالہ موجود ہے، اس کو دیکھ لیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۱۲/۲۶

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶/ ذی الحجہ ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷۷۳/۲۹)

فرقہ وارتی

سوال [۳۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: بابا جان! میں چاہتا ہوں کہ آپ کا میں سچا پکا غلام بن جاؤ؛ لیکن میں کیسے بنوں یہ سب آپ کے کرم سے ہی ہو پائے گا، مجھ کو بابا جان کچھ نہیں چاہئے، اب سب ہی میرے مخالف ہیں، اب آپ یہ بتائیے میں کیا کروں، بس مجھ کو آپ کی رضا چاہئے، یہ مل گئی تو مجھ کو ہر کچھ مل گیا، آپ کی خوشی میں میری خوشی ہے، بس آپ مجھ کو اپنا غلام بنا لیجئے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا ایک ایک قدم آپ کی رضا کے مطابق چلے اور مجھ سے کوئی بھی غلطی ہوئی ہو اس کو معاف کر دیجئے، آپ کا بڑا کرم ہو گا۔ آپ کا پیارا عبد اللہ

(۱) حاجی وارث علی صاحب دیوہ والے کیا بیع شریعت بزرگ تھے؟

(۲) بزرگوں کے کس سلسلہ سے ان کا تعلق تھا؟

(۳) حاجی وارث علی کی طرف منسوب وارتی تحریک چل رہی ہے، جس کے اثرات ہمارے علاقہ میں پھیل رہے ہیں، جس کی ایک جھلک استفتاء سے منسلک ہے، یہ عرض وارث تحریک سے متعلق شخص کی ہے۔ کیا وارث تحریک میں شرکت و معاونت جائز ہے؟ کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ جو اس تحریک سے وابستہ ہو؟

المستفتی: ڈاکٹر عبد الحکیم چھجہ پور ٹانڈہ، امبیڈکر نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فرقہ وارتی کی پوری حقیقت سے ہم واقف نہیں ہیں؛ البتہ بارہ بنکی کے وارث علی شاہ کی خانقاہ سے جو لوگ تعلق رکھتے ہیں، ان کا لباس، ان کا رہن سہن، ان کے اعمال حضرت سید الکوین خاتم الانبیاء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور شریعت سے میل نہیں کھاتے۔ اور ساتھ منسلک تحریر جس میں وارث علی شاہ سے مانگنے کے جو الفاظ نقل کئے گئے ہیں، وہ نہایت خطرناک ہیں، اس میں بعض الفاظ ایمان کے لئے بھی خطرہ کا باعث ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/ شعبان ۱۴۲۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۹۳۹۷)

فرقہ مہدویہ کا حکم

سوال [۳۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فرقہ مہدویت جب کہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام آچکے ہیں اور افغانستان میں موجود ہیں اور ہم لوگ ان کا دیدار کرچکے ہیں یا روپوش ہوچکے ہیں۔ آیا یہ فرقہ داخل از اسلام ہے یا خارج از اسلام ہے؟ براہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل تحریر فرمائیں۔ فقط

المستفتی: امیر خاں (ساجی کارکن) نمبر: 566 سینڈ میں خشال نگر، کے جی ہلی، بنگلور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فرقہ مہدویہ سید محمد جوئی کو مہدی موعود، نبی اور رسول سے بھی افضل مانتا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر تسلیم کرتا ہے، ان عقائد باطلہ کی وجہ سے فرقہ مہدویہ کو اسلام سے خارج تسلیم کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے (کتاب النوازل ۲/ ۱۰۳ تا ۹۹)

وقد ظهر في البلاد الهندية جماعة تسمى المهدوية، ولهم رياضات عملية، وكشوفات سفلية، وجهالات ظاهرية من جملتها أنهم يعتقدون أن المهدي الموعود هو شيخهم الذي ظهر، ومات ودفن في بعض بلاد خراسان وقد أفتوا بوجوب قتلهم على من يقدر من ولاية الأمر عليهم. (مرقاة المفاتيح، شرح ما يتعلق بألفاظ الصوفية كالقطب والغوث والأبدال، إمداديه ملتان

۱۰/ ۱۷۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶/۱۵/۲۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸/ جمادی الاوٰی ۱۴۳۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۰۳۵/۴۱)



۱۶ / باب في الشيعة

شیعہ کافر ہیں یا نہیں؟

سوال [۳۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شیعوں کے بارے میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے، وہ مطلقاً کافر ہیں یا مسلمان؟

المستفتی: امام مسجد جامع دھنورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تمام اہل سنت والجماعت نے عالی شیعہ کو کافر قرار دیا ہے، ان کے ساتھ شادی کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۵/۲۸۶، جدید ڈائجیل ۲/۲۴)

نعم لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله عنها، أو أنكر صحبة الصديق أو اعتقد الألوهية في علي، أو أن جبرئيل غلط في الوحي، أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن. (شامي،

كتاب الجهاد، باب المرتد مطلب مهم في حكم سب الشيخين، زكريا ۶/۳۷۸، كراچی ۴/۲۳۷) وحبهم دين وإيمان وإحسان، وبغضهم كفر ونفاق وطغيان، يشير الشيخ رحمة الله إلى الرد على الروافض والنواصب، وقد أثنى الله تعالى على الصحابة هو ورسوله، ورضى عنهم ووعدهم الحسنی.

(شرح العقيدة الطحاوية بيروت/ ۶۷ ۴)

وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الإسلام، وأحكامهم أحكام المرتدين. (هنديّة، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين ومنها ما يتعلق

بالانبیاء، قدیم ۲/ ۲۶۴، جدید زکریا دیوبند ۲/ ۲۷۷، الفتاویٰ التاتاریخانیۃ، زکریا
۷/ ۳۶۴، رقم: ۱۰۶۹۴)

و حرم نکاح الوثنیۃ بالإجماع. (تحتہ فی الشامیۃ): و کل مذہب
یکفر بہ معتقدہ. (شامی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، مطلب مہم فی وطء
السراوی اللاتی یوخذن غنیمة، زکریا ۴/ ۱۲۵، کراچی ۳/ ۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ صفر ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۱۰/۲۸)

فرقہ اثنا عشریہ سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۳۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے
میں: کہ حضرت مولانا منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم نے اپنی کتاب خمینی اور اثنا
عشریہ کے بارے میں علماء کرام کا متفقہ فیصلہ (میں شیعوں کی معتبر کتابوں سے ان کے
عقائد کفریہ نقل فرمائے ہیں۔ اور لکھتے ہیں: کہ فرقہ اثنا عشریہ اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر
مسلمان نہیں؛ بلکہ کافر ہیں۔ اور اسی کتاب میں آٹھ سو حضرات کا بر علماء نے اس کی تائید
میں کہ شیعہ اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر مسلمان نہیں؛ بلکہ کافر ہیں، دستخط کئے ہیں۔
اور ”فتاویٰ دارالعلوم“ میں ہے: سوال نمبر ۸۶۲: رنڈی کو پیشہ کر کے کھانا اچھا ہے، یا
شیعہ سے نکاح کرنا اچھا ہے؟

الجواب: دونوں حرام و ناجائز ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ۷/ ۵۲۳)
اور حدیث شریف میں ہے، امام دارقطنی نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے
روایت کی ہے کہ ہمارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے کہ تم اور تمہارے
متبعین جنت میں ہیں، مگر ان میں سے وہ جو دعویٰ کریں گے تمہاری محبت کا، مگر زبان
سے اسلام کی توہین کریں گے، پڑھیں گے قرآن، مگر قرآن ان کے حلق سے نہیں

اترے گا، ان کا لقب رافضی ہوگا، جس سے وہ مشہور ہوں گے، پس ایسے لوگوں سے تم جہاد کرنا؛ اس لئے کہ وہ مشرک ہوں گے، علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! ان کی نشانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نماز جمعہ اور جماعتوں میں حاضر نہیں ہوں گے اور اسلاف پر لعن طعن کریں گے۔ (تحفۃ اثنا عشریہ/ ۸۸) پس معلوم یہ کرنا ہے کہ:

(۱) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی کتاب ”تحفۃ اثنا عشریہ“ میں شیعوں کے ۷۳ فرقے لکھے ہیں، اس وقت ہندوستان میں شیعوں کا کون سا فرقہ مسلمان ہے؟
(۲) فرقہ اثنا عشریہ عقیدہ رکھنے والے شیعہ لڑکے سے سنی لڑکی کا اور سنی لڑکے کا فرقہ اثنا عشریہ عقیدہ رکھنے والی شیعہ لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) کافی عرصہ ہو چکا ہے کہ سنی لڑکی عابدہ کا نکاح فرقہ اثنا عشریہ عقیدہ رکھنے والے شیعہ لڑکے سے ہوا تھا اور اس کے بچے بھی ہیں، اب جب کہ معلوم ہو گیا ہے کہ فرقہ اثنا عشریہ عقیدہ رکھنے والے شیعہ مسلمان نہیں؛ بلکہ کافر ہیں، تو اب عابدہ سنی کا نکاح فسخ ہو گیا ہے یا نہیں؟ اور عابدہ سنی لڑکے سے نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ یا عابدہ شیعہ کے یہاں اپنی زندگی گزار دے گنہ گار تو نہ ہوگی؟

(۴) ہندوستان میں وہ کون لوگ ہیں اور کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں، جن کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ان کا لقب رافضی ہوگا اور وہ مشرک ہوں گے، اے علی! تم ان سے جہاد کرنا۔

(۵) رافضی کے معنی کیا ہیں؟

المستفتی: جلال الدین ادارہ اصلاح امت، مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اس وقت ہندوستان میں جن لوگوں کا شیعہ ہونا مشہور ہے اور جن کے باطل عقائد کی بنا پر لوگ ان کو شیعہ کہتے ہیں، وہ سب فرقہ اثنا عشریہ اور عالی شیعہ ہیں، جن پر کفر کا حکم صادر کیا گیا ہے۔

(۲) فرقہ اثنا عشریہ لڑکے کے ساتھ سنی لڑکی کا اور سنی لڑکے کے ساتھ فرقہ اثنا عشریہ

لڑکی کا نکاح صحیح نہیں ہوتا ہے۔ اور اگر نکاح ہو چکا ہے تو اس کو ختم کر دینا اور فسخ کرنا واجب ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۷/۲۶۲، ۷/۲۶۵)

و حرم نکاح الوثنية بالإجماع. و تحته في الشامي: و كل مذهب يكفر به معتقده. الخ (شامی کتاب النکاح، فصل في المحرمات، مطلب مهم في وطء السرارى اللاتبي يوحذن غنيمه، کراچی ۳/ ۴۵، زکریا ۴/ ۱۲۵)

ولا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله تعالى عنها أو أنكر صحبة الصديق أو اعتقد الألوهية في علي رضي الله عنه، أو أن جبرئيل غلط في الوحي، أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن. الخ (شامی، کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب مهم في حکم سب الشيخين، کراچی ۴/ ۲۳۷، زکریا ۶/ ۳۷۸)

(۳) عابدہ سنی لڑکی پر لازم ہے کہ فوراً اس شیعہ سے جدا ہو کر آجائے اور کسی سنی لڑکے کے ساتھ نکاح کر کے باعصمت زندگی گزارے اور اس شیعہ سے طلاق لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے، نیز عدت گزارنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۷/۲۶۲، ۷/۲۶۵)

(۴) اغلب یہی ہے کہ یہی رافضی شیعہ مراد ہیں۔

(۵) ”رافضی“ کے معنی لغت میں: ”چھوڑ دینے والے“ کے ہیں۔ اور شیعہ کو رافضی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے رہنما حضرت زید بن علی کو چھوڑ کر الگ ہو گئے تھے۔

أن الرافضة تقول: إن علياً رضي الله تعالى عنه في السحاب، فلا نخرج، وسموا رافضة من الرفض، وهو الترك، وسموا رافضة؛ لأنهم رفضوا زيد بن علي، فتركوه. (نووي شرح مسلم، مقدمه، باب بيان أن الاسناد من الدين، طبع هندي ۱/ ۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۳۳/۳/۱۴۱۲ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ رجب الاول ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۳۴۴)

شیعہ کافر ہیں؟

سوال [۳۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) زید کے دولڑکے عابد اور خالد اور ایک لڑکی عابدہ بالغ ہیں، خالد اور عابدہ نے مذہب شیعہ اختیار کر لیا ہے، زید کا انتقال ہو گیا ہے، زید یعنی باپ کے ترکہ سے خالد اور عابدہ کو حصہ ملے گا یا نہیں؟

(۲) شیعہ لوگ مسلمانوں کو ماتم کرنے کے لئے روپیہ دے کر ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتے ہیں (اپنی تعداد زیادہ دکھانے کے لئے) تو مسلمانوں کا ماتم کرنا اور روپیہ لینا کیسا ہے؟

(۳) جب کہ علماء دین، مفتیان کرام نے شیعوں کو کافر، اسلام سے خارج قرار دے دیا ہے، تو سعودی حکومت شیعوں کے حج پر پابندی کیوں نہیں لگاتی؟ اس کی کیا وجہ ہے؟

المستفتی: جلال الدین ادارہ اصلاح امت، مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) شیعوں کے مختلف فرقے ہیں، جو فرقہ حضرت علی میں اللہ تعالیٰ کو حلول مانتا ہو، یا ان کے نبی آخر الزماں ہونے کا معتقد ہو، یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر، یا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت زنا کو جائز سمجھتا ہو، یا اس جیسے کفریہ اور شرکیہ عقائد کا قائل ہو، وہ کافر ہے۔ صورت مسئلہ میں زید کا لڑکا خالد اور لڑکی عابدہ اگر اس طرح کا غالی شیعہ مذہب اختیار کر لیں، تو وہ مرتد کے حکم میں ہوں گے اور اپنے سنی باپ (زید) کی میراث سے محروم ہوں گے۔ اور اگر اس طرح کے کفریہ و شرکیہ عقائد نہ ہوں؛ بلکہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ میں افضل کہتے ہوں، تو وہ غالی شیعہ نہیں، تفضیلی شیعہ ہیں، وہ اسلام سے خارج نہیں؛ اس لئے انہیں باپ کے ترکہ سے حصہ ملے گا۔

لا شك في تكفير من قذف السيدة عائشة، أو أنكروا صحبة الصديق. الخ (شامي، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب مهم في حكم سب الشيخين، زكريا ۶/ ۳۷۸، كراچی ۴/ ۴۳۷، عالمگیری، كتاب السير، الباب التاسع، مطلب موجبات الكفر أنواع، مكتبه زكريا قديم ۲/ ۲۶۴، جديد ۲/ ۲۷۶)

المرتد لا يرث من مسلم، ولا من مرتد مثله. (الهندية، كتاب الفرائض، الباب السادس في ميراث أهل الكفر، زكريا قديم ۶/ ۴۵۵، جديد ۶/ ۴۴۷، إمداد الفتاوى ۴/ ۳۵۵)

(۲) اہل شیعہ کے ساتھ مروجہ ماتم کرنا اور اس پر اجرت لینا جائز اور حرام ہے۔
وَأما إتخاذہ ماتمًا لأجل قتل الحسين بن علي رضي الله عنه كما يفعلہ الروافض، فهو من عمل الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا. الخ (مجالس الأبرار/ ۲۳۹)

ولا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح. الخ (الهندية، كتاب الإجارة، الباب السادس عشر، مطلب الإجارة على المعاصي، جديد زكريا ۴/ ۴۸۶، قديم ۴/ ۴۴۹، بهشتی زيور ۵/ ۵۰)

(۳) علماء اہل سنت والجماعت نے مکمل شیعہ کو نہیں؛ بلکہ بعض غالی شیعہ کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔ اور بظاہر اس طرح کے غالی اور منافق شیعہ کا امتیاز ممکن نہیں؛ اس لئے حکومت سعودی نے ان پر حج کرنے کی پابندی نہیں لگائی ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۱/ ۲۷۷، جدید زکریا ۱/ ۳۲۸، جدید مطول ۱/ ۴۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۲/ ۴۷۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/ ۳/ ۱۴۱۷ھ

کیا شیعہ اثنا عشریہ کافر ہیں؟ اور ان کے ذبیحہ کا حکم

سوال [۳۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ شیعہ کافر ہیں یا مسلمان؟ اور ان کے ہاتھ کے ذبح کئے ہوئے جانور کا گوشت سنی کے لئے جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد یوسف چوکھیل، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تمام فرقے کافر نہیں ہیں، ہاں شیعہ اثنا عشریہ جن کا عقیدہ تحریف قرآن، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان کا ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تکفیر کرنا ہے، حضرت جبرئیل علیہ السلام پر وحی لانے میں غلطی کا الزام لگانا ہے، وہ باجماع امت کافر اور مرتد ہیں، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مسلمان کے لئے کھانا حرام ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۸/۴۰۳)

نعم لا شک فی تکفیر من قذف السيدة عائشة رضی اللہ عنہا، أو أنکر صحبة الصديق أو اعتقد الألوهية في علي، أو أن جبرئيل غلط في الوحي، أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن. (شامی،

کتاب الجهاد، باب المرتد مطلب مهم فی حکم سب الشیخین، زکریا ۶/۳۷۸، کراچی

۴/۲۳۷، ہندیہ، زکریا قدیم ۲/۲۶۴، جدید ۲/۲۷۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۵ رجب ۱۴۱۸ھ

۱۵/۷/۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۳۸۲/۳۳)

شیعہ کے بارہ اماموں کے اسماء

سوال [۳۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شیعہ امامیہ، جن بارہ اماموں کو ماننے کے مدعی ہیں، وہ کون کون ہیں اور ان کی ترتیب کیا ہے؟ یعنی ان کے نام بنام تعیین فرما دیں، اس دعویٰ کو اہل سنت و الجماعت تسلیم کرتے ہیں یا تردید کرتے ہیں، مزید تردید پر ضرور روشنی ڈالیں۔

حدیث میں اہل سنت کے نزدیک جو بارہ اماموں کا ذکر ہے، اس سے متعلق سوال نہیں؛ بلکہ ان کے دعویٰ کے مطابق بارہ امام کون کون ہیں؟ اور اہل سنت کے یہاں وہ مسلم ہیں یا مردود؟
المستفتی: محمد خدابخش گویند پور، ۲۴/ پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شیعہ امامیہ جن بارہ اماموں کو مانتے ہیں، وہ بالترتیب حسب ذیل ہیں: حضرت علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، علی زین العابدینؑ، محمد باقرؑ، جعفر صادقؑ، موسیٰ کاظمؑ، علی رضاؑ، محمد تقیؑ، علی نقیؑ، حسن عسکریؑ، محمد قاسم منتظرؑ۔ اور اہل سنت والجماعت اس کی تردید کرتے ہیں۔

لا كما زعمت الشيعة خصوصا الإمامية منهم أن الإمام الحق بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم علي ثم ابنه موسى الكاظم، ثم ابنه علي الرضا، ثم ابنه محمد التقي، ثم ابنه علي النقي، ثم ابنه الحسن العسكري، ثم ابنه محمد القاسم المنتظر المهدي. (شرح العقائد، مكتبه نعيميه ديوبند ۱۰۵۴، ۱۰۵۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۸/۱۴۳۳ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ شعبان ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۲۴۰/۴۰)

بارہ خلفاء کے مصداق

سوال [۳۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صحیح مسلم جلد دوم، کتاب الامارت حدیث نمبر: ۱۸۴۷ سے لے کر ۱۸۵۷ تک لکھا ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ: میرے بعد یہ دین بارہ خلیفوں تک برابر غالب اور محفوظ رہے گا۔ علماء دین ہمیں یہ بتلائیں کہ ان بارہ خلیفوں کے نام کیا ہیں؟ عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: (مولانا) اللہ دے، شہباز پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مذکورہ خلفاء کے مصداق درحقیقت اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی معلوم ہے۔ کمال قال النووی: واللہ أعلم بمراد نبیہ ﷺ. (نووی، کتاب الإمامة ۲/ ۱۱۹)

البتہ یہ حدیث شریف ترمذی شریف، کتاب الفتن، باب الخلفاء ۲/ ۴۵ اور ابوداؤد شریف، کتاب المہدی ۲/ ۲۳۲ میں بھی موجود ہے۔ حواشی اور شروحات میں کچھ عقلی استدلال سے لوگوں نے اپنے اپنے عقیدے کے مطابق مطالبہ نکالنے کی کوششیں کی ہیں، چنانچہ اہل شیعہ میں سے فرقہ اثنا عشریہ کہتا ہے کہ اس کا مصداق بارہ امام ہیں: حضرت علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، علی زین العابدینؑ، محمد باقرؑ، جعفر صادقؑ، موسیٰ کاظمؑ، علی رضاؑ، محمد تقیؑ، علی نقیؑ، حسن عسکریؑ، محمد بن الحسن المہدی المنتظرؑ۔ یہ ان کے عقیدہ باطلہ کے مطابق ہے۔ (بذل الجہود، کتاب الفتن، باب فی ذکر المہدی، قدیم ۵/ ۱۰۱، جدید دار البشائر الاسلامیہ بیروت ۱۲/ ۳۲۳)

اہل سنت والجماعت میں سے بعض نے کہا کہ پے در پے بارہ خلفاء بنو امیہ مراد ہیں، چاہے وہ لوگ عادل ہوں یا جابر، مگر ان کی خلافت میں اسلام کی قوت و شوکت اور ترقی و زیادتی ہوتی رہی، دور صحابہ کے بعد بارہ خلفاء یہ ہیں: (۱) یزید بن معاویہ (۲) معاویہ بن یزید (۳) عبد الملک (۴) ولید (۵) سلیمان (۶) قمر بن عبد العزیز (۷) یزید بن عبد الملک (۸) ہشام (۹) ولید بن یزید (۱۰) یزید بن ولید بن عبد الملک (۱۱) ابراہیم بن ولید (۱۲) مروان بن محمد۔ (حاشیہ ترمذی، کتاب الفتن، باب الخلفاء ۲/ ۴۶)

اور بعض نے کہا کہ وہ خلفاء پے در پے نہیں ہوں گے؛ بلکہ خلفاء راشدین کی سیرت پر ہوں گے اور ان میں سے سب سے اخیر میں حضرت امام مہدی علیہ السلام ہوں گے، اسی کو صاحب 'بذل الجہود' نے حق کہا ہے۔

المراد بہم الذین ہم علی سیرۃ الخلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم،

و آخرهم الإمام المهدي، وعندى هذا هو الحق. (بذل المجهود، كتاب

المهدي، قديم ۵/ ۱۰۱، دار البشائر الإسلاميه ۱۲/ ۳۲۳)

ظاہر ہے کہ اس صورت میں ان کا مصداق اور نام اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

یکم ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۵۴/۲۳)

شیعہ کا ذبیحہ، نمازِ جنازہ اور ان کے یہاں شادی کرنے کا حکم

سوال [۳۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: (۱) شیعہ حضرات کے ہاتھ کا ذبیحہ ہم اہل سنت والجماعت کے لئے کھانا جائز ہے یا نہیں؟۔

(۲) کیا ہم ان کی شادی بیاہ میں شریک ہو سکتے ہیں؟

(۳) کیا ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا مناسب ہے یا نہیں؟

(۴) کچھ احباب نے ان کے یہاں اپنے بچوں کا نکاح کیا ہے، تو شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: محمد عظیم لاچٹ نگر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) شیعہ عالی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوا الوہیت کا

درجہ دیتے ہیں اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی مذمت کرتے ہیں، حضرت عائشہ

رضی اللہ عنہا پر بہتان لگاتے ہیں، ان کا ذبیحہ حلال نہیں، اس کا کھانا جائز نہیں اور شیعہ

تفضیلی جو صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے

ہیں، ان کا ذبیحہ حلال ہے۔ اور ہمارے ہندوستان میں اکثر شیعہ عالی ہیں۔ (مستفاد:

کفایت المفتی، قدیم ۱/ ۲۷۶، جدید زکریا ۱/ ۳۲۷، جدید مطول ۱/ ۳۴۵)

وبهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي أو أن جبرئيل غلط في الوحي، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة، فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة، بخلاف ما إذا كان يفضل عليا أو يسب الصحابة، فإنه مبتدع لا كافر. الخ. (شامي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، مطلب مهم في وطء السرارى اللاتي يوحذن غنيمه، مكتبه زكريا ۴/ ۱۳۵، كراچی ۳/ ۴۶)

إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر. (شامي، كتاب الجهاد،

باب المرتد، مطلب مهم في حكم سب الشيخين، زكريا ۶/ ۳۷۷، كراچی ۴/ ۲۳۷)
(۲) شیعہ عالی کی شادی میں شرکت نہ کرنے سے فتنہ کا خطرہ ہو تو شرکت کی گنجائش ہے۔ الضرر یزال۔ الخ (الأشباه/ ۱۳۹)

(۳) ان کے جنازہ میں شرکت سے گریز کرنا لازم ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۴/ ۲۳۰، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۵/ ۳۴۳)

(۴) شیعہ عالی سے نکاح جائز نہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۵/ ۹۰)

إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما فهو كافر. الخ (شامي، كتاب الجهاد،

باب المرتد، مطلب مهم في حكم سب الشيخين، زكريا ۶/ ۳۷۷، كراچی ۴/ ۲۳۷)
وهولاء القوم خارجون عن ملة الإسلام، وأحكامهم أحكام المرتدين. (هندية، كتاب السير، الباب التاسع، مطلب موجبات الكفر أنواع، زكريا جديد ۲/ ۲۷۷، قديم ۲/ ۲۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴/۱/۱۲۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/ ۸۲۰۶)

شیعہ روافض کے ساتھ کھانا پینا اور ان کے اموال مساجد وغیرہ میں صرف کرنا

سوال [۳۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں: کہ اہل شیعہ کے ساتھ کھانا پینا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل فرمائیں، مزید برآں ان کے مردوں پر نماز جنازہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور ان کے اموال سے مساجد وغیرہ کی تعمیر کی جاسکتی ہے؟ ایسے ہی متبرک مقامات میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ امید کہ حضرت والا قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب واضح فرمائیں گے۔

المستفتی: محمد وسیم سینا پوری، متعلم مدرسہ ہذا، المتوطن شیخ پور، سینا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: غالی شیعہ مثلاً فرقۃ اثنا عشریہ چار صحابہ کے ماسوائے تمام صحابہ کے مرتد ہونے و تحریف قرآن وعصمت ائمہ (جو ختم نبوت کو مستلزم ہے) کے عقیدہ کی بنیاد پر کافر مرتد ضال مضل وخارج از اسلام ہیں۔ (ماہنامہ الفرقان خمینی اور اثنا عشریہ صفحہ ۲۱۳، ۱۳۱، ص ۱، ایک اہم استفتاء از مولانا منظور نعمانی صاحب ۳/)

إذا رأيت الرجل ينقص أحدا من أصحاب رسول الله ﷺ فاعلم أنه زنديق، وذلك أن القرآن حق والرسول حق، وما جاء به حق، وما أدى ذلك إلينا كل إلا الصحابة، فمن جرحهم إنما أراد إبطال الكتاب والسنة، فيكون الجرح به أليق والحكم عليه بالزندقة والضلالة أقوم وأحق. الخ (فتح المغيث/ ۳۷۵، مظاهر حق ۴/ ۶۵۵، فتاویٰ رحیمیہ، قدیم ۴/ ۴۴، جدید زکریا ۳/ ۷۷)

كل كافر تاب فتوبته مقبولة في الدنيا والآخرة إلا جماعة الكافر بسب النبي وسب الشيخين أو أحدهما. الخ (مرقاة، باب مناقب الصحابة، الفصل الأول، مكتبہ إمدادیہ ملتان ۱۱/ ۲۷۳، حاشیة بخاری شریف ۱/ ۵۱۰)

لہذا ان کی نماز جنازہ جائز نہیں ہوگی، نیز ان کے اموال کو خالص دینی کام و مذہبی معاملہ میں قبول نہ کیا جائے، اگر ضرورت ہو تو اولاً شیعہ کسی سنی کو مالک بنا دے، پھر وہ سنی مسجد میں خرچ کر دیا کرے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ، قدیم ۶/ ۸۹، زکریا ۹/ ۱۰۱)

نیز ان کے ساتھ کھانا پینا بھی بند کر دینا ضروری ہے۔ ﴿وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ . [سورة الہود: ۱۱۳] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹/ رجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴۰/۸۳۰)

شیعوں کے مکان پر قرآن خوانی میں شرکت اور شیرینی کھانا

سوال [۳۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موجودہ شیعہ حضرات (جو بظاہر صحابہ کرام کو مطعون نہیں کرتے اور اعلانیہ تبراً بازی بھی سننے میں نہیں آتی، ایسے شیعہ حضرات کے مکان پر قرآن خوانی میں شرکت کرنا اور ان کے یہاں سے ملنے والی شیرینی وغیرہ کھانا از روئے شرع جائز ہے؟
المستفتی: سید ظفر علی حسنی دتیا، ایم پی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہندوستان میں رہنے والے جتنے بھی شیعہ ہیں، تقریباً سبھی اثنا عشریہ اور شیعہ غالی ہیں، جو حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو سب و شتم کرتے ہیں۔ اور ان میں سے کوئی شیعہ تفضیلی ہو اس کا فیصلہ بہت مشکل ہے۔ اور شیعوں میں ایک عمل تقیہ کا ہے، یعنی سنیوں کو دھوکہ دے کر کامیابی حاصل کرنے کا؛ اس لئے سوال نامہ میں درج کردہ کوئی بھی عمل شیعوں کے یہاں جا کر کرنے سے ہر سنی کو گریز کرنا چاہئے، اب رہی دوسری بات کہ قرآن خوانی کر کے شیرینی وغیرہ تقسیم کر کے کھانے کا حکم کیا ہے؟ تو اس سلسلہ میں حکم شرعی یہ ہے کہ کھانا اور شیرینی وغیرہ کے لوازمات کے ساتھ قرآن خوانی ممنوع ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۱/۶۱، ۲۷، ۱۹۸، جدید زکریا ۱/۳۲۷، جدید زکریا مطول ۱/۴۳۶، محمودیہ جدید ڈابھیل ۲/۵۳، احسن الفتاویٰ ۱/۳۶۰، ۵/۲۹۷، رجمیہ قدیم ۶/۱۸۲، جدید زکریا ۷/۱۰۷، دینی مسائل اور ان کا حل ۹۳)

الرافضی إذا كان يسب الشيخين ويلعنهما - والعياذ باللہ - فہو

کافر، وإن كان يفضل عليا كرم الله وجهه على أبي بكر رضي الله عنه لا يكون كافرا، إلا أنه مبتدع. (هندية، كتاب السير، الباب التاسع، مطلب موجبات الكفر أنواع، جديد زكريا ۲/ ۲۷۶، قديم ۲/ ۲۶۴، شامي، كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب مهم في حكم سب الشيخين، كراچی ۴/ ۲۳۷، زكريا ۶/ ۳۷۷)

يكره اتخاذ الدعوة لقراءة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام أو الإخلاص، والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القرآن لأجل الأكل يكره، وقال: هذه الأفعال كلها للسمعة والرياء، فيتحرز عنها؛ لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالى. (شامي، كتاب الصلاة، باب صلاة الحنازة، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت، كراچی ۲/ ۲۴۰، زكريا ۳/ ۱۴۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ رجب ۱۴۳۰ھ
۳۸/ ۸۳ (الف فتویٰ نمبر: ۹۷۸۳)

تعزیه بنانے والے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

سوال [۳۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے کہا: تعزیه بنانا اور اس میں شرکت کرنا شرک ہے، جو اس کام کو کرے گا وہ شرک کا مرتکب ہوگا۔ اور شرک کرنے کے بعد ایمان سے خارج ہو گیا اور ایمان سے خارج ہونے سے بیوی حرام ہوگئی، اس حالت میں جو بچے ہوں گے، وہ حرام ہوں گے، اصلیت کیا ہے؟ واقعہ حدیث سے ثابت ہے؟ مدلل حوالہ کے ساتھ جواب عطا فرمائیں۔

المستفتی: خلیق الزماں ایڈوکیٹ مسلم کالج، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تعزیه بنانے اور تعزیه داری میں شرکت کرنے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) تعزیہ کے اندر غیبی اور خدائی طاقت و تاثیر کے اعتقاد سے بناتے ہیں اور شرکت کرتے ہیں اور اس اعتقاد سے منیتیں اور مرادیں مانگتے ہیں، تو یہ شرک اعتقادی ہے، اس کی وجہ سے ایمان سے خارج ہو جاتے ہیں، بیوی حرام ہو جاتی ہے، تجدید ایمان و تجدید نکاح کی ضرورت ہوتی ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۶/۸۸)

قَالَ اتَّعَبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ. وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ. [سورۃ

الصفات، آیت: ۹۵، ۹۶]

ما یکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح، و أولادہ أو اولاد زنا، وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ، وتجديد النکاح الخ. (در مختار مع الشامی،

کتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب: لا یقتل إذا ارتد، زکریا ۶/۳۹۰، کراچی ۴/۲۴۶)

(۲) محض ظاہری تعظیم کے طور پر سما اور رواجاً بناتے ہیں اور شرکت و سجدہ و تعظیم کرتے ہیں، نیز خدائی طاقت و تاثیر کا اعتقاد بھی نہیں ہے، تو یہ شرک عملی ہے، اس کی وجہ سے ایمان سے خارج نہیں ہوتے، بیوی حرام نہیں ہوتی؛ بلکہ اس کی وجہ سے فاسق ہوتے ہیں، اگر زید کی مراد تعزیہ کی پہلی صورت ہے، تو اس کا قول صحیح ہے۔ اور اگر دوسری صورت ہے تو اس کا قول غلط ہے، نیز اگر مراد آباد کے لوگ تعزیہ داری کی دوسری صورت کرتے ہیں، تو وہ لوگ شرک اعتقادی کے مرتکب نہیں ہیں، ان کی بیویاں حرام نہیں ہوں گی؛ بلکہ سب فاسق اور مستحق لعنت ہوں گے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ، زکریا دیوبند ۶/۸۸، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۱۸۸، جدید ڈابھیل ۲/۴۳، فتاویٰ رجیمیہ قدیم ۲/۳۴۳، جدید زکریا ۲/۷۰)

لعن الله من زار بلا مزار، ولعن الله من زار شجرا بلا دمع، و مرثیہ گفتن و خواندن و شنیدن (إلی قوله) و فریاد و نوحہ کہ آن و سفیہ کوبی نمودن و جرح خوردن ہمہ حرام است الخ (فتاویٰ عزیز ۱/۱۴۷، ہکذا فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۱۴۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ محرم ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۰۶۵)

۱۷ / باب فی القادیانی

مسلمان کے لئے قادیانیوں سے میل جول رکھنا اور ان کی تقریبات میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

سوال [۳۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا فرقہ قادیانی اسلام میں داخل ہے یا نہیں؟ ان سے کسی قسم کا میل جول، لین دین رکھنا، شادیوں میں خوشیوں میں شریک ہونا یا شریک کرنا، چاہے ان سے کسی قسم کا رشتہ ہو یا نہ ہو کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قادیانی فرقہ اپنے عقائد باطلہ کی بنا پر کافر مرتد خارج از اسلام ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ کراچی ۲/۲۲۱، دیوبند ۲/۲۳۶، کفایت المفتی، قدیم ۱/۳۱۰، جدید زکریا ۱/۳۵۹، جدید زکریا مطول ۱/۴۶۱، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۶۸، فتاویٰ دارالعلوم ۱۲/۳۳۴)

والکفر شرعاً تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم فی شیء مما جاء به من الدین ضرورۃ. (الدر المختار مع الشامی، کتاب الجہاد، باب المرتد، زکریا ۶/۳۵۶، کراچی ۴/۲۲۳، الأشباہ ۱/۲۹۲)

نیز ان کے ساتھ شادیوں اور خوشیوں میں شرکت اور ان کے ساتھ رشتہ داری ناجائز اور حرام ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ کراچی ۲/۲۳۳، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۶۳، محمودیہ قدیم ۵/۳۰۸، ۱/۴۸، جدید ڈابھیل ۲/۱۳۰، شرح فقہ اکبر، مکتبہ اشرفی دیوبند: ۱۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ ربزی الحجہ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/۱۰۱۹)

مؤمنہ عورت کے لئے قادیانی شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں ہے

سوال [۳۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قادیانی کی بیوی کے نام زید نے زمین رہن رکھی ہے (جو خود حرام ہے) اس بات پر کہ وہ مؤمنہ ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ یا تو زنا کا دروازہ کھول رہا ہے اور حرام کاری ہو رہی ہے، یا کوئی بات نہیں کیسا ہے؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر شوہر قادیانی ہے اور بیوی مؤمنہ ہے تو دونوں میں تفریق اور علیحدگی واجب ہے، ورنہ آپس کی ازدواجی زندگی حرام کاری اور زنا کاری میں شمار ہوگی۔ اور اولاد کو اولاد زنا کہا جائے گا۔

ما یكون كفرا اتفاقا یبطل العمل والنكاح، وأولاده أولاد زنا.

الخ (شامی، کتاب الجہاد، باب المرتد، مطلب: لا یقتل إذا ارتد، زکریا ۶/ ۳۹۰، کراچی ۴/ ۲۴۶، ۲۷/ ۲)

وطؤه مع امرأته زنا، والولد المتولد في هذه الحالة یكون ولد

الزنا. (الفتاویٰ التاتاریخانیة، کتاب أحكام المرتدین، الفصل الأول، مکتبہ زکریا ۷/ ۲۸۴، رقم: ۱۰۴۹۵، المحيط البرہانی، کتاب السیر، الفصل الثانی والأربعون، المجلس العلمی ۷/ ۳۹۹، رقم: ۹۱۸۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ رزی الحج ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۱۹/۲۳)

مرزا غلام احمد قادیانی ختم نبوت، معراج جسمانی کا منکر ہے؟

سوال [۳۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے

میں: کہ مرزا غلام احمد قادیانی ختم نبوت کے منکر ہیں اور معراج جسمانی کے بھی منکر ہیں، ان دونوں باتوں کا کیا جواب ہے، کیا اور پارٹی بھی ختم نبوت کی منکر ہے۔

المستفتی: غلام حسین انجینئر ۶۶ کھالپار، ضلع مظفرنگر (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ختم نبوت کا منکر نص قطعی کے انکار کی بناء پر کا فر مرتد خارج از اسلام ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ

النَّبِيِّينَ. [الأحزاب: ۴۰]

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فأنا موضع اللبنة، جئت

فختمت الأنبياء عليهم السلام. الحديث (مسلم شريف، كتاب الفضائل، باب

ذكر كونه ﷺ خاتم النبيين، النسخة الهندية ۲/ ۲۴۸، بيت الأفكار، رقم: ۲۲۸۷، وفي

البخاري: وأنا خاتم النبيين الخ، كتاب المناقب، باب خاتم النبيين، النسخة الهندية ۱/

۵۰۱، رقم: ۳۴۱۰، ف: ۳۵۳۵، وفي صحيح ابن حبان: ختم بي الرسل، صحيح ابن

حبان، كتاب التاريخ، ما ذكر تمثيل المصطفى ﷺ مع الأنبياء بالقصر المبنى ۶/ ۸۳، رقم:

۶۴۱۵، مشكوة ۲/ ۵۱۱، نبراس/ ۲۷۹)

وفي رواية: ختم بي الأنبياء. (مسند أبي داود الطيالسي، دارالكتب العلمية

بيروت ۲/ ۳۶۷، رقم: ۱۸۹۴)

معراج جسمانی مسجد حرام سے بیت المقدس تک نص قطعی سے ثابت ہے، اس کا منکر کا فر ہے، بیت

المقدس سے آسمان تک حدیث مشہور سے ثابت ہے، اس کا منکر فاسق ہے، آسمان سے جنت

وعرش الہی وغیرہ تک اخبار آحاد سے ثابت ہے، اس کا منکر گنہگار ہوگا، توبہ لازم ہے۔

فالإسراء وهو من المسجد الحرام إلى بيت المقدس قطعي، أي

يقيني ثبت بالكتاب، أي القرآن، ويكفر منكره، والمعراج من الأرض

إلى السماء مشهور، أي ثابت بالحديث المشهور، فلا يكفر منكره، بل يفسق، ومن السماء إلى الجنة أو العرش أو غير ذلك أحاد أي مروى بخبر الآحاد، ويأثم منكره. الخ (نبراس شرح عقائد / ۲۹۵)

ہاں اور پارٹی بھی ختم نبوت کی منکر گزری ہے، مثلاً پیامہ کے قبیلہ بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب اور یمن میں اسود عنسی وغیرہ۔

وكفر من كفر من العرب، وهذه الفرقة طائفتان: إحداهما صاحب مسيلمة من بني حنيفة وغيرهم الذين صدقوه على دعواه في النبوة، وأصحاب أسود العنسي ومن كان من مستجيبيه من أهل اليمن وغيرهم، وهذه الفرقة بأسرها منكرة لنبوة سيدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدعية للنبوة لغيره. (بذل المجهود، كتاب الزكوة، مكتبة يحيى سهارنپور ۳/ ۲، دارالبشائر الإسلامية، بيروت ۶/ ۲۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۶ رجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۳/ ۸۲۶)



۱۸ / باب فی البریلویۃ

بریلوی فرقہ کی ابتداء کب ہوئی؟

سوال [۳۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل ہماری طرف دیوبندی اور بریلوی مسئلہ بہت طول پر ہے، تو اس کی ابتدا کیسے ہوئی؟ اور یہ جو اعلیٰ حضرت ہیں یہ کس مدرسہ کے طالب علم تھے؟ اور کیا مدرسہ بریلوی کا پرانا ہے یا مدرسہ دارالعلوم پرانا ہے؟ یہ رضا خانی حضرات یہ مسئلہ بہت ابھارتے ہیں کہ مدرسہ بریلی والوں کا پرانا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ دیوبندی کے پیچھے نماز ہی نہیں ہوتی، تو کیا یہ حضرات حق پر ہیں۔

(نوٹ) کسی ایسی کتاب کا نام تحریر فرمادیں جس سے ان رضا خانیوں کو کچھ جواب دیا جاسکے۔
المستفتی: نسیم احمد موضع بیلہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بریلوی مہم کا آغاز اس وقت ہوا جس وقت ندوۃ العلماء میں مختلف مکاتب فکر مشاہیر علماء کو مدعو کیا گیا تھا، اس میں مولانا احمد رضا خاں صاحب کسی بات پر ناراض ہو گئے اور جلسہ سے اٹھ کر چلے گئے، اسی وقت سے مولانا احمد رضا صاحب اور بریلویوں نے علماء دیوبند پر طرح طرح کے اعتراض کرنے شروع کر دیئے۔ سوال میں پوچھا گیا ہے کہ دیوبندیوں کا مدرسہ پرانا ہے یا بریلویوں کا؟ تو جواب یہ ہے کہ دیوبندیوں کا مدرسہ پرانا ہے؛ اس لئے کہ جب مولانا احمد رضا خاں صاحب انجمن ندوۃ سے ناراض ہو کر واپس آئے تھے، اس وقت ان کا کوئی مدرسہ نہیں تھا۔ یہ واقعہ ۱۳۱۲ھ کا ہے۔ (سوانح مولانا محمد علی مونگیریؒ) اور دارالعلوم دیوبند کا قیام

۱۲۸۳ھ میں ہوا، جس وقت مولانا احمد رضا خاں صاحب کی عمر صرف گیارہ سال تھی اور ان کی پیدائش ۱۲۷۲ھ میں ہوئی ہے اور قیام دارالعلوم کے صرف چھ ماہ کے بعد مظاہر علوم سہارنپور کا قیام عمل میں آیا، پھر ۱۲۹۶ھ میں جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کا قیام عمل میں آیا جو اس واقعہ سے بہت پہلے قائم ہو چکے تھے، بریلویوں کا کوئی مدرسہ اس وقت تک وجود میں نہیں آیا تھا۔ اور مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنے والد مولانا نقی علی صاحب سے ہی تعلیم حاصل کی ہے۔ ”نزهة الخواطر ۸/۴۲“ میں ان کے تفصیلی حالات موجود ہیں۔ (مستفاد: محاضرات در رضا خانیت ۱/۳۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کاتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۳۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۶/۱۶

ایک بریلوی طالب علم کے نازیبا جملے کا جواب

سوال [۳۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ علماء بریلی کو ماننے والے اور خیالات رکھنے والے ندوۃ العلماء اور دیوبند کے مدرسہ میں پڑھتے ہیں اور پڑھنے کے بعد جب وہ لڑکے کسی مدرسہ یا مسجد میں امامت کرتے ہیں، تو وہ لڑکے کہتے ہیں کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر میں پرورش پائی، اسی طرح سے ہم ندوہ اور دیوبند کے مدرسہ سے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اہل ندوہ اور دیوبند کو کافر کہتے ہیں، ایسے لڑکوں کو کیا کہا جائے؟

المستفتی: افروز عالم قاری نذیر اشرف کھجور والی مسجد

پرانہ چبوترہ، دزیریاغ، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی گود میں

پرورش نہیں پائی؛ بلکہ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ جن کے بارے میں حدیث میں بڑی فضیلتیں آئی ہیں، ان کی گود میں پرورش پائی ہے، فرعون کی تربیت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوئی تعلق نہیں رہا، ایسے ہی دارالعلوم دیوبند میں طلبہ کو تعلیم و تربیت دینے والے وہ اساتذہ کرام ہوتے ہیں، جو حدیث و فقہ اور تفسیر کا درس دیتے ہیں، اسی طرح ندوۃ العلماء میں تربیت دینے والے وہ اساتذہ ہوتے ہیں، جو حدیث و فقہ اور ادب کا درس دیتے ہیں، اگر سوال نامہ میں درج کردہ دھوکہ باز شخص اپنے آپ کو اس طرح ظاہر کر رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر میں تربیت پائی ہے، تو مسلمانوں کو آگاہ ہو جانا چاہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے تربیت نہیں پائی؛ بلکہ اس خاتون جنت سے تربیت پائی ہے، جن کے بارے میں احادیث شریفہ میں حیرت انگیز انداز سے فضیلت بیان کی گئی ہے، یعنی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا جیسے اہل حق میں سے تھیں، اسی طرح دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء کے طلبہ بھی ان ہی اساتذہ سے تربیت پاتے ہیں، جو اہل حق میں سے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ قرآن و حدیث کے مطابق ہے؛ اس لئے اس دھوکہ باز کی ظاہری دلیل اسی کے سر لوٹ جاتی ہے۔

فلما فتحته رآته عليه السلام، فأحبته وأعلمت فرعون وطلبت منه أن يتخذه ولدا، وقالت: قرّة عين لي ولك لا تقتلوه، فقال لها: يكون لك وأما أنا فلا حاجة لي فيه. (روح المعاني، سورة طه: ۳۹، مكتبة زكريا

۲۷۷/۹ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ شعبان ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۵۱۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۵/۸/۲ھ

دیوبندیوں اور بریلویوں کے عقائد میں کیا کیا فرق ہیں؟

سوال [۳۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر عیب و نقصان، کذب اور ظلم بلکہ ہر برائی سے پاک و منزہ ہے، اس کی ذات و صفات میں کوئی عیب اور کسی طرح کا نقصان ہرگز ممکن نہیں۔ (قرآن کریم و احادیث کریمہ)

(۱) تبلیغیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے، ظلم کر سکتا ہے، جو کچھ گندے گھنوںے کام بندے کر سکتے ہیں وہ سب گندے گھنوںے کام کرنا اللہ کے لئے کوئی عیب نہیں، نہ ان کاموں کے کرنے کی وجہ سے اس کی ذات میں نقصان آسکتا ہے۔ (دیکھئے براہین قاطعہ، مصنفہ مولوی خلیل احمد)

(۲) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ عز و جل نے اپنے حبیب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ علم عطا کیا ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے کم اور جملہ مخلوقات الہیہ کے علم سے زیادہ ہے، جو شخص مخلوق کے کسی علم کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اقدس سے زیادہ بتائے وہ مرتد ہے اور اس کی بیوی نکاح سے خارج ہے۔ (قرآن کریم و احادیث شریفہ، کتاب الشفاء، نسیم الریاض)

(۳) تبلیغیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے شیطان اور ملک الموت کا علم زیادہ ہے، شیطان اور ملک الموت کے لئے محیط زمین کی وسعت علم دلیل شرعی سے ثابت ہے اور فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس علم کا ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے، شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت ہوتا ہے۔ (دیکھئے براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد ایٹھوی/۱۵)

(۴) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی نہیں؛ بلکہ تمام مؤمنین و کفار کی عاقبت کا حال جانتے ہیں اور زمین و آسمان کا کوئی گوشہ نگاہ رسالت سے پوشیدہ نہیں ہے۔ (قرآن کریم و احادیث کریمہ)

(۵) تبلیغیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ اپنے انجام کی خبر ہے نہ دیوار کے پیچھے کی۔ (دیکھئے براہین قاطعہ مصنفہ مولوی خلیل احمد انبیٹوی، مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی/ ۵۱، ۵۲، ۱۷، مطبوعہ کتب خانہ امدادیہ)

(۶) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، یعنی سب سے آخری نبی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اب کوئی نیا نبی ہرگز نہیں ہو سکتا، قرآن کریم میں جو لفظ خاتم النبیین وارد ہوا ہے، اس کے معنی منقول متواتر آخر النبی ہیں، جو شخص اس کو عوام کا خیال قرار دیتا ہے، وہ شخص قرآن کریم کے معنی منقول متواتر کا منکر ہے۔ (قرآن کریم و احادیث شریفہ)

(۷) تبلیغیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معنی میں خاتم النبیین سمجھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پچھلے نبی ہیں، عوام یعنی ناسمجھ لوگوں کا خیال ہے، سمجھ دار لوگوں کے نزدیک اس میں کوئی فضیلت نہیں، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے سے حضور علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے میں کوئی فرق نہیں آ سکتا۔ (ماخوذ از تحذیر الناس/ ۳، ۴، ۵، ۶، مصنفہ مولوی محمد قاسم)

(۸) اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جو بعض غیبی چیزوں کا علم عطا کیا ہے وہ اس قدر وسیع و جلیل و عظیم ہے کہ مخلوقات میں سے کسی کا علم رسول اللہ کے علم کے ساتھ مقدر یا کیفیت میں کسی طرح مشابہ نہیں ہو سکتا۔

(قصیدہ بردہ مبارکہ للعلامة البوصیری رضی اللہ عنہ)

(۹) تبلیغیوں کا عقیدہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بعض غیبی چیزوں کا علم حاصل ہے، ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ خصوصیت نہیں، ایسا علم غیب تو تمام لوگوں کو بلکہ ہر پاگل کو بلکہ تمام جانوروں چوپایوں کو بھی حاصل ہے، چنانچہ دیوبندی مذہب کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں، تو ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم تو زید و عمر و بکر ہر صبی و مجنون؛ بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان/ ۸)

تبلیغی جماعت کے بانی جنہوں نے تبلیغی جماعت قائم کی مولوی محمد الیاس ہیں، وہ کہتے ہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلوٰۃ و نماز ہے، خدا کی قسم یہ تحریک صلوٰۃ و نماز نہیں۔ ظہیر الحسن میرا مدعا کوئی پاتا نہیں، مجھے ایک ایسی قوم پیدا کرنی ہے (جو دینی دعوت ہو) اور کہا مولانا اشرف علی تھانوی نے: بہت بڑا کام کیا ہے، بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم ان کی ہو اور طریقہ تبلیغ میرا ہو کہ اس طرح ان کی تعلیم عام ہو جائے۔ اور یہ ہیں مولوی اشرف علی صاحب کی تعلیمات جو آپ نے پڑھیں۔ (ملفوظات الیاس/ ۵۷)

مرتبہ: فقیر مولوی سید شاہد علی رضوی، شیخ الحدیث و ناظم جامعہ اسلامیہ گنج قدیم رامپور

شائع کردہ: انجمن اظہار حق، جمال نگر رامپور (یوپی)

مورخہ ۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۶/ ستمبر ۱۹۹۷ء

نیو تاج پرنٹنگ پریس باغیچہ چھوٹے میاں، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس پرچہ میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور حضرت اشرف علی صاحب تھانوی کی طرف اور ان کی کتابوں کا نام لے

کر جن باتوں کو جس طریقہ سے پیش کیا گیا ہے، ان کی کیا حقیقت ہے، ان اکابر کی کتابوں کو براہ راست دیکھنے سے پتہ چل سکتا ہے، ان کتابوں کو دیکھنے سے قبل کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، دشمنوں کا جھوٹا پروپیگنڈہ ہمیشہ رہا ہے، اس سے انشاء اللہ تعالیٰ دین اسلام کی تبلیغ کرنے والوں پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اور مذکورہ اکابر اور بزرگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں، قرآن کریم کی ہر آیت کو حق مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کا جو بھی علم ہوا ہے، وحی الہی کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہے، بغیر وحی کے حاصل نہیں ہوا، ہمارے ان تمام اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، علم غیب اس کو کہتے ہیں جو بلا کسی واسطہ سے اور بلا کسی کنکشن اور بلا کسی رابطہ سے حاصل ہوتا ہو اور بلا کسی فرشتہ اور بلا کسی وحی کے حاصل ہوتا ہو۔ اور جو علم کسی واسطہ اور وحی کے توسط سے حاصل ہوتا ہے، اس کو علم غیب نہیں کہتے ہیں، یہی مذکورہ بزرگوں اور اکابر کا عقیدہ ہے، جو ان حضرات کی کتابوں کو براہ راست دیکھنے کے بعد معلوم ہوگا، باقی جھوٹا الزام لگانے والے خود ان الزامات کے ذمہ دار ہوں گے۔ اور اس پرچہ میں جو الزامات لگائے گئے ہیں، ان سب کے جوابات دیئے جا چکے ہیں، ”بوارق الغیب“ اور ”مطالعہ بریلویت“ وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۹/۶/۱۴۱۸ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۳۶۲)



۱۹ / باب في المودودية وغيرها

کیا جماعتِ اسلامی اہل سنت والجماعت میں سے ہیں؟

سوال [۳۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جماعتِ اسلامی کے لوگ صحیح العقیدہ حنفی اور متبع اہل سنت والجماعت ہیں یا نہیں؟ ان کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں؟

المستفتی: ضیاء الرحمن اعظمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جماعتِ اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی نے اسلام کی ایسی تشریح کی ہے، جو عام اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہے، ان کے نزدیک پورے اسلام کو نہ تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت نے سمجھا اور نہ تابعین تبع تابعین، محدثین، فقہاء کرام نے سمجھا، نیز ان کے نزدیک خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ کرام پر بھی جاہلیت اور غیر اسلامی جذبے حملے کرتے تھے۔ نعوذ باللہ۔ اب آپ خود اندازہ کر لیں کہ ان کا عقیدہ اہل سنت والجماعت اور متبع مسلک حنفی کے خلاف ہے یا صحیح ہے؟ ایسے عقائد کا حامل شخص کم از کم فاسق ہے؛ لہذا اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا بہتر ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم / ۱ / ۲۵۶، جدید ڈائجسٹ / ۲ / ۲۳، کفایت المفتی قدیم /

۳۲۰، جدید زکریا / ۱ / ۳۶۸، جدید زکریا مطول / ۱ / ۵۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۵ھ / ۵ / ۲۴

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۱ / ۲۰۲۰)

مودودی مسلک کی حقیقت

سوال [۳۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ مودودی صاحب کی ایجاد کردہ جماعت اسلامی کے عقائد پر چلنے والے اور ماننے والے کے ایمان میں کوئی نقصان آئے گا یا نہیں؟

المستفتی: محمد اسماعیل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مودودی صاحب اور ان کے پیروکار لوگ گمراہ، فاسق اور امت کے سواد اعظم اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں، یہ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کے مقلد نہیں ہیں، شریعت، مسائل اور قرآن کو ماہر فن محدث، فقیہ اور معتبر علماء کو استاذ بنائے بغیر خود سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے نتیجے میں حضرات صحابہ اور حضرات انبیاء کو بھی تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔ اور ان لوگوں نے صحابہ کی عظمت شان کو مجروح کر دیا، فقہاء اور مسائل فقہیہ کا مذاق اڑایا؛ اس لئے یہ گمراہ کن جماعت ہے، ان کے عقائد بھی اضطراری حالت میں ہیں؛ لیکن ان کو ہم ایمان سے خارج نہیں سمجھتے ہیں۔ اور اللہ کے یہاں ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، وہ اللہ کے علم میں ہے، وہ اسلام کے فرقہ باطلہ میں سے ایک فرقہ ہے، انہوں نے حضرت عثمانؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت خالد بن ولید وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خاص طور پر تنقید کا نشانہ بنایا ہے، جو خلافت و ملوکیت اور تجدید احیاء دین اور تفہیم القرآن کے مختلف مضامین اور مختلف عبارات سے واضح ہے، نیز حضرت نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر پر بھی نازیبہ جملہ استعمال کیا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۴/۳۳، جدید زکریا ۳/۷۰، کفایت المفتی قدیم ۱/۳۲۰، جدید زکریا ۱/۳۶۸، جدید زکریا مطول ۱/۵۲۶، فتاویٰ شیخ الاسلام/۱۹۲، محمودیہ قدیم ۱۲/۷۷، جدید ڈائجیل ۲/۱۵۷، احسن الفتاویٰ ۱/۲۲۹)

فمن نسبه أو واحدا من الصحابة إلى الكذب، فهو خارج عن الشريعة، وقد لعن رسول الله ﷺ من سب أصحابه، عن ابن عمر ^{رض} قال: قال رسول الله ﷺ: إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي، فقولوا: لعنة الله

علی شرکم. (قرطبی، سورة الفتح: ۲۹، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ ۱۶ / ۲۹۸، دار احیاء التراث العلمی ۱۶ / ۱۹۶)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ: إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي، فقولوا: لعنة الله على شرکم. (ترمذی، أبواب المناقب، باب ماجاء

فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، طبع ہندی ۲ / ۲۲۵، دارالسلام، رقم: ۳۸۶۶)

عن أبي سعيد الخدري قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم:

لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه. (بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو كنت متخذًا خليلًا النسخة الهندية ۱ / ۵۱۸، رقم: ۳۵۴۱، ف: ۳۶۷۳، مسلم، کتاب الفضائل، باب تحريم سب الصحابة، النسخة الهندية ۲ / ۳۱۰، بيت الأفكار، رقم: ۲۵۴۰، ۲۵۴۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۳/ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۶ / ۷۴۸۷)

کیا جماعت اسلامی راہ راست پر ہیں؟

سوال [۳۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: جماعت اسلامی کے لوگ کس حد تک راہ راست پر ہیں، نیز عقیدہ وہ کیسے ہیں، اگر باطل ہیں تو دلیل سے مبرہن فرمائیں؟

المسنفتی: محمد اسلم ۲۴ پرگنہ، معلم مدرسہ شاہی، مراد آباد
 باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جماعت اسلامی ابوالاعلیٰ مودودی کی ایجاد کردہ ہے، شروع شروع میں بڑے بڑے علماء بھی دھوکہ میں آکر کے اس جماعت میں شامل ہو گئے

تھے، جیسا کہ مولانا منظور احمد نعمانی اور مولانا سید ابوالحسن ندوی^۱ ہیں، پھر بعد میں اس جماعت کے گمراہ کن حالات پر واقفیت کے بعد ان حضرات نے توبہ کر لی تھی، وہ حضرات صحابہ کو معیار حق نہیں مانتے اور بہت سے انبیاء کو معصوم بھی نہیں مانتے، صحابہ کی شان میں گستاخانہ الفاظ استعمال کرنے میں دریغ نہیں کرتے، کہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پالیسی غلط تھی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ زبان درازی کرتی تھیں، کیا مودودی صاحب اپنی ماں کے بارے میں لکھ سکتے ہیں کہ وہ زبان درازی کرتی ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، حضرت خالد بن ولید، حضرت مغیرہ بن شعبہ وغیرہ صحابہ کی شان میں سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی شان میں تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ ان پر جذبہ جاہلیت غالب آ گیا تھا، ان کی کتاب ”احیاء دین“ میں بہت سی ایسی باتیں ملیں گی۔ فاتحہ خلف الامام کے قائل ہیں۔ عقائد میں ایک طرف مضبوط نہیں ہیں، ان کی بعض چیزیں شیعوں کے بعض غیر مقلدین کے اور بعض معتزلہ کے مشابہ ہیں، جس بنا پر ایسا مخلوط اور کھچڑا ہو گیا ہے کہ جو شخص مودودی کے مسلک پر چلے گا وہ اپنے دین کی حفاظت کبھی نہیں کر سکتا ہے؛ اس لئے تمام علماء حق نے مودودی صاحب اور ان کے مسلک کو گمراہ کن قرار دیا ہے۔ اور مودودی مذہب سے اگر مزید واقفیت حاصل کرنا ہے تو حسب ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے: (۱) مودودی مذہب، تالیف مولانا قاضی مظہر حسین صاحب پاکستان (۲) فتنہ مودودیت، تالیف شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب^۲ (۳) تحفہ مودودی، تالیف مولانا عبد الجبار صاحب^۳۔ نیز فتاویٰ محمودیہ قدیم از ۱/ ۲۲۵ تا ۳۷۶، جدید ڈبھیل ۲/ ۱۲۲ تا ۲۹۴۔ اور احسن الفتاویٰ از ۱/ ۲۹۹ تا ۳۳۰ وغیرہ میں بھی کچھ وضاحت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۵ھ/۷

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱/ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۷/۸۷۷۹)

مودودی صاحب اور ان کی جماعت کا حکم

سوال [۳۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی کے بارے میں نزاع چل رہا ہے۔ زید کہتا ہے کہ مولوی ابوالاعلیٰ کے مقابلہ میں کسی بھی عالم نے دین کا کام نہیں کیا اور یہی جماعت حق پر ہے، باقی سب باطل ہیں بکر کہتا ہے کہ ابوالاعلیٰ نے صحابہ کی شان میں گستاخیاں کیں، قرآن پاک میں متعدد آیات کے ترجمہ میں تحریف کی، جس کی وجہ سے حضرت مولوی حسین احمد مدنی صاحب نے مسلمانوں کو اس جماعت سے الگ رہنے کا فتویٰ دیا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ کیا واقعی مسلمانوں کو اس جماعت سے الگ رہنا چاہئے، بیان فرمائیں، تاکہ مسلمان نزاع سے بچ سکیں۔ اور زید کے بارے میں شرعی حکم بیان فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد اسلم ہر تھلا مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ابوالاعلیٰ مودودی چودھویں صدی کی پیداوار ہیں، جو سب کو معلوم ہے، تو زید سے معلوم کیا جائے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۱۳۰۰ سال تک کسی نے دین کا کام نہیں کیا ہے؟ اور ۱۳۰۰ سال کے بعد ہی جماعت حقہ (جماعت اسلامی) پیدا ہوئی ہے؟ ۱۳۰۰ سال کے بعد براہ راست مودودی صاحب پر وحی نازل ہوئی ہے؟ یہ دین مودودی صاحب تک کیسے پہنچا؟ کہاں سے آیا ہے؟ جب کہ اس سے پہلے کی جماعتیں اور علماء سب باطل ہیں؟ قرآن کریم کی تفسیر و مطلب میں رائے زنی کر کے حضرات انبیاء علیہم السلام پر ناپاک الزامات لگائے ہیں، جس کی وجہ سے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور دیگر علماء حقہ نے مسلمانوں کو اس گمراہ کن جماعت سے الگ رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔ ان کے عقیدے میں حضرات انبیاء علیہم السلام معیار و کمال پر قائم و برقرار نہیں رہتے ہیں۔ (تفہیم القرآن ۲/۳۲۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جلد بازی کا الزام۔ (ترجمان القرآن ۲۹/۵ عدد بحوالہ فتاویٰ رحمیہ قدیم ۴/۱۹، جدید زکریا ۳/۶۰)

حضرت داؤد علیہ السلام پر خواہشات نفسانی کا الزام ”تفہیم القرآن ۴/۳۲۷“ حضرت یونس علیہ السلام پر پیغمبر و رسالت میں کوتاہی اور بے صبری کا الزام۔ (تفہیم القرآن ۲/۳۱۲)

حضرت نوح علیہ السلام پر جذبہ جاہلیت کا الزام۔ (تفہیم القرآن ۲/۳۲۴)

زید کو اپنے عقائد فاسدہ کی بنا پر فاسق کہا جائے گا۔

من لم یقر ببعض الأنبياء عليهم السلام، أو عاب نبيا بشيء - إلى - فقد كفر . (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب أحكام المرتدین، الفصل السابع فيما یعود إلى الأنبياء، مکتبہ زکریا ۷/۳۰۰، رقم: ۱۰۵۴۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ صفر ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۶۳۹/۲۵)

جماعتِ اسلامی

سوال [۳۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کہ فی زمانہ جو فرقہ جماعتِ اسلامی کے نام سے جانا جاتا ہے، جسے موودودی جماعت بھی کہتے ہیں، جس کے ممبران اور یجنل اسلام، دعوتِ اسلام اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے انتہائی پر جوش و مستعد نظر آتے ہیں، زید کہتا ہے کہ یہ لوگ عقائد باطلہ و خیالات فاسدہ رکھتے ہیں؛ لہذا کافر ہیں، خارج از اسلام ہیں، جب کہ عمر کا کہنا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے؛ بلکہ یہ لوگ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے تحت خالص اسلامی اصولوں کی پابندی کے ساتھ طریقہ رسول کے مطابق دینی خدمات کے لئے جدوجہد کرتے ہیں؛ لہذا خواہ مخواہ بلا وجہ اسلام کے مخلص مبلغین و مجاہدین کو بدعقیدہ و کافر بتا کر

مخالفت کرنا دین کے کام میں روڑا اٹکانا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا بقول زید حقائق کے اعتبار سے واقعی یہ لوگ شرعاً کافر و مرتد ہیں؟ اگر ہیں تو نمونے کے طور پر چند بنیادی کفریات سے مطلع فرمائیں۔

(۲) کیا ایسا کافر و مرتد بیٹا اپنے سنی صحیح العقیدہ باپ کی جائیداد و میراث میں شرعاً حقدار ہے؟ یا شریعت مطہرہ نے اسے عاق قرار دیا ہے؟

(۳) اگر کوئی سنی صحیح العقیدہ باپ اپنے بیٹے کو کسی باطل عقائد و نظریات والی جماعت میں شامل ہو جانے پر اپنی فرزندگی سے خارج کر دے اور اپنی جائیداد و میراث سے اس کا حصہ بھی نہ دے تو اس سنی باپ کا شرعاً یہ فعل کیسا ہے؟

(۴) ان سنی اور صحیح العقیدہ آباء و اجداد سرپرستوں و ذمہ داروں کے لئے شریعت مطہرہ کیا حکم فرماتی ہے؟ جن کے بیٹے اور ماتحت افراد آئے دن باطل جماعتوں میں شامل ہو کر سرگرم عملی و اعتقادی حمایت میں مصروف ہیں، آیا ان رشتہ داروں و قریبی تعلق داروں سے رشتہ ہائے دینی و دنیوی قائم رکھیں اور ان کے جملہ حقوق جو دین و شریعت میں ایک مسلمان کے ہیں ادا کریں یا نہیں؟ اور جملہ سہولیات بدستور مہیا کرتے رہنا درست ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد نذرا اسلامی اکبر پور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) جماعت اسلامی اور مودودی فرقہ کے لوگ کافر تو نہیں؛ البتہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخیوں کے ارتکاب کی وجہ سے اہل سنت والجماعت کے دائرہ سے خارج اور فاسق ہیں، جیسا کہ ان کے بانی مولانا مودودی کی تصنیفات سے واضح ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ، زکریا ۱/۳۲۹، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۳/۳۲، جدید ڈبھیل ۲/۲۸۰، فتاویٰ شیخ الاسلام ۱۵۲، کفایت المفتی قدیم ۱/۳۲۰، جدید زکریا ۱/۳۶۸، جدید زکریا مطول ۱/۵۳۶)

(۲) جب جماعت اسلامی میں شامل ہونے کی وجہ سے بیٹانہ کا فرہے نہ مرتد ہے؛ بلکہ صرف فاسق ہے۔ اور فاسق وراثت سے محروم نہیں ہوتا ہے؛ لہذا بیٹا باپ کی میراث کا پورا پورا حق دار ہے۔

(۳) شریعت میں عاق کرنے کا اعتبار نہیں ہے؛ البتہ یہ کر سکتا ہے کہ اپنی زندگی میں دوسرے ورثاء کو ہبہ کر کے باقاعدہ قابض و دخیل بنا دے، تو مرنے کے بعد چونکہ باپ کی ملکیت میں کوئی چیز باقی نہیں رہتی ہے؛ اس لئے اس کو میراث میں کوئی چیز نہیں مل پاتی ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسری شکل نہیں ہے۔

ولو كان ولده فاسقا، وأراد أن يصرف ماله إلى وجوه الخير،
ويحرمه عن الميراث هذا خير من تركه، كذا في الخلاصة. (ہندیۃ،
کتاب الہبۃ، الباب السادس: فی الہبۃ للصغیر، مکتبہ زکریا قدیم ۴/ ۳۹۱، جدید ۴/
۴۱۶، إمداد الفتاویٰ، زکریا دیوبند ۳/ ۴۷۱)

(۲) اگر سنی صحیح العقیدہ آباء و اجداد اور سرپرست حضرات جن کے بیٹے اور ماتحت افراد باطل جماعتوں میں شامل ہو کر ان کی حمایت کرتے ہیں اور یہ لوگ ان کو روکتے نہیں؛ بلکہ ان کے اس فعل سے خوش ہوتے ہیں، تو ان لوگوں کے متعلق شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ ان کو صحیح راستہ کی تبلیغ کی جائے اور ارشاد باری: اذْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ. [النحل: ۱۲۵] کی ہدایت کے مطابق نرمی اور حکمت عملی سے صحیح مسلک ان کے سامنے واضح کیا جائے، تعلقات ختم کرنے کا طریقہ مناسب نہیں ہے اور بد عقیدگی سے انہیں روکنے کی کوشش کی جائے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۳/ ۳۲۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹ھ/۵/۸

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۷۳۷)

ابوالاعلیٰ مودودی کی کتابیں پڑھنا

سوال [۳۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر ”تفہیم القرآن“ وغیرہ جو بھی ان کی تصنیف کردہ کتب ہیں، جو کہ رائج ہیں پڑھنے میں آتی ہیں، مع کتب کی تفصیل کے بیان فرمادیں کہ ان کا پڑھنا، دیکھنا، سننا رکھنا کیسا ہے؟ ان کو پڑھ، دیکھ، سن رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: محمد حنیف گاؤں پیر پورتھان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ابوالاعلیٰ مودودی نے جو کتابیں لکھ کر شائع کر دی ہیں، ان میں سے اکثر کتابیں اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف ہیں، وہ کسی امام اور مجتہد کے متبع اور پابند نہیں ہیں، معتزلہ اور خوارج کی باتیں کرتے ہیں؛ اس لئے ان کی کتابوں کا مطالعہ عام لوگوں کے لئے سخت مضر اور زہر انداز ہے، پیغمبروں اور حضرات صحابہ اور اولیاء اللہ پر سخت ترین تنقیدیں کی ہیں، ان میں سے سخت ترین مضر اور نقصان دہ کتاب ”خلافت و ملوکیت“، ”معرکہ اسلام و جاہلیت“ اور ”رسائل و مسائل“ اور ”ترجمان القرآن“ وغیرہ ہیں؛ اس لئے مودودی کی تمام کتابوں سے احتراز ہی میں خیر ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۷۵۸/۲۳)

جماعت اسلامی اور اس سے تعلق رکھنے والے کا حکم

سوال [۳۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ اڑیسہ کے مقامی علماء و مفتیان کرام جماعت اسلامی فرقہ مودودی کو گمراہ اور بد عقیدہ قرار دیتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کے لئے انتہائی خطرناک قرار دیتے ہیں، نیز علماء و مفتیان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ شیخ العرب و العجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، شیخ الحدیث مظاہر علوم الحاج مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ، نائب امیر شریعت بہار حضرت مولانا عبدالصمد صاحب، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا علامہ کفایت اللہ صاحب، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مفتی محمود صاحب گنگوہی، حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب رومی، مدرسہ امینہ دہلی فتح پوری مفتیان ندوۃ العلماء لکھنؤ، عرب و عجم کے عالم ربانی سید ابوالحسن صاحب ندوی جلال آباد سہارنپور، دہلی، آگرہ، دیوبند اور پورے عالم اسلام کے علماء کرام کی مجلس رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ غرضیکہ تمام مراکز کے علماء و مفتیان کرام فرقہ مودودی جماعت اسلامی کو گمراہ اور بد عقیدہ قرار دے کر اس جماعت سے علاحدہ رہنے اور اس سے پرہیز کرنے کی تاکید فرماتے ہیں۔

(۲) کیا سید ابوالاعلیٰ مودودی باقی فرقہ توہین صحابہ اور استخفاف حدیث کے جرم عظیم کے مرتکب ہیں؟

(۳) مسلمانوں کو اس جماعت کا ممبر بننا، اس کا تعاون لینا جائز ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد ثناء اللہ قاسمی مفتی و مہتمم مدرسہ باب العلوم جے پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۳، ۲، ۱) یہ گمراہ کن فرقہ اصحاب بیعتہ الرضوان اور اصحاب بدر اور اصحاب بیعتہ الشجرہ سب سے ناراض ہے، جو ان کی کتابوں، تحریرات و تقریرات سے واضح ہے؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ رضا مندی کا اعلان فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ. [الفتح: ۱۸]

اس لئے یہ فرقہ فاسق اور توہین صحابہ رضی اللہ عنہم کا مرتکب ہے، مسلمانوں کو اس جماعت کا ممبر بننا، اس کا تعاون کرنا سب ناجائز ہے؛ البتہ تعاون لینے میں موقع و محل کی تفصیل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۷۳۸)

جماعت اسلامی اور ڈاکٹر اسرار پاکستانی کی تحریک کا شرعی حکم

سوال [۳۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: (۱) کیا جماعت اسلامی اور مولانا ڈاکٹر اسرار پاکستانی کی ”تحریک دعوت رجوع الی القرآن والسنة“ کے عقائد اہل سنت والجماعت کے مطابق ہیں یا ان کے خلاف؟

(۲) کیا یہ دونوں جماعتیں گمراہ فرقے ہیں یا فرقہ ہدایت؟

(۳) جماعت اسلامی، تحریک دعوت رجوع الی القرآن والسنة کے اراکین اور ان سے جو لوگ جڑے ہوئے ہوں ان کے پیچھے نماز صحیح طریقے پر ادا ہوگی یا نہیں؟ ان کو مسجد کا امام بنایا جائے یا نہیں؟

(۴) ان دونوں جماعتوں کے پروگرام اور جلسوں میں شرکت کرنا اور ان کی تقریریں سننا یا ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنا کیسا ہے؟

(۵) ہم اہل سنت والجماعت اپنی مسجدوں میں ان کے پروگرام کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ خطرہ ہو کہ عوام الناس ان کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے انہیں کے طریقہ کار کو صحیح سمجھنے لگے اور انہیں کے پیروکار بن جائیں؟

(۶) معلوم ہوا ہے کہ ڈاکٹر اسرار صاحب اور مودودی صاحب، دونوں شروع میں ایک ہی ساتھ ایک ہی پلیٹ فارم پر تھے، دونوں کے افکار اور نظریات اور عقائد ایک ہی تھے،

پھر کسی بنا پر دونوں میں اختلاف ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے ڈاکٹر اسرار صاحب نے مودودی صاحب سے الگ ہو کر اپنی دوسری جماعت بنائی تھی، جو آج ”تحریک دعوت رجوع الی القرآن والسنة“ کے نام سے اپنا کام کر رہی ہے۔

المستفتی: خلیفہ محمد کمال، دریانگج، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جماعت اسلامی کے بانی مودودی صاحب کے نظریات سے شروع ہی سے علماء حق کو سخت اختلاف رہا ہے، مودودی صاحب کی تصنیفات میں انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں ناروا کلمات اور فقہ اسلامی اور تصوف پر حقارت آمیز تبصروں کی بہتات ہے، مودودی صاحب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت کو معیار حق ماننے سے انکاری ہیں، جس کا اندازہ ان کی کتابوں بالخصوص ”تفہیم القرآن“، ”تفہیمات“ اور ”خلافت و ملوکیت“ وغیرہ کے مطالعہ سے باسانی لگایا جاسکتا ہے، جماعت اسلامی سے وابستہ سبھی اراکین بھی کم و بیش وہی نظریات رکھتے ہیں جو مودودی صاحب کے ہیں۔ اور ان کی صریح غلطیوں کو غلطی ماننے پر تیار نہیں، اس جماعت کا اصل نشانہ یہ ہے کہ عوام کو علماء سے دور کر دیا جائے اور دین کو نئے رنگ میں ڈھال دیا جائے، اس جماعت کے نظریات اہل سنت والجماعت سے بالکل جداگانہ اور ان کا طریقہ سلف صالحین سے الگ ہے، اس لئے ان کے پروگراموں میں شرکت کرنا، یا ان کے پروگرام اپنی مساجد میں کرنا گمراہی کا سبب ہے، اس سے اجتناب لازم ہے۔ اور ڈاکٹر اسرار صاحب پاکستانی کے بارے میں ہمیں زیادہ معلومات نہیں، بغیر تحقیق کے ان کی تائید نہیں کی جاسکتی۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ڈی ایچ ۱۳۲/۲ تا ۲۹۴، فتاویٰ عثمانی ۱/ ۲۱۴ تا ۲۱۷، کفایت المفتی، جدید زکریا ۱/ ۳۶۹، جدید زکریا مطول ۱/ ۵۴۶، احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۹۹ تا ۵۰۲، نظام الفتاویٰ ۱/ ۲۱۴ تا ۲۱۹، فتاویٰ رحیمیہ، جدید زکریا ۳/ ۱۰۷ تا ۱۰۷)

إن بني إسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة، وتفرق أمتي على ثلاث وسبعين ملة، كلهم في النار، إلا ملة واحدة، قالوا: من هي يا رسول الله؟ قال: ما أنا عليه وأصحابي. (ترمذي، أبواب الإيمان، باب افتراق هذه الأمة، النسخة الهندية ٢/ ٩٣، دارالسلام، رقم: ٢٦٤١، المعجم الأوسط، دارالفكر ٣/ ٣٨٠، رقم: ٤٨٨٦، ٧٨٤٠، المستدرک، مکتبه نزار مصطفى الباز ١/ ١٨٩، رقم: ٤٤٤)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم: إذا رأيتم الذين يسبون أصحابي فقولوا: لعنة الله على شرکم. (ترمذي، أبواب المناقب، باب ماجاء فيمن سب النبي صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ٢/ ٢٢٥، دارالسلام، رقم: ٣٨٦٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٩/٦/١٤٣٣ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٩ جمادی الثانی ١٤٣٣ھ
(الف فتاویٰ نمبر: ١١١٦٠/٢٠)



۲۰ / باب ما يتعلق بأهل الكتاب

کیا شریعت عیسوی میں خنزیر حلال تھا؟

سوال [۳۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا شریعت عیسوی میں خنزیر حلال تھا؟ اس کا گوشت استعمال ہوتا تھا؟
المستفتی: محمد راغب نیپالی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شریعت عیسوی میں خنزیر حرام تھا؛ لیکن نصرانیوں نے بعد میں شریعت عیسوی کی مخالفت کرتے ہوئے اسے حلال کہا۔ اور اس کے گوشت کو استعمال کیا۔

قال ابن بطال: دليل على أن الخنزير حرام في شريعة عيسى عليه السلام، وقتله له تكذيب للنصارى، أنه حلال في شريعتهم. (عمدة القاري، كتاب البيوع، باب قتل الخنزير، مكتبة دار إحياء التراث ۱۲ / ۳۵، زكريا ۸ / ۵۴۲، تحت رقم الحديث: ۲۲۲۲)

وفيه: توبيخ عظيم للنصارى الذين يدعون أنهم على طريقة عيسى، ثم يستحلون أكل الخنزير ويبالغون في محبته. (فتح الباري، كتاب البيوع، باب قتل الخنزير، دار الفكر ۴ / ۴۸۳، أشرفيه ديوبند ۴ / ۵۲۱، تحت رقم الحديث: ۲۲۲۲، البداية والنهاية، دار الفكر ۲ / ۱۵۰)

ثم إن الخنزير كان حراماً في التوراة، والنصارى ينكرون حرمة، قلت: وليس في الإنجيل حل الخنزير أصلاً، بل حرام في شريعة عيسى عليه الصلاة والسلام أيضاً، ولذا يقتله بعد نزوله، وكان قتله عند ذهابه إلى بيت المقدس أيضاً، فكيف قالوا بحله؟ (فيض الباري للعلامة أنور شاہ

الکشمیری، باب کیف کان بدء الوحي؟ تحقیق کون عیسیٰ علیہ السلام ناسخا

للدین الموسوی، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ۱/ ۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۳/۷/۷ھ

۱۴۲۳/۷/۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۷۷)

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں خنزیر حلال تھا؟

سوال [۳۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے یہ کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں خنزیر کا گوشت کھانا جائز تھا۔ زید مولوی بھی ہے اور حافظ قرآن بھی ہے۔ کیا مولانا کا کہنا درست ہے یا غلط ہے؟ بحوالہ قرآن و حدیث کے روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

المستفتی: قاری شمس عالم مدرسہ حبیبیہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ”نور الانوار“ ص: ۳، حاشیہ ۱ میں مولانا صاحب کے قول کی طرح غایت البیان کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے کہ: امم ماضیہ میں خنزیر حلال تھا، نیز شراب تو شروع اسلام میں مسلمانوں کے لئے بھی جائز تھی، بعد میں ممانعت نازل ہوئی ہے۔

إن الخمر والخنزیر کانا حلالین فی الأمم الماضیة، و كذلك

فی حق هذه الأمة فی ابتداء الإسلام. الخ (حاشیة نور الأنوار/ ۳)

لیکن صحیح بات یہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بھی خنزیر حرام تھا، نصاریٰ نے اپنی شریعت میں تحریف کر کے خنزیر کے حلال ہونے کو عام کیا ہے؛ لہذا مولانا صاحب کی بات ”نور الانوار“ وغیرہ کی عبارت کے مطابق صحیح ہے، مگر حقیقت اس کے خلاف ہے، جیسا کہ ”عمدة القاری“ اور ”فتح الباری“ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے:

قال ابن بطال: دليل على أن الخنزير حرام في شريعة عيسى عليه السلام، وقتله له تكذيب للنصارى، أنه حلال في شريعتهم. (عمدة القاري، كتاب البيوع، باب قتل الخنزير، دار إحياء التراث العربي ۱۲/ ۳۵، زكريا ۸/ ۵۴۲، تحت رقم الحديث: ۲۲۲۲)

وفيه: توبخ عظيم للنصارى الذين يدعون أنهم على طريقة عيسى، ثم يستحلون أكل الخنزير ويبالغون في محبته. (فتح الباري، كتاب البيوع، باب قتل الخنزير، دار الفكر ۴/ ۸۳، أشرفيه ديوبند ۴/ ۵۲۱، تحت رقم الحديث: ۲۲۲۲، البداية والنهاية، دار الفكر ۲/ ۱۵۰)

وفي نور الأنوار: أن الخنزير كان حلالا في الشريعة العيسوية، قلت: كلا، بل ذلك من اجتهاد علمائهم، فإنهم اختلفوا في تفسير ذى الظفر، فقال اليهود: إن الخنزير منه، وإن كرهه أهل الإنجيل فأحلوه. (فيض الباري، كتاب التفسير، باب قوله: وعلى الذين هادوا حرمنا كل ذى ظفر، مكتبه رشيدية كوئته ۴/ ۱۸۲، رقم: ۴۶۳۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۱۱۳)

اہل کتاب سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کا حکم

سوال [۳۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ اور عیسائی) کی لڑکیوں سے مسلمان کا نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ (۲) ان کا ذبیحہ کھانا کیسا ہے؟

المستفتی: جلیل حسن نواب پورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہودیوں میں جو برائیاں آج ہیں، وہی برائیاں دور نبوت اور نزول قرآن کے زمانہ میں بھی موجود تھیں۔ اور یہودیوں کا جو آج عقیدہ ہے وہی عقیدہ دور نبوت میں بھی تھا، اسی وجہ سے اللہ نے ان کے کفر و شرک کے متعلق قرآن میں بہت سی آیات نازل کیں: وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ. [سورة التوبة، آیت: ۳۰]

اور اس کے باوجود ان کے ذبیحہ کی حلت اور ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت قرآنی آیتوں کے ذریعہ سے دی گئی ہے۔ اور ”نصاری“ سے عیسائی مراد ہیں۔ اور عیسائیوں کا حال جو دور نبوت میں تھا، اسی طرح کا حال آج بھی ان عیسائیوں میں موجود ہے، جو دنیا کے اندر عیسائیت پھیلا رہے ہیں اور ان ہی عیسائیوں کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا: کہ ان کی عورتوں سے نکاح کی گنجائش ہے؛ البتہ آج کے عیسائیوں میں ذبیحہ کا اہتمام نہیں، یہودیوں میں ذبیحہ کا اہتمام ہے اور عیسائیوں و نصاریٰ میں سے کثیر تعداد میں ایسے ہیں جو عیسائیت کے نظریہ سے ہٹے ہوئے ہیں اور دہریہ بنے ہوئے ہیں، ایسے عیسائیوں کو چھوڑ کر بقیہ عیسائی جو عیسائیت پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں، وہ اسی حالت میں باقی ہیں، جس پر دور نبوت کے نصاریٰ قائم تھے، تو ایسے عیسائیوں کی عورتوں سے اور یہودیوں کی عورتوں سے بھص قرآنی نکاح جائز اور درست ہے؛ لیکن ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کے بعد جو اولادیں پیدا ہوتی ہیں، ان کی پرورش اور عقیدہ کی وجہ سے ان ہی کے ہم نوا بن جاتی ہیں، جس سے مسلمانوں کی اولاد کے عقیدے اور ان کی تربیت اسلامی طریقہ پر نہیں ہوتی؛ اسی لئے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصرانی عورت سے نکاح سے ممانعت فرمائی؛ لہذا ان برائیوں سے بچنے کے لئے مسلمانوں کو یہود و عیسائیوں کی عورتوں سے نکاح کرنے سے دور رہنا چاہئے؛ لیکن اگر کوئی کر لیتا ہے تو کراہت تحریمی کے ساتھ جائز ہے۔

عن حذيفة بن اليمان رضى الله عنه أنه تزوج يهودية بالمدائن،

فكتب إليه عمر بن الخطاب رضى الله عنه: أن خل سبيلها، فكتب إليه: أحرام هي يا أمير المؤمنين؟ فكتب إليه: أعزم عليك أن لا تضع كتابي حتى تخلى سبيلها، فإني أخاف أن يقتدى بك المسلمون، فيختاروا نساء أهل الذمة لجمنا لهن، وكفى بذلك فتنة لنساء المسلمين. (كتاب الآثار للإمام محمد، كراچی ۷۳، ۷۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۶۶۶/۳۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اہتیوں کی تعداد اور ان کی شریعت میں خنزیر کا حکم

سوال [۳۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے یہ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں خنزیر جائز تھا۔ زید مولوی بھی ہے اور حافظ قرآن بھی ہے۔ آپ تحریر فرمائیں بحوالہ حدیث اور بحوالہ قرآن کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں جائز تھا یا نہیں؟ اور آپ کے اہتیوں کا شمار کیا ہے؟ آپ پر کتنے ایمان لائے؟ بیٹو اتوجروا

المستفتی: شبیر احمد انصاری، محلہ نئی بستی قصبہ زولی، تحصیل چندوسی، ضلع مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اس سلسلہ میں کوئی آیت قرآنیہ اور حدیث شریف نظر سے نہیں گذری؛ البتہ ”نور الانوار“ کے حاشیہ میں ”غایت البیان“ کے حوالہ سے جائز نقل فرمایا ہے۔ **إن الخمر والخنزیر کانا حلالین فی الأمم الماضیة، و كذلك فی حق هذه الأمة فی ابتداء الإسلام.** الخ (حاشیة نور الأنوار/ ۳) لیکن صحیح بات یہ ہے کہ شریعت عیسوی میں بھی خنزیر حرام تھا اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے پیروکاروں نے دین عیسوی میں تحریف کر کے اسے جائز قرار دیا، جیسا کہ ”فیض الباری“ کی عبارت میں اس کی تائید اور ”نور الانوار“ کی تردید موجود ہے، عبارت ملاحظہ فرمائیے:

وفي نور الأنوار: أن الخنزير كان حلالا في الشريعة العيسوية، قلت: كلا، بل ذلك من اجتهاد علمائهم. (فيض الباري، كتاب التفسير، باب قوله: "وعلى الذين هادوا حرمنا كل ذي ظفر" مكتبه رشيدية كوثته ۴/ ۱۸۲، رقم: ۴۶۳۰) ثم إن الخنزير كان حراما في التوراة، والنصارى ينكرون حرمة، قلت: وليس في الإنجيل حل الخنزير أصلا بل هو حرام في شريعة عيسى عليه الصلاة والسلام أيضا. (فيض الباري، باب كيف كان بدء الوحي؟ تحقيق كون عيسى عليه السلام ناسخا للدين الموسوي، مكتبه رشيدية كوثته ۱/ ۳۱، ومثله في عمدة القاري، كتاب البيوع، باب قتل الخنزير، مكتبه دارالريان للتراث بيروت ۱۲/ ۳۵، جديد زكريا ۸/ ۵۴۰، فتح الباري، كتاب البيوع، باب قتل الخنزير، مكتبه دارالريان بيروت ۴/ ۴۸۳)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امتیوں کی تعداد کتنی تھیں؟ صحیح طور پر احقر کو معلوم نہیں ہے؛ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی امت (حواریین) سے مدد کا مطالبہ کیا، تو اس وقت جو حواری دین عیسوی کی تبلیغ کے لئے آگے بڑھے، وہ بارہ افراد تھے اور یہ وہی حضرات تھے، جو آپ پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے، جیسا کہ سورہ صف میں اللہ رب العزت نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے:

كما قال عيسى بن مريم للحواريين من أنصاري إلى الله؟ أي إلى نصر دينه، قال الحواريون: وهم أول من آمن به و كانوا اثنا عشر رجلا، كما مر هناك. (تفسير مظہري زكريا قديم ۹/ ۲۷۴، جديد ۹/ ۲۶۷، سورة الصف) والحواريون أصفياء ه عليه السلام وهم أول من آمن به و كانوا اثني عشر رجلا فرقهم على ما في البحر عيسى عليه السلام في البلاد. (روح المعاني ۱۶/ ۱۳۵، زكريا سورة الصف: ۱۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۶/ ۲۱۱۵)

کیا دور حاضر کے انگریز اہل کتاب ہیں؟

سوال [۳۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہ بتلائیں کہ آج کل جو لوگ اپنے آپ کو اہل کتاب کہلاتے ہیں، جیسے انگریز، تو ان کے ساتھ اہل کتاب جیسا معاملہ کیا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ ان کے ہاتھ کے ذبیحہ کا استعمال ان کی لڑکیوں سے شادی وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر ان کے بد عقیدہ ہونے کی وجہ سے جواب نفی میں ہو تو یہ بھی تحریر فرمائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہ لوگ بد عقیدہ تھے؟ جس زمانہ میں قرآن نازل ہو رہا تھا اور ان کے ساتھ شادی بیاہ کو جائز بتلایا جا رہا تھا۔

المستفتی: حضرت مولانا عبدالناصر صاحب مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: انگریز برطانیہ (انگلستان) کے باشندوں کو کہا جاتا ہے، ان میں عیسائی، کرشچن زیادہ تر ہیں۔ اور آج کل بہت سے وہ اہل کتاب موجود ہیں جو نزول قرآن کے زمانہ میں موجود تھے، جیسا کہ ہندوستان اور بیرون ہند میں عیسائیوں کی کوشش ہے کہ دوسری قوموں کو عیسائی مذہب میں داخل کیا جائے، جگہ جگہ ان کے مذہبی اسکولوں کا قیام بھی عمل میں آچکا ہے، یہ لوگ نصرانیت کو مانتے ہیں اور اسی کی ترقی چاہتے ہیں، تو ایسے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا اگرچہ قرآن کی رو سے حلال ہے، مگر اس کے پیچھے بہت سے مفسد ہیں، جن کی بنا پر شریعت ان سے نکاح کی اجازت نہیں دیتی، ان مفسد میں سے ایک اہم مفسد وہ بھی ہے، جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے، کہ جب حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ نے مدائن میں ایک یہودیہ عورت سے نکاح کر لیا تھا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہلوا بھیجا کہ اسے چھوڑ دو، تو حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا وہ میرے لئے حرام ہے؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں حلال کو حرام نہیں کر رہا ہوں؛ بلکہ آپ

جیسے حضرات اگر ان کی عورتوں سے نکاح کریں گے، تو آپ لوگوں کی اقتداء میں ہر عام و خاص مسلمان اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا شروع کر دیں گے؛ کیوں کہ ان کی عورتیں زیادہ حسین و جمیل ہوتی ہیں۔ اور ان کی عادات اور تربیت نہایت گندی ہوتی ہے، تو مسلمانوں کی اولاد ان کی تربیت میں رہ کر انہیں کی طرح ہو جائیں گی، تو آہستہ آہستہ چند نسلوں کے بعد مسلمانوں کا معاشرہ اور عقائد سب یہود و نصاریٰ کی طرح خراب ہو جائیں گے؛ اس لئے ان کی عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے؛ لہذا آپ اسے فوراً چھوڑ دیں، اسی وجہ سے باتفاق فقہاء ان سے نکاح کو کم از کم مکروہ کہا گیا ہے؛ اس لئے موجودہ اہل کتاب میں سے جو اپنے مذہب میں پختہ ہوں ان کی عورتوں سے بھی نکاح کرنا ناجائز اور ممنوع ہے۔

عن حذیفة بن الیمان رضی اللہ عنہ أنه تزوج یهودیة بالمدائن، فکتب إلیه عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: أن خل سبیلها، فکتب إلیه: أحرام هی یا أمیر المؤمنین؟ فکتب إلیه: أعزم علیک أن لا تضع کتابی حتی تخلی سبیلها، فإنی أخاف أن یقتدی بک المسلمون، فیختاروا نساء أهل الذمة لجمما لهن، وکفی بذلك فتنة لنساء المسلمین. قال محمد: وبه نأخذ، لا نراه حراما، ولكن نری یختار علیهن نساء المسلمین وهو قول أبی حنیفة. (کتاب الآثار للإمام محمد، کراچی ۲۵۸)

ومحمد قال: أخبرنا أبو حنیفة، قال: حدثنا حماد عن إبراهیم، قال: لا یخص المسلم بالیهودیة ولا بالنصرانیة، ولا یخص إلا بالحرّة.

(کتاب الآثار للإمام محمد، کراچی ۲۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۰/۱۱/۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹/ یقعدہ ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/۶۳۶۵)





(۲) کتاب السیر والتاریخ

(۱) باب ما يتعلق بالأنبياء واتباعهم

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ☆ عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ.

حضور کی ولادت باسعادت کس دن ہوئی؟

سوال [۳۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ربیع الاول کی کس تاریخ کو ہوئی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت

باسعادت میں پہلے سے مؤرخین و اہل سیر میں اختلاف ہے، دو شنبہ کا دن اور ربیع الاول کا مہینہ تو متفق علیہ ہے، مگر تاریخ کی تعیین میں متعدد اقوال ہیں، ۲/۳/۸/۱۲/۱۰/۹ از روئے حساب پیر کا دن ۹ ربیع الاول کے علاوہ کسی اور تاریخ سے مطابقت نہیں رکھتا نیز ۹ کا عدد ایک ایسا عدد ہے جو ہر عدد کا مرجع ہے، اس لئے کہ جب کسی عدد کو ۹ سے ضرب دیں گے تو حاصل عدد وہی نکلے گا، مثلاً: ۲۴ = ۹ × ۲، ۱۸ = ۹ × ۲، اس میں ۱- اور ۸- ہاں اس کا حاصل ۹ ہے اسی طرح ۳۶ = ۹ × ۴، ۲۷ = ۹ × ۳، اس کا حاصل بھی ۹ ہے وغیرہ وغیرہ، اور حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کائنات کے حاصل ہیں اور تاریخ کے اعتبار سے پیر کا دن ۹ ربیع الاول ہوتا ہے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۹ ربیع الاول کو ہونا زیادہ راجح ہے۔

(مستفاد: کفایت المفتی جدید/ ۱، ۱۸۷، قدیم/ ۱، ۳۸، جدید ذکر یا مطول/ ۲، ۲۲۶، ۲۲۷)

ولد سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم بشعب بنى هاشم بمكة في صبيحة يوم الإثنين التاسع من شهر ربيع الأول لأول عام من حادثة الفيل .
(الرحيق المختوم ص: ۶۱، بحواله نتائج الأفهام فى تقويم العرب قبل الاسلام ص: ۳۵۲۸) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اربع الاول ۱۴۳۵ھ

سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ ولادت

سوال [۳۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کون سی تاریخ میں جلوہ گر ہوئے ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو یا اور کسی تاریخ میں پیدا ہوئے اور معتبر کون سا قول ہے جو جمہور کا قول ہے اس کو بیان فرمائیں۔

المستفتی: محمد صدیق، دولت باغ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت عام الفیل ۵۰۰ ماہ ربیع الاول میں پیر کے دن ہوئی اتنی بات میں جمہور کا اتفاق ہے لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ ولادت شریفہ کا یہ دن ماہ ربیع الاول کی کس تاریخ میں پیش آیا۔ اس سلسلہ میں کتب سیر میں مختلف اقوال ہیں بعض میں ۲۰ اور ربیع الاول بعض میں ۸ آٹھ ربیع الاول بعض میں ۱۰ اور ربیع الاول بعض میں ۷ اور ربیع الاول، بعض میں ۲۲ ربائیس ربیع الاول اور ایک قول ۱۲ بارہ ربیع الاول کا بھی ہے، یہ سارے اقوال البدایہ والنہایہ، دارالفکر ۲/۲۶۰ سے ۲۶۲ تک میں موجود ہیں، اور ان اقوال میں سے آٹھ ربیع الاول کے قول کو اکثر لوگوں نے زیادہ راجح کہا ہے، اور اسد الغابہ، دارالفکر ۱/۲۱ میں دو ربیع الاول، آٹھ ربیع الاول اور دس ربیع الاول کا قول موجود ہے اور ان میں سے آٹھ ربیع

الاول والے قول کو رائج کہا ہے اور طبقات ابن سعد میں ۱۰/۱۰۱ ربيع الاول اور ۲/ ربيع الاول کے دو اقوال نقل کئے گئے ہیں، مفتی کفایت اللہ صاحب نے ۹ ربيع الاول کے قول کو از روئے حساب زیادہ صحیح اور زیادہ قوی ثابت فرمایا ہے، اسی کو علامہ شبلی نعمانی اور قاضی سلیمان نے رائج قرار دیا ہے، اور قاضی زین العابدین صاحب نے سیرت طیبہ ص ۵۰ کے حاشیہ میں ۹ ربيع الاول کے قول کو تسلیم کیا ہے اور ہمیں بھی ۹ ربيع الاول کا قول زیادہ رائج معلوم ہوتا ہے اور یہی از روئے حساب زیادہ رائج ہے اس لئے کہ ۹ نو کا عدد ایک ایسا عدد ہے کہ اس کو کسی بھی عدد میں ضرب دیا جائے تو حاصل عدد ۹ نو ہی نکلتا ہے مثلاً: ۹ کو ۲ میں ضرب دیا جائے تو اٹھارہ ہوتا ہے اور اٹھارہ میں ایک اور آٹھ کا عدد ہے جس کا حاصل نو ہے اسی طرح نو کو تین میں ضرب دیا جائے تو ستائیس ہوتا ہے اور ستائیس میں دو اور سات ہے جس کا حاصل نو ہے اسی طرح نو کو چار میں ضرب دیا تو چھتیس ہوتا ہے، جس میں تین اور چھ ہے جس کا حاصل عدد نو ہے، اسی طرح کسی بھی عدد میں ضرب دیا جائے تو حاصل عدد نو ہی نکلے گا اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پوری کائنات کے حاصل ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ ربيع الاول کی نو تاریخ میں ہونا زیادہ رائج ہے، جو از روئے حساب پیش کیا گیا ہے البتہ بارہ ربيع الاول کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سانحہ پیش آیا ہے یہی جمہور کا قول بھی ہے۔ (مستفاد انوار نبوت ص ۲۴، أصح السير ۶، کفایت المفتی جدید ۱/ ۱۸۷، قدیم ۱/ ۱۳۸، جدید زکریا مطول ۲/ ۲۲۶، ۲۲۷، رحمة للعالمین ص: ۶۲،

سیرت طیبہ ص: ۵۰، الرحیق المختوم ص: ۶۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۵/۲/۷

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ ربيع الاول ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰/۱۱۳۹۶)

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قاسم رزق اللہ بھی تھا

سوال [۳۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام مبارک قاسم رزق اللہ

ہے کیا یہ صحیح ہے کہ حضور ﷺ قاسم ہیں، جواب سے مستفیض فرمائیں نوازش ہوگی۔
المستفتی: انیس احمد، ڈیگر پور، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جہاں آپ ﷺ کے ۱۹۹ اسماء مبارکہ ہیں وہیں ایک نام مبارک قاسم بھی ہے، اور بخاری شریف میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رزق اللہ میں تقسیم کرتا ہوں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إنما أنا قاسم وخازن واللہ يعطی. (بخاری شریف، کتاب الجہاد، باب قول اللہ تعالیٰ: فأَن لِّلہ خمسہ وللرسول (الانفال: ۴- ج ۱/۴۳۹، رقم: ۳۱۱۴)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین وإنما أنا قاسم واللہ يعطی. (بخاری شریف کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین، النسخة الهندیة ۱/۱۶، رقم: ۷۰)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إنما أنا خازن فمن أعطیتہ عن طیب نفس فیبارک لہ فیہ. (مسلم شریف کتاب الزکوٰۃ، باب النهی عن المسألة، النسخة الهندیة ۱/۳۳۳، بیت الافکار رقم: ۱۰۳۷)

وفی روایة إنما بعثت قاسماً أقسم بینکم. (مسلم شریف، کتاب الآداب، باب النهی عن التکنی بأبی القاسم الخ، النسخة الهندیة ۲/۲۰۶، بیت الافکار رقم: ۲۱۳۳، مسند البزار، مکتبہ العلوم والحکم ۱/۴۱۷، رقم: ۷۷۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ رجب ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۷۶/۲۶)

کتنی عورتوں نے حضور اکرم ﷺ کو دودھ پلایا

سوال [۳۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیم چھوڑ کر جو عورتیں گئیں تھیں ان کے کیا نام تھے اور وہ کس خاندان سے تعلق رکھتی تھیں؟

المستفتی: وکیل احمد، سکندر پوری، مظفر ٹمگری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ۹ عورتوں نے دودھ پلایا

ہے اگر آپ کا مقصد انہی عورتوں کے بارے میں پوچھنا ہے تو ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب خاندان بنو

نجار۔ (سیرت مبارکہ ص: ۱۷۶)

(۲) حضرت حلیمہ بنت ابی ذؤیب بنو سعد۔ (سیرت محمدیہ ۳۲، سیرت مبارکہ ص: ۱۷۸)

(۳) حضرت ثویبہ جاریہ عمدہ ابی لہب۔ (سیرت محمدیہ ۳۲، سیرت مبارکہ ص: ۱۷۸)

(۵) حضرت ام ایمن، قبیلہ بنو سلیم۔ (سیرت محمدیہ ۳۲، سیرت مبارکہ ص: ۱۷۸)

(۶) حضرت خولہ بنت الممذر۔ (سیرت محمدیہ ۳۲، سیرت مبارکہ ص: ۱۷۸)

(۷) عاتکہ بنو سلیم۔

(۸) عاتکہ بنو سلیم۔

(۹) عاتکہ بنو سلیم۔ (سیرت محمدیہ ص: ۳۲)

ثلث نسوة من أبكار بنو سليم (وقوله) وهؤلاء النسوة الأبكار كل واحدة

منهن تسمى عاتكة الخ. (سیرت محمدیہ ص: ۳۲، الطبقات الكبرى لابن سعد ذکر من

أرضع رسول الله صلى الله عليه وسلم وتسميته إخوته وأخواته من الرضاعة ۲/ ۸۷-۹۳، مکتبہ

دار الكتب العلمية بيروت، البدايه والنهائيه لابن الفداء الحافظ ابن كثير ذكر حواضنه ومراضعه

عليه السلاوة والسلام ۲/ ۲۷۲-۲۷۹، دار الفكر) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۲۹/ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ

(الف فتاویٰ نمبر: ۲۳/ ۱۳۰۳)

آپ ﷺ کی نبوت و وفات کس مہینے میں ہوئی؟

سوال [۳۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کب ملی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت اور وفات کس مہینے میں ہوئی؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماہ رمضان میں ۲۱ رمضان المبارک بروز پیر کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔ (رحمۃ العالمین ۲۲/۱)
یکم ربیع الاول بروز پیر غار ثور سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت کا سفر شروع کیا۔ (انوار نبوت ۱۰۳)

بارہ ربیع الاول گیارہ ہجری بروز پیر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام چاشت کے وقت رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

قال ابو عمر: بعثه الله عزوجل نبياً يوم الإثنين لثمان من ربيع الأول.
(اسد الغابہ، دارالفکر ۲۵/۱)

وكان قدوم رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى المدينة في قول ابن إسحاق يوم الإثنين لثنتي عشرة خلت من ربيع الأول. (اسد الغابہ ۲۸/۱،
مکتبہ دارالفکر بیروت)

عن عروة عن عائشة رضی الله عنها قالت: توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الإثنين لثنتي عشرة ليلة خلت من ربيع الأول. (البداية والنهاية دارالفکر ۲۵۶/۵، تاریخ طبری بیروت ۲/۲۴۱)

وقبض يوم الإثنين ضحى في الوقت الذي دخل فيه المدينة لثنتي عشرة خلت من ربيع الأول. (اسد الغابہ ۴۱/۱، مکتبہ دارالفکر بیروت)

عن عائشة قالت: توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم: يوم الإثنين لثنتي عشرة خلت من ربيع الأول. (الطبقات الكبرى لابن سعد دار

الكتب العلمية، ذكر كم مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم واليوم الذي توفي فيه
 ۲/ ۲۰ فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: بشیر احمد عفا اللہ عنہ
 ۱۸/ صفر المنظر ۱۴۳۵ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۱۱۴۴۴/۴۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الرسل ہونے کی دلیل

سوال [۳۷۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن
 واحادیث مبارکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے بے شمار دلائل
 ملتے ہیں، تو سوال یہ ہے کہ کیا یہی دلائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الرسل ہونے کے بھی
 ہیں، یا اس کے علاوہ کوئی اور دلائل ہیں، جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الرسل ہونے
 پر دال ہیں؟ اگر ان دلائل کے علاوہ کوئی دوسری دلیل ہے تو اس کو جواب میں تحریر فرمائیے
 واضح رہے کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین والرسل ہونے میں کوئی شک و تردد
 نہیں ہے، بلکہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الرسل ہونے کے دلائل معلوم کرنا ہے؟
 المستفتی: محمد عبدالستار، جلیپائی گوڑی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الأنبياء اور خاتم
 النبیین ہونے کے دلائل قرآن مقدس اور احادیث شریفہ میں موجود ہیں، اسی طرح خاتم
 الرسل ہونے کی بھی صراحت احادیث میں موجود ہے، ملاحظہ فرمائیے:

عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: إن الرسالة والنبوة
 قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي، الحديث: (ترمذی شریف، کتاب الروایا،
 باب ذهب النبوة، النسخة الهندية ۲/ ۵۳، دار السلام رقم: ۳۲۷۲، مسند احمد ۳/ ۶۷، رقم:

عن أبى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ مثلي ومثل الأنبياء كمثل قصر أحسن بنيانه إلاموضع تلك اللبنة فكنتم أنا سدودت موضع اللبنة ختم بي البنيان وختم بي الرسل . (مشكوة المصابيح، النسخة الهندية ۵۱۱/۲، صحيح ابن حبان، دارالفكر ۶/۸۳، رقم: ۶۴۱۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
۲ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۴۰۷۳/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۶/۱۴۳۶ھ

کیا حضور ﷺ کو مرض الوفات میں تکلیف ہوئی تھی؟

سوال [۳۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا کسی حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں تھے، تو آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے وقت آپ کو بہت تکلیف ہوئی تھی؟ ایسی کوئی حدیث ہو تو بحوالہ تحریر فرمادیں؟ نوازش ہوگی؟

المستفتی: مہدی حسن، ۲۴ پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض الوفات میں بہت زیادہ تکلیف ہوئی تھی، آپ نے خود سے کچھ پہلے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ خیبر کے زہر آلود بکرے میں سے ایک لقمہ جو کھایا تھا، اس کا زہر اس وقت ستا رہا ہے، اور اس قدر تکلیف ہو رہی ہے، اور ایسا لگ رہا ہے کہ میری گردن کی شہ رگ کو کاٹ دیا گیا ہے، زندہ آدمی کی شہ رگ کو کاٹنے سے جو تکلیف ہوتی ہے، وہی اور اسی طرح کی تکلیف ہو رہی ہے، اس سے متعلق حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن الزهري قال عروة قالت: عائشة رضى الله عنها كان النبي صلى الله عليه وسلم يقول في مرضه الذى مات فيه يا عائشة ما أزال

أجد ألم الطعام الذى أكلت بخير فهذا أوان وجدت انقطاع أبهري من ذلك السمّ. (صحيح البخارى، كتاب المغازى، باب مرض النبى صلى الله عليه وسلم ووفاته، النسخة الهندية ۲/ ۶۳۷، رقم: ۴۲۵۰، ف: ۴۴۲۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
 ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۱۱۹۸۷/۴۱)

آپ ﷺ کے اجداد کے عرب مستعربہ میں سے ہونے کی تحقیق

سوال [۳۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سبحانہ کے بارے میں آنحضور کا تسلی بخش جواب دست یاب ہوا کافی خوشی ہوئی ایک اور بات دریافت طلب یہ ہے کہ تقریر حاوی ص: ۱۵ پر لکھا ہے کہ قحطان عرب عاربہ اور عدنان عرب مستعربہ میں سے ہیں اور جامع اللغات ص: ۵۲۲، اردو میں لکھا ہے کہ قحطان نوح علیہ السلام کے پڑپوتے کا نام ہے اور عدنان آنحضرت ﷺ کے اجداد میں سے ایک فصیح و بلیغ شخص کا نام ہے، (ص: ۴۷۳) دریافت طلب بات یہ ہے کہ عدنان جب نبی ﷺ کے اجداد میں سے ہیں تو انھیں عرب عاربہ یعنی پیدائشی عرب ہونے چاہئے اور قحطان پڑپوتے نوح علیہ السلام کو عرب مستعربہ میں سے یعنی باہر سے آکر مقیم ہونے والوں میں سے ہونے چاہئے، براہ کرم مع حوالہ تسلی بخش جواب سے نوازیں کرم ہوگا۔

نیز ایک کتاب عالمی تاریخ کے صفحہ ۲۲ پر ہے کہ عدنان اکسویں پشت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں۔

نوٹ: سابق خط سے متعدد استاذوں کو تسلی ہوئی۔

المستفتی: اعجاز احمد اعظمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تقریر حاوی اور جامع اللغات دونوں میں صحیح

لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد عرب مستعربہ ہیں کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اصلی عربی نہیں ہیں بلکہ باہر سے تشریف لائے تھے اس لئے قبیلہ عدنان عرب مستعربہ ہیں، اور قحطان حضرت نوح علیہ السلام کا پڑپوتا ہے، سب سے پہلے طوفان نوح علیہ السلام کے بعد عرب کی آبادی اولاد قحطان سے ہوئی ہے اس لئے قبیلہ قحطان عرب العرباء ہوا ہے تو کوئی اشکال کی بات نہیں اب دونوں کو کمال فصاحت و بلاغت کے لئے بولتے ہیں۔ (شیخ زادہ ۵/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۲۸/ ذی القعدہ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۵۸۴/۲۵)

بناء کعبہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیہوش ہونا

سوال [۳۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ آپ کی عمر شریف ۳۵ یا ۲۵ برس کی تھی تعمیر کعبہ کے وقت خواجہ ابوطالب کے کہنے سے جبکہ کندھے پر پتھر لے کر چلنے میں تکلیف ہو رہی تھی کہ اپنا تہبند کھول کر کندھے پر رکھ لو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایسا کیا تو بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے تھے کیا یہ واقعہ درست ہے؟ واضح فرمائیں۔

المستفتی: شبیر احمد، فتح گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جی ہاں واقعہ درست اور صحیح ہے، سیرۃ مصطفیٰ ص: ۱۱۳، میں بقرہ ۳۵ رسال کا واقعہ نقل فرمایا ہے اور صحیح بخاری اور مسلم میں یہ واقعہ موجود ہے اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے خواجہ ابوطالب کے بجائے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نقل فرمایا ہے۔

عن جابر بن عبد اللہ قال: لما بنيت الكعبة ذهب النبي صلى الله

علیہ وسلم وعباس ینقلان الحجارة فقال العباس للنبي صلى الله عليه وسلم: إجعل إزارك على رقبتيك فخر إلى الارض وطمحت عيناه إلى السماء فقال أرني إزارى فشدده عليه. (بخارى شريف، كتاب الحج، باب فضل مكة وبنيناه، النسخة الهندية ۱۱/ ۲۱۵ رقم: ۱۵۵۸، ف: ۱۵۸۲، مسلم شريف كتاب الحيض، باب الاعتناء بحفظ العورة، النسخة الهندية ۱/ ۱۵۴، بيت الأفكار رقم: ۳۴۰) وفي طبقات ابن سعد من حديث الزهري عن محمد بن جبير بن مطعم دخل حديث بعضهم في حديث بعض قالوا: بينا رسول الله صلى الله عليه وسلم ينقل معهم الحجارة يعنى للبيت وهو يومئذ ابن خمس وثلاثين سنة الخ. (عمدة القارى، كتاب الحج باب فضل مكة وبنيناه مكتبه زكريا ۱۳۰/ ۷، تحت رقم الحديث: ۱۵۸۲)

فبينما رسول الله صلى الله عليه وسلم، ينقل معهم وهو يومئذ ابن خمس وثلاثين سنة وكانوا يضعون أزرهم على عواتقهم، ويحملون الحجارة ففعل ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ. (الطبقات الكبرى دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۱۱۶، ذكر حضور رسول الله صلى الله عليه وسلم هدم قريش الكعبة وبناءها ورسول الله صلى الله عليه وسلم يومئذ ابن خمس وثلاثين سنة تاريخ طبرى ۲/ ۲۸۷) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵/ رجب المرجب ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۶۳/۲۶)

شب معراج سے قبل حضور کون سی نماز پڑھتے تھے؟

سوال [۳۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شب

معراج سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سی نماز پڑھتے تھے اور کتنے وقت کی؟ زید کہتا ہے باضابطہ نماز تو معراج میں ملی ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس وقت نماز فرض تو نہیں تھی لیکن نوافل پڑھتے تھے اور نوافل کے لئے وقت اور تعداد متعین نہیں ہے، البتہ صلوٰۃ الفجر و صلوٰۃ العصر کا پڑھنا بعض روایات سے ثابت ہے۔

أقول: ان صلاة الصبح والعصر كان يؤديها النبي صلى الله عليه وسلم قبل ليلة الإسراء فلا حاجة إلى تعليمها، وقد ذهب بعض العلماء إلى فرضية الفجر والعصر قبل ليلة الإسراء، وكثير من آيات القرآن دالة على هاتين الصلاتين وفي الصحيحين أنه عليه السلام صلى بالنخلة حين ذهب عامدا إلى عكاظ واستمع له الجن وجهر بالقراءة واتفق العلماء على أنه عليه السلام كان يصلي الفجر الخ. (العرف الشذي على هامش الترمذي، كتاب الصلوة، باب ماجاء في مواقيت الصلوة ۱/ ۳۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳/ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر ۱/ ۳۶۸۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ماہ کے معمولات

سوال [۳۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ماہ کے کیا معمولات تھے؟ احادیث و سیر کی روشنی میں مطلع فرمائیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ماہ کے

معمولات پورا قرآن کریم، احادیث شریفہ اور سیرت پاک ہی ہے۔

قالت: سألت عائشة! فقلت: أخبريني عن خلق رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقالت: كان خلقه القرآن (مسند أحمد ۱۳۶/۶، رقم: ۲۵۸۱۶،

المعجم الأوسط، دارالفکر ۱/۳۰، رقم: ۷۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتابہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: ۲۲ شوال ۱۴۱۲ھ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱/۳۶۷۱)

۱۰/۲۲/۱۴۱۲ھ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج کئے ہیں؟

سوال [۳۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے پوری زندگی میں کتنے حج کئے ہیں کیونکہ ایک صاحب نے دعویٰ کے ساتھ کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کیا ہے۔

المستفتی: ہارون رشید قاسمی، مندر سور، ایم پی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل ہر سال

حج فرمایا کرتے تھے اور موسم حج ہی اہل مدینہ کو دعوت دینے کا سبب بنا تھا؛ البتہ ہجرت کے بعد صرف ایک حج فرمایا تھا شاید جن صاحب نے ایک حج بتلایا ہے ان کی مراد ہجرت کے بعد کا حج ہو اگر یہی بات ہے تو ان کی بات بھی صحیح ہے۔

قال ابن الأثیر: كان عليه الصلوة والسلام يحج كل سنة قبل أن

يهاجر ويوافقه قول ابن الجوزي حج حججا لا يعلم عددها الخ. (مرقات

كتاب المناسك، الفصل الاول مطبع ملتان ۵/۲۶۳)

حجته بعد الهجرة إلى المدينة واحدة، وأما قبل الهجرة وبعد النبوة

فواحدة أيضا وأما قبل النبوة فالحج ثابتة بدون تعيين العدد الخ. (العرف

الشذي على هامش الترمذي، كتاب المناسك باب ما جاء كم حج النبي ﷺ ۱/۱۷۱)

وقال ابن حزم: حج واعتمر قبل النبوة وبعدها وقبل الهجرة وبعدها حججا وعمرالا يعلمها إلا الله كذا في الخميس قلت: لكنهم لا خلاف بينهم في أنه صلى الله عليه وسلم لم يحج بعد الهجرة إلا مرة واحدة. (الكوكب الدرّي مكتبة يحيى سهارنبور ۱/ ۲۷۲، كتاب المناسك، باب كم حج النبي صلى الله عليه وسلم) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۲۶/۳/۱۴۱۹ھ

کتابتہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
ارذی قعدہ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳/ ۵۶۲۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر مکھی بیٹھتی تھی یا نہیں؟

سوال [۳۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مکھی بیٹھتی تھی یا نہیں؟

المستفتی: محمد یعقوب، غازی آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مکھی بیٹھنے سے متعلق ہمیں کوئی صریح مستند روایت نہیں ملی سکی، البتہ علامہ سیوطی نے قاضی عیاض کی ”شفاء“ کے حوالہ سے الخصائص الکبریٰ میں یہ نقل کیا ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔

ذكر القاضي عياض في الشفاء في مولده أن خصائصه صلى الله عليه وسلم أنه كان لا ينزل عليه الذباب وذكره ابن سبع في الخصائص بلفظ أن لم يقع على ثيابه ذباب قط زاد أن من خصائصه أن القمل لم يكن يؤذيه. (الخصائص الكبرى، باب

من لا ينزل الذباب على ثيابه ۱/ ۶۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی غفرلہ
 ۲۳ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ء
 (الف فتویٰ نمبر ۱۰۴۱/۱۳۰۱۰)
 الجواب صحیح
 احقر محمد سلمان منصور پوری
 ۶/۶/۱۴۳۶ء

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمائی یا چھینک آتی تھی؟

سوال [۲۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمائی آتی تھی یا نہیں؟ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھینک آتی تھی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں حدیث میں کیا صراحت وارد ہوئی ہے، واضح فرمائیے؟
 المستفتی: محمد ناظر، بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمائی نہیں آتی تھی، حضرت یزید بن اصرم کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی جمائی نہیں آتی تھی، مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت یزید بن اصرم کی مرسل روایت مذکور ہے، اور اس کی وجہ یہی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، اور شیطان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی غالب نہیں ہو سکا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انگریزی بھی نہیں آتی تھی، چنانچہ ابن حجر عسقلانی نے ”فتح الباری“ میں حدیث: ۶۲۲۶ کی تشریح کے آخر میں ابن سبع کی شفاء کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انگریزی بھی نہیں آتی تھی، اس لئے کہ انگریزی بھی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، روایات ملاحظہ فرمائیے:

عن یزید بن الأصرم قال: ما ثناء ب رسول الله صلى الله عليه

وسلم في صلاة قط. (المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الصلاة، باب في الثناء ب في

ومن الخصائص النبوية ما أخرجه ابن أبي شيبة و البخاري في "التاريخ" من مرسل يزيد بن الأصم قال: ماتت ب النبي صلى الله عليه وسلم قط، وأخرج الخطابي من طريق مسلمة بن عبد الملك بن مروان قال: ماتت ب نبي قط، ومسلمة أدرك بعض الصحابة وهو صدوق، ويؤيد ذلك ما ثبت أن التثاء ب من الشيطان ووقع في الشفاء لابن سبع: أنه صلى الله عليه وسلم كان لا يتمطى، لأنه من الشيطان. (فتح الباري، كتاب الأدب، باب إذا تشاء ب فليضع يده على فيه،

دارالفكر ۱۰/ ۶۱۳، رقم: ۵۹۸۵، ف: ۶۲۲۶، اشرفيه ديوبند ۱۰/ ۷۴۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھینک آیا کرتی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھینک آتی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے، اور چھینک آنا اللہ کی طرف سے ایک رحمت ہوتی ہے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چھینک آتی تھی، روایات ملاحظہ فرمائیے:

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا عطس غطى وجهه بيده أو ثوبه وغض بها صوته. (ترمذي شريف، كتاب الأدب، باب ما جاء في خفض الصوت وتخميم الوجه عند العطاس، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۳، دارالسلام رقم: ۲۷۴۵)

عن أبي هريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا عطس وضع يده أو ثوبه على فيه وخفض أو غض بها صوته. (ابو داؤد شريف، كتاب الأدب، باب في العطاس، النسخة الهندية ۲/ ۶۸۶، دارالسلام رقم: ۵۰۲۹)

عن أبي هريرة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا عطس غض صوته وخمر وجهه. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب كراهية رفع الصوت الشديد بالعطاس، دارالحديث القاهرة ۲/ ۵۸۸، رقم: ۳۵۷۹،

دارالکتب العلمیۃ ۳/ ۲۰۵، رقم: (۳۶۷۱)

عن ابي هريرة رضى الله عنه، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا عطس أمسك يده أو ثوبه على فيه ثم خفض بها صوته. (السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الصلاة، باب كراهية رفع الصوت الشديد بالعطاس، دارالحديث القاهرة ۲/ ۵۸۹، رقم: ۳۵۸۰، دارالکتب العلمیۃ ۳/ ۲۰۵، رقم: ۳۶۷۲، شعب الایمان للبيهقي، باب فی تسمیت العاطس فصل فی خفض الصوت بالعطاس

۳۱/۷، ۳۲، رقم: ۹۳۵۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
ء۱۲۳۶/۶۲۳

کتبہ: شبیر احمد قاسمی غفرلہ
۲۳/ جمادی الثانیۃ ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۴۱/ ۱۳۰۱۷)

وہ کون لوگ ہیں، جنہیں کبھی احتلام نہیں ہوتا

سوال [۳۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ کون لوگ ہیں جنہیں کبھی احتلام نہیں ہوتا ہے؟ جواب بحوالہ تحریر فرما کر شکر یہ کا موقع عنایت فرمائیں؟
المستفتی: حبیب اللہ، بھگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: احتلام کی دو وجہیں ہوتی ہیں۔

(۱) شیطان کے وسوسے اور اس کے اثرات کے ذریعہ سے ہوتا ہے، اور حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو شیطانی اثرات اور شیطانی وسوسے سے محفوظ رکھا گیا ہے، اس لئے شیطانی اثرات کی وجہ سے حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو احتلام نہیں ہوتا ہے۔

(۲) جسمانی طاقت یا کمزوری کی وجہ سے بغیر شیطانی اثرات کے اور بغیر خواب دیکھے غیر اختیاری طور پر بھی احتلام ہو جاتا ہے، اس دوسری شکل میں حضرات انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام سے بھی اس کا امکان ہے، جس میں شیطانی اثرات کا کوئی دخل نہیں

ہوتا، لہذا حاصل یہ نکلا کہ شیطانی اثرات کے ذریعہ جو احتلام ہوتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو محفوظ رکھا ہے، اس سے متعلق جزئیہ ملاحظہ فرمائیے:

إن الأنبياء عليهم الصلاة والسلام سالمون من الإحتلام لأنه علامة تأتي الشيطان في حال المنام قال ابن حجر: وإنما احتاجت عائشة لقولها من غير حلم مع أن الأنبياء لا يحتلمون لأن هذا النفي ليس على إطلاقه بل المراد أنهم لا يحتلمون برؤية جماع لأن ذلك من تلاعب الشيطان بالنائم وهم معصومون عن ذلك وأما الإحتلام بمعنى نزول المنى في النوم من غير رؤية وقاع فهو غير مستحيل عليهم لأنه ينشأ عن نحو امتلاء البدن فهو من الأمور الخلقية أو العادية التي يستوى فيها الأنبياء وغيرهم . (مرقاۃ المفاتيح، الصوم، تحت الفصل الأول، مكتبة امداديه ملتان ۴/ ۲۶۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی غفرلہ
۲ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۴۱/ ۱۱۹۴۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۲۳/۳۶/۱۴۳۶ھ

سرور کائنات کے دندان مبارک کون سی جنگ میں شہید ہوئے؟

سوال [۳۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آقائے نامدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک جنگ بدر میں شہید ہوئے یا جنگ احد میں شہید ہوئے تھے؟ تحریر فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی؟

المستفتی: عبدالحمید ولد عبد الغفور انصاری، پاکپڑہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک جنگ

احد میں شہید ہوئے ہیں۔

عن انسؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كسرت رباعيته يوم

أحد، وشج في رأسه الحديث. (مسلم شريف، كتاب الجهاد والسير: باب غزوة أحد، النسخة الهندية ۲/ ۱۰۸، بيت الافكار رقم: ۱۷۹۱، سنن ترمذي ابواب تفسير القرآن، باب ومن سورة آل عمران، النسخة الهندية ۲/ ۱۲۹، دارالسلام رقم: ۳۰۰۲، صحيح ابن حبان، باب كتب النبي، ذكر ما أصيب من وجه المصطفى عند اظهاره... دارالفكر ۶/ ۱۴۸، رقم: ۶۵۸۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/۱۱/۱۴۱۲ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۸/۲۹۰۶)

نبی اکرم ﷺ کو زہر دینے والی عورت اور اصحاب کہف سے متعلق سوال

سوال [۳۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ یہودیہ عورت جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے گوشت میں زہر دیا تھا اس کا نام کیا تھا، اور وہ ایمان لائی تھی یا نہیں؟ دوسرے اصحاب کہف کون تھے ان کا نام و نسب کیا تھا؟ اور ان کے کتے کارنگ کیسا تھا اور یہ تابعی تھے یا تابعی تھے ان کا اصل نام لکھ کر غور و فکر سے جواب دیں۔ نوازش و مہربانی ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس یہودی عورت نے غزوہ خیبر کے موقع پر کھانے میں زہر دیا تھا اس کا نام زینب بنت الحارث تھا، وہ سلام بن مشکم کی بیوی تھی اور وہ بعد میں ایمان لے آئی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حق معاف فرمادیا تھا، لیکن جب زہر کی وجہ سے صحابی حضرت براء بن معرور کا انتقال ہو گیا، تو اس کو قتل کر دیا گیا۔

فیہا سم أهدتها له زينب بنت الحارث اليهودية امرأة سلام بن مشكم، قال الزركشي: وروى معمر في جامعه أنها أسلمت. (بخاری شریف

وهذه المرأة اليهودية الفاعلة للسم اسمها زينب بنت الحارث أخت
مرحب اليهودي . (نووی علیہ السلام، کتاب السلام، باب السم علی حاشیة مسلم
ہندی ۲/ ۲۲۲، تحت رقم : ۲۱۹۰)

اصحاب کہف موحد تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر ایمان رکھتے تھے، ان
کے اسماء گرامی یہ ہیں: مکسلمینا، تملیخا، مرطونس، بینونس، سارینونس، ذونواس، کشفیطونوس،
ان کے کتے کے رنگ کے متعلق بہت اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ سفید تھا، دوسرا قول
یہ ہے کہ پیلا تھا، تیسرا قول یہ ہے کہ وہ گندمی رنگ کا تھا، چوتھا قول یہ ہے کہ وہ سفید سرخی مائل
تھا، پانچواں قول یہ ہے کہ وہ آسانی رنگ کا تھا، اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

قال محمد بن اسحق ومحمد بن یسار: وفيهم بقايا علي دين المسيح
متمسكون بعبادة الله وتوحيدہ. (تفسیر خازن ۳/ ۱۸۶، تفسیر معالم التنزیل ۴/ ۱۵۶)
روی عن ابن عباس أنه قال هم مكسلمينا، تمليخا، ومرطونس،
وبينونس، وسارينونس، وذنوناس، وكشفيطونوس. (تفسیر الخازن:
سورة الكهف ۳/ ۱۹۵)

قال ابن عباس كان كلبا أنمر..... وقيل كان أصفر، وقيل كان شديد
الصفرة يضرب إلى حمرة. (تفسیر الخازن، سورة الكهف ۳/ ۱۶۲، حاشیة جلالین
۲/ ۲۴۳، تفسیر مظہری، زکریا قدیم ۶/ ۲۶، جدید ۵/ ۳۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
الجواب صحیح
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
احقر محمد سلمان منصور پوری
۲۶/۱۱/۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۶۳/۴)

حضور ﷺ کے راستہ میں ام جمیل عوراء بنت حرب کا کاشاڈ الننا

سوال [۳۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے اور گھر کا کوڑا کون ڈالا کرتا تھا کسی عورت کے بارے میں سنا تھا کیا یہ بات سچ ہے، اس عورت کا نام کیا تھا؟ مہربانی فرما کر جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: محمد نعمان خان، سنبھلی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے اور کوڑا ابولہب کی بیوی ام جمیل عوراء بنت حرب ڈالا کرتی تھی۔

أخرج ابن جرير عن ابن اسحاق عن رجل من همدان يقال له يزيد أن امرأة أبي لهب كانت تلقي في طريق النبي صلى الله عليه وسلم الشوكة والعصاة لتعقرهم. (تفسير مظہری زکریا جدید ۱۰/۵۳، قدید ۱۰/۳۶۸، روح المعانی زکریا ۱۶/۴۷۲)

أن امرأته أم جميل بنت حرب أخت أبي سفيان قال الضحاک: كانت تنشر السعدان على طريق رسول الله صلى الله عليه وسلم فيطؤه كما يطاء أحدكم الحرير. (عمدة القاری زکریا ۱۳/۵۲۲، دار احیاء التراث العربی ۲۰/۸، تحت رقم الحدیث: ۴۹۷۳، حاشیة بخاری شریف ۲/۷۴۳، تحت تبت ید ۲/۷۳۹، تحت سورة الضحیٰ)

عبد الرحمن بن أبي زياد عن أبيه قال: سمعت ربيعة بن عبّاد الدیلی، وهو يقول: أما ما أسمعكم تقولون: إن قريشا كانت تنال من رسول الله صلى الله عليه وسلم فإني أكثر ما رأيت أن منزله كان بين منزل أبي لهب وعقبة بن أبي معيط، فكان ينقلب رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى بيته فيجد الأرحام، والدماء، والأنجاث قد تصدت على بابه، فينحى ذلك

بسبب قوسہ وبقول: بسئس الجوار هذا يا معشر قريش. (المعجم الاوسط للطبراني، دارالفكر ۶/ ۳۷۵، رقم: ۹۱۲۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 لصفحة المظفر ۱۴۳۵ھ
 (فتویٰ نمبر ۴۰/ ۱۱۴۲۳)

حضرت میمونہؓ کا نکاح حضور ﷺ کے ساتھ کیسے ہوا جبکہ آپ مکہ ہی میں تھی؟

سوال [۳۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح عمرۃ القضاء کے سفر میں ہوا تو ان کا نکاح کس نے پڑھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح لے کر کس کو بھیجا تھا یہ نکاح حد و حریم سے دس کلومیٹر دور اور مسجد حرام سے ۱۶ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہوا ہے۔ حضرت میمونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھیں، بلکہ وہ مکہ ہی میں تھیں، اس وقت تک انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی اور مکہ ہی میں ان کے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا، انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، تو جب وہ مکہ ہی میں تھیں، تو مقام سرف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے ان کا نکاح کیسے ہوا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام نکاح لیکر حضرت میمونہ کے پاس مکہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب کو بھیجا تھا، اور حضرت میمونہ نے اپنے نکاح کا معاملہ اپنی بہن ام الفضل کے سپرد کر دیا تھا، پھر ام الفضل نے اپنے شوہر حضرت عباس کو یہ معاملہ نکاح سپرد کر دیا تھا، اس کے بعد حضرت عباس نے مقام سرف تشریف لے کر حضرت میمونہ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا تھا، جبکہ حضرت میمونہ مکہ ہی میں مقیم تھیں۔

وتزوجها رسول الله في ذي القعدة سنة سبع لما اعتمر عمرة القضاء فيقال: أرسل جعفر بن أبي طالب يخطبها فأذنت للعباس فزوجها منه ويقال إن العباس وصفها له فقال قد تأيمت من أبي دهم فتزوجها. (الإصابة، دارالكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۶۳۹)

تزوجها رسول الله بعد زوجها سنة سبع في عمرة القضاء في ذي القعدة فأرسل رسول الله جعفر بن أبي طالب إليها فخطبها فجعلت أمرها إلى العباس بن عبد المطلب فزوجها من رسول الله وقيل: بل العباس قال: لرسول الله إن ميمونة بنت الحارث قد تأيمت من أبي دهم بن عبد العزى هل لك أن تزوجها؟ فتزوجها رسول الله. (اسدالغابه، دارالفكر ۶/ ۲۷۳)

عن ابن عباس رضي أن رسول الله تزوج ميمونة بنت الحارث في سفره ذلك وهو حرامٌ وكان الذي زوجها إياها العباس بن عبد المطلب، قال ابن هشام: كانت جعلت أمرها إلى أختها أم الفضل فجعلت أم الفضل أمرها إلى زوجها العباس فزوجها رسول الله وأصدقها عنه أربع مئة درهم. (البدایه والنهایه، دارالفکر ۴/ ۷۶، ومثله في الاستيعاب رقم الترجمة ۳۵۳۳ باب النساء وكناهن ۴/ ۶۸) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ رصف المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتاویٰ رجسٹر خاص ۴۰/ ۱۱۳۹۳)

عہد نبوی کے جھنڈے کی کیفیت

سوال [۳۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اسلامی جھنڈے کا نشان کیا تھا، حضور اقدس محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں

اسلامی جھنڈا کس طرح کا تھا، دور حاضر میں مسلمانوں کی مختلف تنظیمیں ہیں ان کے الگ الگ جھنڈے ہیں، ان کا جدا گانہ رنگ کیوں ہے؟ جیسے جمعیتہ علماء ہند، مسلم لیگ، جماعت اسلامی ہند، جماعت اہلحدیث، اس کی وجہ بیان فرمائیں؟ اور کیا اچھا ہوتا سب کا ایک ہی اسلامی جھنڈا ہوتا، مفصل بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: نفیس، بھوجپور، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اسلامی جھنڈے کا رنگ کالے اور سفید دھاریوں سے مرکب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو جھنڈا تھا وہ سفید اور کالی دھاریوں سے مرکب تھا، اور دور حاضر میں جمعیتہ علماء ہند کا جو جھنڈا ہے وہی اسلامی جھنڈے کا رنگ ہے، اس کے علاوہ مختلف تنظیموں کے مختلف جھنڈے یہ نظریاتی اختلاف کی بنیاد پر ہیں، اور وہ اپنی اپنی شناخت بتانے کے لئے مختلف رنگ کے جھنڈے کو پسند کرتے ہیں۔

عن ابن عباس أن رأية رسول الله صلى الله عليه وسلم كانت سوداء ولواءه أبيض . (سنن ابن ماجه، باب الرايات والالوية، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۲، رقم: ۲۸۱۸، سنن ترمذي، باب ماجاء في الرايات، النسخة الهندية ۱/ ۲۹۶، دارالسلام رقم: ۱۶۸۱، المعجم الكبير، داراحياء التراث العربي ۲/ ۲۲، رقم: ۱۱۶۱، سنن كبرى للبيهقي، دارالفكر ۱۰/ ۵۸، رقم: ۱۳۳۳۶، كتاب قسم: والغنيمه الفي باب ماجاء في عقد الالوية والرايات)

عن ابن عباس قال: كانت رأية رسول الله صلى الله عليه وسلم سوداء ولواءه أبيض مكتوب عليه لا إله إلا الله محمد رسول الله. (المعجم الأوسط، دارالفكر ۱/ ۷۸، رقم: ۲۱۹)

كانت سوداء من نمره: وهي من بردة من صوف يلبسها الأعراب فيها تخطيط من سوداء وبيضاء ولذلك سميت نمره تشبيها بالنمره.

(تحفة الأحمدي مطبوعه ملتان ۳/ ۲۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۳۰ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۵/ ۷۰۶۲)

الجواب صحیح
 احقر محمد سلمان منصور پوری
 ۱۳۰/۲۲/۱۴۲۲ھ

گنبد حضرت کی جالی پر لگے نشان کی حقیقت

سوال [۳۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گنبد حضرت پر بالکل اوپر ایک ابھری ہوئی جالی سی نظر آتی ہے، یہ کیسا نشان ہے، کیا اس کے متعلق تاریخ میں کوئی تذکرہ ہے، یا کسی واقعہ کے پس منظر میں اسے بنایا گیا ہے، اس سے متعلق انٹرنیٹ کے ذریعہ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی تو یہ لکھا ہے کہ ”کسی دشمن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانا چاہا تھا، اس نے اوپر سے حملہ کیا تھا، تو اللہ نے اسے جلا دیا تھا، پھر عبرت کے لئے اس کی لاش کو وہیں پر چپکا کر بند کر دیا گیا اسی وجہ سے وہ حصہ گنبد پر ابھرا ہوا نظر آتا ہے“ اسلامی تاریخ میں کیا ایسا کوئی واقعہ پیش آیا ہے، صحیح کیا ہے، امید کہ جواب سے نوازیں گے؟

المستفتی: حافظ اکرام، پکا باغ، بیتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: گنبد حضرت کی جالی ہے، اس کے بارے میں اسلامی تاریخ میں کسی قسم کا ذکر نہیں ہے، اس کو ہم گنبد حضرت کا روشن دان سمجھتے ہیں اور انٹرنیٹ کے ذریعہ سے جو واقعہ سوال نامہ میں پیش کیا گیا ہے، وہ بے ثبوت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
 احقر محمد سلمان منصور پوری
 ۱۱۴/۲۶/۱۴۲۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۲۱/ ۱۱۹۸)

کتنے غزوات میں اقدام کی نوبت آئی؟

سوال [۳۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کد زمانہ رسالت میں جو غزوات و جنگیں ہوئی ہیں ان میں کون کون سی جنگ میں پہل اور اقدام کی نوبت آئی اور کتنی میں نہیں، احادیث کی روشنی میں جواب دیں؟

المستفتی: محمد رضوان بڑھاپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دور رسالت میں اقدامی و جارحانہ اور مدافعانہ دونوں طرح کی جنگیں ہوئی ہیں، ذیل میں صرف مشہور اور بڑے غزوات کی نشاندہی کی جا رہی ہے، اقدامی اور جارحانہ جنگ میں غزوہ فتح مکہ، غزوہ خیبر، غزوہ تبوک، غزوہ طائف، غزوہ بنی نضیر، غزوہ بنی قریظہ، غزوہ بنی قینقاع، غزوہ بنی مصطلق، غزوہ موتہ، ہیں اور دفاعی جنگ میں غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ خندق، غزوہ حنین ہیں تفصیل کیلئے البدایہ والنہایہ، زرقانی، صحیح السیر وغیرہ کا مطالعہ کیجئے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری

۹ رجب ۱۴۲۱ھ

۱۴۲۱/۷/۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۲۴/۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے صاحبزادے تھے

سوال [۳۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے صاحبزادے تھے، چار نام سننے میں آتے ہیں، (۱) طیب (۲) طاہر (۳) قاسم (۴) عبداللہ یہ چاروں صاحبزادے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئے اور انہی کے متعلق سوال ہے، نہ کہ حضرت ابراہیم کے بارے میں جو ماریہ قبٹیہؓ کے لطن سے پیدا ہوئے، یہ چار الگ الگ صاحبزادے ہیں، یا کسی کا نام ڈبل ہے،

اس کو واضح کر کے بیان فرمادیں، نوازش ہوگی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے جو خدمتِ الکریمی رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں، ان کی تعداد کے سلسلے میں اختلاف ہے، چنانچہ اسد الغابہ ۱/۸۱ میں ابو الاسود محمد بن عبدالرحمن کے طریق سے منقول ہے کہ حضرت خدمتِ الکریمی کے بطن سے چار صاحب زادے پیدا ہوئے۔ (۱) حضرت قاسم (۲) حضرت طاہر (۳) حضرت طیب (۴) حضرت عبداللہ اور اسد الغابہ ۱/۸۱ ہی میں حضرت کلبی کی روایت میں منقول ہے کہ حضرت خدمتِ الکریمی کے بطن سے صرف دو صاحب زادے کی ولادت ہوئی، (۱) حضرت قاسم (۲) حضرت عبداللہ اور عبداللہ ہی کو طیب اور طاہر کہا جاتا ہے، دین اسلام آنے کے بعد پیدا ہونے کی وجہ سے، اور حضرت کلبی نے اسی روایت کی تصحیح بھی فرمائی ہے، اور چار صاحب زادے والی روایت کے بارے میں تخلیط کا دعویٰ کیا ہے، اور یہی البدایہ والنہایہ میں بھی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: ولدت خديجة لرسول الله صلى الله عليه وسلم غلامين وأربع نسوة القاسم وعبدالله، فاطمة وأم كلثوم وزينب ورقية، وقال الزبير بن بكار عبد الله هو الطيب وهو الطاهر سمي بذلك لأنه ولد بعد النبوة فما تو قبل البعثة، وفي هامشه في أولاد الرسول صلى الله عليه وسلم من خديجة خلاف فذكر بعضهم ثلاثة بنين، القاسم والطاهر، والطيب وقال آخرون ما نعلمها ولدت غلاماً إلا القاسم والأرجح أن الطاهر والطيب لقبان لعبد الله وقال: ابن سعد إن عبد الله ولد في الإسلام فسمى الطيب والطاهر. (البدایہ والنہایہ، دار إحياء التراث العربي ۲/۲۳۶،

قال الكلبي: عبد الله وكان يقال له: الطيب والطاهر قال وهذا هو الصحيح وغيره تخطيط . (أسد الغابه، دارالفکر ۶/ ۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

حضرت آدم علیہ السلام نے کس درخت کا دانہ کھایا تھا؟

سوال [۳۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کس درخت کا دانہ نوش فرمایا تھا، جس سے اللہ تعالیٰ نے ناراض ہو کر جنت سے نکال دیا تھا، جبکہ قرآن کریم میں صرف شجر ممنوعہ لکھا ہے؟

المستفتی: شیخ احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت آدم علیہ السلام نے جس درخت کا دانہ نوش فرمایا تھا اس کی کوئی تعیین نہ قرآن کریم نے کی ہے اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت ہے، مفسرین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں کسی نے گندم، کسی نے انگور اور کسی نے انجیر وغیرہ وغیرہ کہا ہے اس لئے اس کے بارے میں کوئی قطعی بات کہنا بہت دشوار ہے۔ (مستفاد معارف القرآن، اثر فی بکد پو/ ۱۳۳)

ووقع خلاف فی هذه الشجرة فقیل الحنطة وقیل النخلة وقیل شجرة الكافور... قیل التین الخ. (روح المعانی زکریا ۱/ ۳۷۳)

والشجرة هی الحنطة، أو الكرمة، أو التينة، أو شجرة من أكل منها أحدث، والأولى أن لا تعین من غیر قاطع كما لم تعین فی الآیة لعدم توقف ما هو المقصود علیه. (تفسیر البیضاوی ۱/ ۷۲ تحت تفسیر الآیة/ ۳۵، ولا تقریبا هذه الشجرة)

واختلف أهل العلم فی تعیین هذه الشجرة فقیل: هی الكرمة، وقیل: هی السنبله، قاله ابن عباس: وله عنه طرق صحیحة وقیل التین، وقیل

الحنطة، وقيل اللوز، وقيل النخلة، وقيل هي شجرة القلم، وقيل الكافور، وقيل الأترج وقيل هي شبه البر وتسمى الدعة وهذا مروى عن جماعة من الصحابة فمن بعدهم وقيل ليس في ظاهر الكلام ما يدل على التبيين إذ لا حاجة إليه لأنه ليس المقصود تعرف عين تلك الشجرة وما لا يكون مقصوداً لا يجب بيانه (فتح البيان ۱/ ۳۵ تحت تفسير الآية ۳۵/ ولا تقربا هذه الشجرة البقره) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۵/۱۱/۱۴۱۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/زیلعده ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱/ ۳۷۰۶)

حضرت آدم کی توبہ کہاں اور کتنی مدت کے بعد قبول ہوئی؟

سوال [۳۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ آسمان پر قبول ہوئی یا زمین پر آنے کے بعد، اور کتنی مدت تک گریہ و زاری کرنے کے بعد توبہ قبول ہوئی؟ تفصیل سے جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد علی ڈھکیہ جمعہ، کنڈرکی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تاریخ الامم والملوک کے اندر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ زمین پر قبول ہوئی اور دو سو سال گریہ و زاری کرنے کے بعد قبول ہوئی ہے۔

عن ابن عباسؓ قال: نزل آدم معه حين أهبط من الجنة الحجر الأسود (إلى قوله) وبكى آدم وحواء على ما فاتهما يعني من نعيم الجنة مأتى سنة ولم يأكلا ولم يشربا أربعين يوماً ثم أكلا وشربا وهما يومئذ على بوز الجبل الذى أهبط عليه آدم ولم يقرب حواء مائة سنة الخ. (تاريخ الأمم والملوك للطبري ۱/ ۶۶)

وقلنا اهبطوا أى أنزلوا إلى الأرض یعنی آدم وحواء وإبليس والحية

فہبط آدم بسرندیپ من أرض الهند - إلى - فتلقى آدم من ربه كلمات أي كانت سبب توبته . (تفسیر الخازن ۱/ ۳۹ تحت الآیۃ البقرہ ۳۶-۳۸)
 وقال الأوزاعي: عن حسان هو بن عطية مكث آدم في الجنة مائة عام وفي رواية ستين عاما وبكى على الجنة سبعين عاما وعلى خطيئته سبعين عاما وعلى ولده حين قتل أربعين عاماً رواه ابن عساكر (البدايه والنهايه دارالفكر ۱/ ۸۰)

عن ابن عباس أن آدم عليه السلام طلب التوبة مأتى سنة حتى آتاه الله الكلمات (الدر المنثور ۱/ ۱۸۸، دارالكتب العلمية) فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۷/ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴۰/۱۰۵۵)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے موقع پر مذبح دہنے کے گوشت کو کیا کیا گیا تھا؟

سوال [۳۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے جس ذبحہ کو قربان کیا تھا، اس کے گوشت کو کیا کیا گیا تھا؟
 باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس ذبحہ کی قربانی کی تھی اس کے گوشت کو درندوں پرندوں نے کھا لیا تھا؛ اس لئے کہ وہ جانور جنت سے آیا ہوا تھا، اور جنت کی چیزوں پر آگ اثر نہیں کر سکتی وہ ہانڈی میں پک نہیں سکتی اور انسان بغیر پکے کھا نہیں سکتا؛ اس لئے اسے یونہی چھوڑ دیا گیا تھا۔

ومن المعلوم المقرر أن كل ما هو من الجنة لا تؤثر فيه النار فلم يطبخ

لحم الكبش بل أكلته السباع والطيور. (جمل شرح تفسیر جلالین شریف ۶/ ۳۴۹، تفسیر فتح البیان تحت الآیة وفدیناه بذبح عظیم ۷/ ۷۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری

۲۵ رجب الاول ۱۴۲۱ھ

۱۴۲۱/۳/۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۵۷/۵)

حضرت ابراہیمؑ کے دنبہ کی قربانی کا گوشت کیا ہوا؟

سوال [۳۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دنبہ قربان کیا تھا اس کا گوشت کیا ہوا تھا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تفسیر فتح البیان کے اندر نقل کیا گیا ہے کہ اس کا

گوشت درندے اور پرندے کھا گئے تھے، اسے آگ سے جلایا نہیں گیا تھا کیونکہ جنت کی اشیاء پر آگ اثر نہیں کرتی، اور شریعت اسلامی سے قبل قربانی کا گوشت جلا دیا جاتا تھا لیکن مذکورہ قربانی کا گوشت جلایا نہیں گیا ہے۔

وقال ابن عباس: والذي نفسي بيده لقد كان أول الإسلام وإن

رأس الكبش معلق بقرنيه في ميزاب الكعبة وقد يبس انتهي ومن المعلوم

المقرر أن كل ما هو من الجنة لا تؤثر فيه النار فلم يطبخ لحم الكبش بل

أكلته السباع والطيور. (تفسیر فتح البیان تحت الآیة، وفدیناه بذبح عظیم ۷/ ۷۴)

ومن المعلوم المقرر أن كل ما هو من الجنة لا تؤثر فيه النار فلم

يطبخ لحم الكبش بل أكلته السباع والطيور. (جمل شرح جلالین

۶/ ۳۴۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ جمادی الاول ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۷۸۹/۲۵)

حضرت ایوب علیہ السلام کا مرض کیا تھا؟

سوال [۳۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) حضرت ایوب علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے کیا یہ صحیح ہے؟

(۲) اگر کیڑے پڑ گئے تھے تو پورے جسم میں پڑے تھے یا جسم کے بعض اعضاء میں؟

(۳) اگر کیڑے تھے تو ان کیڑوں کا طول و عرض یعنی ان حجم کیا تھا؟

المستفتی: بندہ محبوب عالم رامپوری

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

جسد مبارک میں کیڑے پڑنے کی روایات معتبر نہیں ہیں، جن روایات و آثار سے کیڑے

پڑنے اور جسم اطہر میں پھوڑے پھنسی وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے، ان پر محققین نے رد کیا ہے:

کیونکہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشری بیماری لاحق ہونا تو ثابت ہے؛ لیکن ایسی بیماری کا

لاحق ہونا جس سے انسانی طبع نفرت کرتی ہو، نصوص شرعیہ کے خلاف ہے؛ بلکہ صحیح

روایات اور آیت قرآنی سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ایوب علیہ

الصلوٰۃ والسلام کو ایک شدید قسم کا مرض لاحق ہوا تھا۔ (۳، ۲) جب کیڑے کی روایات ہی

معتبر نہیں تو پورے بدن میں کیڑے پڑنے اور کیڑوں کی لمبائی چوڑائی اور حجم کا کوئی

سوال پیدا نہیں ہوتا ہے۔ (مستفاد معارف القرآن، ۵۲۲)

قال الطبرسی: قال أهل التحقيق أنه لا يجوز أن يكون بصفة

يستقذره الناس عليها لأن في ذلك تنفيراً إلى - ولعلك تختار القول

بحفظهم بما تعافه النفوس ويؤدي إلى الاستقذار والنفرة مطلقاً وحينئذ فلا

بدمن القول بأن ما ابتلى به أيوب عليه الصلوة والسلام لم يصل إلى حد

الاستقذار والنفرة كما يشعر به ماروى عن قتادة ونقله القصاص فى كتبهم، وذكر بعضهم أن داءه كان الجدرى ولا أعتقد صحة ذلك والله أعلم. (تفسير روح المعاني تحت الآية انى مسني الشيطان بنصب وعذاب ار كض برجلك سورة ص ۴۲، ۴۳، زكريا ۱۳/ ۳۰۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۸۴۲/۲۶)

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم کا نام

سوال [۳۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو لفظ ہود کے نام سے پکارا گیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کو نصاریٰ کے نام سے پکارا گیا ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو لفظ امت محمدیہ کے نام سے پکارا گیا ہے، تو حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم کو کس نام سے پکارا گیا ہے؟
المستفتی: محمد عبدالملک، ٹانڈہ رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم کو بنی اسرائیل کہتے ہیں؛ اس لئے کہ داؤد علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، ان کی طرف منسوب کر کے بنی اسرائیل کہتے ہیں، الگ سے کوئی لقب ان کی امت کو نہیں دیا گیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے زمانہ کوچہ چار جزء پر تقسیم کر دیا تھا، ایک دن وہ عورتوں میں گزار دیتے، ایک دن خالص اللہ کی عبادت میں گزار دیتے، ایک دن بنی اسرائیل کے فیصلے وغیرہ کرنے میں گزار دیتے، اور ایک دن بنی اسرائیل میں پند و نصائح کرتے تھے۔

عن الحسن داؤد جزأ الدهر أربعة أجزاء: يوماً لئسائه و يوماً لعبادته

ویوماً لُقضاء بنی اسرائیل، ویوماً لبنی اسرائیل یذاکرهم ویذاکرونہ ویبکیہم ویبکونہ. (تاریخ طبری ۱/ ۲۸۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۲/۲۷ھ

شیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۱/۲/۲۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۶۵۰۷/۳)

عزیز مصر کی بیوی زلیخا کے نام سے کیسے مشہور ہو گئی؟

سوال [۳۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قرآن

شریف میں سورہ یوسف میں عزیز کی بیوی لکھا ہے، زلیخا نام کیسے مشہور ہو گیا؟

المستفتی: شیخ احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عزیز مصر کی بیوی کا نام مفسرین نے زلیخا لکھا ہے؛ اسلئے زلیخا نام سے مشہور ہو گئی اور بعض محدثین و مفسرین نے کہا ہے، ان کا نام زلیخا بنت تملیخا ہے، اور بعض نے کہا کہ راعیل بنت رعابیل نام ہے اور زلیخا ان کا لقب ہے، اور بعض نے کہا کہ زلیخا نام ہے اور راعیل لقب ہے۔

(لامرأة) راعیل بنت رعابیل وهو المروى عن مجاهد وقال السدي:

زليخا بنت تملیخا، وقيل: اسمها راعیل ولقبها زليخا، وقيل: بالعكس الخ

(تفسیر روح المعانی زکریا ۷/ ۳۱۱ تحت تفسیر سورہ یوسف الآية / ۲۱)

وقالوا اسم تلك المرأة زليخا وقيل راعیل (تفسیر الرازی تحت سورة

یوسف الآية: ۲۱ جلد ۱۸/ ۴۳۵)

وقال ابن إسحاق إطفیر بن رويحب اشتراه لامرأته راعیل

ذکره الماوردی: وقيل كان اسمها زليخا. (تفسیر قرطبی تحت سورة

سویف، رقم الآیہ ۲۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۵۸/۹

وقال الذی اشتراه من مصر یعنی قطفیر لامرأته اسمها راعیل وقیل

زلیخا (تفسیر مظہری تحت سورۃ یوسف رقم الآیہ ۲۱، زکریا قدیم ۱۵۱/۵،

جدیدہ ۲۰/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ العلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶/زیقعدہ ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱/۳۷۵)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۶/۱۱/۱۴۱۴ھ

حضرت آمنہؓ، حضرت مریمؑ و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حیض و نفاس آتا تھا یا نہیں؟

سوال [۳۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

حضرت آمنہ، حضرت مریم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن کو حیض یا نفاس آتا تھا یا نہیں، مہربانی فرما کر دلیل کے ساتھ جواب سے نوازیں، بہت بہت مہربانی ہوگی۔

المستفتی: اسرائیل، مرشد آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت آمنہ کے بارے میں احقر کو معلوم نہیں

حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں کتب تفسیر میں دو قول ملتے ہیں،

(۱) استقر ارحم سے قبل دو مرتبہ حیض آیا تھا۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے ان کو حیض وغیرہ سے پاک صاف رکھا تھا۔

وقد كان حاضت حیضتین قبل أن تحمل (قولہ) قیل إنها علیہا

السلام لم تكن تحيض أصلاً بل كانت مطهرة من الحيض الخ. (روح

المعانی، زکریا ۱۶/۷۹)

صحیح اور راجح قول یہی ہے کہ حیض آیا کرتا تھا۔

فإذا حاضت تحولت إلى بيت خالتها حتى إذا طهرت عادت إلى المسجد فبينما هي تغتسل من الحيض قد تجرت إذ عرض لها جبرائيل في صورة شاب أمر د وضيئي الوجه الخ. (تفسیر خازن ۳/ ۲۱۷)

وكان لا يدخل عليها إلا زكريا حتى كبرت ، فكانت إذا حاضت أخرجها إلى منزله فتكون عند خالتها، وكانت خالتها امرأة زكريا في قول الكلبي ، قال مقاتل : كانت أختها امرأة زكريا ، وكانت إذا طهرت من حیضتها واغتسلت ردها إلى المحراب . وقال بعضهم : كانت لا تحيض وكانت مطهرة من الحيض . (روح المعانی تحت تفسیر كلما دخل عليها زكريا المحراب، البقره زكريا ۴/ ۷۱)

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کسی معتبر و مستند کتاب میں نظر نہیں آیا؛ البتہ فضائل حسنین میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حیض و نفاس سے پاک و صاف تھیں۔
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا را حیض و نفاس بنود بنا بر آں مرضیہ رازہرہ گویند الخ۔
(فضائل حسنین ص: ۱۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴/ ۷۹۸)

حضرت ہاجرہ و سارہ علیہما السلام کے والدین کا نام

سوال [۳۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت

ہاجرہ علیہا السلام کی والدہ ماجدہ کا کیا نام تھا؟ اور والد ماجد کا کیا نام تھا؟ - اور حضرت سارہ علیہا السلام کی والدہ ماجدہ اور والد ماجد کا کیا نام تھا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: احقر کے پاس جو کتابیں موجود ہیں ان میں سے آپ کے مطالبہ شدہ تمام اسماء نہیں مل سکے جو کچھ دستیاب ہوئے وہ خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں، حضرت ہاجرہؓ شہزادی تھیں اس زمانے میں مصر کے بادشاہ جن کا اصلی نام زقیون اور شاہی نام طیطوس تھا، ان کی صاحب زادی تھیں۔ (رحمۃ للعالمین ۲۱/۱، بقصص القرآن ۲۱۲/۱)

حضرت ہاجرہؓ کی والدہ ماجدہ کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت لوطؑ کی بہن تھیں ان کے والد ماجد کا نام ہاران بن

تارخ تھا۔ (مستفاد: تفسیر روح المعانی ۸/۱۶۸)

ان کی والدہ ماجدہ کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

وآمنت به سارة وهی ابنة عمه وهی سارة بنت هاران الأكبر عم

إبراهيم. (تاریخ طبری ۱/۱۸۴)

أمن لوط بإبراهيم وكان ابن أخته وآمنت به سارة وكانت بنت عمه،

وقال إني مهاجر إلى ربي... قال قنادة: هاجر من كوتاهی قریبة

من سواد الكوفة إلى حران ثم إلى الشام ومعه ابن أخیه لوط بن هاران بن

تارخ وامراته سارة. (تفسیر قرطبی ۳/۳۳۹ تحت تفسیر سورة العنكبوت آیت

۲۶-۳۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۰۳/۲)

حضور نے کن کن صحابہ کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی؟

سوال [۲۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں بغیر نماز جنازہ کے کن کن صحابہ کرام کو دفن کیا ہے

؟ جواب سے نوازیں عنایت ہوگی۔

المستفتی: محمد صاحب خان، دھره دون

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: احقر کو معلوم نہیں؛ ہاں البتہ حدیث شریف میں اتنی بات وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے قرضدار کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے جس کے قرض کی ادائیگی کے لئے متروکہ مال نہیں ہوتا تھا، باقی بلاوجہ کسی کی نماز جنازہ کا بقصد نہ پڑھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

عبد اللہ بن اُبی قتادہ یحدث عن اُبیہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أتى برجل من الأنصار لیصلی علیہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: صلوا علی صاحبکم فإن علیہ دیناً قال أبو قتادة: هو علی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: بالوفاء قال: بالوفاء فصلی علیہ (سنن نسائی، النسخة الهندیة ۲/ ۲۷۸، رقم: ۱۹۶۲، کتاب الجنائز، باب الصلوة علی من علیہ دین) فقط سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عملاً اللہ عنہ

۲۲/ رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۹۳/۱۰)

(۲): باب ما يتعلق بالصحابه و غيرهم حضرات شیخین کی قبریں روضہ اقدس میں کس رخ پر ہیں؟

سوال [۴۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قبریں روضہ اقدس میں کس رخ میں بنی ہیں، مدینہ منورہ میں قبلہ دکھن کی طرف ہے تو قبریں پورب کچھم رخ پر ہوتی ہیں، یادکھن اتر سمت میں اگر کوئی نقشہ وغیرہ کتابوں میں ہو تو حوالہ تحریر فرمادیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: حافظ محمد اکرم، پکا باغ، سیتاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین (حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ) کی قبریں روضہ اطہر میں گنبد حضری کے اندر موجود ہیں، اور رخ اس طرح ہے کہ سر مبارک مغرب کی جانب اور قد میں شریفین مشرق کی جانب ہیں، اور چہرہ مبارک جانب جنوب قبلہ کی طرف ہے، اور گنبد حضری کی دیوار اور جالی کے درمیان میں جو فاصلہ ہے، اس فاصلہ کے فرش پر گول دائرہ کے ساتھ نشان بنا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے محاذ پر سب سے پہلا نشان ہے، پھر ایک ذراع مشرق کی طرف ہٹ کر دوسرا نشان ہے، وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کی سیدھ میں ہے، پھر تقریباً ایک ذراع مشرق کی جانب ہٹ کر کے تیسرا نشان ہے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک کی سیدھ پر ہے، جو حجاج کرام جاتے ہیں، وہ جالی کے پاس سے ان نشانات کا معائنہ کر سکتے ہیں، ہم نے ان تینوں گول دائروں کے نشانات کو خوب اچھی طرح دیکھا

ہے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۹۸۳/۴۱)

الجواب صحیح

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۶/۴/۱۱ھ

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کا سبب اور آپ کی نماز جنازہ پڑھانے والے صحابی رسول

سوال [۴۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کیسے ہوئی اور آپ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

المستفتی: انعام الحق، سیتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خلیفۃ المسلمین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

کی وفات کا اصل سبب تو یہ تھا کہ آپؓ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اس قدر صدمہ تھا کہ آپؓ اندر ہی اندر گھٹتے رہے اور برابر لاغر کمزور ہوتے گئے یہی اندورنی کڑھن اور تکلیف آپؓ کی وفات کا سبب بنا اور ظاہری طور پر یہ سبب بنا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۷ جمادی الاخریٰ بروز پیر کو غسل کیا اور اس دن سردی بہت تھی چنانچہ پندرہ دن آپؓ کو بخار رہا اور اسی مرض میں منگل کی رات ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ میں آپؓ کی وفات ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

توفي عشي يوم الإثنين وقيل يوم الثلاثاء - لثمان بقين من جمادی

الآخرة و صلى عليه عمر بن الخطاب. (اسد الغابہ، دارالفکر ۳/۲۶۹)

وقال زياد بن حنظلة: كان سبب موت أبي بكر الكمد على رسول

الله ومثله: قال عبد الله بن عمر (اسد الغابہ، دارالفکر ۳/۲۳۱)

عن عائشة قالت : كان أول مرض أبي بكر رضي الله عنه أنه اغتسل يوم الإثنين لسبع خلون من جمادى الآخرة - وكان يوماً بارداً فحَمَّ خمسة عشر يوماً لا يخرج إلى صلوة وكان يأمر عمر يصلي بالناس - وتوفي مساء ليلة الثلاثاء لثمان ليال بقين من جمادى الآخرة سنة ثلاث عشرة (اسد الغابه، دارالفكر ۳/ ۲۳۰، تاريخ الطبرى ۲/ ۴۸۳-۳۹۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱/۲۳۵ھ

(فتویٰ رجسٹر خاص ۴۰/ ۱۱۳۲۵)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارنے والا کون شخص تھا؟

سوال [۴۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارنے والا کون شخص تھا، وہ مسلمان تھا یا کافر؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارنے والا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ایک مجوسی کافر غلام تھا، جس کا نام ابولؤلؤ فیروز تھا۔

ضربه أبو لؤلؤة فيروز المجوسى ، وهو قائم يصلي في المحراب صلاة الصبح من يوم الأربعاء ، لأربع بقين من ذى الحجة من هذه السنة بخنجر ذات طرفين . (البدايه والنهايه بيروت تحت أحوال

”عمر بن الخطاب“ دارالفكر ۷/ ۱۳۷)

ووجأه أبو لؤلؤة في كتفه في خاصرته . (أسد الغابه أحوال عمر بن

الخطاب، دارالفكر ۳/ ۶۷۵ رقم ۳۸۲۴)

قتل عمر رضی اللہ عنہ سنة ثلاث وعشرين من ذى الحجة طعنه أبو

لؤلؤة فيروز غلام المغيرة بن شعبة. (الاستيعاب تحت ترجمة عمر بن الخطاب

رقم الترجمة ۱۸۹۹ دارالكتب العلمية بيروت ۳/ ۴۰/ ۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

(فتویٰ رجسٹر خاص ۴۰/ ۱۱۴۲۷)

حضرت عمرؓ کو کس نے شہید کیا؟

سوال [۴۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ کو کس نے قتل کیا ہے؟ اور وہ کس خاندان کا ہے؟

المستفتی: اکرام الدین، سیتا مڑھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا

ابولؤلؤ تھا، جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔

هو أبو لؤلؤة غلام المغيرة بن شعبة الخ. (البدایہ والنہایہ، تحت ترجمة عمر بن

الخطاب، دارالفکر بیروت ۷/ ۱۳۷)

ووجاه أبو لؤلؤة في كتفه في خاصرته. (اسدالغابة، تحت ترجمة عمر بن

الخطاب دارالفکر ۳/ ۶۷۵ رقم الترجمة ۳۸۲۴)

قال أبو عمر: قتل عمر رضي الله عنه سنة ثلاث وعشرين من ذي

الحجة، طعنه أبو لؤلؤة فيروز غلام المغيرة بن شعبة لثلاث بقين من ذي

الحجة. (الاستيعاب، تحت ترجمة عمر بن الخطاب رقم الترجمة ۱۸۹۹، دارالكتب

العلمية بيروت ۳/ ۴۰/ ۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳/ ۱۰/ ۱۴۱۷ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۴/ ۵۰۰۵)

حضرت عاتکہؓ سے حضرت عمرؓ نے کب نکاح کیا؟

سوال [۲۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ جس فجر کی نماز پڑھانے کے دوران پیش آیا تھا اس نماز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا شریک تھیں یا نہیں؟ نیز حضرت عاتکہؓ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کب شادی کی اور شادی مدینہ میں کی یا مکہ میں، اور حضرت عاتکہؓ کے کطن سے کتنی اولادیں تھیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت ان

کی بیوی حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں، حضرت عمرؓ کا نکاح حضرت عاتکہؓ سے مدینہ میں سن ۱۲ھ میں ہوا اور ان کے کطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جن کا نام عیاض تھا۔

تزوج عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل و كانت قبله عند عبد الله بن مليكة ولما قتل عمر تزوجها بعده الزبير بن العوام ويقال هي أم ابنه عياض (تاریخ الطبری بیروت ۲/ ۵۶۳، البدایہ والنہایہ، دارالفکر ۷/ ۱۰۱)

فتزوجها عمر بن الخطاب سنة اثنتي عشرة، فأولم عليها، فدعا جمعاً فيهم علي بن أبي طالب، فقال: يا أمير المؤمنين! دعني أكلم عاتكة قال: إفعل (اسعد الغابه، دارالفکر ۶/ ۱۸۴)

ثم تزوجها عمرو و ذكر أبو عمر في التمهيد أن عمر لما خطبها شرطت عليه ألا يضربها ولا يمنعها من الحق ولا من الصلاة في المسجد النبوي. (الإصابة دارالكتب العلمية بيروت ۴/ ۲۵۷۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۵ھ/۱۱۶

(فتویٰ رجسٹر خاص ۴۰/۱۱۴۳۳)

کیا حضرت عمر نے بیوی کو مسجد سے روکنے کے لئے رات میں دوپٹہ کھینچا تھا؟

سوال: [۴۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم نے ۱۹۸۶ء میں ترمذی پڑھاتے وقت حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ ارشاد فرمایا تھا، کہ انہوں نے اپنی بیوی کو مسجد جانے سے روکنے کیلئے رات کے وقت چھپ کر دوپٹہ کھینچ لیا تھا، الخ ہمارے پاس ترمذی کی کاپی ہے، اس میں یہ واقعہ ہے، لیکن کسی کتاب میں یہ واقعہ نہیں مل رہا ہے، جبکہ سیر کی بعض کتب میں یہ واقعہ حضرت زبیرؓ کا مل رہا ہے، اگر آں محترم کے علم میں حضرت پالن پوری کے بیان کردہ واقعہ کا تذکرہ کسی کتاب میں ہو تو واضح فرمادیں؟

المستفتی: عبدالرشید، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسا واقعہ جس میں انہوں نے حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کر کے مذکورہ بات بیان کی ہو، احقر کے علم میں نہیں ہے، اس لئے بہتر ہے کہ اس معاملہ میں حضرت ہی سے رجوع کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۳۴/۷/۵/۱۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰/۱۱۰۹۹)

حضرت عثمانؓ کے قتل کا سبب کیا بنا؟

سوال: [۴۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ کیسے اور کیوں پیش آیا؟

المستفتی: محمد قاسم، بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی نرم دل انسان تھے اور لوگوں کے ساتھ احسان کر کے خوش کرنے کے عادی تھے، اس نرمی کی وجہ سے آپ کے دور خلافت میں اکثر شہروں کے امیر آپ کے رشتے دار ہو گئے، اور اگر کوئی امیر کی شکایت کرتا تو حضرت اس کو معزول بھی کر دیتے تھے، چنانچہ مصر والوں نے اپنے امیر عبداللہ بن سعد بن سرح کی حضرت سے شکایت کی، تو حضرت نے عبداللہ بن سعد کو معزول کر کے محمد بن ابی بکر کو والی مصر مقرر فرما دیا، لیکن مصری قافلہ محمد بن ابی بکر کے ساتھ مصر واپس جا رہا تھا، راستے میں ان کو ایک قاصد ملا جو امیر المؤمنین کی طرف سے خط لے کر مصر جا رہا تھا، اس خط میں عبداللہ بن سعد کی برقراری اور شکایت کرنے والوں کے خلاف کاروائی کی بات تحریر تھی، اس متضاد پیغام کو دیکھ کر یہ قافلہ مدینہ واپس آ گیا، اور حضرت عثمانؓ سے اس تحریر اور وعدہ خلافی کے متعلق دریافت کیا، تو حضرت عثمانؓ نے قسم کھا کر کہا کہ نہ تو میں نے یہ تحریر لکھی ہے اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے، جس پر ان لوگوں نے کہا کہ اس تحریر پر آپ کی مہر ہے معلوم ہوا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں یا آپ کے کاتب نے خیانت کی ہے، اور دونوں صورتوں میں آپ خلافت کے اہل نہیں، اس لئے آپ خلافت سے دست بردار ہو جائیے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق دست برداری سے انکار کر دیا، جس بنا پر ان لوگوں نے مزید کچھ اور لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر امیر المؤمنین کے خلاف احتجاج شروع کر دیا، اور ان کا زور اس قدر زیادہ ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ کو ان کے مکان میں محصور کر دیا گیا اور جب محاصرہ کو تقریباً دو مہینے گزر گئے تو ایک دن یہ باغی مکان کا دروازہ جلا کر مکان میں گھس آئے، حضرت عثمانؓ تلاوت میں مشغول تھے اور یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے ”إن الناس قد جمعوا لكم الخ“ (آل عمران - ۱۷۳) (مکہ

والے آدمیوں نے جمع کیا ہے سامان تمہارے مقابلے کے لئے سو تم ان سے ڈرو تو اور زیادہ ہو ان کا ایمان اور وہ بولے کہ کافی ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کار ساز ہے) ان لوگوں نے مکان میں داخل ہوتے ہی حضرت عثمانؓ پر شدت کے ساتھ حملہ کر دیا آپ کے لہو کا پہلا قطرہ قرآن کریم کی اس آیت پر پڑا ”فسی کفیکہم اللہ وهو السميع العليم“ (البقرۃ ۱۳۷) انہی میں سے ایک ملعون نے تلوار پیٹ میں اتار دی اور آپ سرخ رو ہو کر بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاه۔

وکان سبب قتله أن أمراء الأمصار كانوا من أقاربه وکان من حج منهم يشكو من أميره، وکان عثمان لئن العريكة كثير الإحسان والحلم فكان يستبدل ببعض أمرائه فيرضيهم، ثم يعيده بعد إلى أن رحل أهل مصر يشكون من ابن أبي سرح وكتب له كتاباً بتولية محمد بن أبي بكر الصديق فرضوا بذلك الخ (الإصابة، دارالكتب العلمية ۲/ ۱۲۳۹، البدايه والنهائيه، دارالفكر ۱۳۴/۷، اسد الغابہ، دارالفكر ۳/ ۴۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

فتویٰ رجسٹر خاص ۴۰/۱۱۴۳۵

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قاتل کون؟

سوال [۴۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا کون شخص تھا، اس کا نام کیا تھا، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

المستفتی: محمد وسیم، راجپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا ’سودان بن حمران‘ نامی شخص تھا، اور آپ کی نماز جنازہ پڑھانے کے بارے میں مختلف اقوال سامنے آتے ہیں (۱) حضرت جبیر بن مطعمؓ (۲) حضرت حکیم بن حزامؓ (۳) مروان بن الحکم (۴) زبیر بن العوامؓ (۵) مسور بن مخرمہ۔

ثم تقدم سودان بن حمران بالسيف وضرب عثمان فقتله (البداية والنهاية، دارالفکر ۷/ ۱۳۴)

وكان الذى قتله سودان بن حمران (الاستيعاب تحت ترجمة عثمان بن عفان رقم الترجمة ۱۷۹۷، ۳/ ۱۶۰/ دارالکتب العلمیة بیروت)

وضربه سودان بن حمران المرادي بعد ما خر لجنبه فقتله. (الطبقات الكبرى لابن سعد، تحت تذكرة الطبقة الاولى على السابقه رقم الترجمة: ۱۴، دارالکتب العلمیة بیروت، ۳/ ۵۴، البداية والنهاية دارالفکر ۷/ ۱۸۵)

وصلى عليه جبیر بن مطعم، وقيل: زبیر بن العوام، وقيل: حکیم بن حزام، وقيل: مروان بن الحکم، وقيل: مسور بن مخرمة (البداية والنهاية، دارالفکر بیروت ۷/ ۱۳۴، اسد الغابه، دارالفکر ۳/ ۴۹۱، تاریخ الطبری ۲/ ۶۸۹، الطبقات الكبرى لابن سعد دارالکتب العلمیة ۳/ ۵۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ رجسٹر خاص ۴۰/ ۱۱۳۴۰)

حضرت عثمانؓ کے دور میں جمعہ کی اذانیں کہاں دی جاتی تھیں؟

سوال [۴۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے حضرت عمرؓ کے دور تک جمعہ کی ایک ہی اذان خطبہ والی ہوتی تھی، حضرت عثمانؓ کے دور میں پہلی اذان کا اضافہ ہوا۔ سوال یہ ہے کہ وہ خطبہ والی

اذان اور خطبہ سے پہلے والی اذان ان حضرات کے دور میں کہاں ہوتی تھیں تفصیل سے مع حوالہ کتب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: مولانا محمد عارف صاحب، سیڑی بریلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت عمرؓ کے آخری زمانہ تک جمعہ کے لئے

صرف ایک اذان ہوا کرتی تھی، اور یہ اذان امام کے ممبر پر بیٹھنے کے بعد امام کے روبرو مسجد نبوی کے دروازہ پر دی جاتی تھی، جسے مسجد کے اندر کے لوگ بھی سنتے تھے اور باہر آبادی کے لوگ بھی سنتے تھے جیسا کہ حضرت سائب بن یزیدؓ کی روایت سے واضح ہوتا ہے۔

عن سائب بن یزید قال: كان يؤذن بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد وأبى بكر وعمر.

(ابو داؤد شریف، کتاب الصلوٰۃ، باب النداء يوم الجمعة، النسخة الهندية ۱/ ۱۵۵، دار السلام

رقم: ۱۰۸۸)

پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی، اور صرف خطبہ والی اذان سب لوگوں کے جمعہ میں شرکت کے لئے کافی نہ رہی، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس اذان کا اضافہ فرمایا جو آج کل کے زمانہ میں خطبہ کی اذان سے پندرہ منٹ پہلے اور بعض جگہ آدھا گھنٹہ پہلے دی جاتی ہے، اور اس اذان کا سلسلہ مسجد نبوی سے باہر مقام ”زوراء“ سے ہوا ہے، جہاں سے اذان کی آواز سب جگہ پہنچ جایا کرتی تھی، اور پھر خطبہ کی اذان امام کے سامنے ممبر کے پاس دئے جانے کا سلسلہ شروع ہوا۔

عن السائب بن یزید قال: كان النداء يوم الجمعة: أوله إذا

جلس الإمام على المنبر على عهد النبي صلى الله عليه وسلم وأبى بكر وعمر فلما كان عثمان وكثر الناس زاد النداء الثالث على

الزوراء. (بخاری شریف کتاب الجمعة، باب لا یقیم الرجل أحاه يوم الجمعة ویقعده

فی مکانہ، النسخة الهندیہ ۱/ ۱۲۴، رقم: ۹۰۲، ف: ۹۱۲)

وإذا صعد الإمام المنبر جلس وأذن المؤذنون بين يدي المنبر
بذلك جرى التوارث. (هدایۃ، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة، اشرفی ۱/ ۱۷۱،
شامی، زکریا کتاب الصلوٰۃ، باب الجمعة ۳/ ۳۸، کراچی ۲/ ۱۶۱، البحر الرائق،
کتاب الصلوٰۃ، باب صلاة الجمعة، کوئٹہ ۲/ ۱۵۷، زکریا ۲/ ۲۷۴، الفقہ علی
المذاهب الاربعۃ، دارالفکر ۱/ ۳۴۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ جمادی الثانیۃ ۱۴۲۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۰۸۸/۷)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴ جمادی الثانیۃ ۱۴۲۴ھ

حضرت علیؑ کی شہادت کیسے ہوئی؟

سوال [۴۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت
علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی سازش کیسے رچی گئی؟ آپ پر حملہ کرنے والا مسلمان تھا یا
کافر؟ اس کا نام کیا تھا؟ اور آپ کو شہید کہاں کیا گیا، اور آپ کا مزار کہاں ہے؟
المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں
خوارج کو شکست ہو گئی اور وہ بہت کم تعداد میں رہ گئے، تو ان میں سے تین شخص
”عبدالرحمن بن ہجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر تمیمی“ مکہ میں جمع ہوئے اور عہد کیا
کہ حضرت علی، حضرت امیر معاویہ اور عمرو بن العاص رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قتل کر کے
لوگوں کو ان سے نجات دیں گے، چنانچہ عبدالرحمن بن ہجم نے حضرت علیؑ کو شہید کرنے کی
ذمہ داری لی، اور کوفہ چلا گیا، اور ایک دن نماز فجر کے لیے مسجد آتے ہوئے اس نے تلوار
سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر زوردار حملہ کیا، جس میں آپ رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہو

گئے، اور یہی زخم آپ کی وفات کا سبب بنا، وفات کے بعد آپ کو کوفہ ہی میں رات کے وقت کسی نامعلوم مقام پر دفن کر دیا گیا، بعض حضرات نے دارالامارہ وغیرہ مقامات کی تعین کی ہے لیکن یہ قطعی اور یقینی نہیں ہے۔

إن ثلاثة من الخوارج وهم عبد الرحمن بن عمرو المعروف بابن ملجم الحميري..... والبرك بن عبد الله التميمي وعمرو بن بكر التميمي: اجتمعوا فتذاكروا قتل علي إخوانهم من أهل النهروان..... وقالوا: فأتينا أئمة الضلال فقتلناهم فأرحنا منهم البلاد وأخذنا منهم ثار إخواننا؟ فقال ابن الملجم: أما أنا فأكفيكم علي بن أبي طالب..... فلما خرج جعل ينهض الناس من النوم إلى الصلاة..... فضربه ابن ملجم بالسيف على قرنه فسال دمه على لحيته..... قلت: أين دفن؟ قال: دفن بالكوفة ليلاً وقد غبي عن دفنه. (البداية والنهاية، دارالفكر، بيروت ۲۲۹/۷-۲۳۲، اسد الغابہ، دارالفکر، بیروت ۶۱۶/۳)

انتدب ثلاثة نفر من الخوارج: عبد الرحمن بن ملجم..... والبرك بن عبد الله التميمي، وعمرو بن بكر التميمي. فاجتمعوا بمكة، وتعاهدوا ليقتلن هؤلاء الثلاثة علي بن أبي طالب ومعاوية وعمرو بن العاص ويريحوا العباد منهم، فقال ابن ملجم: أنا لكم بعلي، وقال البرك: أنا لكم بمعاوية، وقال عمرو بن بكر: أنا كافيكم عمرو بن العاص..... فلما خرج علي من الباب نادى أيها الناس! الصلاة الصلاة..... فاعترضه الرجлан،..... فأما سيف ابن ملجم فأصاب جبهته إلى قرنه ووصل إلى دماغه الخ. (اسد الغابہ، دارالفکر ۶۱۶/۳، الطبقات الكبرى لابن أبي سعد تحت ذكر الطبقة الأولى على السابقة في الإسلام ممن شهد بدرًا، مكتبه عباس مكة المكرمة ۲۶/۳، الاصابه في معرفة الصحابه، تحت ترجمة علي بن أبي طالب، رقم الترجمة: ۵۷۰۴، دارالفتكبت

العلمیہ ، بیروت ۴/ ۶۸، الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب تحت ترجمۃ علی بن أبی طالب ، رقم الترجمۃ: ۱۸۷۵، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۳/ ۲۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
فتاویٰ رجسٹر خاص ۴۰/ ۸/ ۱۱۴۷

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کس نے شہید کیا؟

سوال [۳۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبد الرحمن بن جحیم نے شہید کیا ہے؟ اور وہ کس خاندان کا تھا؟
المستفتی: معیث الرحمن، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت علیؑ کو عبد الرحمن بن ملجم نے شہید کیا

، اور شمیم اور وردان بھی شریک تھے، مگر ان کا وارنہ لگ سکا۔

فقال بعض من حضر ذلك : فرأيت بريق السيف وسمعت قائلاً يقول: لله الحکم يا علي لالك ! ثم رأيت سيفاً ثانياً فضربا جميعاً فأماسيف عبد الرحمن بن ملجم فأصاب جبهته إلى قرنه ووصل دماغه، وأما سيف شبيب فوقع في الطاق (الطبقات الكبرى، الطبقة الأولى على السابقة في الإسلام ممن شهد بدرًا مكتبه عباس احمد الباز، مكة المكرمة ۳/ ۲۶، أسد الغابه في معرفة الصحابة تحت ترجمۃ علی بن أبی طالب رقم الترجمۃ ۳۷۸۳، دارالفکر بیروت ۳/ ۶۱۷)

فجاء هؤلاء الثلاثة - وهم ابن ملجم، "وردان" وشبيب - وهم مشتملون على سيوفهم فجلسوا مقابل السدة التي يخرج

منها علي ، فلما خرج جعل ينهض الناس من النوم إلى الصلاة ، ويقول : الصلاة الصلاة فثار إليه شبيب بالسيف فضربه فوقه في الطاق ، فضربه ابن ملجم بالسيف على قرنه فسال دمه على لحيته رضی اللہ عنہ الخ (البداية والنهاية ، دارالفکر ۷/۳۲۶)

فخرج علي لصلاة الصبح فبدره شبيب فضربه فأخطاه وضربه عبدالرحمن بن ملجم على رأسه الخ (الاستيعاب في معرفة الأصحاب ، تحت ترجمة علي بن أبي طالب ، رقم : الترجمة ۱۸۷۵ ، دارالكتب العلمية بيروت ۳/۲۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۰۶۲۳/۱۴۱۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ شوال ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۵۰۰۵/۲)

حضرت امیر معاویہ جنگ بدر میں کس جماعت کی طرف سے تھے؟

سوال [۱۴۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں : کہ حیوۃ الحیوان قسط دس ۱۰/ص: ۱۶۲ پر لکھا ہے کہ کسی نے ابوالاسود سے پوچھا کہ کیا امیر معاویہ جنگ بدر میں موجود تھے ، آپ نے جواب دیا کہ ہاں مگر اس جانب سے (یعنی خلیفہ ہونے کی حیثیت سے) کیا یہ بات صحیح ہے؟

المستفتی: محمد فیاض الدین محلہ گوڑا گڑھ، بہار شریف

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ حضرت ابوالاسود کا قول حضرت امیر معاویہ اس جانب سے تھے اس کا مطلب یہی ہے کہ بدر کے موقع تک حضرت معاویہؓ نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اس لئے کفار کی جانب سے تھے۔

وحکی الواقدي أنه أسلم بعد الحديدية وكتب إسلامه حتى أظهره
عام الفتح. (الإصابة: حرف الميم، دارالكتب العلمية ۶/ ۲۰ رقم الترجمة ۸۰۸۷)
وقد روى عن معاوية أنه قال: أسلمت يوم القضية ولقيت النبي
صلى الله عليه وسلم مسلماً. (الاستيعاب حرف الميم دارالكتب العلمية
۳/ ۴۷۰ رقم الترجمة ۲۴۶۴) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

کتابہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ صفر ۱۴۱۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۱۰/۲۶)

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۵/۲/۱۴۱۴ھ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مدفن کہاں ہے؟

سوال [۴۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
حضرت عائشہ صدیقہؓ کی قبر کہاں ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا کی قبر مبارک جنت البقیع میں ہے۔ آپ نے رات میں بقیع میں دفن کرنے کی
وصیت کی تھی، چنانچہ بعد نماز عشاء وتر وغیرہ سے فراغت کے بعد آپ کی تدفین جنت
البعیق میں عمل میں آئی۔

و دفنت بالبعیق (الإصابة فی تميز الصحابة، كتاب النساء، حرف العين
المهملة، رقم الترجمة: ۱۱۴۶۱، دارالكتب العلمية ۸/ ۲۳۵)

فدفنت بعد الوتر بالبعیق (الاستيعاب، باب النساء وكنهن، باب العين
رقم الترجمة ۳۴۶۳، دارالكتب العلمية بيروت ۴/ ۴۳۸)

وأوصت أن تدفن بالبعیق ليلاً (البداية والنهاية دار الفكر ۸/ ۹۴)

وأمرت أن تدفن بالبعیق ليلاً فدفنت (أسد الغابه، النساء رقم الترجمة
۷۰۸۵، دار الفكر ۶/ ۱۹۲) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ شوال ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۲۳۳۶/۲۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پینے والے صحابی رسول؟

سوال [۲۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کا خون کس صحابی نے پیا ہے اور کیوں؛ جبکہ قرآن کریم میں ہے کہ خون پینا حرام ہے۔

المستفتی: ابو بکر آسامی، معلم مدرسہ شاہی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: مسند البزار، مسند ابو یعلیٰ، معجم الطبرانی، بہیقی

شریف وغیرہ کے حوالہ سے علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں اور علامہ ابن کثیر

نے البدایہ والنہایہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دم مبارک کو کسی مخفی جگہ بہا دینے کا حکم فرمایا تھا حضرت عبداللہ

بن زبیر کی طبیعت اس بات کو گوارا نہ کر سکی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک

زمین پر بہا دیا جائے بلکہ جوشِ محبت میں پی لیا اور فرمایا کہ میرا جسم زمین کے مقابلے زیادہ

حقدار ہے نیز اس کی وجہ سے ان کی قوت و علم و ایمان میں اضافہ ہوا ہے۔

قال له: يا عبد الله! اذهب بهذا الدم فأهريقه حيث لا يراك أحد،

فلما بعد عمد إلى ذلك الدم فشربه، فلما رجع قال: ما صنعت بالدم؟

قال: إنني شربته، لأزداد به علماً وإيماناً، وليكون شيء من جسد

رسول الله صلى الله عليه وسلم في جسدي وجسدي أولى به من

الارض (البدایہ والنہایہ، دارلفکر ۸/۳۳۳، خصائل کبریٰ ۱/۶۸)

نیز قرآن کریم میں خون کی جو حرمت نازل ہوئی ہے اس کی علت نجس اور ناپاک

اور نجس ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون اور تمام فضلات کا پاک ہونا بعض روایات

سے ثابت ہے اس لئے دم مبارک کو عام مخلوقات کے خون پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔
 صح بعض أئمة الشافعية طهارة بولہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم وسائر فضلاتہ وبہ قال أبو حنیفۃؒ کما نقلہ فی
 المواہب اللدنیۃ الخ، (شامی کراچی، کتاب الطہارۃ، مطلب فی طہارۃ
 بولہ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۱۸/۱، زکریا ۵۲۲/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
 احقر محمد سلمان منصور پوری
 ۱۴۱۱/۵/۲۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۱ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۲۲۲۱/۲۶)

کیا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تین سوا اولادیں تھیں؟

سوال [۴۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
 کیا حضرت انسؓ کی ۳۰۰ اولادیں تھیں جن میں سے ۱۵۰ بچوں کا کفن دفن حضرت
 نے خود کیا ہے یہ کہاں تک صحیح ہے؟

المستفتی: محمد ہارون رشید، کرناٹی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اولاد کے متعلق
 کتابوں میں مختلف روایات منقول ہیں، مگر تین سوا اولاد کا ذکر ہم کو کسی معتبر کتاب میں نہیں
 ملا، البتہ الاصابہ ۱/ ۲۷۷ کی روایت میں ہے کہ آپؓ نے اپنے ہاتھوں سے پوتا، پوتی
 کے علاوہ اپنی صلیبی اولاد میں سے ایک سو پچیس بچوں کو دفن کیا ہے اور فیض القدر
 ۱/ ۵۱ میں سو کے قریب صلیبی اولاد کا دفن کرنا آیا ہے، اور اسد الغابہ ۱/ ۱۵۲، میں ہے کہ
 آپؓ کی صلیبی اولاد (۸۰) اسی تھیں اور صلیبی اور غیر صلیبی میں سے آپؓ نے ایک سو بیس
 (۱۲۰) اولاد دفن کی ہے، اور اسی کتاب میں دوسرا قول (۱۰۰) سو سے قریب اولاد دفن

کرنے کا ہے، اور البدایہ والنہایہ ۹/۹۰ میں ایک سو بیس صلیبی اولاد دفن کرنا منقول ہے، اور دلائل النبوة ۶/۹۵ میں ایک سو انتیس صلیبی اولاد کا دفن کرنا منقول ہے اور مقدمہ مسلم للنووی ۱/۱۶ میں علامہ نوویؒ نے لکھا ہے کہ طاعون جارف میں جو کہ عبد اللہ بن زبیرؓ کے زمانہ میں پیش آیا تھا، حضرت انسؓ کے تراسی بیٹے اور دوسرے قول کے مطابق تہتر بیٹے فوت ہوئے تھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۲۰/۶/۱۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳/۶۲۰۸)

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کتنے عرصہ تک زندہ رہے؟

سوال [۴۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت بلالؓ کتنے عرصہ تک زندہ رہے؟ اور آپ کی کل عمر کیا تھی؟
المستفتی: منزل الحق، مراد آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت بلال رضی اللہ عنہ ساٹھ سال سے کچھ زائد عمر میں انتقال فرما گئے تھے۔

قال محمد بن سعد كاتب الواقدي: توفي بلال وهو ابن بضع وستين سنة. (اسد الغابہ دار الفکر ۱/۲۴۵، تقریب التہذیب، دار العاصمۃ الرياض ۱/۵۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۱۸/۶/۱۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳/۵۳۴۰)

ہجرت کے بعد سب سے پہلے وفات پانے والے صحابی رسول؟

سوال [۳۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہجرت کے بعد سب سے پہلے کس صحابی کی وفات ہوئی؟ ان سے متعلق کوئی خاص واقعہ ہو تو اس کو بھی ذکر کر دیں۔

المستفتی: محمد خسرو، گلینہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ہجرت کے بعد تمام صحابہ میں سب سے پہلے وفات پانے والے حضرت کلثوم بن الہدم رضی اللہ عنہ ہیں۔

وكان أول من توفى بعد مقدمه المدينة من المسلمين فيما ذكر صاحب منزله كلثوم بن الهمد (تاريخ الطبري ۸/۲، اسد الغابہ، دارالفکر ۱۹۵/۴، رقم الترجم: ۴۴۸۸)

توفى كلثوم بن الهمد قبل بدر بيسير وقيل: إن كلثوم بن الهمد أول من مات من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم بعد قدومه المدينة. (الاستيعاب باب حرف الكاف تحت ترجمة كلثوم بن الهمد رقم الترجمة ۲۲۳۷، مكتبه دارالكتب العلمية ۳/۳۸۵، ومثله في الاصابة حرف الكاف رقم الترجمة ۴۵۹، دارالكتب العلمية ۵/۶۶۲)

ان کا خاص واقعہ یہ ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد سب سے پہلے قبائے میں انہیں کے یہاں قیام فرمایا تھا اور پیر، منگل، بدھ، جمعرات، چار دن قیام کیا پھر مدینہ آنے کے بعد حضرت ابوایوب انصاریؓ کے یہاں مہمان رہے۔

وهو الذي نزل عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم بقاء اتفاق عليه موسى بن عقبة وابن اسحاق والواقدي وأقام عنده أربعة أيام ثم خرج إلى أبي أيوب الانصاري فنزل عليه حتى بنى مساكنه وانتقل

إليها. (أسد الغابه، دارالفكر ۴/ ۱۹۵ ترجمه ۴۴۸۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳۰/۶۳۹۷)

کیا ابوالعباس عبداللہ سفاح حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے ہیں؟

سوال [۴۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا ابو

العباس عبداللہ سفاح یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے یا نہیں؟

المستفتی: لطیف احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ابوالعباس حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی کنیت

ہے، آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔

عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف أبو العباس القرشي

الہاشمی ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنی بابنہ العباس و هو

أكبر ولده وأمه لبابة الخ. (اسد الغابه، دارالفکر ۳/ ۱۸۶، اکمال/ ۷۳)

عبد اللہ بن العباس بن عبد المطلب یکنی أبا العباس .

(الاستیعاب، باب حرف العین، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۶۶، رقم الترجمة: ۱۶۰۶،

وفی الاصابة، رقم الترجمة: ۴۷۹۹، الثقات، دار ابن عباس صنعاء ۳/ ۲۰۷، تہذیب

التہذیب، المكتبة التجارية مصطفیٰ الباز ۵/ ۲۷۶، البدايه و النهايه، دارالفکر ۸/ ۲۹۵)

ہاں ابوالعباس السفاح حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں بہت نیچے جا کر

ہیں یعنی حضرت عباس بن عبد المطلب کے پوتے محمد بن علی کے بیٹے ہیں اور عبداللہ بن

عباس کے پڑپوتے ہیں۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

أخذت البيعة لأبي العباس السفاح، وهو عبد الله بن محمد بن علي بن عبد الله بن عباس بن عبد المطلب. (البدایہ والنہایہ، دارالفکر ۳۹/۱) وفي هذه السنة ولد السفاح وهو أبو العباس عبد الله بن محمد بن علي بن عبد الله بن عباس الملقب بالسفاح أول خلفاء بني العباس الخ. (البدایہ والنہایہ، دارالفکر ۲۳۰/۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲۷ ربیع الأول ۱۴۱۳ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۲۹/۳۳۸۳)

ابو جہل عبد المطلب کا لڑکا ہے یا نہیں؟

سوال [۴۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ابو جہل عبد المطلب کا لڑکا ہے یا نہیں اگر عبد المطلب کا لڑکا نہیں ہے تو ابو جہل کے باپ کا کیا نام ہے، ابو جہل کے عبد المطلب کا لڑکا ہونے میں علماء کا اختلاف ہو گیا ہے اکثر علماء کی رائے ہے کہ وہ عبد المطلب کا لڑکا ہے اور بعض علماء کے نزدیک لڑکا نہیں ہے مگر حضور کا چچا ہے صحیح کیا ہے؟ واضح فرما کر عند اللہ ماجور ہوں؟

المستفتی: غلام محی الدین، ومعین الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ابو جہل نہ عبد المطلب کا لڑکا ہے اور نہ ہی عبد المطلب کے خاندان کا ہے؛ بلکہ عبد المطلب عبد مناف کے خاندان کے تھے اور ابو جہل مخزومی قبیلہ اور خاندان کا تھا ان دونوں میں دور کا بھی خونی رشتہ نہیں ہے۔

أبو جهل بن هشام بن المغيرة بن عبد الله بن عمر بن مخزوم

القرشي المخزومي الخ. (اسد الغابہ فی معرفة الصحابہ، دارالفکر ۳/۵۶۷)

ومن بني مخزوم أبو جهل بن هشام. (تاریخ طبری ۲/ ۳۷۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۷ شعبان ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۸۹۳/۵)

محمد بن ابی بکر کو کس نے قتل کیا؟

سوال [۴۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محمد بن ابی بکر کو کس نے قتل کیا؟

المستفتی: عبداللہ الباغ، حسنو مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: محمد بن ابی بکر کو ایک قول کے مطابق معاویہ بن حدتج نے قتل کیا اور دوسرے قول کے مطابق عمرو بن عاص نے صبراً قتل کیا۔

ولما ولی مصر، سار إلیه عمر و بن العاص فاقتتلوا، فانهزم محمد ودخل خربة، فأخرج منها، و قتل وأحرق فی جوف حمار میت ، قيل: قتله معاوية بن حديج السكوني، وقيل: قتله عمرو بن العاص صبراً. (اسد الغابہ فی معرفة الصحابة، دارالفکر ۴/ ۳۲۶ رقم الترجمة ۴۷۴۴)

ثم ولاه مصر فقتل بها، قتله معاوية بن حديج صبراً. (الاستيعاب، باب حرف

الميم، دارالکتب العلمیة بیروت ۳/ ۲۲، رقم الترجمة: ۲۳۴۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

۱۸/۴/۱۴۲۵ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۳۴۰/۷)

یزید کی امارت کو خلافت حقہ قرار دینا یا کافر کہنا؟

سوال [۴۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یزید

یزید کی خلافت کو خلافت حقہ تسلیم کرتا ہے اور اس کا عقیدہ یہ ہے کہ اس کی خلافت پر تمام امت کا برضا اجماع ہے اور یزید کو نیک و عادل تسلیم کرتا ہے؛ جبکہ بکر کا کہنا ہے کہ وہ فاسق و فاجر و ظالم بلکہ کافر ہے اور اس پر لعنت و پھٹکار بھیجنا جائز ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دونوں میں سے کس کا قول درست ہے؟ اور اس مسئلہ میں چاروں ائمہ کرام کا صحیح قول کیا ہے اور علماء جمہور کس طرف گئے ہیں؟ نیز یزید کو کافر کہا جائے یا فاسق و فاجر یا ظالم کہا جائے؟

المستفتی: منت اللہ حبیبی جامع مسجد بندر گل شیخوپورہ بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: زید اور بکر دونوں کا قول قابل

اصلاح ہے زید کا قول اس لئے قابل اصلاح ہے کیونکہ اس نے یزید کی امارت کو خلافت حقہ قرار دیا ہے، جبکہ اس زمانہ کے بڑے بڑے صحابہ اس کی خلافت کے مخالف تھے، اس کا پورا دور خلافت خونریزی کا دور رہا ہے، اسی کی خلافت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان و اولادوں کے خون کا دریا بہا ہے، اہل بیت کے سینکڑوں افراد کو شہید کیا گیا اس نے چند بچوں کو چھوڑ کر سب کو ذبح کرایا، مدینہ طیبہ پر لشکر کشی کرائی، سینکڑوں صحابہ اور تابعین کا خون بہایا، اس کی فوج نے مدینہ منورہ کی عورتوں کی ایسی عصمت دری کی ہے کہ مدینہ کی ایسی ایک ہزار لڑکیاں حاملہ ہو گئیں جو بے شوہر کے تھیں، شوہروں والی کتنی عورتوں کے ساتھ عصمت دری کی گئی اس کا کوئی حساب نہیں ایسی تباہ کن حکومت کو خلافت حقہ کہنا اس زمانہ کے حالات سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔ اور بکر کی بات یوں قابل اصلاح ہے کہ اس نے یزید کو کافر کہا ہے، جبکہ امت کے کسی شخص نے یزید کو کافر نہیں کہا ہے البتہ بہت سے شریعت کے متبحر علماء نے اس کو فاسق کہا ہے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ یزید کے معاملہ میں خاموشی اختیار کی جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں اس

نے اہل بیت کو تباہ کیا ہے وہاں اس نے ایک ایسے لشکر میں بھی شرکت کی ہے جس لشکر میں شرکت کرنے والوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفرت کی بشارت دی ہے اور اس لشکر کا ذکر بخاری شریف ۱/ ۴۰۹، ۴۱۰ پر موجود ہے، حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

عن خالد بن معدان أن عمير بن الأسود العنسي، حدثه، أنه أتى عبادة بن الصامت وهو نازل في ساحل حمص وهو في بناء له، ومعه أم حرام قال عمير فحدثتنا أم حرام أنها سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: أول جيش من أمتي يغزون البحر قد أوجوا، قالت أم حرام: قلت: يا رسول الله أنا فيهم؟ قال أنت فيهم، قالت: ثم قال النبي صلى الله عليه وسلم: أول جيش من أمتي يغزون مدينة قيصر مغفور لهم، فقلت: أنا فيهم يا رسول الله؟ قال: لا. (صحيح بخاری، كتاب الجهاد، باب ما قيل في قتال الروم، النسخة الهندية ۱/ ۴۰۹، ۴۱۰، رقم: ۲۸۳۶، ف: ۲۹۲۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۳۲۰/۹)

خانہ کعبہ کی غلاف پوشی کی ابتداء؟

سوال [۴۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ کعبہ مقدسہ پر غلاف پوشی کب سے شروع ہوئی؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: خانہ کعبہ پر غلاف پوشی کا سلسلہ زمانہ اسلام سے بہت پہلے سے جاری ہے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ سے

الصلوة والسلام سے شروع ہوا ہے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم تبع سے شروع ہو ہے۔

بلغنا أن تبعاً أول من كسا الكعبة الوصائل فسترت بهاء، قال ابن جريج: وقد زعم بعض علمائنا اسماعيل النبي صلى الله عليه وسلم (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ۵/ ۸۹، رقم ۹۰۸۶)

وقد زعم بعض علمائنا أن أول من كسى الكعبة إسماعيل النبي صلى الله عليه وسلم والله أعلم بذلك. (مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ۵/ ۱۵۳، رقم: ۹۲۳۰)

وتبعان: أسعد هو حسان تبع وهو فيما يقال أول من كسا الكعبة. (تاريخ ابن خلدون ۲/ ۶۱)

فأول من ولي منهم حجر آكل المرار ابن عمرو المعاوية الأكبر وولاه تبع ابن كرب الذي كسا الكعبة. (تاريخ ابن خلدون ۲/ ۳۳۱)

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن سب أسعد الحمیری، وهو تبع، وهو أول من كسا البيت. (تفسیر قرطبی، تحت تفسیر سورة البقرة الآیة/ ۱۲۷، دارالکتب العلمیة ۵/ ۷۵۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۲/۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵۱۱/۲۷)

کشتی نوح سے متعلق ایک سوال

سوال: [۴۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت نوحؑ کا کشتی بنانا ان کی قوم کا اس میں پاخانہ پھرنا، خارش کا مرض پیدا ہونا، ایک شخص کا اس میں گر کر خارش سے نجات پانا اور پھر قوم کا کشتی کی گندگی بدن پر لگانا جس سے کشتی کا صاف ہونا،

تفصیلی واقعہ مستند کتابوں سے تحریر فرمائیں؟

المستفتی: شیخ احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ کہانی خاکسار کو کسی معتبر کتاب میں نہیں ملی۔ فقط

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ ذیقعدہ ۱۴۱۴ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۱/۳۷۱۵)

کیا سورہ نوح میں ذکر کردہ پانچوں ”بت“ اللہ کے نیک اور
صالح بندے تھے؟

سوال [۴۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں

کہ سورہ نوح میں پانچ بتوں کے بارے میں آیا ہے کہ یہ بزرگ لوگ تھے ان کے
مرنے کے بعد شیطان کے مکر و فریب سے لوگوں نے ان کے نام کے بت بنا لیے، تو ہم
لوگ ان بزرگوں کو اچھا نام لے کر ان کے بارے میں بات کر سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: فضل الرحمن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سورہ نوح میں جن پانچ بتوں کا نام آیا

ہے وہ درحقیقت اللہ کے کچھ نیک اور صالح بندوں کے نام ہیں جو حضرت آدم علیہ
السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیانی زمانہ میں گذرے تھے، بہت سے
لوگ ان کے معتقد اور متبع تھے ان کی وفات کے بعد لوگ عرصہ دراز تک ان کے نقش
قدم پر چلتے رہے بعد میں شیطان کے مکر و فریب سے ان کی پرستش شروع ہو گئی
، لہذا یہ اللہ کے نیک اور صالح بندے نہ اس فعل فینح کے ذمہ دار ہیں اور نہ اس کی

وجہ سے ان کے نیک و صالح ہونے میں کوئی فرق آسکتا ہے لہذا آج بھی ان کو اچھے نام سے یاد کرنا درست ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ اور عزیر کو لوگ اللہ کا بیٹا سمجھ کر عبادت کرتے ہیں پھر بھی وہ اللہ کے برگزیدہ بندوں میں شامل ہیں اور ان کو نبی کے نام سے یاد کرنا درست ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن، مکتبہ اشرفیہ قدیم ۸/۵۶۶)

قال البغوی: قال محمد بن کعب: هذه أسماء قوم صالحين كانوا بين آدم ونوح فلما ماتوا كان لهم أتباع يقتدون بهم يأخذون بعدهم مأخذهم في العبادة فجاءهم إبليس وقال لهم لو صورتم صورهم كان أنشط لكم وأشوق إلى العبادة ففعلوه ثم نشأ قوم بعدهم فقال لهم إبليس إن الذين من قبلكم كانوا يعبدونهم فعبدوهم فابتدأ عبادة الأوثان كان من ذلك وسميت تلك الصور بهذه الأسماء . (تفسير مظهری زکریا قدیم ۱۰/۷۶، جدید ۱۰/۳۶، سورہ نوح، الآية ۲۳، درمنشور، دارالکتب العلمیة بیروت ۶/۴۲۷)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما صارت الأوثان التي كانت في قوم نوح في العرب بعد أما ود كانت لكلب بدؤمة الجندل ، وأما سواع كانت لهذيل ، وأما يغوث فكانت لمراد ، ثم لبني غطيف بالجوف عند سبأ ، وأما يعوق فكانت لهمدان ، وأما نسر فكانت لحمير لآل ذي الكلاع ونسراً أسماء رجال صالحين من قوم نوح فلما هلكوا أوحى الشيطان إلى قومهم أن انصبوا إلى مجالسهم التي كانوا يجلسون أنصاباً وسموها بأسمائهم ففعلوا ، فلم تعبد حتى إذا هلك أو لئك وتنسخ العلم عبدة . صحيح بخاري ، كتاب التفسير ، باب ودأ ولا سواع الخ ،

النسخة الهندية ۲/ ۷۳۲، رقم: ۴۷۳۰، ف: ۴۹۲۰) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۴۱۹ھ/۵/۳۰

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳۰ جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ

(الف فوئی نمبر: ۳/۵۷۹۰)

فرعون کہاں غرق ہوا؟

سوال [۲۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فرعون کہاں ڈوبا تھا بحر قلزم میں یا دریائے نیل میں، دونوں ایک ہی چیزیں ہیں یا علیحدہ علیحدہ، اگر علیحدہ ہیں، تو دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے ازراہ کرم مدلل جواب عنایت فرمائیں۔
المستفتی: مقبول اختر، امر وہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دونوں بالکل الگ ہیں، دریائے نیل افریقہ کے ملک کینیا، تنزانیہ اور ملک یوگنڈا کے درمیان تقریباً تین چار ہزار کلومیٹر مربع پھیلی ہوئی ایک جھیل ہے، جس کا نام جھیل اونٹریو ہے، اس سے نکل کر ملک حبشہ، سوڈان اور مصر سے گذر کر بحر روم میں جا کر مل رہی ہے، اس کی لمبائی (۵۶۰۰) کلومیٹر ہے اور بحر قلزم بحیرہ عرب سے نکل کر علاقہ سویز تک پہنچا ہے اس نے افریقہ اور ایشیا کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور دریائے نیل اور بحر قلزم کے درمیان کئی سو کلومیٹر کا فاصلہ ہے بالکل صحیح پیمائش احقر کو معلوم نہیں ہے، اور فرعون دریائے نیل میں غرق نہیں ہوا ہے، بلکہ بحر قلزم میں غرق ہوا ہے۔ (مستفاد: قصص القرآن ۱/۴۷۵)

وكان العبور في شمال خليج السويس (عيون موسى) أوفي

البحيرات المرّة وهنا كان غرق منفتح (اطلس القرآن، دارالفکر، تحت

ترجمة موسى عليه السلام، ص: ۸۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۱۲/۴/۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۷/۲۶۱۶)

فرعون لڑکیوں کو کیوں قتل نہیں کرتا تھا؟

سوال [۲۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فرعون لڑکوں کو قتل کرتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ رکھتا تھا کیوں؟

المستفتی: شفیع احمد، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی نے فرعون کو پیشین گوئی کر دی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جس کے ہاتھ سے تیری حکومت ختم ہو جائے گی، اس لئے وہ لڑکوں کو قتل کرتا تھا اور چونکہ لڑکیوں سے اس کو کوئی خطرہ نہیں تھا اس لئے ان سے کوئی تعارض نہیں کرتا تھا۔ (مستفاد: معارف القرآن، مکتبہ اشرفی قدیم ۱/۱۶۷)

البحث الرابع فی سبب قتل الأبناء ذکروا فیہ وجوهاً: أحدها قول ابن عباس رضی اللہ عنہما أنه وقع إلى فرعون وطبقته ما كان اللہ وعد إبراهيم أن يجعل فی ذریته أنبیاء و ملوکاً فخافوا ذلك - إلى - أن المنجمین أخبروا فرعون بذلك (تفسیر کبیر للامام الرازی تحت تفسیر "وإذ نجینکم من آل فرعون یسومونکم سوء العذاب" البقرہ: ۳/۹۷)

وإنما فعلوا بہم ذلك لأن فرعون رأى فی المنام أو قال له الکھنۃ: سیولد منهم من یدھب بملکہ فلم یرد اجتهادہم من قدر اللہ شیئاً. (تفسیر بیضاوی، مکتبہ رشید دہلی ۱/۷۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۱۲/۱۱/۱۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/۱۱/۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۱/۳۷۰۹)

کیا فرعون نے حضرت آسیہ کی اولاد کو مار ڈالا تھا؟

سوال [۴۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) کہ حضرت آسیہ کی کتنی اولادیں تھیں؟

(۲) حضرت موسیٰ پر ایمان لانے کے بعد آسیہ کی اولاد کو کیا فرعون نے مار ڈالا تھا؟ یہ بات ٹھیک ہے یا نہیں؟ (تاریخ شہاد، نمرود، فرعون حضرت موسیٰ، ص: ۱۳۸) پر لکھا ہے کہ آسیہ کے فرعون سے سات اولاد تھیں؟

المستفتی: منزل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت آسیہ کے کوئی اولاد نہیں تھی لہذا ان

کی اولاد کو فرعون کے مارنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

قوله تعالى: 'أو نتخذہ ولداً و كانت لا تلد'. (تفسیر خازن ۴/ ۱۳۶،

فتح البیان ۷/ ۹۷)

ویقال ما كان لها ولد فأجبتہ. (تفسیر کبیر ۶/ ۶۳، ابن کثیر ۳/ ۳۸۱،

مظہری اردو ۹/ ۳۰۱، روح البیان ۴/ ۳۴۵)

عسی أن ینفعا فنصیب منه خیراً أو نتخذہ ولداً و كانت لا تلد.

(تفسیر قرطبی سورۃ قصص تحت الآیۃ ۷-۹، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/ ۲۵۳)

یہ سب معتبر کتابیں ہیں ان کے مقابلے میں تاریخ شہاد کا کوئی اعتبار نہیں۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۴۲۰/۳/۲۲ھ

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۰/۳/۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۰۵۵/۳۳)

سامری نے جو مخلوق دیکھی تھی وہ شیطانی تھی یا آسمانی؟

سوال [۲۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو چالیس دن کے لئے کوہ طور پر طلب کیا گیا تو ان کی غیر موجودگی میں سامری نے جنگل میں ایک مخلوق دیکھی جس کے بارے میں اس کو یہ گمان ہوا کہ یہ مخلوق کہیں اور کی ہے اور اس نے اس کے سم کی مٹی لے کر پچھڑا بنا کر اس کے اندر ڈال دی دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ مخلوق شیطانی تھی یا آسمانی؟

المستفتی: فاروق حسین، محلہ فیض گنج،

متصل شوکت باغ، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تفسیر قرطبی، تفسیر مظہری، معارف القرآن

اور روح المعانی کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیطانی مخلوق نہیں بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ وہ آسمانی مخلوق تھی اس سلسلہ میں ہم چار وجوہات پیش کرتے ہیں:

(۱) جبرائیل علیہ السلام کا گھوڑا جس جگہ پر قدم رکھتا تھا زمین کے اس حصہ پر آثار حیات پیدا ہو جاتے تھے اور ایسا آسمانی مخلوق ہی میں ہو سکتا ہے۔

(۲) اس گھوڑے کے قدم اتنی دور دور تک پڑتے تھے جتنی دور تک ایک انسان کے لئے دیکھنا ممکن ہوتا ہے اور یہ امر بھی اس مخلوق کے شیطانی نہ ہونے پر دال ہے۔

(۳) اس گھوڑے پر سید الملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف فرما تھے، جو ایک صاف ستھری نوری مخلوق ہیں پس ضروری ہوا کہ وہ فرس بھی آسمانی مخلوقات میں سے ہو ورنہ ایک پاک مخلوق کا ناپاک مخلوق پر بیٹھنا لازم آئے گا، اور یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

(۴) اس گھوڑے کو فرس الحیات کہا گیا ہے ظاہر ہے کہ ایسا گھوڑا آسمانی ہی ہو سکتا

ہے۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يَا سَامِرِيُّ ○ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ
فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذَلِكَ سَوَّلَتْ لِي نَفْسِي .
(سورہ طہ، آیت: ۹۵، ۹۶)

وتحتة فى تفسير القرطبي قال السامري رأيت جبرائيل عليه السلام
على فرس الحياة وهى تلقى خطوها مدالبصر فألقى فى نفسى أن أقبض من
أثرها فما ألقىته على شىء إلا صار له روح ودم . (تفسير قرطبي ، دارالكتب العلمية
بيروت ۱۱/۲۳۹)

فجاء السامرى ومعه تراب من أثر حافر فرس جبرائيل ؑ (روح
المعاني زكريا ۹/۳۶۱)

جس جگہ جبرائیلؑ کے گھوڑے کا قدم پڑتا تھا وہیں مٹی میں نشوونما اور آثار
حیات پیدا ہو جاتے تھے (مستفاد معارف القرآن، اشرفی قدیم ۶/۱۳۸)
رأيت جبرائيل على فرس الحياة. (تفسير قرطبي، دارالكتب العلمية بيروت
۱۱/۲۳۹)

یہ سب روایات تفسیر قرطبی وغیرہ میں مذکور ہیں اور ظاہر ہے کہ اسرائیلی روایات
ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا مگر ان کو غلط کہنے کی بھی کوئی دلیل موجود نہیں۔
مستفاد: معارف القرآن، اشرفی قدیم ۶/۱۳۸) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۰۲۴/۱۰)

کفار مکہ کا بنا تحقیق کے پڑا ہوا خون چاٹنا

سوال [۴۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زمانہ
جاہلیت میں کفار مکہ بنا تحقیق کے پڑا ہوا خون چاٹ لیتے تھے، اس کا کیا مطلب ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: زمانہ جاہلیت میں کفار مکہ بنا تحقیق کے پڑا ہوا خون چاٹ لیتے تھے کسی روایت میں ہماری نظر سے نہیں گذرا؛ ہاں البتہ خون چاٹنے کا لفظ محارہ میں استعمال کیا جاتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ تلوار کا خون آلود کرنا۔ (فیروز اللغات ص: ۶۰۱) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۳۳ھ/۵/۱۵

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰/۱۱۱۰۸)

کیا کسی غیر صحابی کی حذو والنعل بالنعل اقتداء کرنا شرعاً واجب ہے؟

سوال [۴۳۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا کسی غیر صحابی کی حذو والنعل بالنعل لباس و فراش، کھانے اور پینے میں اقتداء کرنا شرعاً واجب ہے، اور کیا خلاف سنت جائز ہو سکتا ہے؟

المستفتی: شمس احمد، سنبھل، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اتباع و اقتداء کا مدار قرآن و حدیث ہے، جو شخص قرآن و حدیث کے مطابق لباس و فراش وغیرہ کا پابند ہے، اسکی اقتداء اور اتباع جائز ہے، چاہے وہ غیر صحابی ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ ائمہ مجتہدین کی اقتداء بعض دفعہ واجب بھی ہو جاتی ہے، اور اگر تبع شریعت نہیں ہے، تو اسکی اقتداء جائز نہیں ہے۔

أما العامی ومن لیس له أهلية الاجتهاد فإنه یلزمه اتباع المجتہدین عند المحققین من الأصولیین كذلك یجب اتباع أولى الأمر وهم الأئمة ولا خلاف فی وجوب طاعتهم فی غیر

معصية النخ . (الموسوعة الفقهية الكويتية ، بحث الإتياع ۱/۱۹۶) لہذا اگر کوئی قرآن وحدیث اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند شخص ہے تو اس کے نقش قدم پر چلنا دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے ہی نقش قدم پر چلنا ہے! فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹ھ/۲۲

کاتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ رجب الثانی ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۷۰۱)

ائمہ اربعہ کے والدین کے نام اور خاندان

سوال [۴۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چاروں ائمہ کرام رحمہم اللہ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کے کیا نام تھے، اور وہ کس خاندان میں سے تھے؟
المستفتی: وکیل احمد، سکندر پور، مظفر نگری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت امام ابوحنیفہؒ کا نام نعمان بن ثابت

زوطا کوفی ہے۔ (الاکمال/۶۴۴، تقریب التہذیب، دارالعاصمۃ الریاض/۳۷۴، ۳۷۵، ۴۱۷، او جز المساک، قدیم ۱/۵۲، جدید/۱۷۵، تاریخ علم فقہ/۳۶، مناقب نعمان/۷)

والد ماجد کا نام ثابت بن زوطا کوفی ہے۔

حضرت امام مالک کے والد ماجد کا نام انس بن مالک بن ابو عامر اصبحی ہے۔

(الاکمال/۶۴۴، تقریب التہذیب، دارالعاصمۃ الریاض/۳۴۴، او جز المساک قدیم/۱۱، جدید/۷۳)

حضرت امام شافعیؒ کے والد ماجد کا نام محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن

شافع بن السائب مطلبی قریشی ہے۔ (الاکمال فی اسماء الرجال/۶۲۵، تقریب التہذیب، دارالعاصمۃ الریاض/۳۱۱، تاریخ علم فقہ/۱۰۲)

حضرت امام احمدؒ کے والد ماجد کا نام محمد بن حنبل بن ہلال شیبانی مروزی ہے۔

(اکمال/ ۲۲۶ تقریب التہذیب، دار العاصمة الرياض/ ۱۱، تاریخ علم فقہ/ ۱۱۱)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی والدہ ماجدہ کا نام معلوم نہ ہو سکا، نیز حضرت امام احمد کی والدہ ماجدہ کا نام بھی معلوم نہ ہو سکا۔

حضرت امام مالکؒ کی والدہ ماجدہ کا نام عالیہ بنت شریک بن عبد الرحمن الازویہ ہے۔ (اوز المساک قدیم/ ۲/ ۱، جدید دار القلم دمشق/ ۱/ ۵۷، ظفر المحصلین/ ۶/ ۷)

حضرت امام شافعیؒ کی والدہ ماجدہ کا نام ام الحسن بنت حمزہ بن القاسم بن یزید بن امام حسن ہے۔ (تاریخ علم فقہ: ص: ۱۰۹) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۴۰۳/۱۳۰۳)

ائمہ اربعہ کا زمانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے عرصہ بعد ہے؟

سوال [۴۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ائمہ اربعہ کا

زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنے عرصہ بعد کا ہے؟

المستفتی: احقر نقیس بھوجپوری، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ائمہ اربعہ میں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ

اللہ علیہ کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش

۹۳ھ میں ہوئی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی اور امام احمد

بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۶۲ھ میں ہوئی، اس اعتبار سے امام ابوحنیفہ رحمۃ

اللہ علیہ کا زمانہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ۶۹ سال بعد اور امام مالک رحمۃ

اللہ علیہ کا زمانہ ۸۲ سال بعد اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ۱۳۹ سال بعد اور

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ ۱۵۳ سال بعد کا ہے۔ (مستفاد: سوانح

ایمہ اربعہ / ۳۴، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۸۶، ۱، عقود الحمان ص: ۵۵) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳۰/۱۳۲۲ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۷۰۶۲)

کیا حضرت امام اعظم کی لڑکی حنیفہ نام کی تھی؟

سوال [۴۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی لڑکی حنیفہ نام کی تھی یا نہیں؟

المستفتی: ابوالکلام، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ابوحنیفہ کنیت کے بارے میں تین طرح کی

باتیں سامنے آئی ہیں۔

(۱) حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ”ملتہ حنیفیہ“ جو ملت ابراہیمی اور ملت محمدی ہے، اس کے عظیم الشان ذمہ دار تھے، اس لئے ان کو بالملتہ الحنفیہ یعنی ابوحنیفہ کہا جانے لگا، جیسا کہ تذکرۃ امام اعظم میں اس کی صراحت ہے۔ (تذکرۃ ائمہ اربعہ/۹) یہی زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

(۲) بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ایک لڑکی بھی تھی، جس کا نام حنیفہ تھا، اسی کے نام سے آپ کی کنیت ابوحنیفہؒ ہو گئی، جیسا کہ تذکرۃ النعمان ص: ۵۶ میں ہے۔

(۳) عراقی زبان میں حنیفہ دوات کو کہا جاتا ہے، امام ابوحنیفہ کے ساتھ ہمیشہ دوات رہتی تھی، اس لئے امام ابوحنیفہ کو ابوحنیفہ کہا جانے لگا۔ (تذکرۃ النعمان ص: ۵۶)
فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۸/ رجب ۱۴۳۰ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۸/۶۷۷۷)

الجواب صحیح
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۳۰/۷/۹ھ

علامہ ابن تیمیہ کے چند تفردات اور ان کا مسلک

سوال [۴۳۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے تفردات کیا ہیں کیا وہ غیر مقلد تھے؟ اور طرق تصوف کو تسلیم نہیں کرتے تھے اور علامہ مودودی کی طرح ائمہ طرق کے بارے میں افیون و ضلالت کے انجکشن والے حضرات بتلاتے تھے۔

المستفتی: مولانا لطافت حسین،
 رام نگر ضلع، پورنیہ، صوبہ بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اس سلسلے میں کتابیں فراہم نہیں ہو سکیں، مختلف کتابوں کی مختلف جگہوں میں تلاش کی فرصت نہیں ایک رسالہ بنام النجاة الکاملہ لمولانا نیا ز احمد میواتی، دارالعلوم میں طالب علمی کے زمانہ میں نظر سے گذرا تھا وہ یہاں مدرسہ شاہی میں نہ ہونے کی وجہ سے پوری طرح تفردات پیش کرنے سے قاصر ہوں البتہ تھوڑے سے نادر یادداشت سے پیش کئے جا رہے ہیں کمی زیادتی کی ذمہ داری نہیں ۲۶/ مسائل ایسے ہیں جن میں امام احمد کے مشہور اقوال کو چھوڑ کر غیر مشہور کو اختیار کیا ہے، ۱۶/ مسائل ایسے ہیں جن میں امام احمد کے مذہب کو چھوڑ کر باقی تینوں اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کی ہے، ۱۷/ مسائل ایسے ہیں جن میں چاروں ائمہ کے مذاہب کو رد کیا ہے، ۳۹/ مسائل ایسے ہیں جن میں جمہور امت کے اجماع کو ترک کیا ہے ان میں سے دس تفردات حسب ذیل ہیں۔

(۱) علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاق ہوتی ہے۔

(۲) ابن تیمیہ کے نزدیک جہنم ہمیشہ ہمیش کے لئے باقی نہیں رہے گی بلکہ کسی وقت فناء ہو جائے گی، اور تمام کفار جنت میں جائیں گے اور ابد الابد جنت میں رہیں گے۔

(۳) ابن تیمیہ کے نزدیک حائضہ عورت کو حالت حیض میں بیت اللہ شریف کا طواف کرنا جائز ہے۔ (فتاویٰ حدیثیہ لابن حجر کی/ ۸۷)

(۴) علامہ ابن تیمیہ کے نزدیک جس طہر میں جماع کیا ہو اس طہر میں طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ حدیثیہ/ ۸۷)

(۵) ابن تیمیہ کے نزدیک توراہ و انجیل میں لفظی تحریف نہیں ہوئی ہے، صرف معنوی تحریف ہوئی ہے۔ (حدیثیہ ص: ۸۷، ہدیۃ المہدی ص: ۸۸)

(۶) ابن تیمیہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے سفر کرنا معصیت ہے اور اس میں مسافر کو قصر کرنا حرام ہے۔ (حدیثیہ ص: ۸۷)

(۷) ابن تیمیہ کے نزدیک عالم اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے۔ (حدیثیہ ص: ۸۷)

(۸) ابن تیمیہ کے نزدیک العیاذ باللہ، اللہ تعالیٰ فاعل مختار نہیں ہے۔ (حدیثیہ ص: ۸۷)

(۹) ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ جس طرح میں ممبر سے اترتا ہوں اسی طرح آسمان

سے اللہ تعالیٰ اترتا ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص: ۱۱)

(۱۰) بعض مسائل کی بنا پر ابن تیمیہ پر کفر کا حکم بھی اپنے زمانے کے علماء نے

لگایا ہے۔ (تفصیل کیلئے ایضاح المسائل ۴۷، ۴۹، اور غیر مقلدین کے ۱۵۶ اعتراض کے جوابات ص: ۲۰۲، ص ۲۰۵ کا مطالعہ کریں۔

(۲) غیر مقلد نہیں تھے امام احمد کے مقلد تھے، البتہ چند مسائل میں متفرد تھے۔

(۳) احقر کو اس کا علم نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۳/۲۳)

سائبہ کی نحوست کس شخص سے شروع ہوئی؟

سوال [۴۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سائبہ کی نحوست کا سلسلہ کس سے شروع ہوا، حدیث کی تین کتابوں کے حوالہ سے جواب تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سائبہ کے عمل کی نحوست کا سلسلہ عمرو بن عامر الخزاعی سے شروع ہوا ہے۔

قال أبو هريرة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رأيت عمرو بن عامر الخزاعي يجر قصبه في النار وهو أول من سيب السوائب. (بخاری شریف، باب ما جعل الله عن بحيرة ولا سائبة، النسخة الهندية ۶۶۵/۲، رقم: ۴۴۳۷، ف: ۴۶۲۴)

قال النبي صلى الله عليه وسلم: رأيت عمرو بن عامر الخزاعي يجر قصبه يعنى الأمعاء فى النار وهو أول من سيب السوائب. (مسند احمد ۲/۲۷۵، رقم: ۷۶۹۶)

إن أول من سيب السوائب و عبد الأصنام أبو خزاعة عمرو بن عامر : وإنى رأيتہ فى النار يجر أمعاؤه فيها. (كنز العمال ۱۲/۳۸، رقم: ۳۴۰۸۴، مسند احمد ۱/۴۴۶، رقم: ۴۲۵۸)

عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: رأيت عمرو بن عامر الخزاعي يجر قصبه فى النار ، وكان أول من سيب السوائب (مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۴/۲۰۹، رقم: ۷۶۹، السنن الكبرى للبيهقى، دارالفكر ۹/۱۳۸، رقم: ۱۲۱۳۶) فقط والله سبحانه تعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۳۴ھ/۱۲/۲

فتویٰ رجسٹرڈ خاص ۱۱۳۴۴/۴۰

حضور کی موافقت میں اولیس قرنی نے کس ماہ میں دندان شہید کئے تھے؟

سوال: [۴۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت

اولیس قرنی نے حضور ﷺ کی موافقت میں اپنے دندان مبارک کو کس مہینہ میں شہید کیا تھا؟

المستفتی: حبیب الرحمن، گوری نوادا، فرخ آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: حضرت اولیس قرنی نے دندان مبارک

حضور ﷺ کی موافقت میں شہید کر دیا تھا، احقر کے علم نہیں ہے؟ اس طرح کس ماہ میں شہید فرمایا تھا، اسکی تعیین کا علم بھی بندہ کو نہیں ہاں البتہ ان کے بارے میں صحیح حدیث میں بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، انکو حضور ﷺ نے خیر التابین کا لقب دیا ہے، کہ تمام تابعین میں سے بہتر اور افضل حضرت اولیس قرنی ہیں، انہوں نے حضور ﷺ کے زمانہ میں اسلام قبول کیا تھا، مگر والدہ کی خدمت کی وجہ سے بارگاہ رسالت میں حاضر نہ ہو سکے، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اہل یمن کے سربراہوں کا قافلہ تمہارے پاس آئے گا، اور اس میں اولیس بن عامر قرنی بھی شامل ہونگے، اور تمہاری ملاقات ان سے ہو جائے تو ان کے ذریعہ سے ضرور مغفرت کی دعا کرانا، اور حضور ﷺ نے حضرت اولیس قرنی کے کچھ نشانات بیان فرمائے، انکی علامات اور نشانات میں یہ بھی ہے کہ انکے بدن پر برص کا مرض ہو چکا ہوگا، اور اللہ نے انہیں برص کے مرض سے شفاء عطاء فرمائی ہوگی، مگر ایک درہم کے بقدر ایک داغ باقی ہوگا، چنانچہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں اہل یمن کا قافلہ آیا تو حضرت عمرؓ نے ان سے ملاقات کر کے اپنے لئے دعاء استغفار کی درخواست کی، چنانچہ اولیس قرنی نے حضرت عمرؓ کیلئے دعاء استغفار کیا، پھر حضرت عمرؓ نے اولیس قرنی سے پوچھا کہ تمہارا کہاں کے سفر کا ارادہ ہے، تو حضرت اولیس قرنی نے فرمایا کہ میں کوفہ جا رہا ہوں، اس پر

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں کوفہ کے گوز کے نام تمہارے لئے خط لکھتا ہوں، تو اس پر اویس قرنیؓ نے فرمایا کہ آپ خط نہ لکھیں اس لئے کہ میرے لئے یہی محبوب ترین اور پسندیدہ بات ہے، کہ میں ضعیف اور کمزور لوگوں میں شامل رہا کروں، اسکے بعد اگلے سال حج کے موسم میں یمن کے کچھ سربراہ لوگ حج میں تشریف لائے، تو حضرت عمرؓ نے اویس قرنیؓ کے حالات معلوم کئے، تو ان لوگوں نے کہا کہ ایک بوسیدہ مکان میں معمولی سامان سے گزارا کر رہے ہیں، اس پر حضرت عمرؓ نے اس قافلہ کے سامنے حضور ﷺ کا پورا ارشاد پڑھ کر سنایا کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت میں مصروف رہیں گے، اور اگر وہ قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ قسم سے بری فرمادیں گے اور انکی دعاء قبول ہوں گی، لہذا ان سے ملاقات ہو تو ان سے ضرور دعاء کرایا کرو، تو وہ حجاج حج سے واپس آنے کے بعد حضرت اویس قرنیؓ کی خدمت میں دعاء کرانے کیلئے حاضر ہوئے، یہ واقعہ حدیث کی کتابوں میں اسی طرح موجود ہے، جس طرح اس میں تحریر کیا گیا ہے، اور دندان مبارک شہید کرنے سے متعلق کوئی حدیث شریف ہم کو نہیں ملی، روایات ملاحظہ فرمائیے:

عن عبد الرحمن بن أبي لیلی قال نادى رجل من أهل الشام يوم صفين أفيكم أويس القرني قالوا: نعم قال سمعت رسول الله ﷺ : إن من خير التابعين أويساً القرني . (مسند احمد ۳/ ۴۸۰، رقم: ۱۶۰۳۸)

عن أسير بن جابر قال كان عمر بن الخطاب إذا أتى عليه أمداد أهل اليمن سألهم أفيكم أويس بن عامر حتى أتى على أويس فقال: أنت أويس بن عامر ، قال: نعم ، قال من مراد ثم من قرن قال نعم قال فكان بك برص فبرأت منه إلا موضع درهم قال نعم، قال: لك والدة، قال: نعم، قال سمعت رسول الله ﷺ يقول يأتي عليكم أويس بن عامر مع أمداد أهل اليمن من مراد ثم من قرن كان به برص فبرأ منه إلا موضع درهم، له و الدة هو بها بر، لو أقسم على الله

لأبره ، فإن استطعت أن يستغفر لك فأفعل فاستغفر لي فاستغفر له ، فقال له عمر أين تريد قال : الكوفة ، قال : ألا أكتب لك إلى عاملها قال أكون في غبراء الناس أحب إليّ قال : فلما كان من العام المقبل حج رجل من أشرفهم فوافق عمر ، فسأله عن أويس قال : تركته رث البيت قليل المتاع قال سمعت رسول الله ﷺ : يقول يأتي عليكم أويس بن عامر مع أمداد أهل اليمن من مراد ثم من قرن كان به برص فبرأ منه إلا موضع درهم ، له والده هوبها بر لو أقسم على الله لأبره ، فإن استطعت أن يستغفر لك فأفعل فأتى أويسا ، فقال : استغفر لي ، قال : أنت أحدث عهداً ، بسفر صالح ، فاستغفر لي قال : استغفر لي ، قال أنت أحدث عهداً ، بسفر صالح فاستغفر لي قال : لقيت عمر قال : نعم ، فاستغفر له ففطن له الناس فانطلق على وجهه قال : أسير وكسوته بردة فكان كلما رآه إنسان قال من أين لأويس هذه البردة . (صحيح مسلم ، ۳۱۱/۲ ، رقم : ۲۵۴۲ ، اسد الغابہ ۱/ ۱۷۹)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۵۱۳۶)

علامہ سندھی کی سوانح

سوال: [۴۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ:

- (۱) علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کس سن میں تولد ہوئے؟ (۲) سن وفات کیا ہے؟ (۳) علامہ سندھی نام سے کتنے آدمی گزرے ہیں؟ (۴) اور بخاری شریف میں حضرت مولانا فخر الدین صاحب اکثر و بیشتر علامہ سندھی کا حوالہ دیتے تھے ، غالباً یہ وہی سندھی ہیں جو محدثین میں مشہور ہیں؟ (۵) انکی مختصر سوانح حیات درکار ہے؟

المستفتی: مولانا لطافت حسین صاحب، بیرنگر بسہریا، پورنیہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (۱) سن تولد کی تعیین احقر کو نہیں معلوم ہے۔

(۲) سن وفات ۱۱۳۸ھ ہے۔ (۳) احقر کو معلوم نہیں۔ (۴) ہاں وہی ہیں جو محدثین میں مشہور ہیں۔ (۵) ان کا نام محمد ہے کنیت ابو الحسن ہے، پورا نام ابو الحسن محمد بن عبدالہادی السنہی ہے، انھوں نے بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ پر حاشیہ و تعلق لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو: (کشف الظنون، مطبع دارالفکر بیروت ۶/۲۴۹)

نیز حضرت شیخ محمد عابد سنہی کے نام سے ایک بہت بڑے عالم گذرے ہیں، جنھوں نے کتب فقہ کی بڑی بڑی شرحیں لکھی ہیں، درمختار کی طویل اور مفصل شرح بنام طواع الأنوار علی الدر المختار لکھی، اور المواہب اللطیفۃ علی مسند الإمام أبی حنیفہ اور شرح تیسیر الوصول لابن الربیع الحافظ الشیبانی اور فن اسماء الرجال میں مبسوط کتاب بنام حصرت الشارذنی اسانید محمد عابد وغیرہ کتابیں لکھیں ہیں، ان کے حالات حضرت مولانا عبدالرحمن حسینی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے نذہۃ الخواطر میں تحریر فرمایا ہے، ملاحظہ ہو: (نذہۃ الخواطر ۷/۴۴۱ تا ۴۴۹، نمبر ۸۳۶، طبع دائرۃ المعارف ۷/۴۵۳ تا ۵۳۹ نمبر ۸۲۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۱ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۴۲/۲۳)

گوشت خوری کی ابتداء کہاں سے ہوئی

سوال [۴۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گوشت

خوری کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: گوشت خوری کی ابتداء کہاں سے ہوئی ہے، اسکی صراحت قرآن کریم کی کسی آیت کریمہ سے، یا کسی صحیح حدیث شریف سے احقر کی نگاہ سے نہیں گذری۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۳/۲۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۵/۶۵۵۷)



(۳) کتاب البدعات والرسوم

(۱) باب: بدعت کی تعریف اور اس کے اقسام

بدعت کی تعریف

سوال [۴۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بدعت کے کیا معنی ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بدعت: دین میں کوئی نئی بات نکالنا۔ (فیروز اللغات/ ۱۷۷)
ما أحدث علی خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم، أو عمل، أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل ديناً قويمياً وصرافاً مستقيماً. (شامی زکریا ۲/۲۹۹، کتاب الصلوة، باب الامامة، مطلب البدعة خمسة اقسام، شامی، کراچی ۱/۵۶۰)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة. (سنن أبي داود، كتاب السنة، باب في لزوم السنة، النسخة الهندية، قديم ۲/۴۶، مكتبة البدر ديوبند ۲/۶۳۵، دار السلام رقم: ۴۶۰۷)
عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطالحوا على جدر فالصلح مردود، النسخة الهندية ۱/۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف:

(۲۶۹۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۲۳/۱۱/۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۶/۷۸۶۱)

بدعت کی تعریف اور اس کا شرعی حکم

سوال [۴۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بدعت کی تعریف اور اس کا شرعی حکم بھی تحریر فرمادیں۔

المستفتی: اہالیان محلہ پیرزادہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بدعت نام ہے التزام ما لا یلزم کالیعنی غیر لازم چیز کے لازم کر لینے کو بدعت کہا جاتا ہے، نیز کسی امر مندوب کو اس طریقہ سے لازم کر لینے کو بھی بدعت کہا جاتا ہے کہ ان پڑھ لوگ اسے لازم اور واجب سمجھنے لگیں، یا کسی وقت یا کسی دن کے ساتھ اس طرح متعین کر لیا جائے کہ لوگ اس کام کو اسی دن ضروری سمجھنے لگیں، حدیث شریف میں بدعت کے ایجاد کی سخت ممانعت آئی ہے۔

فإذا ندب الشرع مثلاً إلى ذکر الله فالنظم قوم الاجتماع علی لسان واحد وبصوت واحد أو فی وقت معلوم مخصوص عن سائر الأوقات لم یکن فی ندب الشرع، ما یدل علی هذا التخصیص الملتزم، بل فیہ ما یدل علی خلافہ. (الاعتصام ۱/۳۳۵، بحوالہ راہ سنت ص: ۱۱۹)

کل مباح یؤدی إلى زعم الجہال سنیة أمر أو وجوبہ فهو مکروه.

(تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ ۲/۳۶۷، بحوالہ فتاویٰ محمودیہ جدیدہ ۳/۸۸)

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه

فہو رد. (بخاری شریف، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحو علی جور فالصلح مردود،

النسخة الهندية ۱/ ۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷)

وبدعة ضلال ما كان في خلاف ما أمر الله به ورسوله فهو في حيز الذم
والإنكار. (نهایہ ۱/ ۱۰۶، مکة المكرمة، معجم لغة الفقهاء، ص: ۱۰۵، شامی کراچی
۱/ ۵۶۰، زکریا ۲/ ۲۹۹، کتاب الصلاة، باب الامامة) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم

کتابہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۰۳۶/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۴/۲۵ھ

جو چیز آپ ﷺ سے ثابت نہیں اس کا کرنا بدعت ہے؟

سوال [۴۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے
بارے میں: کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اگر کوئی شخص ایسے کام کرے تو
اس کام کو کیا کہیں گے؟ اگرچہ وہ نیک کام ہی ہو اور اس پر عمل کرنے سے ثواب ملے گا یا
نہیں؟

المستفتی: محمد راغب، سہپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جو بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صراحتاً
ثابت نہیں اور وہ فی نفسہ مباح ہے تو اس کو کرنا جائز ہے اور اس عمل پر انشاء اللہ ثواب
ملے گا مثلاً کتب دینیہ کی تصنیف و تدوین اور مدارس و خانقاہوں کی تعمیر کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ میں ان میں سے کوئی چیز نہیں تھی؛ لیکن آج ضرورت کے پیش نظر اور
حفاظت دین کی خاطر مدارس اور خانقاہوں کی تعمیر اور دوسرے دینی ادارے، کتب دینیہ
کی تصنیف و تدوین دین کا جزو بن گئے ہیں، لہذا یہ چیزیں بدعت میں شامل نہیں ہوں
گی۔ (مستفاد: اشرف الجواب ۲/ ۹۲)

قال رسول الله عليه وسلم: من سن في الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها. (سنن نسائي، كتاب الزكوة، باب التحريض على الصدقة، النسخة الهندية ۱/ ۲۸۴، دارالسلام رقم: ۲۵۵۴)

وإلا فقد تكون واجبة، كمنصب الأدلة للرد على أهل الفرق الضالة، وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة و مندوبة كإحداث نحو رباط و مدرسة و كل إحسان لم يكن في الصدر الأول. (شامی کراچی، کتاب الصلاة، باب الإمامة مطلب البدعة خمسة اقسام ۱/ ۵۶۰، زکریا ۲/ ۲۹۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۴۲۱/۱۱/۱۶ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۶۴۵۴/۳۴)

بدعت حسنہ بدعت سیئہ

سوال [۴۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عوام الناس میں بدعت کی دو قسمیں پائی جاتی ہیں۔

(۱) بدعت حسنہ (۲) بدعت سیئہ جبکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کل بدعت ضلالة جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدعت حسنہ کوئی چیز نہیں ہے نیز بخاری شریف کی روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بیس رکعت تراویح کے بارے میں منقول ہے ”نعمت البدعة هذه“ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے، مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ اس تضاد کو ختم کر کے مسئلہ کی ایسی وضاحت کریں جس سے معاملہ بالکل صاف ہو جائے، ”بینوا توجروا“

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اصل لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں خواہ

عبادات سے متعلق ہو یا عادات سے، اور اصطلاح شرع میں ہر ایسے نوا ایجاد طریقہ عبادت کو بدعت کہتے ہیں: کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود وہ طریقہ عبادت نہ قولاً ثابت ہو اور نہ ہی فعلاً، نہ صراحتاً ثابت ہو اور نہ ہی اشارۃ ایسی چیز کو اجر و ثواب کی نیت سے عبادت سمجھ کر ایجاد کرنے کو بدعت کہا جاتا ہے جو شریعت کے اندر جائز نہیں ہے اور ایسی بدعت کے بارے میں حدیث پاک کے اندر و شراً الأمور محدثاتہا، و کل محدثۃ بدعة، و کل بدعة ضلالة، و کل ضلالة فی النار. (صحیح ابن خزیمہ، کتاب الجمعة، باب صفة خطبة النبي صلى الله عليه وسلم..... المكتب الاسلامی ۸۶۴/۲، رقم: ۱۷۸۵) کے الفاظ وار ہوئے ہیں۔

فالبدعة إذن عبارة عن طريقة في الدين مخترعة، تضاهي الشريعة، يقصد بالسلوك عليها المبالغة في التبع لله سبحانه وتعالى الخ. (الاعتصام، الباب الاول في تعريف البدعة..... ۴۷/۱)

والمراد بها ما أحدث وليس له أصل في الشرع، ويسمى في عرف الشرع "بدعة" وما كان له أصل يدل عليه الشرع فليس ببدعة فالبدعة في عرف الشرع مذمومة بخلاف اللغة فإن كل شئ أحدث على غير مثال يسمى بدعة سواء كان محموداً أو مذموماً. (فتح الباری، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله عليه وسلم، اشرفیه دیوبند ۳۱۵/۱۳، دارالفکر ۲۵۳/۱۳، تحت رقم الحديث: ۷۲۷۷)

لہذا جو چیز خلفاء راشدینؓ اور صحابہؓ کے زمانہ میں قولاً، فعلاً، صراحتاً یا اشارۃ داعیہ اور ضرورت کے پیش نظر جاری کی گئی وہ بدعت نہیں ہے، بلکہ وہ خلفاء راشدین کی سنت ہے جو شرعاً عبادت اور کارِ ثواب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ایسے عمل

کا عبادت اور سنت ہونا ثابت ہے، لہذا منظم طریقہ سے رمضان المبارک میں باجماعت بیس رکعت تراویح کا قیام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے، جس کی اتباع ہر مسلمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے بموجب واجب ہے، اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں غائبین کی ضرورت کے پیش نظر جمعہ کی اذان اول کا سلسلہ شروع کیا گیا جو خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سنت ہے جس کو لازم پکڑنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ہدایت فرمائی ہے۔

وفی حدیث طویل : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ... فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها، وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، و كل بدعة ضلالة. (سنن أبي داود، كتاب السنة، باب في لزوم السنة، النسخة الهندية ۲/ ۶۳۵، دار السلام رقم: ۴۶۰۷، سنن الترمذی كتاب العلم، باب ماجاء في الأخذ بالسنة واجتتاب البدعة، النسخة الهندية ۲/ ۹۶، دار السلام رقم: ۲۶۷۶، سنن ابن ماجه كتاب السنة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين، النسخة الهندية ۱/ ۵، دار السلام رقم: ۴۲، ۴۳، المستدرک علی الصحیحین، كتاب العلم قديم ۱/ ۱۷۴، مكتبة نزار مصطفى الباز ۱/ ۱۴۰، ۱۴۲ ارقم ۴۲۹، ۴۳۳، المعجم الاوسط للطبرانی، دار الفکر ۱/ ۳۲۸، رقم: ۶۶، من اسمه أحمد) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۱۱ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ

(الف فتویٰ رجسٹر خاص ۴۱/ ۱۲۱۰۹)

بدعات و سومات سے کس طرح روکا جائے؟

سوال [۴۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل

کثرت سے نیاز فاتح کھانے پر لگوانا اور عام طور پر کوئٹے وغیرہ چل رہے ہیں آج کل اگر لوگوں کو منع کیا جائے تو کس طریقہ سے منع کیا جائے گا، قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب چاہئے۔

المستفتی: سید واحد احمد، قصبہ ڈھکیہ، ضلع مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حکمت اور نرمی کے ذریعہ سے اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے منع کیا جائے۔

قوله تعالى: اذْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ.

(سورة نحل الآية: ۱۲۵)

عن صالح بن رنبور، قال: سمعت أم الدرداء، تقول: من وعظ أخاه سرا فقد زانه، ومن وعظه علانية فقد شانه. (شعب الإيمان للبيهقي، دارالكتب العلمية بيروت ۶/ ۱۱۲، رقم: ۷۶۴۱)

قال الإمام الشافعي: من وعظ أخاه سرا فقد نصحه وزانه ومن وعظه علانية فقد فضحه وشانه (النووي على مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان ۱/ ۵، مرقاة، امداديہ ملتان ۱/ ۲۲، الموسوعة الفقهية الكويتية ۴۰/ ۴۲۹، ۴۴/ ۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۶ شعبان ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۳۶۳/۲۵)

(۲) ماہِ محرم کی بدعات دسویں محرم کے کھچڑے کی شرعی حیثیت

سوال [۴۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محرم کی دس تاریخ

کو کھچڑا پکانا حضرت حسینؑ کے نام سے اور اس کا لوگوں کو کھلانا اور کھانا کیوں منع ہے؟

المستفتی: محمد شکیل، مغلیورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: محرم کی دس تاریخ میں کھچڑا پکانا ناسلئے جائز نہیں

ہے کہ غیر اللہ کے نام سے کوئی چیز بھی پکائی جائے وہ شرعاً ناجائز اور حرام ہوتی ہے اس لئے

اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

حُرْمَتٌ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أَهَلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ.

(سورہ مائدہ آیت: ۳)

نیز اگر یہ کام اچھا ہوتا تو حضرت امام زین العابدینؑ، حضرت حسینؑ کے بیٹے تھے وہ

ضرور کرتے انھوں نے کبھی بھی ۱۰ محرم الحرام کو کھچڑا نہیں بنوایا نیز حضرت جعفر صادقؑ نے بھی

یہ کام کبھی بھی نہیں کیا، ائمہ مجتہدین میں شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کسی نے بھی نہیں کیا۔

(مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ/ ۱۳۸، فتاویٰ محمودیہ/ ۱۱/ ۳۷۷)

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب من أهل الشام

فكانوا إلى يوم عاشوراء يطبخون الحبوب ويغتسلون ويتطيون ويلبسون

أفخر ثيابهم ويتخذون ذلك اليوم عيداً يصنعون فيه أنواع الأطعمة

ويظهرون السرور والفرح يريدون بذلك عناد الروافض ومعاستهم .

(البداية والنهاية ۸/ ۲۰۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

شہیر احمد عفا اللہ عنہ
۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۱۲۰)

دسویں محرم کو شربت کی سبیل لگانا

سوال [۴۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محرم کی دس تاریخ میں حضرت حسین کی محبت میں شربت پینے اور پلانے کو کیوں منع کرتے ہیں۔

المستفتی: محمد شکیل، محلہ مغلوپورہ اول، مسجد
بکر قصاب والی، حافظ بننے کی پلیہ، مرد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو شربت پلانا کون سی عقل کی بات ہے وہاں تو شہداء کو بلا پیاس سے دم توڑ رہے تھے اور یہاں تو شربت کا مویج کرتے ہیں یہ کون سی محبت ہے یہ سب کام اسلام کے دشمنوں اور رافضیوں کے ایجاد کردہ ہیں ان کا ترک ہر مسلمان پر لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ/۱۳۹)

يظهر الناس الحزن والبكاء وكثير منهم لا يشرب الماء ليلتذ
موافقة للحسين رضي الله تعالى عنه لأنه قتل عطشانا من البدع
الشيعة. (البداية والنهاية ۸/ ۲۰۲ دارالفکر بیروت)

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب ” إلى
قوله “ ويتطيون ويلبسون أفخر ثيابهم ويتخذون ذلك اليوم عيداً
يصنعون فيه أنواع الأطعمة ويظهرون السرور والفرح يريدون
بذلك عناد الروافض ومعاستهم. (البداية والنهاية، دارالفکر بیروت)

۲۰۲/۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
 (الف فتویٰ نمبر: ۱۸۶۴/۲۶)

یوم عاشوراء میں دسترخوان وسیع کرنا

سوال [۴۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یوم عاشوراء میں دسترخوان وسیع کرنا جائز ہے یا نہیں، نیز علماء احناف نے حدیث توسع کو قابل عمل سمجھا ہے یا نہیں؟

المستفتی: مقیم احمد، سنبھلی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عاشوراء کے روز شام کو وسعت دسترخوان ناجائز نہیں ہے، بلکہ جائز اور باعث خیر و برکت ہے اور اس سے متعلق جو حدیث شریف مروی ہے وہ موضوع نہیں ہے بلکہ محمد بن اسماعیل الجعفری کو صرف ضعیف کہا گیا ہے مگر امام ابو بکر بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کو جعفری کے طریق سے نقل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی نقل فرمائی ہے، اس کے بعد امام بیہقی فرماتے ہیں اگرچہ یہ حدیث شریف سند کے اعتبار سے کمزور ہے مگر کثرت طرق کی وجہ سے قوت آگئی ہے اور صحیح حسن روایات کے درجہ میں ہو چکی ہے اور ابن حبان نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

ذکرہ ابن حبان فی الثقات فالحدیث حسن علی رأیہ عن أبی سعید الخدری قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سنة كلها، قال الحافظ بن حجر في أماليہ

الجعفری ضعفه أبو حاتم وشيخه ضعفه أبو زرعة ورجال الإسناد كلهم معروفون ثم أخرج البيهقي حديث بن مسعود وحديث أبي هريرة وقال فهذه الأسانيد وإن كانت ضعيفة فهي إذا ضم بعضها إلى بعض أخذت قوة الخ. (اللآلي المصنوعة ص: ۳۶۹)

اسی وجہ سے اکابر اور بڑوں نے اپنی اپنی کتابوں میں اس عمل کو مستحب قرار دیا ہے اور صاحب درمختار نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ، قدیم ۱۵/۴۱۳، جدید ڈائجیل ۳/۲۶۴؛ ہفتی زیور ۶/۶۱)

وحديث التوسعة على العيال يوم عاشوراء صحيح الخ. (درمختار، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده مطلب في حديث التوسعة على العيال، كراچی ۲/۴۱۸، زکریا ۳/۳۹۹)

مگر اس کے جائز ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اسی کو اپنا خاص عمل بنا لیا جائے اور روزہ وغیرہ عاشوراء کے دیگر اعمال کو بھلا دیا جائے بلکہ اعتدال میں رہ کر عمل کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتابتہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۱/۳۸۰۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۱۱۵/۱۴۱۵ھ

دس محرم الحرام کو دسترخوان وسیع کرنے اور فاتحہ خوانی کا حکم

سوال [۴۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

- (۱) محرم الحرام کی دسویں تاریخ میں دسترخوان وسیع کرنا برائے ایصال ثواب اہل بیت کیلئے (جائز یا ناجائز یا بدعت) کیسا ہے؟ اور شریعت میں اس کی کیا حیثیت ہے؟
- (۲) کھانے کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا برائے ایصال ثواب کیسا ہے؟

المستفتی: ارشاد احمد، مراد آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) ایک حدیث شریف میں عاشوراء کی شام میں اہل و عیال کو عمدہ کھانا کھلانے کی ترغیب وارد ہوئی ہے، اور عاشوراء کے دن میں دیگر ایام کے مقابلہ میں دسترخوان وسیع کرنے کی بات ثابت ہے اس کی وجہ سے یہی ہے کہ اس دن روزہ رکھنے کا حکم ہے دن بھر روزہ رکھ کر شام کو افطار میں کھانے میں وسعت دی جائے مگر حدیث زیادہ قوی نہیں ہے بہر حال بلا کسی غیر شرعی امور کے کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اچھا ہے۔ (مستفاد احسن الفتاویٰ ۱/ ۵۱۳، بارہ مہینوں کے فضائل ۸۹)

و حدیث التوسعة علی العیال یوم عاشوراء صحیح الخ (در مختار مع الشامی، کتاب الصوم، باب ما یفسد ومالا یفسدہ مطلب فی حدیث التوسعة علی العیال الخ کراچی ۲/ ۴۱۸، زکریا ۳/ ۳۹۹)

عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من وسع علی عیالہ یوم عاشوراء لم یزل فی سعةٍ سائر سنۃٍ. (المعجم الکبیر، دار احیاء التراث العربی ۱۰/ ۷۷، رقم: ۱۰۰۰۷، المعجم الاوسط عن ابی سعید خدریؓ ۶/ ۴۳۲، رقم: ۹۳۰۲، شعب الإیمان للبیہقی، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۳۶۵، رقم: ۳۷۹۲)

(۲) کھانے کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا کسی حدیث یا فقہ سے ثابت نہیں ہے اہل بدعت کا طریقہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۰ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/ ۵۵۹۰)

عاشوراء کے دن تعزیر نہ نکالنا

سوال [۴۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید جو کہ ایک مسجد میں منصب امامت پر فائز ہے اور تدریسی خدمات بھی انجام دیتا ہے، ماہ محرم میں عاشوراء کے موقع پر اہل تشیع و اہل بدعت کی طرف سے تعزیر داری کے سلسلہ

میں منعقدہ تقریبات، جلوس اور میلہ میں بہ رغبت نفس شرکت کرتا ہے حتیٰ کہ نماز پڑھانے کو وقت تنگ ہو جاتا ہے، لہذا قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ مذکورہ شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اگر جائز ہے تو مکروہ تو نہیں اگر مکروہ ہے تو مکروہ تحریمی تو نہیں یا مکروہ تنزیہی ہے؟

المستفتی: محمد اسفرخانی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عاشوراء کے دن تعزیہ کا جو طوفان بدتمیزی ہوتا ہے وہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے، اس میں شرکت کرنے والے سب فاسق ہیں ایسے لوگ امامت کے لائق نہیں، ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہو جاتی ہے سائل کے بیان کے مطابق مذکورہ شخص فاسق ہے، لہذا اس کو ہٹا کر تنج شریعت امام کا انتظام کرنا ضروری ہے۔

ولذا کرہ إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب إهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للإمامة (وتحہ) ومفادہ كون الكراهة في الفاسق تحريمية الخ. (طحطاوی علی المراقی، کتاب الصلوٰۃ فصل فی بیان الأحق بالإمامة، دارالکتب دیوبند ۳۰۲، ۳۰۳، قديم: ۱۶۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ محرم ۱۴۱۶ھ
(الف فتاویٰ نمبر: ۳۲/۳۳۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۱۶/۲۲ھ

دسویں محرم کو حلیم بنانے اور تقسیم کرنے کا حکم

سوال [۴۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محرم الحرام کی دسویں تاریخ کو یا اس سے قبل حلیم وغیرہ بنوا کر تقسیم کرنا اور خود کھانا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حلیم کا التزام عاشوراء محرم کے ساتھ بدعت وضلالت ہے،

اس دن حلیم بنانا اور تقسیم کرنا سب کا ترک لازم ہے اور یہ طریقہ خارجیوں کا شعار ہے۔
(مستفاد: کفایت المفتی، قدیم کتاب العقائد/ ۲۲۶، جدید زکریا مطول ۲/ ۲۸۴، ۲۸۵، فتاویٰ رشیدیہ ص: ۱۳۸)

ہاں البتہ دن بھر روزہ رکھ کر شام کو کھانے میں وسعت دینا بعض روایات سے ثابت ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول ﷺ صوموا یوم عاشوراء وخالفوا الیہود

فیہ ، صوموا قبلہ یوماً وبعده یوما الخ . (شعب الایمان ۳/ ۳۶۵، رقم: ۹۳۶۹۰)

عن جابر قال قال رسول ﷺ من وسع علی اہلہ یوم عاشوراء وسع

اللہ علی اہلہ طول سنتہ الخ . (شعب الایمان ۳/ ۳۶۵، رقم: ۹۳۷۹۱)

وقد عاکس الرافضة والشیعة یوم عاشوراء النواصب من اهل الشام

فکانوا فی یوم عاشوراء یطبخون الحبوب و یغتسلون ویتطیبون و یلبسون

أفخر ثیابہم ویتخذون ذلک الیوم عیداً یصنعون فیہ أنواع الأطمعة

ویظہرون السرور والفرح یریدون بذلک عناد الروافض و معاکستہم .

البدایہ و النہایہ، دارالفکر ۸/ ۲۰۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ محرم ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۴۴۳/۲۳)

کیا تعزیہ داری جائز ہے؟

سوال [۴۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تعزیہ داری

کے بارے میں علمائے اسلام کیا فرماتے ہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ اس مسئلہ پر آپ تفصیل سے روشنی ڈالنے کی مہربانی کریں۔

المستفتی: سید پرویز احمد، سکریٹری، مسلم اصلاحی کمیٹی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تعزیہ داری بدعت قبیحہ اور ناجائز ہے اس کا ترک

مسلمانوں پر لازم ہے ورنہ سخت گناہ کے مرتکب ہوں گے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۵/ ۲۸۸،

۲۹۵/۵، فتاویٰ محمودیہ قدیم/۱، ۱۸۸، جدید ڈبھیل ۳/۲۷۶)

وقتل حسین جرت فتن كبيرة وأكاذيب كثيرة وظهرت أهواء وبدع وقع فيها طوائف من المتقدمين والمتأخرين وصارت الأكاذيب والأهواء والبدع لا تزال تزداد حتى حدثت أمور يطول شرحها. (مجالس الأبرار مختصرأص: ۲۳۹ بحواله بهشتی زیور حصه ششم، ص: ۶۲)

عن عبد الله رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ليس منا من شق الجيوب وضرب الخدود، ودعا بدعوة الجاهلية. (سنن ترمذی، كتاب الجنائز، باب ماجاء فى النهى عن ضرب الخدود والخ، النسخة الهندية ۱/۱۹۵، دار السلام رقم: ۹۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

اربع الاول ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۲۵/۱۶۷۶)

یوم عاشوراء میں ڈھول تاشہ کے ساتھ جلوس نکالنا

سوال [۴۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عاشوراء کے دن تعزیر، ڈھول، تاشہ، نشان وغیرہ کے ساتھ جلوس نکالنا کیسا ہے؟

المستفتی: قاری محمد وسیم صاحب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: تعزیر ڈھول تاشہ اور دیگر خرافات مثلاً گریبان چاک کرنا، چہرے پر مارنا، بدن کو زخمی کرنا وغیرہ سب ناجائز اور حرام ہیں ان سے تائب ہو کر باز آجانا لازم ہے، اس بارے میں حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس منا من ضرب الخدود، وشق الجيوب، أو دعا بدعوى الجاهلية. (مسلم شريف، كتاب الايمان، باب تحريم ضرب

الحدود الخ النسخة الهندية ۱/ ۷۰، بيت الأفكار رقم: ۱۶۵، بخاری شریف، کتاب الجنائز، باب ليس منامن شق الجيوب، النسخة الهندية ۱/ ۱۷۲، رقم: ۱۲۸۰، ف: ۱۲۹۴، مشکوة شریف، کتاب الجنائز، باب البكاء على الميت ۱/ ۱۵۰، رقم: ۱۶۲۸)

اسی طرح مذکورہ لوازمات کے ساتھ جلوس نکالنا بھی ناجائز اور حرام ہے، مسلمانوں پر ایسے جلوس سے احتراز لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ احیاء العلوم ۱/ ۱۳۹)

قال ابن مسعود ^{رض} صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات قلت وفي البيزانية استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام (وقوله) فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر فالواجب كل الواجب أن يجتنب الخ. (الدر المختار، كتاب الخطر والإباحة، كراچی ۶/ ۳۴۹، زکریا ۲/ ۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴)

عبد الله يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الغناء ينبت النفاق في القلب. (سنن أبي داؤد مكمّل كتاب الأدب، باب كراهية الغناء والزمر ص: ۶۹۴، دار السلام رقم: ۴۹۲۷) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۸۱۳/۲۴)

محرم میں ڈھول تاشے بجانا

سوال [۲۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محرم میں ڈھول تاشے بجانا کیسا ہے؟

المستفتی: فرقان احمد، دلپت پور مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: محرم میں ڈھول، تاشے بجانا دور نبوت، دور صحابہ،

دورتا بعین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں اس لئے ان خرافات سے دور رہنا مسلمانوں پر لازم ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله حرم على أو حرم الخمر والميسر والكوبة:..... قال سفیان: فسألت علي بن بذيمة عن الكوبة قال الطبل. (سنن أبي داود، كتاب الأشربة، باب في الأوعية، النسخة الهنديه ۲/ ۵۲۰، دار السلام رقم: ۳۶۹۶)

وكره كل لهو..... واستماعه كالرقص، والسخرية، والتصفيق، وضرب الأوتار من الطنبور، والبربط، والرباب، والقانون، والمزمار، والصنج، والبوق فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زى الكفار واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام. (شامی کراچی، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع ۶/ ۳۹۵، زكريا ۹/ ۵۶۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ
(الف توئی نمبر: ۳۹/ ۱۰۱۱۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۳۱/۷/۳ھ

یوم عاشوراء کے روزے کا حکم

سوال [۴۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا اس وقت محرم کے ایک ہی روزہ کا حکم ہے، یا ایک روزہ رکھنا مکروہ ہے؛ جبکہ اس وقت اہل کتاب کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے اہل کتاب کے ساتھ کسی طرح کی مشابہت نہیں پائی جا رہی ہے، تو اب اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: مظہر الحق قاسمی، تملنا ڈو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: محرم کے روزے کا اب بھی یہی حکم ہے کہ دسویں

کے ساتھ نوں یا گیارہویں کا روزہ بھی رکھ لیں صرف دسویں کا روزہ مکروہ ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/ ۳۸۰، جدید فتاویٰ محمودیہ، قدیم ۱۲/ ۴۲۵، جدید ڈابھیل)

ويستحب أن يصوم يوم عاشوراء بصوم يوم قبله أو بعده ليكون مخالفاً لأهل الكتاب. (شامی کتاب الصوم قبیل مبحث فی صوم يوم الشك زكريا ۳/ ۳۳۵، کراچی ۲/ ۳۷۵، بدائع الصنائع کتاب الصوم، فصل وأما شرائط الصوم فنوعان، کراچی ۲/ ۷۹، زكريا ۲/ ۱۸، طحطاوی علی المراقی، قدیم ۱/ ۳۵۱، و ۳۵۰، کتاب الصوم، فصل فی صفة الصوم، و تقسيمه جدید، مکتبہ دارالکتاب ۶۳۹)

اور اس وقت بھی تو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) موجود ہیں اور اگر اہل کتاب نہ بھی رہیں تب بھی یہ حکم باقی رہے گا اس کی نظیر طواف میں رمل کا حکم ہے کہ رمل کا حکم زوال سبب کے باوجود آج بھی باقی ہے کیونکہ آج کل حرمین شریفین میں کفار نہیں ہیں۔

ويرمل في الثلث الأول من الأشواط والرمل أن يهز في مشيته الكتفين كالمبارز يتبختر بين الصفيين وذلك مع الاضطباء وكان سببه إظهار الجلد للمشركين حين قالوا أضناهم حمى يثرب ثم بقي الحكم بعد زوال السبب في زمن النبي عليه السلام وبعده. (هدايہ، کتاب الحج، باب الاحرام، اشرفی ۱/ ۲۴)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳/ ۵۶۳۵)

محرم میں کھچڑا بنا کر تقسیم کرنا

سوال [۴۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محرم میں کھچڑا بنوانا کیسا ہے جیسا کہ مراد آباد کی سڑکوں پر ہزاروں دیکیں ایک رات میں پکتی ہیں اور خوب بانٹا جاتا ہے، جو لوگ محرم کا روزہ رکھتے ہیں ان کے گھروں میں بھی پہنچا

یا جاتا ہے؟

المستفتی: حافظ عظمت علی، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: محرم کا کھچڑا بنانا، بانٹنا اور اس کو ضروری سمجھنا یہ تمام باتیں بے اصل، بدعت اور جہالت پر مبنی ہیں، اس میں ذاتی طور پر حصہ لینا یا مالی تعاون کرنا جائز نہیں؛ اس لیے کہ اس میں درپردہ ایک سنت کی مخالفت ہے، کیونکہ اس دن روزہ رکھنا سنت ہے، اور اس میں حصہ لینا ایک بدعت کا تعاون کرنا ہے۔
(مستفاد: محمودیہ ڈھائی ل ۳/۲۷۳، میرٹھ ۵/۳۸۸)

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب من أهل الشام فكانوا في يوم عاشوراء يطبخون الحبوب، ويغتسلون، ويتطيبون، ويلبسون أفخر ثيابهم، ويتخذون ذلك اليوم عيداً يصنعون فيه أنواع الأطعمة، ويظهرون السرور والفرح (البدایہ والنہایہ، مکتبہ دارالفکر ۱/۸ ۱۴۱)

وفیه أن من أصر علی أمر مندوب وجعله عزماً لم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكیف من أصر علی بدعة ومنکر.
(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاة، باب الدعاء فی التشهد، امدادیہ ملتان ۲/۳۵۳)

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (أبوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/۵۵۹، دارالسلام رقم: ۲۹۶۶) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ صفر ۱۴۳۵ھ

(رجسٹر خاص:.....)

دس محرم کو شربت تقسیم کرنا

سوال [۴۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محرم کا مہینہ ہے اس میں چند منکرات ہوتے ہیں جن سے دل مطمئن نہیں ہے، اس لئے آپ کی خدمت میں شرعی حکم معلوم کرنے حاضر ہوا ہوں امید کہ مدلل و مفصل جواب سے نوازیں گے، دسویں محرم کو لوگ شربت بنا کر لوگوں کو تقسیم کرتے ہیں بعضے اس کو اس دن میں کار خیر سمجھتے ہیں معلوم یہ کرنا ہے کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: کمال شاہ، محلہ عید گاہ قبرستان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دسویں محرم کو شربت تقسیم کرنا قرآن و حدیث اور فقہ کسی سے ثابت نہیں ہے یہ صرف روافض اور دشمنان اسلام کا طریقہ ہے، اس کو کار خیر اور ضروری سمجھنا ناجائز اور مباحثہ فی الدین ہے، اگر اہل بیت کے غم میں اور ایصال ثواب کے لئے کیا جاتا ہے، تو شربت پلا کر غم منانا یا ایصال ثواب کرنے کا کوئی معنی نہیں رکھتا، کیونکہ اس دن اہل بیت پیاس سے پریشان تھے، لہذا خاص طور پر دسویں محرم کو شربت پلانے سے اہل بیت کے ساتھ دشمنی اور مخالفت واضح ہو جاتی ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم، کتاب العقائد/۱، ۲۲۶، جدید زکریا مطول/۲، ۲۸۵، امداد الفتاویٰ/۵، ۳۳۴)

يظهر الناس الحزن والبكاء وكثير منهم لا يشرب الماء ليلتذ
موافقة للحسين رضي الله عنه ؛ لأنه قتل عطشاناً من البدع الشنيعة.
(البدایہ والنہایہ، دار الفکر بیروت ۸/ ۲۰۲)

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب من أهل
الشام: فكانوا في يوم عاشوراء يطبخون الحبوب، ويغتسلون،
ويتطيبون، ويلبسون أفسر ثيابهم، ويتخذون ذلك اليوم عيداً
يصنعون فيه أنواع الأطعمة ويظهرون السرور والفرح ويريدون
بذلك عناد الروافض ومعاستهم. (البدایہ والنہایہ دار الفکر بیروت

۲۰۲/۸ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۵/۱۶۱۵)

دس محرم میں حلیم بنا کر سرمایہ دار کے گھر بھیجنا

سوال [۴۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دسویں محرم کو اگر کسی نے حلیم پکا کر دوسرے کے یہاں بھیجا ہو کہ نہ مفلس ہے نہ غریب ہے اچھا خاصہ امیر آدمی ہے؟ تو اس کے لئے حلیم کا کھانا درست ہے یا نہیں؟
المستفتی: سید شمشاد علی، کانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر بنا م حضرت امام حسین یا اکابر کے بنایا

ہے تو ”ما اهل به لغير الله“ میں داخل ہونے کی بناء پر حرام ہے۔

”حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةَ وَالْدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا اَهْلٌ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ

الخ“ . (سورہ مائدہ آیت: ۳)

البتہ اگر اپنے گھر اہل و عیال کے لئے بنایا ہے اور اس میں سے کسی مالدار یا غریب کو کھلا دیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ ص: ۱۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۴۴۴)

محرم الحرام میں تعزیہ بنانا اور کھانا بنا کر تقسیم کرنا

سوال [۴۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں:

(۱) محرم الحرام کے مہینہ میں جو حضرت حسینؑ و دیگر شہداء کربلا کے نام کا تعزیہ بناتا ہے، نینٹیں مانتے ہیں، مرثیہ اور نوحہ وغیرہ پڑھتے ہیں، ان کیلئے طرح طرح کے کھانے پکاتے ہیں اور ان کو تقسیم کرتے ہیں اور وہ رسومات جو شیعہ حضرات کی ہیں سنی حضرات بھی ان کو کرتے ہیں اور ڈھول بجاتے ہیں اور اکھاڑے کھیلتے ہیں ماتم بھی کرتے ہیں یہ سب کیسا ہے یہ قرآن و احادیث نبویؐ کی روشنی میں کیا معنی اور کیا حکم رکھتا ہے اور ان سب کام کرنے والوں کے حق میں اللہ اور رسولؐ کا کیا حکم ہے؟

(۲) غیر اللہ کے نام کا کھانا پکانا کیا حکم رکھتا ہے، اللہ رب العزت نے غیر اللہ کے نام کے کھانے کو سورۃ ماندہ میں کن چیزوں کے ساتھ شامل کیا ہے اس کھانے کو کھانے والا کیسا ہے؟

(۳) جو فیصلہ قرآن و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اس پر مطمئن نہ ہونے والا اور اس فیصلہ پر اعتراض کرنے والا کیسا ہے؟ ان تمام مسائل کا جواب قرآن حکیم اور احادیث رسول کریمؐ کی روشنی میں تفصیل سے اور صاف صاف بیان فرمائیں۔

المستفتی: محمد سلیم قاسمی، سرائے کھجور، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) ماہ محرم میں تعزیہ بنانا، نوحہ کرنا اور ماتم وغیرہ کرنا سب کے سب شیعہ اور روافض کی ایجاد کردہ اور من گھڑت چیزیں ہیں، اور یہ سب ناجائز اور حرام ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ، قدیم ۶/۱۳۱، جدید ڈھانٹیل ۳/۲۷۷، فتاویٰ رشیدیہ، قدیم ۱۳۸/۱، فتاویٰ رحیمیہ، قدیم ۲/۲۷۳، جدید زکریا ۲/۷۰)

وإياه ثم إياه أن يشغله ببدع الرافضة ونحوهم منه الندب والنياحة والحزن إذ ليس ذلك من أخلاق المؤمنين الخ. (صواعق محرقة بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۲/۲۷۴، جدید زکریا ۲/۶۹)

عن عبد الله قال: قال رسول الله عليه وسلم ليس منا من شق الجيوب،

وضرب الخدود، ودعا بدعوى الجاهلية. (سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب

ما جاء فى النهى عن ضرب الخدود الخ، النسخة الهندية ۱/۱۳، دار السلام رقم: ۱۵۸۴)

(۲) حضرت امام حسنؓ اور حسينؓ کے نام سے کھانا پکانا یا شربت وغیرہ تقسیم کرنا حرام اور

نا جائز ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ/۱۳۸، فتاویٰ محمودیہ، قدیم ۱۱/۳۷۷، جدید ڈیجیٹل ۳/۲۷۷)

(۳) ڈھول بجانا، تعزیر بنانا اور اکھاڑ کھیلنا، اسی طرح ماتم ونوحہ کرنا حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم اور حضرت حسینؓ کی نافرمانی ہے۔ یہ سب روافض کی ایجاد کردہ اور من گھڑت

چیزیں ہیں، شریعت اسلامیہ میں ان چیزوں کی کوئی اصل نہیں ہے؛ بلکہ ساتویں صدی ہجری

میں ان چیزوں کی ایجاد ہوئی ہے اور تیمور لنگ بادشاہ جو شیعہ تھا، اسی نے ان چیزوں کو رواج

دیا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/۳۲۳، جدید زکریا ۲/۷۰، محمودیہ ۱۵/۱۴۲، ڈیجیٹل ۳/۲۷۶)

لیس منا من لطم الخدود و شق الجيوب الخ. (بخاری شریف، کتاب

الجنائز، باب لیس منا من شق الجيوب ۱/۱۷۲، رقم: ۱۲۸۰، ف: ۱۲۹۴)

النائحة إذا لم تتب قبل موتها تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران

ودرع من جرب. (صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب التشديد فى النياحة، النسخة

الهندية ۱/۳۰۳، بيت الافكار رقم: ۹۳۴، مشکوة/۱۵۰، البدايه والنهايه، دار الفكر ۸/۲۰۲)

(۴) غیر اللہ کے نام پر جو کھانا تیار کیا جاتا ہے، اس کے ”ما اهل به لغير الله“

میں داخل ہونے کی وجہ سے اس کا کھانا ناجائز اور حرام ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ، قدیم

ص: ۱۳۸، جدید زکریا/۱۱۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۱۱۳)

ماہ محرم کی رسومات

سوال [۴۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں اکثر مسلمان محرم کے مہینے میں بڑے شوق سے ڈھول تاشے بجاتے ہیں اور اونچے محرم (تعزیه) بناتے ہیں اور کچھ لوگ چھوٹے چھوٹے تعزیہ بازار سے خرید کر لاتے ہیں اور تعزیوں کے پاس میں رکھ کر کھانے کی چیزوں پر فاتحہ لگواتے ہیں اور دسویں محرم کے تیسرے دن کے بعد حضرت حسینؑ کا تیجا اسی جیسا کرتے ہیں جیسے کہ کسی مرنے والے عزیز واقارب کا تیجا کرتے ہیں اسلام کی رو سے یہ کام کیسے ہیں؟ جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی؟

المستفتی: ماسٹر راحت علی، این پی
آرسی بلاک سیدنگر، ضلع: رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں مذکورہ چیزوں کی کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ یہ دین میں ایجا کردہ بدعت ہیں اور حضرت حسینؑ سے تعلق اور محبت کی دلیل نہیں ہے بلکہ ان کے نانا کی سنتوں کو مٹانا ہے۔

وقتل حسین جرت فتن کبیرة وأکاذیب کثیرہ وظہرت أهواء وبدو ع وقع فیہا طوائف من المتقدمین والمتأخرین وصارت الأكاذیب والأهواء البدع لاتزال تزداد حتی حدثت أمور یطول شرحها. (مجالس الابرار مختصراً ۲۳۹، بحوالہ بہشتی زیور حصہ ششم ۶۲)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لم أنه عن البکاء إنما نہیت عن صوتین فاجریں صوت مزمار عند نعمة، مزمار شیطان ولعب، وصوت عند مصیبة، وشق الجیوب، ورنة الشیطان. (مسند أبی داؤد الطیالسی، دارالکتب العلمیة بیروت ۲/ ۳۲۱، رقم: ۱۷۸۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۳۱ھ
الف فتویٰ نمبر: ۹۸۷۶/۳۸
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۲۱ھ

دس محرم کو گڑکا (لاٹھی ڈنڈے کا کھیل) کھیلنا

سوال [۴۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ایک محرم سے دس محرم تک یا خاص دس محرم کے دن گلکے (ڈنڈے اور لاٹھی) کا کھیل کھیلا جاتا ہے، جس میں طرح طرح کے کرتب دکھائے جاتے ہیں اور اس کے لئے چندہ جمع کیا جاتا ہے، لوگ بڑے شوق سے دو دروازے سے دیکھنے کے لئے جمع ہوتے ہیں، اور اگر کوئی چندہ نہ دے تو اس پر طعن کیا جاتا ہے در یافت طلب امر یہ ہے کہ ان مخصوص ایام میں یہ کھیل کھیلنا، اس کو دیکھنا، اس کیلئے چندہ جمع کرنا اور نہ دینے والوں پر طعن کرنا شریعت کی نگاہ میں کیسا ہے؟

المستفتی: محمد صادق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ورزش اور جنگی مشق کی غرض سے لاٹھی

ڈنڈے نیزہ اور تیر وغیرہ کے ذریعہ سے کھیلنا کسی زمانہ کی خصوصیت کے بغیر جائز ہے، بشرطیکہ ان کھیلوں کی وجہ سے معاشی اور دینی نقصان نہ ہو اور ستر عورت کا بھی خیال رکھا جاتا ہو کہ اس کی وجہ سے اپنے روزگار سے بے فکری ہو جائے اور نہ ہی نماز اور ذکر الہی وغیرہ سے لاپرواہی ہو جائے تو ایسے کھیلوں کے ذریعہ سے بدن کی ورزش اور جنگی مشق کرنا بلا کراہت جائز ہے لیکن سال بھر میں صرف محرم کی ایک تاریخ سے دس تاریخ تک اس طرح کا کھیل کھیلنا نہ جنگی مشق کیلئے ہوتا ہے اور نہ بدن کی ورزش کے لئے نیز ان تاریخوں کی قیود کے ساتھ جو کھیل ہوتا ہے وہ محض تلذذ اور تماشا بینی کیلئے ہوتا ہے اس لئے یہ جائز نہیں ہے اور نہ ہی تلذذ کے لئے اس طرح کے کھیلوں کا دیکھنا مشروع ہے، اسی طریقہ سے آج کی دنیا میں جو عالمی کھیل کھیلے جاتے ہیں جن میں نمبر ایک پر کرکٹ کا کھیل ہوتا ہے سرکاری اور عوامی اربوں کھربوں روپے اس

میں برباد ہوتے ہیں اور اس میں جنگی مشق اور بدن کی ورزش کا مقصد بھی نہیں ہوتا ہے، اس لئے شرعاً اس طرح کا کھیل کھیلنا اور ان کا دیکھنا جائز نہیں ہے۔

وعلى هذا الأصل فالألعاب التي يقصد بها رياضة الأبدان أو الأذهان جائزة في نفسها ما لم تشتمل على معصية أخرى وما لم تؤد الانهماك فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان في دينه ودينياه. (تكملة فتح الملهم، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنردشير، حكم الألعاب في الشريعة، اشرفيه ديوبند ۴/۳۶۴)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: فی حدیث طویل وکان یوم عید یلعب السودان بالدرق والحراب فإما سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم وإما قال تشتهين تنظرين وقلت: نعم، فأقمني وراءه خدي على خدّه وهو يقول: دونكم يا بنى أرفده حتى إذا ملكت قال لي: حسبك قلت: نعم، فاذهبي. (بخاری، کتاب العیدین، باب الحراب والرذق، یوم العید، النسخة الهندية ۱/۱۳۰، رقم: ۹۴۰، ف: ۹۵۰)

تجوز المسابقة بالسهام والخيول والحمير والإبل والأقدام وإن شرط فيها جعل من إحدى الجانبين أو من ثالث لأسبقهما جاز، وإن من كلا الجانبين يحرم. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات، دارالكتب العلمية بيروت ۴/۲۱۶)

ليس من اللهو إلا ثلاث تأديب الرجل فرسه، وملاعبته أهله، ورميه بقوسه (الحديث) قال المحشى: قال الخطابي: يريد ليس المباح من اللهو إلا ثلاث. (أبو داؤد شريف، كتاب الجهاد، باب في الرمي، النسخة الهندية ۱/۳۴۰، دارالسلام رقم: ۲۵۱۳) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵/ رذی الحج ۱۴۳۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۶۲۵۴/۳۴)

محرم کے موقع پر لنگر کرنا

سوال [۳۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ محرم یا کسی اور دوسرے موقع پر لنگر کرتے ہیں کیا یہ لنگر کرنا جائز ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں؟
المستفتی: سید وقار الحق، قاضی ٹولہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: محرم اور عاشوراء کے موقع پر لنگر لگانا قرآن و حدیث اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے بلکہ محرم کے دن روزہ رکھ کر کچھ نہ کھانا ہی حدیث سے ثابت ہے نیز لوگوں سے چندہ کر کے لنگر کرنا کسی بھی موقع پر جائز نہیں ہے۔ (مستفاد فتاویٰ رشیدیہ ۱۳۹، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/۳۲۶، جدید ڈائجیل ۳/۲۷۸)

من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحو علی جور فالصلح مردود، النسخة الهندیة ۱/۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷)

وقد عاکس الرافضة والشیعة یوم عاشوراء النواصب من أهل الشام فکانوا فی یوم عاشوراء یطبخون الحبوب، ویغتسلون، ویطیبون ویلبسون أفخر ثیابهم ویتخذون ذلك الیوم عیداً یصنعون فیہ أنواع الأطعمة ویظهرون السرور والفرح یریدون بذلك عناد الروافض و معاکستهم۔ (البدایہ والنہایہ، دارالفکر ۸/۲۰۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۲۳/ رجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۳۳/۵۳۹۸)

دس محرم کو کھچڑا پکا کر لوگوں کو کھلانا

سوال [۴۶۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دس محرم کو کھچڑا پکا کر لوگوں کو کھلانا قرآن کی کون سی آیت اور کون سی حدیث سے حرام ہے حوالہ عنایت فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں؟ تاکہ ہم بدعتیوں کو سمجھا سکیں۔

المستفتی: محمد شعیب، مانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دسویں محرم کو شریعت میں روزہ رکھنے کا حکم ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا ہے، لہذا دن میں کھچڑا بنا کر لوگوں کو کھلانا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے مقابلہ آرائی ہے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی، اور شام کو افطار کے وقت بعض روایات میں دسترخوان کشادہ کرنے کی ترغیب آئی ہے کہ دن بھر روزہ رکھ کر شام کو افطار میں حسب گنجائش اچھا کھانا گھر والوں کو کھلایا جائے اور دن میں کھچڑا بنا کر لوگوں کو کھلاتے رہنا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے خلاف ہونے کے ساتھ خارجیوں (دشمنان اہل بیت) کا شعار ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی، کتاب العقائد ۱/۲۲۶، جدید زکریا مطول ۲/۲۸۴، ۲۸۵، فتاویٰ رشیدیہ/۱۳۸، دینی مسائل اور انکال ص: ۲۵۹)

عن ابی موسیٰ قال: کان یوم عاشوراء تعدہ الیہود عیداً قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فصوموہ أنتم. (بخاری شریف، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، النسخة الهندیة ۱/۲۶۸، رقم: ۱۹۶۱، ف: ۲۰۰۵)

عن ابن عباس قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینة فرأی الیہود تصوم عاشوراء فقال ما هذا؟ قالوا هذا یوم صالح هذا یوم نجی اللہ بنی اسرائیل من عدوہم فصامہ موسیٰ قال فأنا أحق بموسیٰ منکم فصامہ

وأمر بصيامه. (بخاری شریف، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، النسخة الهندیة ۱/۲۶۸، رقم: ۱۹۶۰، ف: ۲۰۰۴)

من وسع علی عیاله فی یوم عاشوراء وسع الله علیه فی سنته کله.
(الجامع الصغیر للسیوطی ۱۱/۶۰۴۵، رقم: ۶۰۷۵)

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه سائر سنته قال سفیان أنا قد جر بناه فوجدنا كذلك رواه رزین ورواه البيهقي فی شعب الإیمان عنه وعن أبی هريرةؓ وأبی جابرؓ وأبی سعیدؓ وضعفه (مظاهر حق ۱۴۲/۲ بحواله محمودیہ ڈابھیل ۳/۲۷۴)

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشوراء النواصب من أهل الشام فكانوا في يوم عاشوراء يطبخون الحبوب ويغتسلون ويتطيبون ويلبسون أفخر ثيابهم ويتخذون ذلك اليوم عيداً يصنعون فيه أنواع الأطعمة ويظهرون السرور والفرح يريدون بذلك عناد الروافض ومعاكستهم.
(البداية والنهاية، دارالفكر ۸/۲۰۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵ھ/۱۹

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ
۹ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۱۳۷۳/۱۰)

ماہ محرم کی چند بدعات و خرافات کا شرعی حکم

سوال [۴۶۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک عالم دین ہے اپنی تقریر میں محرم کی جو جو رسومات ہیں ان سے منع کرتے ہیں، مثلاً امام حسین کی لاش رکھنا، اور ان کی تابوت تعزیر داری کرنا، امام باڑہ پر مرغ یا خسی ذبح کرنا اور

پھر فاتحہ دینا، اور نفع و نقصان جاننا، سجدہ کرنا، نوحہ کرنا، یا ماتم کرنا سوگ منانا ڈنکا وغیرہ پیٹینا، دسویں تاریخ کو تعزیہ لے کر ایک جگہ ملنا اور اکھاڑا لگانا جس کو مرد و عورتیں سب مل کر دیکھتے ہیں اور پھر خوب دھوم دھام سے خوشی منانا وغیرہ، ان سب باتوں سے زید منع کرتے ہیں اور خوب تاکید کے ساتھ منع کرتے ہیں مگر لوگ زید کو برا بھلا کہتے ہیں اور دیوبندی کہتے ہیں کہ ہم ان کی بات نہیں مانیں گے، ہاں اگر کوئی مفتی کا فتویٰ آجائے تو سب چیزوں سے رک جائیں گے، اس لئے مذکورہ باتوں کا جواب دلائل سے عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد شفاعت قاسمی، امام مسجد دھنبا د

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں درج شدہ تمام امور ناجائز اور حرام ہیں، مسلمانوں پر ان کو ترک کرنا واجب ہے، زید عالم دین کا منع کرنا صحیح ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمود، قدیم/۱/۱۸۸، جدید ڈابھیل ۳/۲۷۶)

يظهر الناس الحزن والبكاء وكثير منهم لا يشرب الماء ليلتذ
موافقة للحسن رضى الله عنه لأنه قتل عطشاناً من البدع الشنيعة.
(البدایہ والنہایہ، دارالفکر بیروت ۸/۲۰۲)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لم أنه عن البكاء إنما
نهيته عن صوتين فاجرين صوت مزمار عند نعمة، مزمار شيطان ولعب،
وصوت عند مصيبة، شق الجيوب ورنه شيطان الحديث. (مسند أبي داؤد
الطيالسي ۳/۲۶۲، رقم: ۱۷۸۸)

نیز تہنجا، دسواں وغیرہ مکروہ تحریمی اور بدعت سیئہ ہیں، ان کا ترک لازم ہے۔
ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الأول والثالث وبعد الاسبوع الخ.
(شامی، کراچی ۲/۴۰، شامی، زکریا ۳/۴۸، کتاب الصلوٰۃ، باب صلوة الجنازة،
مطلب فی کراہة الضیافة من أهل المیت، مرقاة المفاتیح، باب فی المعجزات، الفصل

الثالث، مکتبہ امدادیہ، ملتان ۱۱/۲۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد عفا اللہ عنہ

۲ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۴/۲۴)

محرم کے دن سونا خریدنے کا فائدہ

سوال [۴۶۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محرم الحرام یا عاشوراء کے روز سونے کی خریداری سے مال میں خیر و برکت ہوتی ہے، قرآن و احادیث مبارکہ کی روشنی میں بتائیں اس مقولہ میں کتنی صداقت ہے؟

المستفتی: عبدالماجد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: محرم الحرام کے عاشوراء کے روز سونے کی خریداری سے مال میں خیر و برکت ہوتی ہے، قرآن و حدیث اور فقہ اور شریعت سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی ہم کو اس کا علم ہے، البتہ حدیث شریف کے اندر اس دن دسترخوان کشادہ کرنے کی ترغیب آئی ہے۔

عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم ، قال : من وسع على عياله يوم عاشوراء لم يزل في سعة سائر سنته. (المعجم الكبير للطبرانی ۱۰/۷۷، رقم: ۱۰۰۰۷)

عن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وسع على عياله يوم عاشوراء وسع الله عليه في سائر سنته. (شعب الإيمان ۵/۳۳۱، رقم:

۳۵۱۳، ۳۵۱۵، ۳۵۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۶/۱۶ھ

شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۹ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۸۶۲۵/۷)

(۳) باب ماہ ربیع الاول کی بدعات

بارہ ربیع الاول کو جلوس نکالنا

سوال [۴۶۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے ملک میں ۱۲ ربیع الاول کو جلوس نکالنے کا رواج ہے تو یہ جلوس نکالنا کہاں تک صحیح ہے؟ مفصل بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: ۱۲ ربیع الاول کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہونا متعین ہے، اس موقع پر جشن منانا، جلوس نکالنا، خوشیاں منانا حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضے کے خلاف معلوم ہوتا ہے اور ”قرون مشہود لها بالخیر“ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا مگر اہل بدعت نے اس کو اپنا علامتی شعار بنا لیا ہے اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہئے۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید ۱/ ۱۸۷، قدیم ۱/ ۱۴۰، جدید زکریا مطول ۲/ ۲۲۶)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحدث من أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (مسلم شریف، مکتبہ سعید، دیوبند ہند، کتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، النسخة الهندية ۲/ ۷۷، بیت الأفكار رقم: ۱۷۱۸، صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحو على اجور فالصلح مردود، النسخة الهندية ۱/ ۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷)

من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي ملفوظ أو مستتبط فهو مردود. (مرفاة المفاتيح، باب الاعتصام بالكتاب

و السنة مكتبه ملتان ۱/ ۲۱۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم .

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
 (فتویٰ رجسٹر خاص:.....)

۱۲/ بارہ ربیع الاول کے موقع پر جلوس نکالنا

سوال [۳۶۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بارہ ربیع الاول کے روز عامۃ المسلمین کو کیا کرنا چاہئے اس روز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں رنج و غم کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایصالِ ثواب کرنا چاہئے یا جلوس نکالنا چاہئے نیز اس روز شیرینی یا شربت یا کھانا وغیرہ پکوا کر کسی کو کھلانا یا تقسیم کرنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح کر کے ثواب دارین کے مستحق بنیں نیز ثواب کا طریقہ کیا ہوگا۔

المستفتی: محمد مختار، سکٹر نگلہ، ضلع مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بارہ ربیع الاول میں جلوس کا رواج جو آج کل جنم لے رہا ہے یہ دور نبوت، دور صحابہ اور ائمہ مجتہدین کے دور میں نہیں تھا اگر یہ سیرتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا جزء ہوتا اور سرور کائنات کی محبت کی نشانی ہوتی تو دور صدیقی اور دور فاروقی میں کیوں نہیں؟ اس لئے یہ بدعتِ سیئہ اور ناجائز ہے نیز نماز جیسی اہم رکنِ اسلام پر بے بنیاد جلوس کو فوقیت دی جاتی ہے، جلوس کے دن کی نماز عصر اور نماز مغرب کو کیا اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے، اس لئے جلوس نکالنے کا طریقہ ہرگز جائز نہیں ہے اور اس دن مسلمانوں کا فریضہ یہی ہونا چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ درود پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجا جائے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/ ۴۰۰، جدید ڈیجیٹل ۳/ ۲۱۹، کفایت المفتی ۱/ ۴۰، جدید زکریا مطول ۲/ ۲۲۹ تا ۲۳۱)

ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشرائع ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات. (المدخل ۲/۲ شامله)

عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا ما ليس منه فهو رد. (مسند احمد بن حنبل ۶/۲۴۱، رقم:

۲۶۵۶۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۵ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ

(الف فتویٰ نمبر: ۳۰۶۹/۲۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۴۱۳/۳/۱۵ھ

ربیع الاول کے مہینے میں جلسہ جلوس کی شرعی حیثیت

سوال [۴۲۶۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ربیع

الاول میں جلسہ جلوس سیرت کے نام سے کرانا اور مقررین کو جمع کر کے تقریر کروانا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد وسیم، رام پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سیرت نبوی کے عنوان سے ماہ ربیع الاول میں

جلسہ کرانا اور اس میں مقررین حضرات کو مدعو کر کے سیرت و اصلاحی بیانات کرانا باعث اجر

و ثواب ہے اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہے، ماشاء اللہ ان بیانات سے عوام کو بہت زیادہ دینی

فائدہ ہوتا ہوا نظر آیا ہے لیکن مروجہ بدعات سے کلی اجتناب کیا جائے اور اس کے لئے کسی

خاص دن کو متعین نہ کیا جائے بلکہ کئی کئی روز یا ہر ماہ میں کئی بار اور سال بھر میں متعدد پروگرام

ہوا کریں تو زیادہ بہتر ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید ۱/۱۹۰، قدیم ۱/۱۴۱، جدید زکریا مطول

۲/۲۳۳، محمودیہ ڈائجیل ۳/۲۱۹ میرٹھ ۵/۴۳۰)

لابأس بالجلوس للوعظ إذا أراد به وجه الله تعالى'. (ہندیہ، زکریا، الباب

الرابع في الصلاة والتسبيح، وقراءة القرآن الخ، ۳۱۹/۵، جديد زكريا ۳۶۸/۵)
والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات
المروجه فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم. (امداد
الفتاوى، زكريا ۶/۳۲۷) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ رجسٹر خاص:.....)

ذکر ولادت شریفہ کا حکم

سوال [۳۶۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

- (۱) بعض جگہ دیکھا گیا ہے کہ جشن میلاد شریف منعقد کیا جاتا ہے بعد میلاد قیام بھی کیا جاتا ہے یہ سب شریعت میں جائز ہے یا صرف میلاد پڑھنا جائز ہے؟
- (۲) بعد قیام دعاء کی جاتی ہے جس میں کھانے پینے کی چیز بھی موجود ہوتی ہے خواہ مٹھائی ہو یا کوئی دوسری چیز کیا یہ سب شریعت میں درست ہے؟

المستفتی: حافظ عظیم علی، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفی: ذکر ولادت شریفہ مبارک اور باعث خیر و برکت

ہے بشرطیکہ اس میں نام و نمود اور شہرت و تفاخر نہ ہو البتہ اس وقت ممنوع اور بدعت سیئہ ہے۔
والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة
فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر
ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً. (امداد الفتاوى، زكريا ۶/۳۲۷)

ان مروجہ لوازمات کے ساتھ ذکر ولادت شریفہ ممنوع و بدعت ہے جیسا کہ اوپر کے

جواب میں گزرا ہے۔

ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشرائع ما يفعلونه في شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات. (المدخل ۲/۲/ شامله)

رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من عمل عملا ليس عليه أمرنا فهو رد. (مسلم شريف، كتاب الاضية، باب نقض الاحكام الباطلة، النسخة الهندية ۷۷/۲، بيت الأفكار رقم: ۱۷۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ محرم ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۱۰۴۵/۲۴)

عمید میلاد النبی

سوال [۴۶۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: اگر کوئی مسلمان کسی خاص اعتقاد کے بغیر صرف اس بناء پر معین تاریخ کر کے محفل میلاد منعقد کرتا ہے کہ پڑھنے والے اور سننے والے صحیح وقت پر شریک ہو سکیں، نیز ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب تعظیم کو پیش نظر محفل کو پاکیزہ اور معطر بناتا ہے اور ایسے پڑھنے والوں کو بلاتا ہے جو کبھی غلط اور ضعیف روایتوں کو نہیں پڑھتے ہیں اور عاقد محفل صفائی، روشنی اور خوشبو اپنی پاک کمائی سے کرتا ہے، تو ایسی محفل بدعت حسنہ ہوگی یا بدعت سنیہ دلائل کے ساتھ واضح فرمائیں۔

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تاریخ جو متعین کی جائے کسی خاص یوم کے ساتھ مخصوص نہ ہو مثلاً ۱۲ ربیع الاول، شب برات، شب قدر، جمعہ وغیرہ بلکہ کسی بھی دن وقت

متعین کر کے ذکر ولادت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم مستحب ہے بشرطیکہ مضمون خلاف شرع نہ ہو، اور دیگر قبائح نام و نمود اور شہرت و تفاخر اور فضول خرچی اور شیرینی وغیرہ کا التزام اور بوقت ذکر ولادت قیام نہ ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۱۳۶، کفایت المفتی قدیم ۱۴۰۱ء، جدید زکریا مطول ۲/۲۳۲، مجموعۃ الفتاویٰ ۱/۳۳۹)

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفرا. (امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/۳۲۷)

ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده صلى الله عليه وسلم ووضع أمه له من القيام وهو أيضا بدعة لم يرد فيه شيء على أن الناس إنما يفعلون ذلك تعظيماً له. (الفتاویٰ الحدیثیہ ۱/۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر: ۲۳۳/۵۶۰)

۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبی منانا

سوال [۴۶۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی منانا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر منانا چاہیے تو کس طریقہ سے منانا چاہئے؟
المستفتی: عظمت، آسامی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبی منانے کا ثبوت دور صحابہ میں نہیں ملتا ہے اور نہ تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے اور نہ ہی قرآن وحدیث اور فقہ سے اس کا ثبوت ملتا ہے، لہذا بارہ ربیع الاول کی رسم میلاد النبی منانا

شریعت سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے بدعت سہیہ ہے، جس کا ترک لازم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ فہو رد“۔ (صحیح مسلم کتاب الاقصیۃ، باب الاحکام الباطلۃ ورمذانات الامور، النسخۃ البندیۃ ۲/۷۷، بیت الافکار رقم: ۱۷۱۸) واما غیر العالم وهو الواضع لها یعنی البدعة فإنه لا يمكن أن يعتقدها بدعة بل هي عنده مما يلحق بالمشروعات كقول من جعل يوم الإثنين يصام لأنه يوم مولد النبي صلى الله عليه وسلم وجعل الثاني عشر من ربيع الاول ملحقا بأيام الأعياد لأنه عليه السلام ولد فيه. (الاعتصام ۲/ ۲۱۴، بحوالہ جواهر الفقہ، زکریا جدید ۱/ ۵۲۳، فتاویٰ محمودیہ، قدیم ۱۵/ ۴۲۷، جدید ڈاہیل ۳/ ۱۲۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ العلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۴۱۵/۵/۲۵
 (الف فتویٰ نمبر: ۳۱/ ۲۰۲۵)

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری
 ۱۴۱۵/۵/۲۵

عید میلاد النبی اور جلوس کی شرعی حیثیت

سوال [۴۷۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

- (۱) ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد کہنا درست ہے یا نہیں یا بارہ وفات کہنا چاہئے؟
- (۲) بارہ ربیع الاول کو جلوس نکالنا دوکانوں مکانوں محلوں سڑکوں کو سجانا سنوارنا روشنی کا انتظام کرنا جھنڈیاں لگانا اور نعرے لگانا جیسے نعرہ تکبیر اللہ اکبر نعرہ رسالت یا رسول اللہ اور نعرہ حیدری یا علی کہنا یہ سب کرنا کیسا ہے جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: ذاکر حسین، جھروان رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) حضور پر نور سرور کائنات محمد مصطفیٰ رسول

التقلین صلی اللہ علیہ وسلم تسليماً كثيراً کی ولادت شریفہ کس دن ہوئی ہے؟ اس سلسلہ میں سیرت کے ائمہ نے مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں۔

(۲) بعض نے ۲/دور ربیع الاول، بعض نے ۱۲/ربیع الاول، بعض نے ۸/آٹھ ربیع الاول اور بعض نے ۱۰/دس ربیع الاول کو نقل فرمایا ہے، البتہ اہل تاریخ و سیر نے ۸/آٹھ ربیع الاول کے قول کو صحیح اور راجح کہا ہے، اس لئے ۱۲/بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی منانے میں تردد اور اشکال ہے۔

فقیل لیلین وقیل لثمان خلون منه.....ونقل ابن عبد البر عن أصحاب التاریخ أنهم صححوه.....وقیل لعشر خلون منه الخ. (البداية النهایه، دارالفکر ۲/۲۶۰)

البتہ بارہ ربیع الاول کو وفات پانے کا قول زیادہ راجح ہے تو اس دن عید منانے کا کیا معنی ہوگا۔

وقال محمد بن اسحاق: توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم لاثني عشر ليلة خلت من شهر ربيع الاول في اليوم الذي قدم فيه المدينة مهاجراً الخ. (البداية والنهایه، دارالفکر ۵/۲۵۵)

اور بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی یا بارہ وفات کہنا صحابہ تابعین تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں ہے یہ اصطلاح بعد کے جہلانے گھڑ لیا ہے۔

(۲) ۱۲/ربیع الاول کو جلوس نکالنا صحابہ تابعین تبع تابعین خلفائے راشدین اور ائمہ مجتہدین حضرت امام ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبلؒ بڑے پیر صاحب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی وغیر ہم میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے اگر یہ نیک کام ہوتا تو یہ اساطین امت اس نیک کام سے بے خبر نہیں ہوتے نیز قرآن و حدیث فقہ تاریخ سیرت کسی سے بھی اس کا ثبوت نہیں ہے نیز دوکانوں مکانوں محلوں اور سڑکوں کو سجانا اور روشن کرنا سب فضول خرچی اور ناجائز ہے، ایسا کرنے والے ”ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين“

(سورہ الاسراء: ۲۷) کے مصداق ثابت ہوں گے۔

وفی حدیث طویل: قال: فما التبذیر؟ قال إنفاق المال فی غیر حقه الحدیث. (المستدرک، کتاب التفسیر قدیم ۲/ ۳۹۳، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، جدید ۴/ ۱۲۶۷، رقم: ۳۳۷۵)

نیز جلوس والے عصر مغرب کی نماز بھی چھوڑ دیتے ہیں نماز نص قطعی سے ثابت ہے اس کو چھوڑ کر شور و تماشا میں شریک ہونے والوں کا کیا حال ہوگا ”الامان والحفیظ“۔

خدا بہتر جانے اس لئے یہ تمام امور ناجائز اور ممنوع ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۱۶/۳/۱۰ھ

۱۴۱۶/۳/۱۰ھ
فتویٰ نمبر: ۴۳۷۸/۲

قیام میلاد کا شرعی حکم

سوال [۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قیام میلاد جائز ہے یا نہیں اور یہ قیام میلاد ہمارے آسام کے اندر عام طور پر چل رہا ہے؟
المستفتی: مولانا شجاع الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کا ذکر یا آپ کے اوصاف و محاسن اور عبادات و معاملات کا ذکر فی نفسہ یقیناً فعل مستحسن اور باعث اجر و ثواب ہے البتہ میلاد مروجہ کا ثبوت قرآن و حدیث اور صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے نہیں ہے بلکہ یہ بعد کے لوگوں کی ایجاد کردہ بدعت ہے لہذا اس کا ترک لازم ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”إن شر الأمور محدثاتها وکل بدعة ضلالة“۔

(مسند أبی یعلیٰ الموصلی، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۰۸، ۳۱۰، رقم: ۲۱۰۷، ۲۱۱۵)

اور بوقت ذکر ولادت شریفہ یہ سمجھ کر کھڑے ہو جانا کہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ

والسلام اس مجلس میں بنفس نفیس تشریف لائے ہوئے ہیں اپنے ایمان کی خیر منانے کی ضرورت ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ/ ۱۲۰، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۶۹/۳)

والاحتفال بذكر الولاية الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً. (امداد الفتاوى، زكريا ۶/۳۳۷)

ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده صلى الله عليه وسلم ووضع أمه له من القيام وهو أيضا بدعة لم يرد فيه شيء على أن الناس إنما يفعلون ذلك تعظيماً له. (الفتاوى الحديثية ۱/۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۹/۲/۲۸
(الف فتویٰ نمبر: ۸/۹۵۸۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۲۹/۲/۲۶

بارہ وفات میں اکٹھا ہو کر میلاد کرنا

سوال [۴۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک گاؤں جہاں علماء کی اکثریت ہے اور کبھی بھی وہاں بارہ وفات کے موقع پر اکٹھا ہو کر میلاد کسی نے نہیں کیا ہے لیکن علماء ہی میں سے محلہ کی ایک مسجد میں امسال بارہ وفات کے موقع پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے محلہ کی مسجد میں لوگوں کو جمع کر کے قرآن خوانی کی گئی اور بعدد عاشرین تقسیم کی گئی جس پر گاؤں کے لوگوں نے نکیر فرمائی اور کہا کہ کبھی کسی نے قرآن خوانی نہیں کیا جبکہ ہم لوگوں سے بڑے بڑے علماء اس گاؤں کے اندر گذر گئے اور آج ہم کیسے اس عمل کو پسند کر سکتے ہیں تو ان تمام صورتوں میں کون سی صورتیں جائز ہیں اور کون سی ناجائز ہیں اگر جائز ہیں تو مکروہ تو نہیں ہیں۔ جو بھی ہو

مدل اور مفصل بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: مطبع الرحمن، بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: قرآن خوانی کے ذریعہ ایصال ثواب کرنا باعث اجر و ثواب ہے مگر اس میں اجتماع کا اہتمام اور دعوت و شیرینی کا التزام جائز نہیں ہے۔
(مستفاد: احسن الفتاویٰ/۳۶۲)

فالحاصل أن اتخاذ الطعام (إلى قوله) واتخاذ الدعوة بقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم أو لقراءة سورة الأنعام والإخلاص الخ. (شامی کتاب الصلوٰۃ، باب الجنائز، مطلب فی کراهۃ الضیافۃ من اهل المیت، کراچی ۲/۴۰، زکریا ۳/۱۴۸)

ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشرائع ما يفعلونه في شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات. (المدخل ۲/۲ شاملہ) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ذیقعدہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲/۵۰۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۲۲/۱۱/۱۴۱۷ھ

عید میلاد النبی میں کھڑے ہو کر یا نبی سلام علیک پڑھنا

سوال [۴۷۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں عید میلاد النبی وغیرہ پروگرام کے اختتام میں تمام لوگ ایک ساتھ کھڑے ہو کر جہرایا نبی سلام علیک یا حبیب سلام علیک وغیرہ الفاظ سے درود و سلام پڑھتے ہیں، اس طریقہ سے

اجتماعی طور پر سب لوگوں کا کھڑے ہو کر جہر اُدرود و سلام اور قیام کرنا شریعت کی رو سے کیسا ہے؟
مفصل بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: حبیب الرحمن، ۲۴ پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: درود و سلام کا پڑھنا بہت بڑا کارِ ثواب ہے اور بڑی سعادت کی بات ہے؛ لیکن اس کا جو طریقہ آج کل چل پڑا ہے کہ کھڑے ہو کر اجتماعی طور سے جہر اُسر میں سر ملا کر پڑھنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے اور جو ایسا نہ کرے اسے برا بھلا کہا جاتا ہے یہ بدعت ہے حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں پر سخت نکیر فرمائی ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ عثمانی/ ۱۲۷)

وقد صح عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أنه سمع قومًا اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون عليه، عليه السلاة والسلام جهراً، فراح إليهم، فقال: ما عهدنا ذلك على عهدہ عليه السلام وما أراكم إلا مبتدعين فما زال يذكر ذلك حتى أخرجهم عن المسجد. (فتاویٰ بزارزیہ، کتاب الاستحسان زکریا جدید ۳/ ۲۱۶، وعلی ہامش الہندیۃ ۶/ ۳۷۸)

والاحتفال بذكر الولاية الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولايته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً. (امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/ ۳۳۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم..... وإن شر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة الحديث. (مسند أبي يعلى الموصلي، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۳۰۸، ۳۱۰، رقم: ۳۱۰۷، ۲۱۱۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ شعبان ۱۴۳۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۸/۹۷۷۹)

میلا د میں شیرینی تقسیم کرنا

سوال [۴۷۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ایک عرصہ سے رائج ہے کہ ۲۷/رمضان المبارک کو ایک میلا منعقد کرتے ہیں جس میں تمام لوگ یا کچھ لوگ روپے جمع کرتے ہیں پھر اس کی مٹھائی منگاتے ہیں بعدہ کچھ دیر نعت و تقریر کا سلسلہ جاری رہتا ہے پھر مٹھائی تقسیم ہوتی ہے کیا ایسا کرنا درست ہے۔

المستفتی: عبدالحمید دینا چپوری،
معلم مدرسہ شامی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مروجہ میلا د اور اس میں شیرینی کے لوازمات

بدعت شنیعہ اور واجب التکرک ہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱/۳۸۳، فتاویٰ رشیدیہ: ۱۲۰)

لا أعلم لهذا المولد أصلاً في كتاب ولا سنة ولا ينقل عمله
أحد من العلماء الأئمة الذين هم القدوة في الدين المتمسكون
بأثار المتقدمين بل هو بدعة أحدثها البطالون وشهوة نفس اعتنى
بها الأكلون. (الجنة لأهل السنة: ۲۰۱)

عن عائشة رضی اللہ عنہ قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم: من صنع أمراً من غير أمرنا فهو مردود. (مسند احمد بن حنبل ۶/۷۳،

رقم: ۲۴۹۵۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/رجب المرجب ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۸/۲۷۷۴)

ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام و سلام

سوال [۳۷۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل کے رواج کے مطابق لوگوں کا میلاد شریف کے درمیان یا اخیر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیان فرمائیں؟

المستفتی: عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ذکر ولادت شریفہ بہت مبارک اور باعث خیر و برکت ہے بشرطیکہ اس میں نام و نمود، شہرت و تفاخر اور مروجہ بدعات نہ ہوں اور بوقت ذکر ولادت شریفہ کھڑے ہو جانا بدعت اور ممنوع ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ.

(امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/۳۲۷)

المولد الذی شاع فی هذا العصر وأحدثه صوفی فی عهد سلطان أربل ۶۰۰ھ ولم یکن له أصل من الشریعة الغراء. (العرف الشذی علی هامش الترمذی، ابواب العیدین، باب ماجاء فی التکبیر فی العیدین ۱/۱۱۷)

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (صحيح بخارى، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على جور، النسخة الهندية ۱/۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۴/۷۱۳)

میلا د میں قیام کی شرعی حیثیت

سوال [۱۷۷۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کہیں کا باشندہ میلا د کرتا ہو اور کبھی اس میں قیام کرتا ہو اور کبھی نہ کرتا ہو یعنی میلا د میں قیام کو ضروری نہ سمجھتا ہو کبھی تو قیام کرتا ہو اور کبھی نہ کرتا ہو، تو اس کا یہ عمل جائز ہے یا نہیں، کیا میلا د بذات خود غلط ہے یا قیام کی وجہ سے غلط ہے یا مطلقاً غلط ہے، اس کے متعلق جو بھی مسئلہ ہو وضاحت سے تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: العارض محمد اقبال احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: میلا د یعنی ذکر ولادت شریفہ دیگر اذکار کی طرح جائز و مندوب ہے لیکن بوقت ذکر ولادت شریفہ قیام صحابہ تابعین و تبع تابعین و ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے اور فی زمانہ ایک رسم محض ہو چکی ہے، اس لئے بوقت ذکر ولادت شریفہ اب قیام مطلقاً ممنوع و بدعت سیئہ ہے اس کا ترک لازم ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ، ذکر یا ۶/۳۳۷)

ونظیر ذلک فعل کثیر عند ذکر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم و وضع أمہ له من القیام و هو أيضا بدعة لم یرد فیہ شیئی علی أن الناس إنما یفعلون ذلک تعظیماً له. (الفتاویٰ الحدیثیہ ۱/۵۸)

عن عائشة قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد. (صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة، النسخة الهندیة ۲/۷۷، بیت الأفكار رقم: ۱۷۱۸) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۶/۱۹۸۲)

جشن عید میلاد النبی منانا

سوال [۴۷۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میلاد کے بعد قیام کرتے ہیں اور سلام پڑھتے ہیں یہ قیام کرنا درست ہے کہ نہیں؟ اور سلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر سلام پڑھنا منع ہے تو مستقل سلام منع ہے یا کھڑے ہو کر، وضاحت کے ساتھ جواب دیں؟

المستفتی: محمد کاظم، متعلم مدرسہ رحمانیہ،
ڈانڈہ بادی، ضلع: رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ذکر ولادت شریفہ اور صلوة و سلام فی نفسہ عام اذکار کی طرح کارثواب ہیں بشرطیکہ مروجہ بدعت اور خرافات اس میں شامل نہ ہوں اور بوقت ذکر ولادت شریفہ قیام کرنا ناجائز اور بدعت ہے اس سے احتراز لازم ہے۔
والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ.
(امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/۳۳۷)

وأما غير العالم وهو الواضع لها يعنى البدعة فإنه لا يمكن أن يعتقدها بدعة بل هي عنده مما يلحق بالمشروعات كقول من جعل يوم الاثنين يصام لأنه يوم مولد النبي صلى الله عليه وسلم وجعل الثاني من ربيع الأول ملحقاً بأيام الأعياد لأنه عليه السلام ولد فيه.

(الاعتصام ۲/ ۳۱۴، بحوالہ جواهر الفقہ، زکریا جدید ۱/ ۵۲۳)

عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :
من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد . (مسند احمد بن حنبل ۶/ ۲۴۱،

رقم: ۲۶۵۶۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۶/۲۲۶۲)

میلا د شریف کرنا کیسا ہے؟

سوال [۴۷۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شادی بیاہ کے موقع پر یا نیا گھر تعمیر کرنے کے بعد میلا د شریف کرنا کیسا ہے؟ میلا د شریف ممنوع ہے یا اس کے اندر جو کام کیا جاتا ہے مثلاً اسلام و قیام یہ ممنوع ہے؟

المستفتی: مقصود عالم چمپارنی،
معلم جامع مسجد، جے پی ٹکرا مروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ذکر ولادت شریفہ فی نفسہ باعث خیر و برکت ہے مگر مروجہ میلا د جس میں کھڑے ہونے کا رواج ہے ناجائز اور بدعت ہے اس سے احتراز لازم ہے۔
والاحتفال بذکر الولادة الشریفة إن کان خالیاً من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب کسائر أذکارہ صلی اللہ علیہ وسلم والقیام عند ذکر ولادته الشریفة حاشا للہ أن یکون کفراً الخ.
(امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/۳۲۷)

المولد الذی شاع فی هذا العصر وأحدثه صوفی فی عهد سلطان اربل ۶۰۰ھ ولم یکن له أصل من الشریعة الغراء. (العرف الشذی، علی هامش الترمذی، ابواب العیدین، باب ماجاء فی التکبیر فی العیدین ۱/۱۱۷)

عن عائشة قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد. (صحیح ابن حبان، باب

الاعتصام بالسنة وما يتعلق بها نقلاً وامراً وزجراً..... دارالفکر ۱/ ۸۴، رقم: ۲۶،
(۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ رجب المرجب ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳۳/۲۷۳۷۵)

ذکر ولادت شریفہ میں قیام اور صلوة وسلام کا شرعی حکم

سوال [۴۷۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صلوة وسلام کے لئے قیام کرنا اور کھڑے ہو کر صلوة وسلام کا شریعت میں کیا حکم ہے؟
المستفتی: اہلیان جامع مسجد، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ذکر ولادت شریفہ اور صلوة وسلام بلا کسی مروجہ بدعت اور رسومات کے جائز اور درست ہے لیکن صلوة وسلام اور ذکر ولادت شریفہ کے وقت کھڑے ہو جانا خطرناک گناہ اور بدعت قبیحہ ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ.

(امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/ ۳۲۷)

لا أعلم لهذا المولد أصلاً في كتاب ولا سنة ولا ينقل عمله أحد من العلماء الأئمة الذين هم القدوة في الدين المتمسكون بأثار المتقدمين بل هو بدعة أحدثها البطالون وشهوة نفس اعتنى بها الأكلون. (الجنة لأهل السنة: ۲۰۱)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم..... وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة. الحديث (صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوة

والنخطية، النسخة الهندية ۱/ ۲۸۶، بيت الأفكار رقم: ۸۶۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۸/ رمضان ۱۴۲۲ھ

۱۸/۹/۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر ۶/۷۳۷۵)

محفل میلاد میں قیام و سلام

سوال [۴۸۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محفل میلاد میں قیام کرنا اور اشعار پڑھ کر سلام پیش کرنا کیسا ہے؟ ایک عالم کہتا ہے قرآن وحدیث میں بہت سارے دلائل موجود ہیں اگر ایسا ہے تو واضح فرمادیں، اور اگر جائز نہیں ہے تو وہ بھی واضح فرمائیں؟

المستفتی: انجمن علماء، لکھنؤ، پور، نور تھ لکھنؤ پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت مبارکہ اور سیرت طیبہ کا مذاکرہ یقیناً باعث سعادت اور باعث اجر و ثواب ہے، لیکن بوقت ذکر ولادت شریفہ اس عقیدہ کے ساتھ کھڑے ہو جانا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں حاضر ہو چکے ہیں یہ ناجائز ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم، والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً. (امداد الفتاوى، زكريا ۶/۳۲۷)

وإنما أحدثها صوفي في عهد الملك..... ولم يكن له أصل في الدين الخ. (معارف السنن اشرفيه، باب في التكبير في العيدين، بيان أول من أحدث طريقة محفل الميلاد الرائج اليوم في البلاد ۴/۴۳۷)

من قال أرواح المشائخ حاضرة يكفر. (البحر الرائق، كتاب السير، باب

أحكام المرئدين، زكريا ۵/ ۲۰۹، كوئته ۵/ ۱۲۴، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۵۰۵، مصرى قديم ۱/ ۶۹۱، فتاوى بزازيه، زكريا جديد ۳/ ۱۸۲، وعلى هامش الهنديه ۶/ ۳۲۶) فقط واللّه سبحانه وتعالى اعلم

کتابہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/ ۱۰۶۰۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۲۴/ ۱۲/ ۱۴۳۳ھ

بارہ ربیع الاول کو مسجد میں چراغاں کرنا اور اگر بتی جلانا

سوال [۴۸۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۱۲/ ربیع الاول کو مسجد میں چراغاں کرنا یا اگر بتی جلانا کیسا ہے؟

المستفتی: عبد الجبار، محلہ کٹرہ، مدرسہ خان سنبھل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ۱۲/ ربیع الاول اور دوسری متبرک راتوں میں مسجد وغیرہ میں ضرورت سے زائد چراغاں کرنا بدعت اور حرام ہے، مسلمانان اہل سنت والجماعت پر اس سے اجتناب لازم ہے۔

السراج الكثير الزائد عن الحاجة ليلة البراءة هو بدعة كذافي خزانة الروايات عن القنيه الخ. (نفع المفتى والسائل: ۱۳۸)

لا أعلم لهذا المولد أصلاً في كتاب ولا سنة ولا ينقل عمله أحد من العلماء الأئمة الذين هم القدوة في الدين المتمسكون بأثار المتقدمين بل هو بدعة أحدثها البطالون وشهوة نفس اعتنى بها الأكلون. (الحجّة لأهل السنة ۲۰۱)

عن ابن عباس قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج. (سنن النسائي، كتاب

الجنائز، باب التغليظ في اتحاد السرج على القبور، النسخة الهندية ۱/ ۲۲۲، دار السلام
رقم: ۲۰۴۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ صفر ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۵۵۲)

عید میلاد النبی ﷺ کے دن جلسہ جلوس کا اہتمام

سوال [۴۸۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عید
میلاد النبی ﷺ کے عنوان سے ماہ ربیع الاول میں جلسہ کا اہتمام کرتے ہیں جس میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک بیان کی جاتی ہے اور نعت و سلام پیش کیا جاتا ہے یہ
دونوں عمل کیسے ہیں؟ جواب دیں کرم ہوگا؟

المستفتی: سمیع الدین قاسمی، دیوان بازار، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جلسہ عید میلاد النبی اگر بدعات مروجہ مثلاً
فضول خرچی اور بوقت ذکر ولادت شریفہ قیام وغیرہ مفاسد سے خالی ہو تو جائز اور
مستحب ہے، ورنہ بدعت ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات
المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم .
(امداد الفتاوي، زكريا ۶/۳۲۷)

المولد الذي شاع في هذا العصر وأحدثه صوفي في عهد سلطان
أربل سنة ۶۱۰م ولم يكن له أصل من الشريعة الغراء. (العرف الشدى، ابواب العيدين،
باب ماجاء في التكبير في العيدين ۱/ ۲۳۱، وعلى هامش الترمذي، النسخة الهندية ۱/ ۱۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وإياكم والأموال المحذات
فإن كابدعة ضلالة. (سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب اتباع سنة الخلفاء
الراشدين المهديين، النسخة الهندية ۱/ ۵، دارالسلام رقم: ۴۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رجب ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲/ ۳۵۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۲۷/۷/۱۴۱۶ھ

محفل میلاد میں حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے عقیدہ سے قیام کرنا

سوال [۴۸۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محفل

میلاد میں آواز ملا کر صلوة و سلام پڑھنا اور پڑھتے وقت کھڑا ہونا اور یہ سمجھنا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لاتے ہیں یہ عقیدہ صحیح ہے یا غلط اور اس میں کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد شفیع قصبہ منڈ اور محلہ افغانان بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فی نفسہ جب بدعات مروجہ اور لوازمات قبیحہ

سے خالی ہو تو ذکر ولادت شریفہ باعث خیر و برکت و مستحب ہے، اور ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہو جانا مروجہ طرز پر بدعت و ضلالت اور گمراہی ہے اس سے توبہ لازم ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة

فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند

ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً. (امداد الفتاوى، زكريا ۶/ ۳۲۷)

ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده صلى الله عليه وسلم

ووضع أمه له من القيام وهو أيضا بدعة لم يرد فيه شيء على أن الناس

إنما يفعلون ذلك تعظيماً له. (الفتاوى الحديثية ۱/ ۵۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم..... وشر الأمور محدثاتها و كل

بدعة ضلالة. (سنن دارمی، باب فی کراهیة أخذ الرأی، دارالمغنی ۱/ ۲۸۹، رقم: ۲۱۲)
 من قال ارواح المشائخ حاضرة يكفر. (البحر الرائق، کتاب السیر، باب
 احکام المرتدین زکریا ۵/ ۲۰۹، کوئٹہ ۵/ ۱۲۴، مجمع الأنهر، دارالکتب العلمیة
 بیروت ۲/ ۵۰۵، مصری قدیم ۱/ ۶۹۱، فتاویٰ بزازیہ زکریا جدید ۳/ ۱۸۲، وعلی هامش
 الہندیہ ۶/ ۳۲۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
 (الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۶۵۶)

مروجہ میلاد کا شرعی حکم

سوال [۴۸۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
 ہمارے گاؤں میں میلاد ہوتا ہے اور محفل میلاد میں سب آدمی قیام کرتے ہیں یعنی میلاد
 کے درمیان میں کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھتے ہیں اور جو
 کھڑے نہیں ہوتے ان کو کافروں میں شمار کیا جاتا ہے، اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہر محفل
 میلاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لاتے ہیں اس لئے کھڑے ہو کر سلام پڑھنا
 واجب ہے اور میں کھڑے ہو کر سلام پڑھنا پسند نہیں کرتا ہوں، اور آدمیوں کو منع کرتا
 ہوں، پھر بھی آدمی نہیں مانتے ہیں، آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

المستفتی: محمد فاروق احمد مسجد دولت پور، علیگڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مروجہ رسوم اور لوازمات کے بغیر سید الکوین
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت شریفہ کا ذکر باعث اجر و ثواب اور خوش نصیبی ہے، مگر
 بوقت ذکر ولادت کھڑے ہو جانا بدعت شنیعہ ہے، مزید اس میں یہ سمجھنا کہ نبی کریم صلی
 اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں انتہائی خطرناک عقیدہ ہے اس سے توبہ کرنا لازم ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۱۹۲، جدید ڈائجیل ۳/۱۶۹)

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً . (امداد الفتاوى زكريا ۶/۳۲۷)

نیز اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا خود ارشاد ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس آ کر کے درود و سلام پیش کرتا ہے، وہ میں خود سنتا ہوں اور جو دور دراز سے رہ کر میری خدمت میں درود و سلام پیش کرتا ہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر ہے، جو فرشتہ درود پڑھنے والے کے نام و نسب کے ساتھ میری خدمت میں لا کر پیش کرتا ہے میں براہ راست نہ سنتا ہوں اور نہ خود وہاں پہنچتا ہوں، بلکہ یہی فرشتہ میری خدمت میں لا کر پیش کرتا ہے، اگر کسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پر شکوک و شبہات ہیں تو وہ جانے اس کا ایمان جانے حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

عن أبي هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله عليه وسلم: من صلى عليّ عند قبري سمعته ومن صلى عليّ نائباً أبلغته . (مشکوٰۃ شریف ۱/۸۷، شعب الایمان

قبیل فصل فی معنی الصلاة علی النبی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/۲۱۸، رقم: ۱۵۸۳)

عن عمار بن ياسر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله و كل بقبري ملكاً أعطاه أسماء الخلائق فلا يصلي عليّ أحد إليّ يوم القيامة إلا أبلغني باسمه واسم أبيه هذا فلان بن فلان قد صلى عليك .

(مسند البزار، مکتبۃ العلوم والحکم ۴/۲۵۵، رقم: ۱۴۲۵)

إذا مت فليس أحد يصلي عليّ صلاة إلا قال: يا محمد! صلى عليك فلان بن فلان قال: فيصلي الرب تبارك وتعالى عليّ ذلك الرجل بكل واحد عشرأ . (الترغيب والترهيب، دارالکتب

العلمية بيروت ۲/۳۶۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۲/۲۴ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۳ صفر ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۶۶/۷۵۲۳)

بلند آواز سے میلاد پڑھنا اور قیام کرنا

سوال [۴۸۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مجلس میں ایک ساتھ بہت سارے لوگ بلند آواز سے میلاد شریف پڑھتے ہیں اور اخیر میں قیام بھی کرتے ہیں کیا اس طرح بلند آواز سے میلاد پڑھنا اور قیام کرنا جائز ہوگا؟ شریعت کی روشنی میں بیان فرمائیں؟

المستفتی: محمد منظور علی القاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت سید الکوین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کا مبارک ذکر باعث خیر و برکت ہے جبکہ ذکر ولادت شریفہ مروجہ بدعات سے خالی ہو، لیکن بوقت ذکر ولادت شریفہ قیام کرنا اور کھڑے ہو جانا ناجائز اور ممنوع ہے اس سے ذکر ولادت شریفہ کا ثواب نہیں ملے گا بلکہ سخت گناہ کا خطرہ ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ. (امداد الفتاوى ۶/۳۳۷)

المولد الذي شاع في هذا العصر وأحدثه صوفي في عهد سلطان اربل سنة ۶۰۰ء ولم يكن له أصل من الشريعة الغراء. (العرف الشذي، ابواب العيدين، باب ماجاء في التكبير في العيدين ۱/۲۳۱، على هامش الترمذي، النسخة

الہندیہ ۱/۱۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۸/۹۰۱۹)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۲۷/۶/۲ھ

عید میلاد النبی میں چندہ کر کے حلوہ بنانا

سوال [۴۸۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا جشن عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر محلہ میں چندہ کر کے شاہراہ عام پر حلوہ بنانا اور تقسیم کرنا جائز اور کارِ ثواب ہے؟

المستفتی: مسعود ہاشمی، بھٹی محلہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کسی کام کو کارِ ثواب، دین اور قربت سمجھ کر کرنا اس وقت جائز اور درست ہوتا ہے کہ جب وہ ادلہ اربعہ میں سے کسی سے ثابت ہو اور ادلہ اربعہ (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول (۳) اجماع امت (۴) قیاس مجتہد ہیں اور جو کام مذکورہ دلائل سے ثابت نہ ہو اس کو اختیار کرنا اور وہ بھی کارِ ثواب سمجھ کر کرنا گمراہی، ضلالت اور بدعت قبیحہ ہے اور عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے ہر سال جو تماشا ہوتا ہے وہ اور حلوہ کا مروجہ طریقہ مذکورہ ادلہ اربعہ میں سے کسی سے ثابت نہیں اس لئے یہ ناجائز اور گمراہی ہے، جس کا ترک کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیمہ ۱۵/۴۲۷، جدید ذابھیل ۳/۲۶۸)

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ فہو رد. (صحیح البخاری، کتاب الصلح

، باب إذا اصطالحوا علی جور، النسخۃ الہندیہ ۱/۲۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷)

ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشرائع ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد وقد

احتوی علی بدع و محرمات . (المدخل ۲/۲ شاملہ) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۴۱۵/۳/۱۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۸/۳۹۰۱)

محفل میلاد النبی ﷺ میں کتاب ”تاریخ حبیب الہ“ پڑھنا

سوال [۴۸۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایسی محفل میلاد النبی کا انعقاد جس میں حضرت مفتی عنایت احمدؒ کی مؤلفہ کتاب تاریخ حبیب الہ پڑھی جائے جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: مفتی محمد گجراتی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: اگر اس محفل میں خلاف شرع امور، مروجہ بدعت و لوازمات، ریا و نمود اور فضول خرچی وغیرہ نہ ہو تو پڑھنا جائز ہے ورنہ نہیں۔
(مستفاد امداد الفتاویٰ ۶/۳۲۷، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/۱۲۴)

ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشرائع ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات (المدخل ۲/۲ شاملہ)

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ. (امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/۳۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۵۶۰)

میلا دیا جمعہ کے بعد یا واز بلند صلوة و سلام پڑھنا

سوال [۳۸۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) میلا د کرنے کے بعد یا جمعہ کی نماز کے بعد وعظ و نصیحت کر کے ایک ساتھ آواز لگا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں درود پڑھنا کیسا ہے؟

(۲) میلا د یا نصیحت کے بعد سب آدمیوں کا مل کر دعا و سلام یا قیام کرنا یعنی کھڑے ہو کر درود پڑھنا حضور ﷺ کی شان میں ضروری سمجھنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد مسلم بردوانی، معلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱-۲) ذکر ولادت شریفہ فی نفسہ جائز اور باعث خیر و برکت ہے بشرطیکہ اس میں مروجہ بدعت و لوازمات اور بوقت ذکر ولادت قیام کا التزام نہ ہو اور اگر بوقت ذکر ولادت شریفہ قیام کا التزام کیا جائے تو بجائے ثواب کے سخت ترین گناہ کا خطرہ ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ. (امداد الفتاوى، زکریا ۶/۳۲۷)

ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده صلى الله عليه وسلم ووضع أمه له من القيام وهو أيضا بدعة لم يرد فيه شيء على أن الناس إنما يفعلون ذلك تعظيماً له (الفتاوى الحديثية ۱/۵۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۸/۲۹۲۳)

میلا د میں سلام پڑھنا

سوال [۲۸۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض حضرات جو کہ میلا د میں سلام پڑھتے ہیں کیا صحیح ہے؟ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر؟
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حاضر و ناظر کے عقیدہ کے بغیر بیٹھ کر پڑھنا باعث خیر و برکت ہے جبکہ اس میں مروجہ بدعات و لوازمات نہ ہوں، اور ذکر و ولادت کے وقت قیام کرنا برے عقائد و لوازمات کی بناء پر بدعت و ضلالت ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ. (امداد الفتاوى، زكريا ۶/۳۲۷)

وأما غير العالم وهو الواضع لها يعنى البدعة فإنه لا يمكن أن يعتقدها بدعة بل هي عنده مما يلحق بالمشروعات كقول من جعل يوم الإثنين يصام لأنه يوم مولده صلى الله عليه وسلم وجعل الثاني عشر من ربيع الأول ملحقا بأيام الأعياد لأنه عليه السلام ولد فيه.

(الاعتصام ۲/ ۲۱۴، بحوالہ جواهر الفقہ، زکریا جدید ۱/ ۵۲۳)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم..... وإن شر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة: الحديث. (مسند أبى يعلى الموصلى، دار الكتب العلمية بيروت ۲/ ۳۰۸، ۳۱۰، رقم: ۲۱۰۷، ۲۱۱۵) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عماد اللہ عنہ

۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۶۴۸)

بریلوی حضرات کے یہاں پیش آنے والے مختلف بدعات کا تحقیقی جائزہ

سوال [۴۹۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ:

(۱) ہمارے گاؤں میں ایک مسجد ہے اس کے امام صاحب مختلف بدعتوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور کروارہے ہیں جیسے اذان کے بعد صلوٰۃ، میلاد شریف کی محفل اور دیگر مجلسوں میں کھڑے ہو کر بآداب صلوٰۃ و سلام پڑھنا، انگوٹھے چومنا، کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر قل اور فاتحہ پڑھنا قبر پر اذان پڑھنا اور اقامت نماز میں بیٹھے رہنا اور جی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونا وغیرہ ہمارے امام صاحب نے یہ فرمایا کہ یہ ساری بدعتیں تم کیوں اختیار کئے ہو یہ سخت حرام ہے، شریعت میں منع کیا گیا ہے، اس پر اس بدعتی مولوی نے یہ کہہ دیا کہ جو ان باتوں کو حرام بتائے وہ خود گمراہ بد مذہب بد دین ہے، حضرت مفتی صاحب آپ یہ بتائیں کہ جو ان نئی ایجاد کردہ باتوں کو جائز اور درست بتائے اور حرام کہنے والے کو گمراہ بد دین بتائے، کیا ایسے شخص کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے، اور اس سے دنیاوی یا دینی معاملات رکھنا شرعاً کیسا ہے اور اس بدعتی پر کیا حکم شرعی لاگو ہوگا؟

(۲) بدعتی مولوی جو صرف حافظ ہیں زیادہ پڑھے ہوئے نہیں ہیں انھوں نے مذکورہ چیزوں کو بدعت حسنہ کہا، ہم نے پوچھا اس کا مطلب تو کہنے لگے اچھی بدعت ہم نے کہا کہ یہ بدعتیں کب سے اچھی ہونے لگیں تو کچھ جواب نہیں دے سکے حضرت یہ بتائیں کہ بدعت حسنہ کوئی اچھی اور قابل عمل بھی ہے اور ہمارے بزرگوں کو برا اور گمراہ بد دین بتاتے ہیں کہتے ہیں اشرف علی تھانوی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد میٹھوی وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کی ہیں ہم ان باتوں کو نہیں مانتے کہ ایک مسلمان کلمہ گو گستاخی کر ہی نہیں سکتا تو حضرت یہ بتائیں کیا وہ امامت کے قابل ہو سکتا ہے اور اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبدالجلیل، طریف احمد،
کنواں کھیڑا، ٹھا کر دوارہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق : درود شریف ہر طریقہ سے پڑھنا جائز ہے لیکن کھڑے ہو کر پڑھنے کو ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والوں کو گمراہ بدین کہنا یہ التزام مالا یلزم کے قبیل سے ہو کر ناجائز اور بدعت ہے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو غیب سے دیکھ رہے ہیں ہماری باتوں کو سن رہے ہیں ہماری مجلس میں حاضر ہوتے ہیں تو ایسی صورت میں سخت ترین ایمان کا خطرہ ہے اس طریقہ سے درود و سلام صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں بلکہ یہ بدعت قبیحہ ہے (مستفاد جوہر الفقہ قدیم/ ۱/ ۲۱۳ تا ۲۱۷، جدید زکریا/ ۱۱/ ۵۱۱ تا ۵۱۸، فتاویٰ احیاء العلوم/ ۱/ ۱۳۵، فتاویٰ محمودیہ قدیم/ ۱/ ۱۹۹، جدید ڈابھیل/ ۳/ ۱۹۱، فتاویٰ رحیمیہ قدیم/ ۲/ ۲۸۳، جدید/ ۲/ ۷۷)

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ. (امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/ ۳۲۷)

لم يكن عن دأب الصحابة القيام عند السلام على النبي مطلقاً لا في وقت زيارة قبره ولا في غيره الخ. (فتاویٰ ہیئۃ کبار العلماء ۱/ ۱۳۷)

انگوٹھا چومنا کسی صحیح حدیث شریف یا فقہ سے ثابت نہیں ہے، البتہ علامہ شامی نے فتاویٰ صوفیہ، کنز العباد اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے مستحب نقل کیا ہے، لیکن بعد میں علامہ جراحی کے حوالہ سے مذکورہ تمام کتابوں کی روایات کو موضوع قرار دیا ہے، ان میں سے کوئی روایت صحیح نہیں اور نہ ہی ان میں سے کسی روایت کو قابل عمل قرار دیا جاسکتا ہے اس لئے شہادتین کے وقت انگوٹھا چومنا نہ مسنون ہے نہ ہی مستحب ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ قدیم/ ۱/ ۵۸، جدید/ ۲/ ۸۶، فتاویٰ محمودیہ قدیم/ ۲/ ۵۹، ۱/ ۱۸۶، جدید ڈابھیل/ ۳/ ۱۵۳، ۱۶۲)

ويستحب أن يقال عند سماع الأُولَى من الشهادة: صلى الله

علیک یا رسول اللہ! وعند الثانية منها: قرت عینی بک یا رسول اللہ! ثم يقول: اللهم متعنى بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الإبهامين على العينين فإنه عليه السلام يكون قائداً له إلى الجنة ”كذا في كنز العباد ۱ هـ قهستانى ونحوه فى الفتاوى الصوفية وفى كتاب الفردوس“ من قبل ظفرى إبهامه عند سماع أشهد أن محمداً رسول الله فى الأذان أنا قائده ومدخله فى صفوف الجنة وتمامه فى حواشى البحر للرملى عن المقاصد الحسنة للسخاوى، وذكر ذلك الجراحى وأطال ثم قال: ولم يصح فى المرفوع من كل هذا شيء ۴. (شامى، كتاب الصلوة، باب الاذان، زكريا ۲/۶۸، كراچى ۱/۳۹۸)

اور کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا بدعت اور بے اصل ہے سلف صالحین ائمہ مجتہدین سے اس کا کوئی ثبوت نہیں (مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۳/۱۹۳، جدید ۲/۱۱۵)

قراءۃ الفاتحة والإخلاص على الطعام بدعة (فتاویٰ سمرقندی بحوالہ رحیمیہ قدیم ۳/۱۹۳، جدید ۲/۱۱۵)

قبر پر اذان دینے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، بلکہ یہ بدعت اور واجب الترتیب ہے۔ لایسن الأذان عند إدخال الميت فى قبره كما هو المعتاد الآن وقد صرح ابن حجر فى فتاواه بأنه بدعة. (شامى، كتاب الصلوة، باب الجنائز، مطلب فى دفن الميت، زكريا ۳/۱۲۱، كراچى ۲/۲۳۵)

جی علی الصلاۃ پر امام اور مقتدیوں کا کھڑا ہونا حضور اور صحابہ سے ثابت نہیں ہے، بلکہ صحابہ کا معمول یہ تھا کہ جوں ہی تکبیر شروع ہو جاتی تو ساتھ ساتھ سب کھڑے ہو جاتے تھے اور صفیں سیدھی کر لیتے تھے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/۱۱۷، جدید ڈائجیل ۵/۲۸۵)

عن أبى قتادة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا أقيمت الصلوة فلا تقوموا حتى ترونى. (مسلم شريف، كتاب المساجد، باب

متی يقوم الناس للصلوة، النسخة الهنديه ۱/ ۲۲۰، بيت الأفكار رقم: ۶۰۴)
 سمع أبا هريرة رضى الله عنه يقول: أقيمت الصلوة فقمنا فعدلنا
 الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فأتى رسول
 الله صلى الله عليه وسلم حتى إذا قام فى مصلاه قبل أن يكبر ذكر
 فأنصرف وقال لنا: مكانكم فلم نزل قياماً منتظره حتى خرج إلينا وقد
 اغتسل ينظف رأسه فكبر فصلى بنا. (مسلم شريف، كتاب المساجد، باب متى
 يقوم الناس للصلوة النسخة الهنديه ۱/ ۲۲۰، بيت الأفكار رقم: ۶۰۵)

عن جابر بن سمرة قال: كان بلال يؤذن إذا دحضت فلا يقيم
 حتى يخرج النبى صلى الله عليه وسلم فإذا خرج أقام الصلوة حين
 يراه. (مسلم شريف، كتاب المساجد، باب متى يقوم الناس للصلوة النسخة
 الهنديه ۱/ ۲۲۱، بيت الأفكار رقم: ۶۰۶)

علماء ديوبند اور اکابر ديوبند کا مسلک اور عقيدہ قرآن کریم، حدیث شریف، صحابہ
 کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین و محدثین کے بالکل مطابق ہے، جو شخص اکابر علماء
 ديوبند کو گمراہ بدین کہتا ہے وہ خود اپنے ایمان کی خبر لے اور اپنی اصلاح کرائے ورنہ خدا کی
 لعنت اور غضب کا مستحق ہوگا۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ ۱۶/ ۵۷، قدیم، جدید میٹر ۳/ ۳۷۵)
 ایسا شخص فاسق اور فاجر ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه. (شامی،
 باب الإقامة، قبيل مطلب البدعة خمسة أقسام، زكريا ۲/ ۲۹۹، كراچی ۱/ ۵۶۰، البناءه
 اشرفيه ديوبند ۲/ ۳۳۳) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری
 ۱۴۲۱/۷/۱۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۰ رجب ۱۴۲۱ھ
 (الف فتویٰ نمبر ۵/ ۶۸۲۸)

علماء دیوبند کا میلاد کی مجلسوں میں شرکت کرنا

سوال [۴۹۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں لوگ کسی تقریب یا کسی خاص موقع میں اپنے گھروں میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد کرتے ہیں، اور اس کے اخیر میں قیام کرتے ہیں نیز دانشور طبقہ اس لئے قیام کو ضروری سمجھتا ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں جبکہ عوام کو اس بات کا علم نہیں ہے وہ صرف ایک دینی کام اور تعظیم رسول اور اپنے آباء و اجداد کے ایسا کرنے کی وجہ سے کرتے ہیں، علماء حق جو مادر علمی دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہیں وہ ان عوام و خواص سے اس بدعت کے ترک کرنے کو کہتے ہیں تو بسا اوقات انھیں ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور بری بری گالیاں سننی پڑتی ہیں تو کیا ان حضرات کا قیام کرنا اور نہ کرنے والے کو گالی گلوچ اور برا سمجھنا شرعاً جائز ہے؟ اور ایسے وقت میں وہ حضرات کیسا رویہ اختیار کریں جو قیام میلاد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر کے قائل نہیں ہیں اگر قیام کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں تو لوگوں میں تفریق اور انتشار کا اندیشہ ہے، اور اس میں شرکت کرتے ہیں تو غلط اور دیوبندی عقیدہ کے خلاف ہے لہذا قیام میلاد کے جواز یا عدم جواز، اسی طرح دیوبندی علماء کو برا بھلا کہنے، اور ایسے وقت میں دیوبندی علماء کا کیسا کردار ہونا چاہئے، شریعت کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: محمد انعام الحق، معلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: قیام و میلاد کا یہ طریقہ شرعاً ناجائز اور واجب الترتک ہے علماء دیوبند کو ایسی مجلسوں میں شرکت نہیں کرنی چاہئے لیکن ممانعت کرنے میں اس کا خیال رکھیں کہ فتنہ و فساد نہ ہونے پائے۔

والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ.

(امداد الفتاوى، زكريا ۶/۳۲۷)

ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشرائع ما يفعلونه في شهر ربيع الاول من المولد وقد احتوى على بدع ومحرمات. (المدخل ۲/۲ شامله) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۰/۱۱/۱۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۴۸۶/۳۶۳۸۶)

فاسق شخص کا میلاد پڑھنا

سوال [۴۹۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میلاد پڑھتا ہے اور داڑھی منڈاتا ہے اور نمازوں میں خامی ہے جبکہ حدیث میں ہے کہ جس نے ایک نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑی اس نے کفر کیا ایک حدیث میں ہے ایک نماز چھوڑنے کی سزا ایک کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جہنم میں جلنا ہے، کیا ایسا آدمی محفل میلاد پڑھ سکتا ہے یا نہیں یا ایسے مسلمان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: مولوی کمال احمد، نور پور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: داڑھی منڈانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اسی طرح تارک صلوة (نماز چھوڑنے والا) فاسق ہوتا ہے ایسا آدمی کسی دینی مجلس کا نمائندہ نہیں بن سکتا، نیز ذکر ولادت شریفہ باعث سعادت اور کارِ ثواب ہے لیکن بوقت ذکر ولادت شریفہ کھڑے ہو جانا اور رسوم مروجہ کا التزام کرنا ناجائز اور بدعت شنیعہ ہے جس کا ترک کر دینا لازم اور ضروری ہے۔

والاحتفال بذكر الوالدة الشريفة إن كان خالياً من البدعات

المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ. (امداد الفتاوى، زكريا ۶/۳۲۷)

وأما غير العالم وهو الواضع لها يعنى البدعة فإنه لا يمكن أن يعتقدها بدعة بل هي عنده مما يلحق بالمشروعات كقول من جعل يوم الإثنين يصام لأنه يوم مولده صلى الله عليه وسلم وجعل الثاني عشر من ربيع الأول ملحفاً بأيام الأعياد لأنه عليه السلام ولد فيه. (الاعتصام ۲/ ۲۱۴، بحواله جواهر الفقه، زكريا جديد ۱/ ۵۲۳)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة: الحديث. (صحيح مسلم، كتاب الجمعة، باب تحفيف الصلاة

والخطبة، النسخة الهندية ۱/ ۲۸۶، بيت الأفكار رقم: ۸۶۷) فقط واللهم سبحانك وتعالى أعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۳/۷/۱۴۲۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲/رجب ۱۴۲۳ھ

(الف فتاویٰ نمبر ۶/۳۷۷۱)

محفل میلاد میں اور بعد نماز فجر و جمعہ قیام و سلام

سوال [۳۹۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رسی

میلاد میں قیام و سلام کرنا اور خصوصاً بعد جمعہ اور بعد فجر قیام و سلام کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: ڈاکٹر محمد روشن علی، محمد سالم علی

بلوش، محمد ابوالکلام آزاد وغیرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ذکر ولادت شریفہ دیگر اذکار کی طرح جائز

اور باعث خیر و برکت ہے، لیکن مروجہ رسم میلاد جس میں قیام کا التزام کیا جاتا ہے ممنوع،

بدعت اور قابل ترک ہے، چاہے کسی بھی نماز کے بعد ہو۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ. (امداد الفتاوى، زكريا ۶/۳۲۷)

ونظير ذلك فعل كثير عند ذكر مولده صلى الله عليه وسلم ووضع أمه له من القيام وهو أيضا بدعة لم يرد فيه شيء على أن الناس إنما يفعلون ذلك تعظيماً له (الفتاوى الحديثية ۱/۵۸)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة. (سنن أبي داود كتاب السنة، باب في لزوم السنة، النسخة الهنديه ۲/۶۳۵، دارالسلام رقم: ۴۶۰۷)

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۸/۲۹۲)

کھڑے ہو کر مروجہ میلاد پڑھنا

سوال [۴۹۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میلاد شریف پڑھنا اور پڑھوانا کیسا ہے؟ فرض، واجب، سنت یا نفل آخر کیا ہے؟ اور میلاد شریف میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں یا نہیں اور اخیر میں کھڑے ہو کر یا نبی سلام علیک پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد ہارون رشید مکوئی
مسجد ٹال والی نئی سڑک، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: میلاد شریف پڑھنا عام اذکار کی طرح جائز

اور مندوب ہے بشرطیکہ مروجہ بدعات و خرافات سے خالی ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد میں تشریف لانا کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں ہے اور ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہو جانا ناجائز اور بدعت سیئہ ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خالياً من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً الخ. (امداد الفتاوى زكريا ۶/۳۲۷)

لا أعلم لهذا المولد أصلاً في كتاب ولا سنة ولا ينقل عمله أحد من العلماء الأئمة الذين هم القدوة في الدين المتمسكون بأثار المتقدمين بل هو بدعة أحدثها البطالون وشهوة نفس اعتنى بها الآكلون. (الجنة لأهل السنة ۲۰۱)

عن سعد بن إبراهيم سمع القاسم ، قال : سمعت عائشة رضي الله عنها تقول : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو رد . (مسند احمد بن حنبل ۶/ ۱۸۰ ، رقم : ۲۵۹۸۶ ، ۲۵۶ ، رقم : ۲۶۷۲۱) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ ذی قعدہ ۱۴۰۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۵/ ۱۵۰۲۱)

(۴) ماہ رجب کی بدعات

کیا کونڈے کرنا جائز ہے؟

سوال [۴۹۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مراد آباد میں کونڈوں کا بہت رواج ہے کیا کونڈے کھانا اور کونڈے کرنا جائز ہے؟
المستفتی: شمشاد احمد، محلہ بھٹی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہل سنت والجماعت میں محض بے اصل، خلاف شریعت اور بدعت ممنوعہ ہے اس لئے کہ بائیسویں رجب المرجب جس کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے نہ تو حضرت امام جعفر صادق کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ تاریخ وفات امام جعفر صادق کی تاریخ پیدائش تو ۸ رمضان المبارک ۸۰ھ یا ۸۳ھ ہے اور وفات شوال ۴۸ھ میں ہوئی۔

ولد سنة ثمانين ومات سنة ثمان وأربعين ومائة وهو ابن ثمانين وستين سنة ودفن بالقيع في قبر فيه أبوہ محمد الباقر وجده علي زين العابدين (إكمال اسماء الرجال لصاحب المشكاة: ۵۹۳)

۲۲ رجب تو سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔

قال علي بن محمد: مات معاوية بدمشق سنة ستين يوم

الخميس لثمان بقين من رجب (تاریخ طبری ۳/ ۲۶۱)

اس سے پتہ چلا کہ یہ رسم دشمنان معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایجاد کردہ ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر شیعوں اور رافضیوں نے اولاً آپس میں شیرینی وغیرہ تقسیم کر کے خفیہ طور پر خوشی کا اظہار کیا جب کچھ اس کا چرچا ہوا تو اس کو چھپانے کے لئے

حضرت امام جعفر صادقؑ کی طرف منسوب کر کے حضرت امام موصوف پر تہمت لگائی کہ انھوں نے خود خاص اس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں بلکہ صحابی کی دشمنی میں شیعوں، رافضیوں نے یہ سلسلہ شروع کیا اس لئے تمام مسلمانوں کو اس سے احتراز کرنا لازم ہے البتہ نفس کھانا حرام نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۶۸، محمودیہ قدیم ۱/ ۲۲۱، جدید ڈائجسٹ ۳/ ۲۸۰)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ فهو رد. (صحیح البخاری کتاب الصلح، باب إذا اصطلحو علی جور فالصلح مردود، النسخة الہندیہ ۱/ ۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ والعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸/ رجب ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۲/ ۲۲۸۷)

رجب کے کونڈے بھرنے کی اصل

سوال [۳۹۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رجب شریف کی ۲۲ تاریخ کو کونڈوں کے بھرنے کی اصل کیا ہے اور کس حد تک ٹھیک ہے؟ مہربانی فرما کر جوابات فقہ حنفی کی معتبر کتابوں سے عنایت فرمائیں۔

المستفتی: سمیع الدین قاسمی،

دیوان بازار، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس اسم کو دراصل شیعوں نے ۲۲ رجب کو

حضرت معاویہؓ کی وفات کی خوشی میں ایجاد کیا تھا اس وقت اہل سنت والجماعت کا غلبہ تھا اس وجہ سے یہ اہتمام کیا گیا تھا کہ شیرینی علانیہ نہ تقسیم کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو

لیکن جب اس کا چرچہ ہوا تو حضرت امام جعفر صادقؑ کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت ان پر لگادی کہ انھوں نے خود اس تاریخ کو اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے، حالانکہ یہ سب من گھڑت ہے تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم نہ کریں۔

توفی معاویة بدمشق و دفن بها یوم الخمیس لثمان بقین من رجب سنة تسع و خمسين . (الاستیعاب ، دارالکتب العلمیة بیروت ۳/ ۴۷۲، باب حرف المیم ، رقم الترجمة: ۲۴۶۴)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وإياكم والأموال المحدثات ، فإن كل بدعة ضلالة . (سنن ابن ماجه كتاب السنة ، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين ، النسخة الهنديه ۵/ ۱، دارالسلام رقم: ۴۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ و اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

فتویٰ نمبر: ۲۳۰/۲۳

ماہ رجب کے کونڈوں کی شرعی حیثیت

سوال [۳۹۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کونڈوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی کیا نوعیت ہے ان کا کرنا ثواب ہے یا کونڈے کرنا ممنوع ہے؟

المستفتی: محمد شمشاد و عرفان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رجب میں کونڈے کرنے کی مردوجہ رسم خلاف شرع، بدعت اور ممنوع ہے اور یہ جو عقیدہ ہے کہ ۲۲ رجب کو حضرت جعفر صادقؑ کی پیدائش ہوئی یہ درست نہیں ہے، کیونکہ ان کی پیدائش رمضان میں ہوئی ہے، اور وفات شوال میں ہوئی ہے ۲۲ رجب یا پورے رجب سے کوئی تعلق

نہیں ہے بلکہ ۲۲ رجب کو حضرت امیر معاویہؓ کی تاریخ وفات ہے شیعوں اور رافضیوں نے حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خوشی میں کونڈے کی بدعت جاری کی تھی چونکہ مسلمانوں کو کونڈے کی تاریخ اور ابتداء پر واقفیت نہیں ہے اس لئے وہ بھی اچھا کام سمجھ کر کونڈوں میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۲۲۰، جدید ڈبھیل ۳/۲۸۰)

توفی معاویۃ بدمشق و دفن بها یوم الخمیس لثمان بقین من رجب سنة تسع و خمسين . (الاستیعاب ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۴۷۲ ، باب حرف المیم ، رقم الترجمة: ۲۴۶۴)

عن عائشة رضی اللہ عنہا أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، قال: من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد . (سنن ابن ماجہ ، کتاب السنۃ ، باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والتغلیظ علی من عارضه ، النسخۃ الہندیہ ۱/۳ ، دارالسلام رقم: ۱۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ و علم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح:
۱۶ شعبان ۱۴۲۳ھ
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۸/۱۴۲۳ھ
(الف فتاویٰ نمبر ۳۶/۳۸۲۲)

رجب کا کونڈا اور اس کی حقیقت

سوال [۳۹۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۲۲ رجب کو بعض جگہ کونڈے کرنے کا بڑا رواج ہے اس میں جو رسمیں کی جاتی ہیں ان کا کیا حکم ہے کونڈے کی اصلیت کیا ہے کیا مسلمانان اہل سنت کو یہ رسم کرنی چاہئے کہ شریعت کے موافق اس رسم کی اصلیت تفصیل سے بیان فرمائیں ، نیز حضرت امیر معاویہؓ کی تاریخ پیدائش و وفات اور حضرت امام جعفر صادقؑ کی تاریخ پیدائش و وصال بیان فرمائیں رسم کونڈہ کس نے ایجاد کی مذکورہ تمام باتیں باحوالہ بیان فرمائیں۔
المستفتی: محمد کاظم جس پور، میننی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رجب کے کوئٹوں کی مروجہ رسم شریعت سے کہیں ثابت نہیں یہ محض بے اصل، خلاف شرع اور بدعت ممنوعہ ہے، اس لئے کہ بائیس رجب کو حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی نہ وفات ہوئی اور نہ ہی آپ اس تاریخ میں پیدا ہوئے بلکہ ان کی تاریخ ولادت ۸/رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ اور وفات شوال ۱۲۸ھ میں ہوئی دراصل دشمنان اسلام نے حضرت معاویہ کی وفات پر نعوذ باللہ اظہار مسرت کے لئے یہ رسم ایجاد کی ہے، اس لئے کہ ۲۲/رجب ۶۰ھ ہی کو آپ کی وفات ہوئی ہے (طبری ۳/۲۶۱) اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رسم محض پردہ پوشی کے لیے حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب کر دی گئی ہے جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی دشمنان حضرت معاویہ چوری چھپے خفیہ طور پر خوشیاں مناتے تھے اور آپس میں شیرینی تقسیم کیا کرتے تھے اور جب اس کا چرچا عام ہونے لگا تو اس مروجہ رسم کو حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب کر دیا گیا اور ان پر یہ تہمت لگادی گئی کہ انھوں نے خود اسی تاریخ (۲۲/رجب) کو اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے یہ سب من گھڑت باتیں ہیں تمام برادران اسلام کو اس طرح کی رسوم سے احتراز ضروری ہے (مستفاد فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۲۲۰، جدید ڈائجیل ۳/۲۸۰)

توفی یوم الخمیس لثمان بقین من رجب سنة تسع و خمسين

(أسد الغابہ فی معرفة الصحابہ، مکتبہ دارالفکر بیروت ۴/۴۲۵، رقم الترجمة: ۹۴۷۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وشر الأمور محدثاتها وکل

بدعة ضلالة (الحديث) (صحيح مسلم كتاب الجمعة، باب تخفيف الصلوة

والخطبة، النسخة الهنديه ۱/۲۸۶، بيت الأفكار رقم: ۸۶۷) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ واعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳ شعبان ۱۴۱۷ھ

(الف فتاویٰ نمبر ۳/۳۹۷۵)

۲۲ رجب کے کوئٹوں کی حقیقت

سوال [۴۹۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۲۲ رجب کو بعض جگہ کوئٹے کرنے کا بڑا رواج ہے اس میں جو رسمیں کی جاتی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ کوئٹے کی اصلیت کیا ہے کیا مسلمانان اہل سنت کو یہ رسم کرنی چاہئے شریعت کے موافق اس رسم کی اصلیت تفصیل سے بیان فرما کر مسلمانان اہل سنت والجماعت کی رہنمائی فرمائیں؟

المستفتی: محمد ہاشم غفرلہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کوئٹوں کی مروجہ رسم مذہب اہل سنت والجماعت میں محض بے اصل، خلاف شرع اور بدعت ممنوعہ ہے، کیونکہ بائیسویں رجب نہ تو حضرت امام جعفرؑ کی تاریخ ولادت ہے اور نہ ہی تاریخ وفات؛ بلکہ ۲۲ رجب المرجب حضرت معاویہؓ کی تاریخ وفات ہے۔

قال علی بن محمد: مات معاویة بد مشق سنة ستين يوم

الخميس لثمان بقين من رجب الخ (تاریخ طبری ۳/۲۶۱)

اس سے پتہ چلا کہ یہ رسم دشمنان معاویہؓ کی ایجاد کردہ ہے اور خواہ مخواہ اپنے راز کو چھپانے کے لئے حضرت امام جعفر صادقؑ کی طرف منسوب کر کے امام موصوف پر یہ تہمت لگائی کہ انھوں نے خود خاص اس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں اس لئے مسلمانوں کو اس سے بہت دور رہنا چاہئے خود بھی کوئٹا کرنے سے گریز کرنا چاہئے اور شرکت سے بھی بچنا چاہئے (مستفاد احسن الفتاویٰ ۱/۳۶۸، محمودیہ قدیم ۱/۲۲۱، جدید ڈائجیل ۳/۲۸۰) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۲۴/۷/۱۴۲۰ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۴ رجب ۱۴۲۰ھ

(الف فتویٰ نمبر ۴/۶۲۹۰)

کوئٹے اور حلوہ کی حقیقت

سوال [۵۰۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل جو یہ رسم چل رہی ہے کہ کوئٹے کئے جائیں تو کوئٹا کرنا کیسا ہے اور یہ بھی بتائیں کہ شب برأت میں حلوہ پکانا کیسا ہے اور کہاں سے ثابت ہے، قرآن و احادیث کی روشنی میں مدلل و مکمل جواب سے سرفراز فرمائیں۔

المستفتی: حاجی طفیل احمد مانپور مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کوئٹے کرنا نہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے، نہ صحابہؓ و تابعینؒ میں اس کا رواج تھا اور نہ ہی فقہاء و محدثین کی کتب میں اس کا کہیں ثبوت ہے بلکہ یہ من گھڑت بدعت ہے کیونکہ ۲۲ رجب نہ تو امام جعفر صادق کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ ہی تاریخ وفات بلکہ ۲۲ رجب حضرت امیر معاویہؓ کی تاریخ وفات ہے۔

قال علی بن محمد: مات معاویة بدمشق سنة ستین یوم

الخمیس لثمان بقین من رجب الخ. (تاریخ طبری ۳/۲۶۱)

اس سے پتہ چلا کہ یہ رسم دشمنان معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایجاد کردہ ہے اور خواجواہ انھوں نے اپنے راز کو چھپانے کے لئے اسے امام جعفر صادق کی طرف منسوب کر دیا ہے، لہذا مسلمانوں کو اس سے دور رہنا چاہئے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ، قدیم ۱/۲۲۱، ۱۵/۴۲۹، جدید ڈائجیل ۳/۲۸۰، احسن الفتاویٰ ۱/۳۶۸)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ فهو ردّ. (صحیح مسلم، کتاب الاضحیة، باب

نقض الأحکام الباطلة، ورد محدثات الأمور، النسخة الہندیہ ۲/۷۷، بیت الأفكار رقم: ۱۷۱۸)

اور حلوہ پکانا فی نفسہ مباح ہے لیکن شب برأت کو بطور خاص اس کا اہتمام و التزام مکروہ

ہے کیونکہ امر مباح کے ساتھ واجب یا سنت جیسا معاملہ کرنے سے وہ امر مباح مکروہ ہو

جاتا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/۱۷۹، جدید ڈائجیل ۳/۲۶۸)

من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال. (مرقاة، باب الدعاء في التشهد، مكتبة امداديه ملتان ۲/۳۵۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۳۲۰/۷/۲۴ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳/۶۲۸۹)

امام جعفر صادق کے نام سے کونڈے کرنا

سوال [۵۰۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا کہنا ہے کہ ماہ رجب میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی فاتحہ اور کونڈوں کی نیاز دلانا جائز ہے یا نہیں؟ مفصل بیان فرمائیں۔

المستفتی: حاجی عبدالمتین، نئی بستی، کونیاں والی مسجد مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۸ رمضان المبارک اور وفات شوال میں ہوئی ہے رجب میں نہ حضرت امام جعفر صادق کی پیدائش ہوئی ہے اور نہ ہی ان کی وفات ہوئی ہے لہذا ان کے نام سے رجب میں کونڈا کرنا کوئی اصلیت نہیں رکھتا، ہاں البتہ ۲۲ رجب کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی ہے، رافضیوں نے حضرت معاویہ سے بغض و عناد کی بناء پر بطور تبرک کے ان کی وفات کی خوشی میں کونڈوں کا سلسلہ شروع کیا تھا، حکومت اسلام کی دار و گیر کے خطرہ سے حضرت امام جعفر صادق کی ولادت کی شہرت دی جو قطعاً غلط ہے اس لئے ماہ رجب میں حضرت امام جعفر صادق کے نام سے کونڈوں کی نیاز کرنا بدعت و ممنوع اور ناجائز عمل ہے جو ہر مسلمان کیلئے قابل ترک ہے (مستفاد

فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۲۲۰، جدید ڈائجیل ۳/ ۲۸۰)

مات معاویۃ بدمشق سنة ستین یوم الخمیس لثمان بقیین من
رجب (تاریخ طبری ۳/ ۲۶۱)

عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من
أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (صحيح ابن حبان، باب الاعتصام
بالسنة وما يتعلق بها نقلًا وأمراً وزجراً، ذكر البيان بأن كل من أحدث في دين
الله..... دار الفكر ۱/ ۸۴، رقم: ۲۶، ۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۷/۱۴۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رجب ۱۴۲۵ھ
(الف فتاویٰ نمبر ۳۷/ ۸۴۹۷)

حضرت امام جعفر صادق کے نام سے کونڈے کرنا کیسا ہے؟

سوال [۵۰۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
لوگ حضرت امام جعفر صادق کے نام سے جو کونڈے کرتے ہیں ان کا کرنا جائز ہے یا
نہیں؟ اور حضرت جعفر کون تھے، کیوں ان کے کونڈے کئے جاتے ہیں اور ان کا ثبوت
کہاں سے ہے؟ اور کونڈوں وغیرہ کی پوری کھانا جائز ہے یا نہیں جواب سے نوازیں۔

المستفتی: لیاقت علی، امام مسجد، باڑہ شاہ صفا، مراد آباد
باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت امام جعفر صادق حضرت امام زین
العابدینؑ کے صاحبزادے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ (تقریب الہدیٰ،
دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۶۸)

رجب کی جن تاریخوں میں حضرت امام جعفر صادق کے نام سے کونڈے کئے جاتے
ہیں ان تاریخوں میں حضرت امام جعفر صادق کی پیدائش نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی ان تاریخوں

میں ان کی وفات ہوئی ہے بلکہ ان کی ولادت ۸/ رمضان المبارک میں اور وفات ۱۲۸ھ میں ہوئی ہے درحقیقت رجب کے کونڈے حضرت معاویہؓ کی وفات کی خوشی میں منائے جاتے ہیں، ان کی وفات ۲۲/ رجب المرجب کو ہوئی تھی اس زمانہ میں اہل سنت والجماعت کا غلبہ تھا اس لئے خفیہ طور پر کئے جاتے تھے پھر بعد میں حضرت امام جعفر صادق کے زمانہ کے بعد ظاہر طور پر کرنا شروع کر دیا گیا اور ان ہی کی طرف منسوب کیا جانے لگا تاکہ راز فاش نہ ہو! (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۲۲۰، جدید ڈائجیل ۳/ ۲۸۰)

توفی معاویة بدمشق و دفن بها یوم الخمیس لثمان بقین من رجب سنة تسع و خمسين . (الاستیعاب ، دارالکتب العلمیة بیروت ۳/ ۴۷۲، باب حرف المیم ، رقم الترجمة: ۲۴۶۴)

لہذا شرعاً رجب کے کونڈے کی رسم ممنوع اور بدعت ہے اس کا ترک سب مسلمانوں پر لازم ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۱۸۳، ۲۲۰، جدید ڈائجیل ۳/ ۲۸۰)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحدث فی أمرنا ما لیس منہ فهو ردّ. (مسند احمد بن حنبل ۶/ ۲۴۱، رقم: ۲۶۵۶۱-۶/ ۲۷۱، رقم: ۲۶۸۶۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۵/ رجب ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۵/ ۱۳۳۶)

گیارہویں اور کونڈوں کی نیاز

سوال [۵۰۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گیارہویں کی نیاز کرنا اور کونڈوں کی نیاز کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: زبیر عالم انصاری، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: گیارہویں اور کوئٹہوں کی نیاز شریف ثابت نہیں، یہ بے اصل اور بدعت ہے مسلمانوں پر اس کا ترک لازم ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱/۲۲۰، ۱۰/۹۷، جدید ڈائجیل ۳/۲۸۰، امداد المفتیین ۱۷۵/۲، رجمیہ ۲/۲۸۵)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ فهو رد. (سنن أبی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، النسخۃ الہندیہ ۲/۶۳۵، دار السلام رقم: ۴۶۰۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/۳۵۷۳)

کھانے پر فاتحہ خوانی اور کوئٹہوں کی نیاز کا حکم

سوال [۵۰۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانے کی چیزوں کو سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ نیز کچھ لوگ کوئٹہوں کی نیاز کرتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے؟

المستفتی: مولانا حنیف، مدرسہ
مدینۃ العلوم، رام نگر، ضلع: مین تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کھانے پر فاتحہ پڑھنا کفار کا طریقہ ہے اس کا ترک لازم ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۵/۲۶۳)

رجب کی کوئٹہوں کی حقیقت یہ ہے کہ ۲۲ رجب کو حضرت معاویہ کی وفات ہوئی ہے اس کی خوشی میں روافض نے یہ سلسلہ شروع کر دیا ہے اور اس کو چھپانے کے لئے حضرت امام جعفر صادقؑ کی یوم پیدائش کی شہرت دی جاتی ہے حالانکہ

حضرت امام جعفر صادقؑ کی پیدائش ۸ رمضان المبارک ۸۰ھ میں کو ہوئی ہے
 - (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/۲۲۱، جدید ڈائجیل ۳/۲۸۰)

توفی یوم الخمیس لثمان بقین من رجب سنة تسع
 و خمسين . (أسد الغابہ ، فی معرفة الصحابة دار الفکر بیروت ۴/ ۴۲۵ ، رقم
 الترجمہ : ۹۷۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۲ شعبان ۱۴۱۰ھ
 (الف فتویٰ نمبر ۲۶/۱۸۹۶)

رجب کے کوئٹوں کی ممانعت کیوں ہے؟

سوال [۵۰۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
 رجب ۲۲ تاریخ میں کوئٹے کرنے کو کیوں منع کیا جاتا ہے؟
 المستفتی: محمد شکیل، محلہ مغلیورہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: رجب کی ۲۲ تاریخ میں کوئٹہ اس لئے جائز نہیں
 ہے کہ اس دن حضرت معاویہؓ کا انتقال ہوا تھا، رافضیوں نے انتقال کی خوشی میں کوئٹہ کا
 سلسلہ جاری کیا۔

قال علی بن محمد: مات معاویة بدمشق سنة ستين يوم

الخميس لثمان بقین من رجب الخ. (تاریخ طبری ۳/۲۶۱)

جب صحیح عقیدہ کے لوگوں نے رافضیوں سے سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ
 جعفر صادقؑ کی پیدائش کی خوشی میں کرتے ہیں حالانکہ حضرت جعفر صادقؑ کی پیدائش رجب
 میں نہیں ہوئی بلکہ ۸ رمضان المبارک ۸۰ھ میں ہوئی ہے اور ان کا انتقال شوال میں ہوا ہے
 اس لئے رجب کا کوئٹہ جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۲۲۰، جدید ڈائجیل ۳/۲۸۰)

ولد سنة ثمانين ومات سنة ثمان وأربعين ومائة وهو ابن ثمانين وستين سنة ودفن بالبقيع في قبر فيه أبوه محمد الباقر وجده علي زين العابدين . (الاكمال في أسماء الرجال لصاحب المشكوة: ٥٩٣) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

كتبه: شبير احمد قاسمى عفا الله عنه

١٠/ محرم ١٤١٨ هـ

(الف فتوى نمبر ٣٣٣/٥١٢٠)

(۵) باب: ماہِ شعبان کی بدعات

شب برأت میں جلسہ جلوس کرنا

سوال [۵۰۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شعبان کی ۱۴ تاریخ کے بعد پندرہویں شب میں باقاعدہ جلسہ جلوس، اجتماع و احتفال اور محفل قرأت للقرآن منعقد کرنا اور عبادت نافلہ کا اہتمام کرنا اور نہ کرنے والے پر تکفیر کرنا اگر اس کے بارے میں احادیث یا کلام اللہ سے کوئی ثبوت ہو تو بحوالہ تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

المستفتی: عطاء اللہ، مراد آبادی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ۱۵ شعبان لیلة البرأت (شب برأت) میں جلسہ جلوس، اجتماعات وغیرہ کا ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں ملتا، لیکن خاص طور پر شب برأت میں پٹاخے بازی وغیرہ کے خرافات ایک تماشہ بنا ہوا رہتا ہے تو اس قسم کے خرافات پر روک تھام کے لئے اگر سیرت وغیرہ کے موضوع پر جلسے اور اجتماعات کر لئے جائیں، تو کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ باعث ثواب ہوگا البتہ نہ کرنے والوں کو برا بھلا کہنا ہرگز درست نہیں، ہاں خرافات میں وقت ضائع کرنے والوں پر تکفیر کرنا برا نہیں ہے اور شب برأت میں نوافل پڑھنے اور عبادت میں مشغول رہنے کی بڑی فضیلت حدیث شریف میں آئی ہے اللہ تعالیٰ اس رات میں دعائیں بہت قبول فرماتا ہے۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا (إلیٰ قولہ) فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن اللہ تبارک وتعالیٰ ينزل لیلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب. (ترمذی شریف، کتاب

الصوم، باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان، النسخة الهندیة ۱/ ۱۵۶، دارالسلام رقم:

۷۳۹، ابن ماجہ ماجاء فی قیام شهر رمضان، باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان،

النسخة الهنديه ۱/۹۹، دار السلام رقم: ۱۳۸۹) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۹ رمضان ۱۴۱۴ھ
 (الف فتویٰ نمبر ۳۱/۳۵۹۷)

شب برأت کی بعض بدعات

سوال [۵۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شعبان المعظم کی ۱۴ تاریخ میں حلوہ پکانا آتش بازی اور روغن چھڑانا نیز ۱۴ شعبان المعظم اور رمضان شریف کی ۲۷ ویں شب میں چراغاں کرنا یا بجلی کے چھوٹے چھوٹے بلب مسجد کے اوپر مناروں اور گنبدوں پر اور مسجد کے ارد گرد منڈیروں یا دوسری جگہ میں لگا کر خوب روشنی کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بیان کریں؟

المستفتی: محمد اسحاق، بکر پٹیہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اسی روز حلوہ کو لازم سمجھنا بدعت ہے، آتش بازی حرام ہے، شب قدر اور شب برأت میں چراغاں کرنا اور ضرورت سے زائد روشنی کرنا بدعت سیدہ ہے جس کا ترک مسلمانوں پر لازم ہے۔

السراج الكثير الزائد عن الحاجة ليلة البراءة هل يجوز؟ هو

بدعة. (نفع المفتی والسائل/ ۱۳۸)

كل مباح يؤدى إلى زعم الجهال سنية أمر أو وجوبه فهو مكروه
 كتعيين السورة للصلوة وتعيين القراءة لوقت. (تنقيح الفتاوى الحامديه
 ۲/ ۳۶۷، بحوالہ محمودیہ ڈابھیل ۳/ ۲۶۹)

وكل هذه بدع ومنكرات لا أصل لها في الدين ولا مستند لها من الكتاب والسنة ويجب على أهل العلم أن ينكروها، وأن يبطلوا هذه العادات ما استطاعوا. (معارف السنن كتاب الطهارة، باب

التشديد في البول مكتبه اشرفيه ۱/ ۲۶۶)

رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردّ. (صحيح مسلم، كتاب الأفضية، باب نقض أحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، النسخة الهنديه ۲/ ۷۷، بيت الأفكار رقم: ۱۷۱۸) فقط واللّه سبحانه وتعالى أعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ شعبان ۱۴۱۰ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۶/ ۱۶۳۵)

شب برأت میں حلوہ بنانا

سوال [۵۰۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شب برأت کا حلوہ کیا جاسکتا ہے؟ اس کا کرنا ثواب ہے یا منع ہے شب برأت پر کیا عمل ہونا چاہئے، جو لوگ حلوہ بناتے ہیں ان پر عذاب یا ثواب ہے یا نہیں؟

المستفتی: شمشاد عرفان، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شب برأت کا حلوہ قرآن و حدیث، اجماع و قیاس اور مجتہدین سے ثابت نہیں، یہ محض رسم ہے جس کا چھوڑنا ضروری ہے اور جیسا کہ ہرمہینہ کے ایام بیض یعنی ۱۳/ ۱۴/ ۱۵ تاریخوں میں روزہ رکھنا مستحب ہے اسی طرح پندرہویں شعبان کو بھی روزہ رکھنا مستحب ہے اور پندرہویں شعبان کی رات میں عبادت کی فضیلت بہت آئی ہے اس لئے رات میں زیادہ سے زیادہ عبادت میں مشغول ہوا جائے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱/ ۲۲۳، ۱۵/ ۴۰۵، جدید ڈائجیل ۳/ ۲۶۸)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: أوصاني خليلي صلى الله عليه وسلم بثلاث: صيام ثلاثة أيام من كل شهر، وركعتي الضحى، وأن أوتر قبل أن أنام. (بخاری شریف کتاب الصوم، باب صیام البیض، النسخة الهنديه

۲۶۶/۱، رقم: ۱۹۳۹، ف: ۸۹۸۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۵ شعبان ۱۴۲۳ھ
 (الف فتویٰ نمبر ۳۶۲/۸۲۳-)

الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
 ۱۴۲۳/۸/۱۶ھ

شب برأت کے حلوہ کا شرعی حکم

سوال [۵۰۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عام طور پر جو شب برأت میں حلوہ پکاتے ہیں اس کا شریعت میں کیا حکم ہے، اس کی ایجاد کہاں سے ہوئی اگر کوئی حلوہ بھیجے تو اس کے حلوہ کو کھانا شرعاً کیسا ہے؟

المستفتی: جناب قاری احسان قاسمی
 ، بسواں قصبہ: جہانگیر آباد، سینٹاپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شب برأت کے موقع پر حلوہ پکانا بدعت اور ناجائز ہے شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے لہذا اس سے بچنا لازم ہے اگر کسی کے یہاں سے حلوہ آجائے تو حتی الامکان اس کو نہیں لینا چاہئے اور اگر رکھ لے تو جائز ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱/۳۸۵)

کل مباح يؤدی إلى زعم الجہال سنیۃ أمر أو وجوبہ فہو مکروہ
 کتعیین السورۃ للصلوۃ وتعیین القراءۃ لوقت. (تنقیح الفتاویٰ
 الحامدیہ ۲/۳۶۷، بحوالہ محمودیہ ڈابھیل ۳/۲۶۹)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... وشر الأُمور محدثاتها،
 وکل محدثۃ بدعۃ، وکل بدعۃ ضلالۃ، وکل ضلالۃ فی النار. (صحیح
 ابن خزیمہ، کتاب الجمعۃ، باب صفۃ خطبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم..... المكتب
 الإسلامی بیروت ۲/۸۶۴، رقم: ۱۷۸۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹ رجب ۱۴۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۲/۳۵۶۰)

شب برأت میں جلسہ کرنا اور اس میں شرکت کرنا

سوال [۵۱۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ۱۵/

شعبان یعنی شب برأت میں جلسے کرنا اور جلوسوں میں جانا، مسجدوں میں روزانہ سے زیادہ روشنی کرنا، قبرستان اور قبروں کو بجلی کے بلبوں سے مزین کرنا، قبرستان میں میلاد شریف کرنا اور اس میں جانا، قبروں پر اگر بتی جلانا، آتش بازی چھوڑنا، حلوہ پکانا اور اس کو رشتہ داروں اور محلّہ میں بانٹنا، مسور کی دال پکانا عید کی طرح نئے کپڑے پہننا معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ سب کام کرنا شرعاً جائز ہیں یا ناجائز یا بدعت؟ پندرہ شعبان یعنی شب برأت میں کیا عمل کریں؟

المستفتی: صوفی جلال الدین،

ادارہ اصلاح امت، مظفرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

جواب من جانب دار الافناء دار العلوم دیوبند: اپنے اپنے گھروں

میں تلاوت و عبادت کر لیا کریں دن میں روزہ رکھ لیا کریں اور یہ امور بھی التزام و اصرار کے ساتھ نہ ہوں بس اس کے علاوہ تمام امور کو ترک کر دیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح

حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ

کھیل الرحمن نشاط

محمد طاہر عفا اللہ عنہ

حررہ العبد احقر محمود غفرلہ بلند شہری

دارالعلوم دیوبند

۱۲/۱۶/۱۴۱۶ھ

دارالعلوم دیوبند کا (فتویٰ نمبر ۹۱)

من جانب مدرسہ شہابی

الجواب وباللہ التوفیق: جواب کے ہر جز سے اتفاق ہے، مگر سوال کے

پیش نظر جواب میں یہ اضافہ ہونا چاہئے کہ شب برأت کے جلسے اور جلوسوں میں جانا جائز اور

درست ہے اس لئے کہ اس شب میں جلسہ کی وجہ سے بہت سے مسلمان خرافات سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

عن أبي موسى: عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: إنما مثل الجليس الصالح، والجليس السوء، كحامل المسك، ونافخ الكير، فحامل المسك: إما أن يحذيك، وإما أن تبتاع منه، وإما أن تجد منه ريحا طيبة، ونافخ الكير: إما أن يحرق ثيابك، وإما أن تجد ريحا خبيثة. (صحيح المسلم، كتاب البر والصلح والأدب، باب استحباب مجالسة الصالحين ومجانبة قراء السوء، النسخة الهنديه ۲/ ۳۳۰، بيت الأفكار رقم: ۲۶۲۸، صحيح البخاري، كتاب الذبائح والصيد، باب المسك، النسخة

الهنديه ۲/ ۸۳۰، رقم: ۵۳۱۹، ف: ۵۵۳۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۵/ صفر ۱۴۱۷ھ

۱۴۱۷/۲/۷ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۲/۳۶۵۰)

شب برأت میں کی جانے والی مختلف عبادات کا حکم

سوال [۵۱۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) ہمارے یہاں چند سال سے شب برأت میں عشاء سے پہلے پوری بستی والے مسجد میں پہنچ جاتے ہیں اور عشاء کے بعد سو الاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھتے تھے اس کے بعد اجتماعی دعاء ہوتی تھی، زید ایک عالم ہے انھوں نے اس سال یہ کہہ کر کہ چونکہ اس رات میں تنہا تنہا اپنے اپنے اذکار و نوافل وغیرہ پڑھنے کا ثبوت تو ہے، لیکن اس طرح اجتماعی طور پر کسی مستقل وظیفہ کا پابندی سے ثبوت نہیں ہے، جس بناء پر اس سال یہ وظیفہ ختم کر دیا تو معلوم یہ کرنا ہے کیا زید کا یہ عمل اور قول درست ہے یا اس رات میں اس طرح کے وظائف اور بعد میں اجتماعی دعا درست ہے؟

(۲) قبرستان جا کر چند آدمی اکٹھے ہو جائیں اور کوئی بزرگ اجتماعی دعا

کروادیں تو کیا یہ درست ہے۔

(۳) کیا اس رات میں فرض نماز اور اس کے متعلق سنن و نوافل کے علاوہ دیگر نوافل اور تسبیحات اور تلاوت مسجد میں افضل ہے یا اپنے اپنے گھر پر؟
المستفتی: محمد اصغر، بہڑور، بکنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) شب برأت میں سو الاکھ مرتبہ کلمہ پڑھنے کا معمول پھر اس کے بعد اجتماعی دعا شریعت سے ثابت نہیں ہے اور تنہا تنہا عبادت ثابت ہے، لہذا عالم صاحب نے جو فرمایا ہے وہ صحیح اور درست ہے۔

(۲) شب برأت میں قبرستان جا کر اکٹھے ہو کر اجتماعی دعا قرآن و حدیث فقہ سے ثابت نہیں ہے، البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تنہا قبرستان پہنچنا حدیث سے ثابت ہے۔

عن عائشة أنها قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم كلما كان ليلتها من رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج من آخر الليل إلى البقيع، فيقول: السلام عليكم دار قوم مؤمنين، وأتاكم ما توعدون غداً، مؤجلون وإن شاء الله بكم لاحقون، اللهم اغفر لأهل بقيع الغرقد (مسلم شريف، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبر والدعاء لاهله، النسخة الهنديه ۱/ ۳۱۳، بيت الأفكار رقم: ۹۷۴، سنن نسائي، كتاب الجنائز، الأمر بالاستغفار للمؤمنين، النسخة الهنديه ۱/ ۲۲۲، دارالسلام رقم: ۲۰۴۱)

(۳) اس رات میں مسجد میں جا کر مخصوص نوافل اور تسبیحات و تلاوت کا ثبوت نہیں ہے ہاں البتہ ہر کسی کو اختیار ہے کہ چاہے اپنے گھر بیٹھے تلاوت و تسبیح وغیرہ میں مشغول ہو جائے چاہے مسجد میں جا کر ہر طرح کا اختیار ہے البتہ حدیث شریف وغیرہ میں اس بات کی صراحت ہے کہ صحابہ تہجد کی نماز مسجد نبوی میں جا کر بھی پڑھا کرتے تھے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ بھی موجود ہے کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلوا أيها الناس في بيوتكم فإن أفضل الصلاة صلاة المرء في بيته إلا المكتوبة . (بخارى شريف، كتاب الاذان ، باب صلوة الليل ، النسخة الهنديه ١/١٠١ ، رقم : ٧٢٢ ، ف: ٧٣١)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فعليكم بالصلاة في بيوتكم فإن خير صلاة المرء في بيته إلا الصلاة المكتوبة . (صحيح مسلم: كتاب الصلوة ، باب استحباب صلاة النافلة في بيته وجوازها في المسجد ، النسخة الهنديه ١/٢٦٦ ، بيت الأفكار رقم: ٧٨١)

صلوة المرء في بيته أفضل من صلوته في مسجدي هذا إلا المكتوبة (المعجم الاوسط، دارالفكر ٣/١٥١ ، حديث: ٤١٧٨ ، المعجم الكبير للطبراني ، داراحياء التراث العربي ٥/١٤٤ ، رقم: ٤٨٩٣)

عن زيد بن ثابت أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: صلاة المرء في بيته أفضل من صلاته في مسجدي هذا إلا المكتوبة . (سنن أبي داؤد، كتاب الصلوة، باب صلاة الرجل التطوع في بيته ، النسخة الهنديه ١/١٤٩ ، دارالسلام رقم: ١٠٤٤)

أفضل صلوتكم في بيوتكم إلا المكتوبة . (ترمذى شريف ، كتاب الصلوة ، باب ماجاء في فضل صلاة التطوع في البيت ، النسخة الهنديه ١/١٠٢ ، دارالسلام رقم: ٤٥٠)

عن أبي قتادة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال لأبي بكر: مررت بك وأنت تقرأ وأنت تخفض من صوتك، فقال: إني أسمع من ناجيت قال: ارفع قليلاً وقال لعمر رضي الله عنه: مررت بك وأنت تقرأ وأنت ترفع صوتك، فقال: إني أوقظ الوسنان وأطرد الشياطين، قال: اخفض قليلاً . (ترمذى شريف، كتاب الصلاة ، باب ماجاء في القراءة بالليل ، النسخة الهنديه ١/١٠٠ ، دارالسلام رقم: ٤٤٧)

فقط والله سبحانه وتعالى أعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۳/۱۱/۱۴۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۷/۸۶۰۵)

شب برأت کے موقع پر مسجد میں شبینہ کرنا

سوال [۵۱۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شب برأت کو ایک شب کا مسجد میں شبینہ ہوتا ہے جس میں غیر معمولی طور پر لاؤڈ اسپیکر استعمال ہوتے ہیں اور کمال یہ ہے کہ پڑھنے والا بغیر نیت کے ہاتھ باندھ کر پڑھتا ہے اور چند نمازی اس کے پیچھے بغیر نیت کے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر سنتے ہیں اور بغیر سلام کے آپس میں بات چیت اور دیگر مشاغل بھی انجام دے لیتے ہیں یہ سب کیسا ہے؟ شریعت کی روشنی میں مدلل بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: شہاب الدین، سرائے ترین، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اس طرح شب بیداری جس میں نماز و قرآن کا احترام نہ ہو خلاف شرع کام ہوتے ہیں جو ناجائز اور ممنوع ہیں ایسی صورت میں کوئی ثواب اور ثمرہ نہ ملے گا بلکہ یہ سخت گناہ اور موجب عذاب ہے۔ (مستفاد فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۲۱۷، جدید ڈابھیل ۳/۲۶۷، امداد الفتاویٰ ۱/۳۳۲)

ليلة النصف من شعبان ويكره الاجتماع على إحياء ليلة من هذه الليالي في المساجد وغيرها لأنه لم يفعله النبي صلى الله عليه وسلم ، ولا أصحابه ، فأنكره أكثر العلماء وقالوا: ذلك كله بدعة. (حاشیہ الطحطاوی علی مرافی الفلاح ، کتاب الصلوٰۃ ، فصل فی تحیة المسجد و صلوٰۃ الضحیٰ ، وإحياء الليالي ، دارالکتاب دیوبند ۱/۴۰۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/۳۸۹۰)

شب قدر و شب برأت میں چراغاں کرنا

سوال [۵۱۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شب قدر اور شب برأت کی راتوں میں مساجد میں ضرورت سے زیادہ چراغاں کرنا کیسا ہے؟
المستفتی: ایاز احمد، تمل ناڈو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: شب براءت اور شب قدر کی راتوں میں مساجد کے اندر ضرورت سے زیادہ لائٹیں، قلمے وغیرہ لگانا اسراف اور بدعت ہے ان چیزوں کا کوئی ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں ملتا۔

كما في نفع المفتي والسائل السراج الكثير الزائد عن الحاجة ليلة البراءة و ليلة القدر في الأسواق والمساجد كما تعرف في أمصارنا هل يجوز؟ هو بدعة كذافي خزانة الروايات عن القنيه. (نفع المفتي والسائل/ ۱۳۸)

والنهي عن اتخاذ السرج لما فيه من تضييع المال لأنه لا نفع لأحد من السراج ولأنه من آثار جهنم. (مرقاة، مكتبه امداديہ ملتان ۲/ ۲۱۹، تحت رقم الحديث: ۶۸۳، هل يجوز زيادة القبور للنساء أم لا)

عن ابن عباس قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم زائرات القبور والمنتخذات عليها المساجد والسرج. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الجنائز، باب من كره زيارة القبور، مكتبه مؤسسہ علوم القرآن ۷/ ۳۷۰، رقم: ۱۱۹۳۶، ۷۶۳۱) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۴۱۱/۴/۲۷ھ

(الف فتویٰ نمبر.....)

شب براءت و شب قدر میں بیٹھا کھانا پکانا اور مٹھائیاں تقسیم کرنا

سوال [۵۱۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شب براءت و شب قدر میں بیٹھا کھانا پکانا اور ان دونوں موقعوں پر مسجد میں یا مسجد کے باہر مٹھائیاں تقسیم کرنا کیسا ہے اور اگر بالفرض کسی نے تقسیم کر دیا تو اس کا لینا اور اس کا کھانا کیسا ہے اور ان دونوں موقعوں کے علاوہ مسجد میں مٹھائیاں تقسیم کر سکتے ہیں کہ نہیں؟

المستفتی: ثناء اللہ، پرتاب گڈھی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کوئی شخص بلا کسی التزام و رسوم کی پابندی کے اور بغیر چندہ کئے، خوشی اپنی طرف سے بیٹھائی کا انتظام کر کے لوگوں کو کھلاتا ہے اور وہ شخص ان راتوں کے علاوہ سال کے دیگر ایام میں بھی بیٹھائی وغیرہ لوگوں کو کھلاتا رہتا ہے تو ایسے شخص کی طرف سے مذکورہ راتوں میں ذاتی طور پر انتظام کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر چندہ کیا جاتا ہے یا صرف انہیں راتوں میں لازم سمجھتا ہے تو یہ فعل بدعت ہے اس لئے کہ ان راتوں میں بیٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں، اس لئے اس عمل کو ترک کر دینا ہی زیادہ افضل ہے اور لوگوں کو اس پروگرام میں شرکت نہ کرنا چاہئے، البتہ بیٹھائی حلال چیز ہے اس میں حرمت نہیں آتی۔ (مستفاد احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۷۷)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم..... وإياكم ومحدثات

الأمور، فإن كل محدثة بدعة، و كل بدعة ضلالة. (سنن أبي داؤد، كتاب

السنة ، باب في لزوم السنة، النسخة الهنديه ۲/ ۶۳۵، دارالسلام رقم: (۴۶۰۷)

كل مباح يؤدي إلى زعم الجهال سنية أمر أو وجوبه فهو مكروه
كتعيين السورة للصلوة وتعيين القراءة - لوقت . (تنقيح الفتاوى
الحامديه ۲/ ۳۶۷) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۷/ ۲۷۰)

لیلة القدر اور شب برأت میں مسجد سجانا

سوال [۵۱۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں
کہ رمضان المبارک کے مہینہ میں لیلة القدر اور شب برأت کی رات میں مسجد کو
سجانا یعنی جنیٹر لگا کر ٹیوپ لائٹ اور ٹونی پتی پھول وغیرہ دیگر گیٹ بنا کر عوام
سے چندہ لے کر مثلاً غیر مسلم جیسا کہ مندروں اور گردواروں کو سجایا جاتا ہے ایسا
کرنا شریعت کی رو سے جائز، مباح یا مکروہ تحریمی ہے؟

المستفتی: امان اللہ، ۲۳ پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: سوالنامہ میں ذکر کردہ صورت میں زاندروشنی کا
اسراف میں شامل ہونا واضح ہے اور اس طرح اسراف کو حضرت گنگوہیؒ نے حرام لکھا ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ: ۵۳۸)

والنهی عن اتخاذ السرج لما فيه من تضييع المال لأنه لا نفع
لأحد من السراج ولأنه من آثار جهنم. (مرقاة، مکتبہ امدایہ ملتان ۲/ ۲۱۹،
تحت رقم الحدیث: ۶۸۳، هل يجوز زيارة القبور للنساء أم لا)

عن ابن عباس قال: لعن رسول الله عليه وسلم زائرات القبور والمتخذات عليها المساجد والسرج. (سنن أبي داؤد، كتاب الجنائز، باب في

زيارة النساء القبور، النسخة الهنديه ۲/ ۶۱، دارالسلام رقم: ۳۲۳۶)

نیز اس فضول خرچی کیلئے لوگوں سے چندہ وصول کرنا بھی ہرگز جائز نہیں ہے اور مندروں اور گردواروں کی طرح مسجد کو سجا کر نمائش گاہ بنانا ہرگز جائز نہیں یہ اختیار اور ہندوؤں کی دیوالی کے مشابہ ہے اور حدیث میں اس کی سخت وعید آئی ہے۔

من تشبه بقوم فهو منهم الحديث. (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في

لبس الشهرة، النسخة الهنديه ۲/ ۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ

۱۴۱۴/۲/۱۲ھ

۱۴۱۴/۲/۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۹/۳۳۲۸)

شب برأت اور شب قدر میں قبر کی زیارت کرنا

سوال [۵۱۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا

شب برأت اور شب قدر کی رات میں قبر کی زیارت کرنا اور قبرستانوں میں جانا وہاں بھیڑ لگانا یہ سب جائز ہے یا بدعت؟ تفصیل سے بیان فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: عبداللہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شب برأت میں قبرستان پر میلہ لگانا، روشنی

چراغاں کا انتظام کرنا بدعت اور بیجا اسراف ہے جس کا ترک لازم ہے، البتہ اگر یہ سارے لوازمات نہ ہوں اور بلا التزام شب برأت میں قبرستان جا کر مردوں کے لئے دعائے مغفرت، ایصال ثواب کر دے تو اس کی اجازت ہے۔ (مستفاد فتاویٰ شیخ الاسلام: ۷۳، بہشتی

زیور ۶/۶۰، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۵/۴۰۵، جدید ڈائجیل ۳/۲۵۳

عن عائشة قالت: فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة فخرجت فإذا هو بالبقيع، فقال: أكنت تخافين أن يحيف الله عليك ورسوله، قلت: يا رسول الله! ظننت أنك أتيت بعض نساءك، فقال: إن الله تبارك وتعالى ينزل ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا الحديث. (سنن ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، النسخة الهنديه ۱/ ۱۵۶، دارالسلام رقم: ۷۳۹، سنن ابن ماجه، كتاب الصلوة، باب ما جاء في ليلة النصف من شعبان، النسخة الهنديه ۱/ ۹۹، دارالسلام رقم: ۱۳۸۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رزی قعدہ ۱۴۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/۵۵۲۴)

شب برأت و شب قدر میں شیرینی تقسیم کرنا

سوال [۵۱۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں شب برأت اور شب قدر میں پورے گاؤں کے لوگ اور اطراف والے اکٹھے ہو کر مسجد میں نوافل وغیرہ پڑھتے ہیں اور اختتام پر شیرینی تقسیم کرتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ تسلی بخش جواب سے نوازیں؟

المستفتی: محمد یونس، علی گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ان مبارک راتوں میں بلا کسی اہتمام مسجد میں آکر ذکر و تلاوت یا تنہا تنہا نوافل میں لگ جانا جائز ہے مگر افضل ان نوافل کو گھر میں ادا کرنا

ہے اس میں زیادہ ثواب بھی ہے، نیز آخر میں شیرینی تقسیم کرنا ثابت نہیں بلکہ ایک نئی بدعت کی ایجاد ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

فصلوا أيها الناس في بيوتكم فإن أفضل الصلوة صلوة المرء في بيته إلا المكتوبة. (بخاری شریف، کتاب الأذان، باب صلوة الليل، النسخة الهنديه ۱/۱۰۱، رقم: ۷۲۲، ف: ۷۳۱، سنن النسائي، کتاب قيام الليل وتطوع النهار، النسخة الهنديه ۱/۱۸۱، دارالسلام رقم: ۱۶۰۰)

عن زيد بن ثابت أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: عليكم بالصلوة في بيوتكم فإن خير صلاة المرء في بيته إلا الجماعة. (مسند الدارمی، کتاب الصلوة، باب صلاة التطوع في أي موضع

أفضل، دارالمغني ۲/۸۶۱، رقم: ۱۴۰۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۲/۱۳۸۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۳/ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳/۵۲۴۶)

شب معراج اور شب برأت کی فضیلت

سوال [۵۱۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

شریعت اسلام میں شب معراج اور شب برأت کی کیا فضیلت ہے کیا حقیقت ہے اور ان راتوں میں قرن اولیٰ اور دو صحابہ یا دو رتاجعین میں کیا عمل رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان راتوں کے متعلق کیا حکم تھا؟ نیز شب برأت کے اول و آخر شب برأت کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ بیان کریں؟

المستعني: سمیع الدین قاسمی،

دیوان بازار، مراد آباد، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شب معراج کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ کوئی عبادت روزانہ کی نماز کے علاوہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، البتہ شب برأت میں غروب شمس سے طلوع فجر کے درمیان عبادت کی بڑی فضیلت آئی ہے اور اللہ رب العزت بے شمار گناہ معاف فرماتا ہے۔

فقال: إن الله تعالى ينزل ليلة النصف من شعبان إلى السماء الدنيا فيغفر لأكثر من عدد شعر غنم كلب الحديث. (سنن ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی ليلة النصف من شعبان، النسخة الهنديه ۱/ ۵۶، دار السلام رقم: ۷۳۹، مسند أحمد بن حنبل ۶/ ۲۳۸، رقم: ۲۶۵۴۶)

اور دوسری روایت میں ہے کہ مشرک اور کینہ پرور کے علاوہ سب کی مغفرت فرمادیتے ہیں حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله ليطلع في ليلة النصف من شعبان فيغفر لجميع خلقه إلا لمشرك أو مشاحن. (سنن ابن ماجه، كتاب الصلوة، باب ماجاء في ليلة النصف من شعبان، النسخة الهنديه ۱/ ۹۹، دار السلام رقم: ۱۳۹۰، مسند البزار، مكتبة العلم والحكم ۱۶/ ۱۶۱، رقم: ۹۲۶۷، مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۱۷۶، رقم: ۶۶۴۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۱۳ھ/۲۴
(الف فتاویٰ نمبر ۲۹/۳۲۵۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳ھ/۲۴

لیلۃ القدر سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۵۱۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ماہ رمضان میں لیلۃ القدر کے موقع پر مندرجہ ذیل ارکان ادا کئے جاتے ہیں یہ ارکان و اعمال قرآن و حدیث کی روشنی میں درست ہیں یا نہیں۔
(۱) شب قدر منانے کا صحیح معنی اور مفہوم کیا ہے؟

- (۲) شب قدر منانے کی خاطر نقدی اور دیگر صورت میں کیا چندہ وصول کرنا جائز ہے؟
- (۳) شہر کی مختلف مسجدوں میں شب قدر منانے کی غرض سے مخصوص تاریخ کی مخصوص رات ہی کو مخصوص جگہ پر منانا کیا جائز ہے؟
- (۴) مخصوص جگہ کی مخصوص مسجد میں جس رات شب قدر منانی ہوتی ہے اس مسجد میں ہونے والی نماز عشاء اور نماز تراویح کے وقت کو تبدیل کرنا اگر غیر معمولی تاخیر کرنا کیا جائز ہے؟
- (۵) مخصوص مسجد میں مخصوص رات ہی کو مزید روشنی و چراغاں سے سجانا کیا جائز ہے؟
- (۶) بعد نماز عشاء و تراویح مخصوص علماء و خطباء کو مدعو کرنا اور ان کے بیانات و خطابات کا اہتمام کرنا کیا جائز ہے؟
- (۷) آدھی رات گئے دو دو بجے تک علماء کے بیانات کروا کر مسلمانوں کو راتوں کی عبادت سے محروم رکھنا کیا جائز ہے؟
- (۸) دوران بیان و خطبہ تمام حاضرین کو چائے پلوانے کا دور چلوانا کیا جائز ہے؟
- (۹) بیانات کے بعد اماموں خطیبوں علماء مؤذنون اور دیگر خدام کی خدمت میں لوگوں کے سامنے نقدی اور دیگر انعامات و تحفہ دینا کیا جائز ہے؟
- (۱۰) بیانات کے بعد مخصوص عالم یا خطیب کا اجتماعی طور پر لمبی لمبی دعائیں مانگنا اور حاضرین کا صرف آمین آمین کرنا جائز ہے؟
- (۱۱) کیا یہ سارے ارکان و افعال اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کی حالت میں کئے ہیں اور وہ بھی شب قدر کی راتوں میں؟
- (۱۲) اس طور پر طول پروگرام کے دوران معتکف کیا کرے؟
- (۱۳) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرہ میں قیام لیل کی نماز باجماعت تین روز تک ادا کی ہے اور وہ بھی اتنی طویل کہ صحابہ کو خدشہ ہو گیا کہ کہیں سحری نہ چھوٹ جائے تو پھر مندرجہ بالا ارکان و افعال فی الحال جو مرہبہ ہیں یہ کس کی اور کب کی سنت ہیں کیا حکم ہے؟ یہ معلوم کرائیں یا پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے شب قدر میں کون سی عبادت کے احکام دیئے ہیں معلوم کرائیں۔

المستفتی: عاصم اقبال، انجینئر، مشرقی

منگلوار پیٹھ، شولا پور، صوبہ: مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) اس کا صحیح معنی اور مفہوم یہ کہ رمضان المبارک

کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے ایک رات کو اللہ تعالیٰ نے ایسی خیر و برکت سے نوازا ہے کہ ایک رات کی عبادت ہزار مہینے (تراسی سال چار ماہ) کی عبادت سے زیادہ افضل ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا: ”ليلة القدر خيرٌ من ألف شهر“ (سورۃ القدر/۳)

(۲) شب قدر میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ثابت ہے کھانے پینے اور تماشہ کرنے کا نام شب قدر نہیں ہے ایسا کرنے والے اس شب کی برکات سے بہت دور رہیں گے بجائے ثواب کے معصیت کا خطرہ ہے، تو پھر چندہ وصول کرنے کا کیا مطلب ہے شب قدر میں لوازمات اور رسوم کے لئے چندہ کرنا جائز نہ ہوگا۔

ویکرہ الاجتماع علی إحياء ليلة من هذه الليالي. (حاشیہ

الطحطاوی علی المراقی فصل فی تحیة المسجد و صلاة الضحی و إحياء الليالي، دارالکتاب ۱/ ۴۰۲، شامی، مطلب فی إحياء الليالي العیدین، والنصف وعشر الحجة و

رمضان، کراچی ۲/ ۲۶، زکریا ۲/ ۴۶۹، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱/ ۱۰۹)

(۳) آپ کے یہاں شب قدر منانے کی کیا شکل ہے اس کو واضح کیجئے۔

(۴) نماز عشاء و تراویح کو کچھ تاخیر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے البتہ نصف لیل

سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

ويستحب تأخيرها إلى ثلث الليل، أو نصفه، ولا تكره بعده

في الأصح. (تحتہ فی الشامیة) وقيل: تكره لأنها تبع للعشاء فصارت

كسنة العشاء (شامی کتاب الصلوة، باب الوتر والنوافل مبحث صلاة التراویح،

زکریا ۲/۴۹۴، کراچی ۲/۴۴)

عن أبي هريرة قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لو لا أن أشق على أمتي لأمرتهم أن يؤخروا العشاء إلى ثلث الليل أو نصفه. (سنن ترمذی، باب ماجاء فی تاخیر العشاء الآخرة، النسخة الهنديه ۱/۴۲، دارالسلام رقم: ۱۶۷)

(۵) شب قدر اور دیگر متبرک راتوں میں مساجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی کرنا مکروہ اور بدعت ہے۔ (مستفاد: امداد المفتیین، کراچی: ۲۰۷)

عن ابن عباس رضی الله عنه قال: لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم زائرات القبور والمتخذات عليها المساجد والسرج. (سنن ترمذی، باب ماجاء فی کراهیة أن یتخذ علی القبر مسجداً، النسخة الهنديه ۱/۷۳، دارالسلام رقم: ۳۲۰)

والنهی عن اتخاذ السرج لما فیہ من تضييع المال لأنه لا نفع لأحد من السرج ولأنه من آثار جهنم. (مرقاة، هل تجوز زیارة القبور للنساء أم لا؟ مکتبه امدادیہ ملتان ۲/۲۱۹، تحت رقم الحدیث رقم: ۷۴۰)

(۶) بعد نماز عشاء و تراویح علماء اور خطباء کو مدعو کر کے ان سے دینی بیانات سننا بلا کراہت جائز اور درست ہے۔

عن عمر بن الخطاب قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسمر مع أبي بكر في الأمر من أمر المسلمين وأنا معهما. (ترمذی شریف، باب ماجاء من الرخصة فی السمر بعد العشاء، النسخة الهنديه ۱/۴۲، دارالسلام رقم: ۱۶۹)

(۷) دو- دو بجے تک بھی وعظ و تقریر کرنا اور سننا جائز ہے، لیکن شرط ہے کہ فجر کی نماز فوت نہ ہونے پائے۔

المرخص من السمر ليس هو المنهى عنه بل المذكور ههنا من حوائج الدين وهو ليس بسمر. (ترمذی شریف مع العرف الشدی ۱/۴۴)

(۸) سستی دور کرنے کے لئے اگر بیانات کے درمیان چائے پلائی جائے تو

اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۹) کوئی اگر بخوشی اپنی جیب سے بطور تحفہ پیش کرتا ہے تو اس میں کوئی قباحت

نہیں ہے۔ (مستفاد فتاویٰ رجیمیہ ۴/۴۲۷، امداد الفتاویٰ ۳/۳۲۶)

عن عطاء بن عبد اللہ الخراسانی قال: قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم: تصافحوا ینذهب الغل وتهادوا تحابوا. الحدیث. (مؤطا امام

مالک، النخسة الہندیہ/۳۶۵)

(۱۰) خطیب کا دعا کرنا اور حاضرین کا آمین کہنا جائز اور درست ہے ہاں البتہ

دعا مختصر ہونی چاہئے ایسی لمبی نہیں ہونی چاہئے جس سے حاضرین میں اکتاہٹ آجائے

اس لئے کہ قبولیت دعاء کے لئے توجہ باقی رہنا ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لا یجتمع ملائفیدعو

بعضہم ویؤمن البعض إلا أجابہم اللہ. (مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ

الصحابۃ، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز ۶/۲۰۲۳، رقم: ۵۴۷۸، المعجم الکبیر للطبرانی،

دار احیاء التراث العربی ۴/۲۱، رقم: ۳۵۳۶)

(۱۱) شب قدر وغیرہ کے ساتھ بیانات و وعظ وغیرہ کو خاص کرنا حدیث سے

ثابت نہیں ہے اس لئے ان امور کو انہیں راتوں میں خاص کرنا التزام مالا یلزم کی وجہ

سے بدعت میں شامل ہوگا۔

فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر

مخصص مکروہا. (مجموعہ رسائل اللکھنوی فی سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر

۲/۳۴، بحوالہ محمودیہ، ڈابھیل ۱۱/۲۰۳)

ہاں البتہ دیگر راتوں میں بھی اس طرح پروگرام چلتا ہے تو ان راتوں میں بھی کوئی

قباحت نہ ہوگی۔ (مستفاد: امداد المفتنین/۲۰۹)

اور ان راتوں میں امور مذکورہ سے زیادہ بہتر تہاء تہاء عبادت کرنا ہے۔

(۱۲) طویل پروگرام ہو تو معتکف کچھ دیر پروگرام سن کر پھر اپنے نوافل اور دیگر عبادات میں مشغول ہو جائے۔ (مستفاد جواہر الفقہ، زکریا جدید/۳۸۳)

(۱۳) عشرہ اخیرہ میں صرف عبادت کرنا ثابت ہے بیانات کے لوازمات ثابت نہیں ہیں اور مذکورہ لوازمات کے ساتھ مذکورہ امور کب کی سنت ہے، بندہ کو معلوم نہیں۔
فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۹/۴/۱۴۱۳ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۸/۳۱۳۸)

(۶) باب: میلاد مروجہ کے احکام

نمازوں کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا

سوال [۵۲۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فجر کی نماز کے بعد یا جمعہ کی نماز کے بعد کبھی بھی سلام پڑھنا کیسا ہے؟ بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں یا کھڑے ہو کر یا نہیں پڑھ سکتے؟

المستفتی: عبدالمتین، قصبہ بھنگا شراستی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز فجر یا جمعہ وغیرہ کے بعد صلوٰۃ و سلام کا مروجہ طریقہ من گھڑت ہے اس کو دین سمجھنا اور ثواب کی امید رکھنا بدعت ہے اس کا ثبوت نہ صحابہ میں پایا جاتا ہے اور نہ تابعین تبع تابعین اور بزرگان دین میں ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مسجد میں جمع ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنے والوں کو بدعتی قرار دیا تھا۔ (مستفاد: احسن الفتاویٰ ۱/۳۶۳)

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ أنه سمع قوماً اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون عليه عليه الصلاة والسلام جهراً فراح إليهم فقال ما عهدنا ذلك علي عهدہ عليه السلام وما أراکم إلا مبتدعین الخ. (فتاویٰ بزازیہ، کتاب الإستحسان

، زکریا جدید ۳/۲۱۶، وعلی ہامش الہندیہ ۶/۳۷۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۴۲۱/۲/۲۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۷ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۵/۲۶۱۸)

نماز جمعہ کے بعد کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام

سوال [۵۲۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

ہمارے گاؤں کی مسجد میں بعد نماز جمعہ صلاۃ و سلام پڑھا جاتا ہے اس پر کچھ لوگوں نے اعتراض کیا اور صلاۃ و سلام کو کیرتن اور بھجن بتایا ایسے کہنے والوں پر شریعت کا کیا حکم عائد ہوتا ہے، اور صلاۃ و سلام پڑھنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد مشکور، ملک سرسی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت سید الکوین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں صلاۃ و سلام کا نذرانہ پیش کرنا باعث سعادت اور خوش نصیبی ہے، لیکن یہ بات بھی خوب سمجھ لینی چاہئے کہ بعد نماز جمعہ یا بعد نماز فجر صلاۃ و سلام کا معمول بنانا خلفاء راشدین، ائمہ مجتہدین اور سلف و خلف سے ثابت نہیں؛ بلکہ چوبیس گھنٹہ میں کسی وقت بھی یہ کام کیا جاسکتا ہے، نیز بوقت صلاۃ و سلام کھڑے ہو جانا بدعت اور قابل ترک ہے، بہت ممکن ہے کہ جس نے کیرتن اور بھجن بتایا ہے اس نے بوقت صلاۃ و سلام کھڑے ہو جانے کی وجہ سے بتلایا ہو جو شریعت سے ثابت نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (سورة الاحزاب، رقم الآية: ۵۶)

عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تختص ليلة الجمعة بقيام دون الليالي، ولا يوم الجمعة بصيام دون الأيام. (مسند احمد ۶/ ۴۴۴، رقم: ۲۸۰۵۷)

ولأن ذكر الله تعالى إذا قصد به التخصيص بوقت دون وقت أو بشيء دون شيء لم يكن مشروعاً حيث لم يرد الشرع به لأنه خلاف المشروع. (البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب العيدین، كوثته ۱۵۹/۲، زكريا ۲/ ۲۷۹)

فإذا ندب الشرع مثلاً إلى ذكر الله فالنتم قوم الاجتماع على لسان واحد، وبصوت واحد، أو في وقت معلوم مخصوص عن سائر

الأوقات لم يكن في نذب الشرع ما يدل على هذا التخصيص الملتزم بل فيه ما يدل على خلافه. (الاعتصام ۱/ ۳۳۵، بحواله راه سنت/ ۱۱۹) فقط واللّه سبحانه وتعالى اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۴/۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/۱۰۰۳۵)

نمازوں کے بعد دعا میں الفاتحہ کہنا

سوال [۵۲۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز کے بعد کی دعا کے اندر الفاتحہ کہہ کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: عبدالمتین، قصبہ بھنگا، شراستی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نمازوں کے بعد دعا میں الفاتحہ کہنا بھی مروجہ صلوٰۃ و سلام کی طرح من گھڑت اور دین اسلام میں نئی چیز ہے لہذا اس کا ترک کرنا بھی لازم ہے۔

من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ. (سنن أبي داؤد، کتاب

السنة، باب في لزوم السنة، النسخة الهندية ۲/ ۶۳۵، دار السلام رقم: ۶۰۶، مشکوٰۃ

المصايح ۱/ ۲۷) فقط واللّه سبحانہ وتعالى اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۳۱/۴/۲۷ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/۶۶۱۸)

نماز فجر و جمعہ کے بعد قیام میلاد کرنے کی ضد کرنا

سوال [۵۲۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ اگر مسجد میں فجر کی فرض نماز کے بعد اور جمعہ کی نماز کے بعد قیام کیا جائے تو ہم نماز پڑھیں گے ورنہ نہیں پڑھیں گے اور اس بات پر ثابث قدم

رہتے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں، کہ اگر امام مسجد قیام کریں گے تو ہم نماز پڑھنے آئیں گے خواہ وہ گھر میں نماز پڑھتے ہوں یا نہیں، اگر پڑھتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے، اور اگر نہیں پڑھتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے، اس صورت میں امام مسجد کن لوگوں کی بات کو مانے گا اور وہ کون سا راستہ اختیار کرے گا، مفصل بیان فرمائیں، اور قیام کی مشروعیت سنت ہے یا بدعت، جبکہ وہ لوگ حاجی امداد اللہ گودیل میں پیش کرتے ہیں۔

المستفتی: عبداللطیف، ۲۴ پرگنوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک خواہ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر ہو خواہ آپ کی عبادت، نماز، روزہ، حج، جہاد وغیرہ کا ذکر ہو غرض جو چیز بھی آپ کے متعلق ہو اس کا ذکر کرنا اس سے نصیحت حاصل کرنا بغیر کسی قید و بند کے موجب برکت اور باعث اجر و ثواب ہے، لیکن مروجہ طریقہ پر جو مجلس میلاد منعقد کی جاتی ہے اس کا ثبوت قرآن کریم، احادیث شریفہ اور کتب فقہ میں کہیں نہیں ہے، نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مجلس منعقد فرمائی ہے اور نہ صحابہ کرامؓ، ائمہ مجتہدین اور فقہاء و محدثین نے منعقد فرمائی ہے، چھٹی صدی ہجری تک یہ مجلس کہیں نہیں ہوئی اس کے بعد سلطان اربل نے سب سے پہلے یہ مجلس منعقد کی تھی اور اس نے اس پر بہت روپیہ بھی صرف کیا تھا۔

المولود الذي شاع في هذا العصر أحدثه صوفی فی عهد سلطان اربل ۶۰ھ ولم یکن له أصل من الشریعة الغراء. (العرف الشذی، ابواب العیدین، باب ماجاء فی التکبیر فی العیدین ۱/ ۲۳۱، وعلی هامش الترمذی، النسخة الہندیہ ۱/ ۱۱۷)

اس لئے یہ ایک نوا ایجاد طریقہ ہے لہذا نہ کرنے والوں پر کوئی ملامت نہیں ہونی چاہئے، سو النامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے جمعہ اور فجر میں قیام نہ کرنے کی وجہ سے بعض مقتدی نماز پڑھنے نہیں آ رہے ہیں، اس سے غیر لازم چیز کو لازم سمجھنا اور

اس کے نہ کرنے والوں پر ملامت کرنا بالکل واضح ہے اس لئے اس کے بدعت سیئہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔

صح عن ابن مسعود رض أنه أخرج جماعة من المسجد يهللون ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم جهراً وقال لهم ما أراكم إلا مبتدعين. (شامی کتاب الحظر والاباحة، فصل فی البيع فرع، کراچی ۶/۳۹۸، زکریا ۹/۵۷۰)

ان حالات میں مروجہ قیام کا ترک کرنا ضروری ہے اور امام صاحب پر نماز میں نہ آنے والے مقتدیوں کی پیروی لازم نہیں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی نور اللہ مرقدہ بھی کبھی کبھی قیام ضرور فرمایا کرتے تھے لیکن حاجی صاحب قدس سرہ نے خود اپنے رسالہ فیصلہ مفت مسئلہ میں یہ بات واضح کر دی ہے کہ اس میں کسی غیر لازم چیز کو لازم نہ کیا جائے، اور نہ کرنے والوں پر کوئی ملامت بھی نہ ہو، حضرت حاجی صاحب کی عبارت یوں ہے ”مثلاً بعض لوگ تارکین قیام پر ملامت کرتے ہیں تو ہر چند یہ ملامت بے جا ہے کیونکہ قیام شرعاً واجب نہیں ہے پھر ملامت کیوں بلکہ ملامت سے شبہ اصرار کا ہوتا ہے جسکی نسبت فقہاء نے فرمایا ہے کہ اصرار سے مستحب بھی معصیت ہو جاتا ہے“، لہذا حاجی صاحب قدس سرہ کے عمل سے مروجہ قیام پر استدلال غلط ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/۹/۱۴۰۷ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۲۵۲)

کیا نمازوں کے بعد کھڑے ہو کر مروجہ صلوٰۃ و سلام پڑھنا بدعت ہے؟

سوال [۵۲۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ:
(۱) ہمارے محلّہ کی ایک مسجد میں اور جلسے کے اسٹیج پر وعظ و تقریر کے بعد کھڑے ہو کر اس طرح صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں ”یا نبی سلام علیک“ تو مسجد کے امام

صاحب نے اس طرح سلام پڑھنے کو بدعت سیئہ کہا محلّہ والوں نے کہا اگر اس طرح پڑھ لیا جائے جیسے ”سلام علیک یا نبی“ تو امام صاحب نے فرمایا خواہ ”یا نبی سلام علیک الخ“ یا ”سلام علیک یا نبی“ دونوں طرح سے پڑھنا بدعت سیئہ ہے، تو امام صاحب کا یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) اسی محلّہ میں ایک مسجد اور ہے جس میں سوائے مغرب کے چاروں وقت کی اذان کے بعد اس طرح صلوة پڑھی جاتی ہے۔ ”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ“ ازراہ کرم یہ بیان فرمائیں کہ اس طرح پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: ذاکر حسین، پڑواں، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱) ذکر ولادت شریفہ جب رسم و رواج اور مرہجہ بدعت سے خالی ہو تو مستحب اور مندوب ہے، مگر اس وقت کھڑے ہو جانا صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین و قرآن و حدیث اور فقہ میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں ہے، اس لئے کھڑے ہو جانا بدعت سیئہ ہے، اور ”یا نبی سلام علیک“ اور ”سلام علیک یا نبی“ دونوں عربی زبان اور ترکیب نحو کے اعتبار سے غلط ہیں اس لئے کہ لفظ ”سلام“ پر یا تو الف لام آنا چاہئے ”السلام علیک“ یا میم پر تنوین آنا چاہئے ”سلام علیک“ شاید اس لئے امام صاحب نے دونوں کو غلط کہا ہوگا یا کھڑے ہو کر پڑھنے کو غلط کہا ہوگا کیونکہ بوقت میلاد کھڑے ہو جانا من گھڑت امر ہے۔

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات المروجة

فهو جائز، بل مندوب كسائر أذكاره صلى الله عليه وسلم والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون كفراً. (امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/۳۲۷)

(۲) اذان کے بعد اس طرح صلوة پڑھنے کو تشویب کہا جاتا ہے، صحابہ ائمہ مجتہدین نے اس کو بدعت کہا ہے ایک دفعہ حضرت علیؑ کی موجودگی میں کسی مؤذن نے

اس طرح صلوٰۃ پڑھا تو فرمایا کہ اس بدعتی کو مسجد سے باہر نکال دو۔
 وروی أن علیاً رضی اللہ عنہ رأى مؤذنا یتوب فی العشاء ،
 فقال: أخرجوا هذا المبتدع من المسجد الخ. (عناہ مع فتح القدر ، کتاب
 الصلاة ، باب الاذان زکریا ۱/ ۲۵۰ ، دارالفکر ۱/ ۲۴۵ ، کوئٹہ ۱/ ۲۱۴ ، المبسوط
 للسرخسی ، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۳۰ ، البناہ ، اشرفیہ دیوبند ۲/ ۱۰۰)
 نیز ایک مسجد میں اذان ہو گئی تھی اور بعد میں مؤذن مذکورہ طریقہ پر صلوٰۃ پڑھنے
 لگا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے متعلقین سے فرمایا کہ اس بدعتی کے پاس سے مجھے
 فوراً لے جاؤ اور اس مسجد میں نماز بھی نہیں پڑھی۔

عن مجاهد قال: دخلت مع عبد الله بن عمر مسجداً قد أذن
 فيه ونحن نريد أن نصلی فيه فتوب المؤذن فخرج عبد الله بن عمر
 من المسجد وقال اخرج بنا من هذا المبتدع ولم يصل فيه الخ
 . (ترمذی شریف ، کتاب الصلاة ، باب المؤذن ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر ،
 النخسة الهندیہ ۱/ ۵۰ ، دارالسلام رقم: ۱۹۸ ، مصنف عبد الرزاق ، المجلس العلمي
 ۱/ ۴۷۵ ، رقم: ۱۸۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کاتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۱۰ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
 (الف فتویٰ نمبر ۳۲۸۰/۳۳۸۰)
 الجواب صحیح:
 احقر محمد سلمان منصور پوری
 ۱۴۱۶/۳/۱۰ھ

حضرت حاجی امداد اللہ ودیگر بزرگوں کے اقوال سے قیام پر استدلال

سوال [۵۲۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ
 عام طور پر میلاد شریف اور فاتحہ کرنے والوں کو (بدعتی) اور بعض غلو کر کے مشرک
 تک کہہ دیتے ہیں ان کو بدعتی یا مشرک کہنا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ ، حضرت مولانا

فضل گنج مراد آبادیؒ، حضرت مولانا شاہ محمد آفاق مجددیؒ، حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ، حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت مولانا شاہ اسحاق محدث دہلویؒ، حضرت مولانا شاہ غلام علی مجددیؒ، حضرت مولانا شاہ عبد الغنی مجددیؒ، حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ، قاضی عیاضؒ و مصنف جلالین، و شامی اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ، مصنف فتح الباری شرح صحیح البخاری پر صادق آئے گا یا نہیں دراں حالیکہ کتابوں سے ثابت ہے کہ یہ حضرات بھی فاتحہ و میلاد کرتے تھے۔

المستفتی: عبدالرحمان موسیٰ، کیراف گوئل جنرل اسٹور، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کا عمل بہت سی شرائط کے ساتھ مشروط ہے چنانچہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے خود اپنے رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ میں یہ بات واضح کر دی ہے کہ اس میں کسی غیر لازم چیز کو لازم نہ کیا جائے اور نہ کرنے والوں پر کوئی ملامت بھی نہ ہو حضرت حاجی صاحبؒ کی عبارت یوں ہے!

تاریخین قیام پر ملامت کرتے ہیں تو وہ ہر چند یہ ملامت بے جا ہے، کیونکہ قیام شرعاً واجب نہیں ہے پھر ملامت کیوں، بلکہ اس ملامت سے شبہ اصرار کا ہوتا ہے لہذا حاجی صاحب قدس سرہ کے عمل سے مروجہ قیام پر استدلال غلط ہے باقی جن ۱۲ علماء کرامؒ جو اپنے وقت کے جبل العلم تھے، کے حوالہ سے جو آپ نے میلاد و فاتحہ کی نسبت ان کی طرف کی ہے ان کی کس کتاب میں مع باب نمبر اور صفحہ کے حوالہ پیش فرمائیں ان حوالوں کے دیکھنے کے بعد غور کر کے جواب دیا جاسکتا ہے کہ میلاد و فاتحہ کس قسم کے کرتے تھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۵۶۶)

کھڑے ہو کر صلاۃ و سلام پڑھنا

سوال [۵۲۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا کیسا ہے؟ اور صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ ازراہ کرم شریعت کی روشنی میں تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد علی دیرپور تھان، دلپت پور چھپرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: جس طرح ذکر اللہ، تلاوت قرآن کھڑے ہو کر بیٹھ کر، لیٹ کر ہر طرح جائز ہے اسی طرح درود شریف بھی ہر طرح پڑھنا جائز ہے، لیکن اگر کوئی کھڑے ہو کر پڑھنے کو ضروری و لازمی اور اس کے برخلاف کو خلاف ادب سمجھے تو یہ التزام مالا یلزم کی فہرست میں داخل ہو کر بدعت سینہ، قبیحہ اور ناجائز ہو جائیگا۔ (مستفاد: جواہر الفقہ قدیم ۱/ ۲۱۷، جدید زکریا ۱/ ۵۱۷، مطبوع تفسیر القرآن دیوبند، احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۶۳)

فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروہا. (مجموعہ رسائل اللکھنوی، سباحۃ الفکر فی الجہر بالذکر ۳/ ۳۴، بحوالہ محمودیہ ڈابھیل ۱/ ۲۰۳)

اور بسا اوقات کھڑے ہو کر پڑھنے میں کفر تک کا بھی خطرہ ہو جاتا ہے، جبکہ کھڑے ہونے میں یہ یقین کرتا ہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی غیب سے ہم کو دیکھ رہے ہیں اور یہاں سے ہماری باتوں کو سن رہے ہیں اور ہماری مجلسوں میں حاضر ہیں یہ صرف اللہ کی صفت ہے اس لئے کھڑے ہو کر پڑھنے میں سخت ترین خطرات ہیں۔

والاحتفال بذکر الولادة الشریفة إن کان خالیاً من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب کسائر أذکارہ صلی اللہ علیہ وسلم والقیام عند ذکر ولادته الشریفة حاشا للہ أن یکون کفراً

الخ. (امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/ ۳۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
 کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
 ۴ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ
 (الف توئی نمبر ۳۵/ ۶۵۲۸)
 احقر محمد سلمان منصور پوری
 ۱۴۲۱/۳/۳۲

مسجد میں بریلوی کے طریقہ پر کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام اور دیگر منکرات

سوال [۵۲۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے گاؤں میں ایک مسجد ہے، اس مسجد میں کچھ لوگ مہینہ میں ایک دفعہ جمع ہوتے ہیں اور حلقہ ذکر کی مجلس قائم کرتے ہیں، ذکر اس طرح سے ہوتا ہے جس طرح بریلوی لوگ بلند آواز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھتے ہیں مثلاً یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک وغیرہ مزید اس میں زید بنگالی زبان میں ترنم کے ساتھ دیگر الفاظ ذکر کا ورد کرتے ہیں، اور مجلس کے اختتام پر حلقہ ذکر کے تمام افراد کھڑے ہو کر حضور ﷺ پر درود و سلام پڑھتے ہیں اور مجلس کے بالکل ختم ہونے پر کچھ ناشتہ وغیرہ کا انتظام بھی ہوتا ہے، نیز مذکورہ ذکر کے لئے مسجد کا سامان استعمال کرتے ہیں مثلاً مسجد کا لاؤڈ اسپیکر وغیرہ کیا اس طرح ذکر کرنا جائز ہے، دلائل سے وضاحت فرمائیں

المستفتی: عبدالصمد کلکتوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مجلس ذکر فی نفسہ باعث خیر و برکت ہے، لیکن اس میں ان تمام لوازمات کا اہتمام کرنا جو سوال نامہ میں درج ہیں ناجائز ہے، نیز ذکر کے لئے یاد و دشریف کے لئے درمیان مجلس کھڑے ہو جانا یہ بھی ناجائز و بدعت ہے، اس لئے سوال نامہ میں ذکر کردہ ذکر کی صورتیں شرعاً ناجائز ہیں۔

وفي الملتقى وعن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن والجنابة والزحف والتذكير - إلى - زاد في الجوهره وما يفعله

متصوفة زماننا حرام لایجوز القصد والجلوس إليه ومن قبلهم لم يفعل كذلك. (شامی، کتاب الخطر والإباحة، باب الاستبراء وغیره زکریا ۹/۵۰۳، کراچی ۳۴۹/۶) وقد صح عن ابن مسعود^{رضی} أنه سمع قومًا اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون عليه عليه الصلوة والسلام جهراً فراح إليهم فقال: ما عهدنا ذلك على عهدہ عليه السلام وما أراکم إلا مبتدعین فما زال يذكر ذلك حتى أخرجهم عن المسجد. (فتاویٰ بزازیہ، کتاب الاستحسان، زکریا جدید ۳/۲۱۶، وعلى هامش الهنديہ ۶/۳۷۸)

والقيام عند ذكر ولادته الشريفة حاشا لله ان يكون كفرةً. (امداد

الفتاوى، زکریا ۶/۳۲۷)

لہذا اگر ذکر ہی کرنا ہے تو کسی متبع شریعت صاحب نسبت عالم دین کے مشورہ اور اسکی ماتحتی میں رہ کر سلسلہ جاری کریں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰ھ/۷/۱۷

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/رجب ۱۴۲۰ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۴۶۵/۳)

مروجہ صلوٰۃ و سلام

سوال [۵۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عید کے دن عید کی نماز سے قبل اذان پڑھنا یا صلوٰۃ پڑھنا یا بیخ وقتہ نماز میں صلوٰۃ پڑھنا یعنی الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ، کیسا ہے؟ مع دلائل کے جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد ناظم، لال باغ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور ائمہ

عظام میں نہیں تھا، بعد میں اس کی ایجاد ہوئی ہے، اور اہل بدعت نے اس کو ایک طریقہ دائم بنا لیا ہے، صحابہ نے اس کا انکار کیا ہے اس لئے اس کا ترک ہی اولیٰ رہے گا۔
(مستفاد: کفایت المفتی، قدیم ۳/۱۶، جدید ذکر یا مطول ۲/۱۹۹، احسن الفتاویٰ ۱/۳۶۹)

عن مجاهد قال: دخلت مع عبد الله بن عمر مسجداً وقد أذن فيه ونحن نريد أن نصلی فيه فثوب المؤذن فخرج عبد الله بن عمر من المسجد وقال اخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم يصل فيه الخ. (ترمذی شریف، کتاب الصلاة، باب المؤذن، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر، النسخة الهندیة ۱/۵۰، دارالسلام رقم: ۱۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ رجب ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۸۱۳)

صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا صحیح طریقہ

سوال [۵۲۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا کیسا ہے اور صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟
المستفتی: محمد عبداللہ قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: فی نفسہ صلوٰۃ وسلام اور آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر اور درود شریف پڑھنا باعث خیر و برکت اور باعث اجر و ثواب ہے، لیکن مروجہ طریقہ پر صلوٰۃ وسلام ایک ساتھ کھڑے ہو کر بلند آواز سے پڑھنا من گھڑت اور بدعت ہے، شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان قیود و تخصیصات کا کوئی ثبوت نہ صحابہ سے ہے اور نہ مجتہدین عظام سے، بلکہ جس حالت میں چاہیں درود وسلام پڑھ سکتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس طرح صلوٰۃ وسلام پڑھنے کو بدعت قرار دیا ہے۔

(مستفاد احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۶۳)

وقد صح عن ابن مسعود أنه سمع قوماً اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون عليه عليه الصلاة والسلام جهراً، فراح إليهم فقال: ما عهدنا ذلك على عهدنا عليه الصلوة والسلام وما أراكم إلا مبتدعين فما زال يذكر ذلك حتى أخرجهم عن المسجد. (بزازيه، كتاب

الاستحسان، زكريا جديد ۳/ ۲۱۶، وعلى هامش الهنديه ۶/ ۳۷۸)

لم يكن من دأب الصحابة رضي الله عنهم القيام عند السلام على النبي صلى الله عليه وسلم مطلقاً لا في وقت زيارة القبور ولا في غيره.

(فتاوى هيئة كبار العلماء ۱/ ۱۲۷) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۱۴ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۵/ ۶۷۵۷)

مجلس میں کھڑے ہو کر صلوة و سلام پڑھنا

سوال [۵۶۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ مجلس میں کھڑے ہو کر درود پڑھتے ہیں اور یوں کہتے ہیں ”یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک“ اور دوسرے طریقہ یہ ہے کہ درود کے ساتھ اپنی زبان کے نعتیہ اشعار ملاتے ہیں مثلاً یوں کہتے ہیں، عرب ہمارا مدینہ ہمارا اور ہمارا شاندار دیش جس کے وسیلہ ہم پیدا ہوئے، وہ ہمارا نبی شیش (یعنی خاتم النبی) تو برائے کرم حدیث و قرآن کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: مصطفیٰ احمد، تری پورہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں درود شریف کے نام سے جو

الفاظ لکھے گئے ہیں وہ الفاظ کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں ہیں، یعنی ”یا نبی سلام علیک“ قرآن، وحدیث، فقہ، سیرت رسول اللہ میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں ہے، اور نہ ہی یہ الفاظ عربی زبان کے اصول کے اعتبار سے صحیح ہیں، نیز ذکر ولادت شریفہ اور صحیح درود و سلام کا پڑھنا باعث خیر و برکت اور باعث اجر و ثواب ہے، لیکن بوقت درود و سلام اور بوقت ذکر ولادت شریفہ کھڑے ہو جانا خلفائے راشدین، صحابہ کرام، سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی یہ عمل جائز ہے اس سے احتیاط لازم ہے، بلکہ بغیر کھڑے ہوئے صحیح درود و سلام اور ذکر ولادت شریفہ باعث اجر و ثواب ہے اور نعتیہ اشعار پڑھنا مذکورہ لوازمات کے بغیر جائز اور درست ہے جیسا کہ دینی جلسہ وغیرہ میں پڑھا جاتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ، ذکر یا ۶/۳۲۷، کفایت المفتی قدیم ۱/۱۹۲، جدید زکریا مطول ۱/۱۹۳-۱۹۴، عزیز الفتاویٰ ۸۷/۱۰۵، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱۲/۱۸۲، ۱۲/۲۰۲، ۱۵/۴۲۵، ۱۵/۴۱۴، جدید ڈبھیل ۳/۱۲۰، فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۲/۳۳۵،

جدید ۲/۷۲) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۶/۵۶۰)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۱/۳/۱۴۲۳ھ

سلام مسجد میں پڑھیں یا درگاہ شریف پر

سوال [۵۳۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض

مسجدوں میں نماز جمعہ کے بعد سلام پڑھا جاتا ہے تو سلام کا پڑھنا مسجد میں درست ہے یا پھر درگاہ شریف میں پڑھیں؟

المستفتی: عبدالسلام، اندھیری ویسٹ، بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز جمعہ کے بعد التزام کے ساتھ زور سے سلام پڑھنا نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ مجتہدین سے ثابت ہے اگر اس طریقہ سے سلام پڑھنا روا ہوتا تو مذکورہ برگزیدہ شخصیتیں سب سے پہلے اسے اختیار کرتیں اور جمعہ کے بعد سلام پڑھتیں، لہذا اجتماع اور التزام کے ساتھ جمعہ کے بعد مروجہ سلام پڑھنا بدعت ہے اس سے احتراز ضروری ہے۔

من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ فهو رد۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلمحو اعلیٰ جور فالصلح مردود، النسخة الہندیہ ۱/۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹، ف: ۲۶۹۷، صحیح مسلم، کتاب الاقضية، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الامور، النسخة الہندیہ ۲/۷۷، بیت الأفكار رقم: ۱۷۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۵/۲۵ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۱/۲۰۲۵)

مروجہ صلوٰۃ و سلام، اور آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ

سوال [۵۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید جو مسجد میں امام ہے کسی نے اس سے معلوم کیا کہ اس طرح سلام پڑھنا ”یانبی سلام علیک“ درست ہے یا نہیں، انہوں نے کہا بدعت سیئہ ہے پوچھا گیا کیسے؟ تو بتایا کہ اس میں کلام پہلے سلام بعد میں ہے اس لئے، پھر پوچھا گیا کہ اگر اس طرح پڑھ لیں السلام علیک یانبی اس میں تو سلام پہلے ہے تو انھوں نے کہا یہ بھی بدعت سیئہ ہے، اس کے بدعت ہونے کی وجہ نہیں بتا سکے۔

دوسری بات ان امام صاحب سے یہ پوچھی کہ اذان کے بعد صلوٰۃ پڑھنا درست ہے یا نہیں، اسے بھی انھوں نے بدعت سیدہ قرار دیا۔

تیسری بات ان سے یہ پوچھی کہ آپ کے علماء دیوبند جو آپ کے پیشوا ہیں انہوں نے اپنی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو توہین و گستاخی سے بھرے الفاظ استعمال کئے ہیں جیسے اشرف علی تھانویؒ نے اپنی کتاب حفظ الایمان میں یہ لکھا ہے کہ نبی کے بعض علم غیب میں حضور کی کوئی تخصیص نہیں ہے ایسا علم غیب تو ہر جانور پاگل اور بچے کو بھی ہے، اس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں، انھوں نے یہ کہا کہ ہمارے پیشوا علماء دیوبند نے جو کچھ اپنی کتابوں میں لکھا ہے صحیح اور درست لکھا ہے، سائل نے ان سے کہا کہ آپ نے یہ کیسے کہہ دیا اس کلام کو کہ یہ صحیح لکھا ہے، جبکہ اس میں کھلی ہوئی گستاخی نظر آرہی ہے، تو انہوں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے اسے ہم اور آپ نہیں سمجھ سکتے، اس پر سائل نے کہا کہ اگر آپ کو یا آپ کے باپ کے بارے میں کوئی یہ کہے یا یہ لکھے کہ آپ کا یا آپ کے باپ کا چہرہ جو ہے اس میں آپ کی یا آپ کے باپ کی کوئی تخصیص نہیں ہے ایسا چہرہ تو ہر جانور، پاگل، بچے، کتے، خنزیر اور بندر کا بھی ہے، آپ کے غصہ کرنے یا ناراض ہونے پر وہ کہنے لگے کہ میرا مطلب اس سے یہ نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہے اسے آپ نہیں سمجھ سکتے تو آپ کیا جواب دیں گے، اس کا انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ خاموش رہے، سائل نے ان سے توبہ کرنے کی درخواست کی اور دیگر حضرات نے بھی کہا کہ مولانا یہ بات اچھی نہیں ہے تو وہ یہ کہہ کر چلے گئے کہ میں توبہ نہیں کروں گا۔

حضرت مفتی صاحب قبلہ آپ اس بات کا جواب عنایت فرمائیں کہ مذکورہ بالا توہین آمیز گستاخانہ کلام کو جو شخص صحیح اور درست بتائے کیا وہ امامت کے قابل ہو سکتا ہے ان باتوں سے بہت سے نمازیوں نے مسجد میں آنا چھوڑ دیا ہے کہ ہم ایسے شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے جو سلام یا صلوٰۃ کو بدعت سیدہ بتائے، اس

بات سے محلہ میں انتشار شدید ہے اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ ایسے شخص پر توبہ کرنا لازم ہے یا نہیں جو نبی کے علم کو جانور، پاگل، بچے جیسا بتائے کیا قرآن وحدیث یا فقہاء کرام کی کتابوں میں اس طرح کے الفاظ یا عقیدے ملتے ہیں۔

المستفتی: صوفی محمد الیاس قادری، انیس
قادری، آفاق انصاری، رئیس، محمد احمد خان،
حاجی ابراہیم، حاجی شفیق، دولت باغ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: (الف) مروجہ طریقہ پر درود و سلام پڑھنا نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اور نہ ہی تابعین، تبع تابعین اور بزرگان سلف صالحین سے ثابت ہے، اگر یہ عمل اللہ اور رسول کے نزدیک مستحسن ہوتا تو صحابہ کرام و تابعین اور ائمہ دین اس کو پوری پابندی کے ساتھ کرتے حالانکہ ان کی پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملتا، تو معلوم ہوا کہ یہ مروجہ طریقہ من گھڑت ہے، اور من گھڑت چیزوں کو دین سمجھنا اور ثواب کی امید رکھنا بدعت ہے۔ (مستفاد احسن الفتاویٰ ۱/ ۳۶۳، جواہر الفقہ، قدیم ۱/ ۲۱۳، جدید زکریا ۱/ ۵۱۳)

من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد۔ (ابن ماجہ، کتب السنۃ،

باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، النسخۃ الہندیہ ۳، دار السلام رقم: ۱۴)
وشر الأمور محدثاتها وکل بدعة ضلالة الحدیث۔ (صحیح مسلم، کتاب

الجمعة، باب تخفیف الصلوۃ والنخبة، النسخۃ الہندیہ ۱/ ۲۸۶، بیت الأفكار رقم: ۸۶۷)
وقد صح عن ابن مسعود أنه سمع قوماً اجتمعوا فی مسجد
یہلون ویصلون علیہ علیہ الصلوۃ والسلام جہراً فرأح إلیہم، فقال:
ما عهدنا ذلك علی عهدہ علیہ السلام وما أراکم إلا مبتدعین فما زال
یذکر ذلك حتی أخرجہم عن المسجد۔ (فتاویٰ بزازیہ، کتاب الاستحسان،

زکریا جدید ۲۱/۳، ۲۱، وعلی ہامش الہندیہ ۳۷۸/۶

(ب): اسی طرح اذان کے بعد صلوٰۃ پڑھنا کہیں سے ثابت نہیں ہے یہ مروجہ طریقہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور نہ صحابہ کرام وائمہ کرام کے زمانہ میں تھا، بلکہ بعد میں اس کی ایجاد ہوئی ہے، اور اہل بدعت نے اس کو طریقہ دائمہ بنا لیا ہے، لہذا ان چیزوں کا ترک ضروری ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۳/۱۶، جدید زکریا مطول ۲/۱۹۹، احسن الفتاویٰ ۱/۳۳۷)

وروی عن مجاہد قال: دخلت مع عبد الله بن عمر مسجداً وقد أذن فيه ونحن نريد أن نصلي فيه فثوب المؤذن فخرج عبد الله بن عمر من المسجد وقال: اخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم يصل فيه. (ترمذی کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر، النسخة الہندیہ ۱/۵۰، دارالسلام رقم: ۱۹۸)

ج: سائل کو حفظ الایمان کی عبارت میں جو گستاخی نظر آ رہی ہے اس نے درحقیقت حضرت تھانویؒ کی عبارت کو صحیح طریقہ سے سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے، پہلے حضرت تھانویؒ کی عبارت ملاحظہ کیجئے جو بلفظ نقل کی جا رہی ہے ”مطلق غیب سے مراد اطلاعات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لئے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلاشبہ مخلوق پر علم غیب کا اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا، پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے، کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے پھر

اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو مجملہ کمالات نبویہ، شامریوں کیا جاتا ہے جس امر میں کسی انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے، اور التزام نہ کیا جاوے تو نبی اور غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے، اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے۔ (حفظ الایمان: ۱۰، المکتبہ نعمانیہ دیوبند)

حضرت تھانویؒ کی عبارت کا صحیح مطلب سمجھ لیجئے حضرت تھانویؒ کی خدمت میں سوال آیا تھا کہ آقا نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو علوم غیبیہ دیئے گئے ہیں ان کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ تو حضرت تھانویؒ قدس سرہ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "عالم الغیب" کہنا جائز نہیں اور اس کی دو دلیلیں تحریر فرمائی ہیں: پہلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ شرعی محاورہ میں عالم الغیب صرف اسی ہستی کو کہا جاتا ہے جس کو ذاتی طور پر بلا واسطہ غیب کا علم ہو اور یہ شان صرف اللہ جل شانہ کی ہے اس لئے آقا نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عالم الغیب کہنا موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ اور دوسری دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنے والا اگر اس لئے عالم الغیب کہتا ہے، کہ اس کے نزدیک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام غیب کا تفصیلی علم ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ کو ہے تو یہ خیال قرآن وحدیث کے خلاف ہے، اس لئے اس کی بنا پر کسی کو عالم الغیب کہنا درست نہیں ہے اور اگر تمام غیب کی وجہ سے نہیں بلکہ بعض غیب کے جاننے کی وجہ سے یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتا ہے، اور سائل کا یہی نظریہ ہے کہ جس کو بھی غیب کی کچھ باتوں کا علم ہو اس کو عالم الغیب کہہ سکتے ہیں تو پھر اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب یعنی حضور کے علوم کے علاوہ بعض مطلق غیب کا علم اور نظروں سے اوجھل باتوں کا علم تو زید عمر بلکہ ہر کس وناکس کو حاصل ہے، کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے، جو دوسرے سے مخفی اور پوشیدہ ہے تو اس غلط نظریہ پر

یہ لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہر انسان کو عالم الغیب کہا جائے، تو حضرت تھانویؒ کی عبارت میں لفظ ایسا علم غیب..... الخ کا یہ مطلب نہیں کہ جیسا علم واقع میں آقائے نامدار علیہ والصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے ویسا ہی علم نعوذ باللہ زید عمر وغیرہ کو بھی حاصل ہے بلکہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے علاوہ بعض مطلق علم مراد ہیں مذکورہ باتوں سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضرت تھانویؒ کی عبارت مذکورہ میں آقائے نامدار علیہ والصلوٰۃ والسلام کے مشابہ زید عمر وغیرہ کو نہیں کہا گیا ہے۔

(مستفاد: محاضرہ: ۶/۳۹، سبط البنان مع حفظ الایمان: ۱۵۱۴)

بفضلہ تعالیٰ علماء دیوبند کا مسلک صحیح، قرآن و حدیث شریف آقائے نامدار کے قول و فعل اور منشا کے عین مطابق ہے اکابر دیوبند نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کبھی کسی قسم کے کوئی گستاخانہ کلمات قطعاً استعمال نہیں کئے ہیں، لہذا امام صاحب کی بات مذکورہ چیزوں کے بارے میں صحیح ہے اور اس کی امامت بلا کراہت درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۷/۱۶ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/رجب ۱۴۲۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۵/۶۸۳۷)

اذان یا نماز کے بعد یا رسول اللہ پڑھنا

سوال [۵۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں اذان اور نماز کے

بعد یا رسول اللہ پڑھنا کیسا ہے؟ تشفی بخش جواب تحریر فرمائیں؟

المستفتی: حاجی محمد چھوٹے، مانپور ثابِت، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نماز کے وقت اعلان کے لئے شریعت میں اذان کو مشروع کیا گیا ہے اور اذان کے بعد یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ کے ذریعہ دوبارہ

اعلان کرنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مسجد میں تشریف فرما تھے مؤذن نے اذان دینے کے بعد جماعت کھڑی ہونے سے کچھ دیر پہلے دوبارہ اس طرح کے الفاظ سے اعلان کیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے خادم سے کہا اٹھو یہاں سے ہم اس بدعتی کے پاس سے نکل جاتے ہیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے خادم کو لے کر وہاں سے اس مسجد سے نکل گئے۔

عن مجاهد قال: كنت مع ابن عمر فثوب رجل في الظهر
 أو العصر فقال اخرج بنا فإن هذه بدعة. (ابوداؤد شریف، کتاب الصلوٰۃ، باب
 فی الثوب، النسخة الهندیہ ۱/ ۷۹، دارالسلام رقم: ۵۳۸، السنن الکبریٰ، باب کراہیۃ
 الثوب فی غیر اذان الصبح قدیم ۱/ ۴۲۴، دارالفکر جدید ۲/ ۱۹۶، رقم: ۲۰۳۰، المعجم
 الکبیر للطبرانی، داراحیاء التراث العربی ۱۲/ ۴۰۲، رقم: ۱۳۴۸۶)

عن ابن عمر أنه سمع مؤذنا يثوب في غير الفجر وهو في المسجد
 فقال لصاحبه قم حتى نخرج من عند هذا المبتدع. (فتح القدیر، کتاب الصلوٰۃ،
 باب الأذان، زکریا ۱/ ۲۵۰، دارالفکر ۱/ ۲۴۵، کوئٹہ ۱/ ۲۱۴، کفایہ، زکریا ۱/ ۲۵۰،
 دارالفکر ۱/ ۲۴۵، کوئٹہ ۱/ ۲۱۴، النبیہ اشرفیہ دیوبند ۲/ ۱۰۰)

اور نماز کے بعد بھی یا رسول اللہ پڑھنا قرآن و حدیث اور فقہ سے ثابت نہیں ہے۔

عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في
 أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ. (صحیح مسلم، کتاب الاقضية، باب نقض الاحکام الباطلة ورد
 محدثات الأمور، النسخة الهندیہ ۲/ ۷۷، بیت الأفكار رقم: ۱۷۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۸ رمضان ۱۴۲۲ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۱/۱۱۳۳۶)

فجر کی نماز اور اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنا

سوال [۵۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ

(۱) فجر کی نماز کے بعد سلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اذان کے بعد جو صلوٰۃ پڑھتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: فرقان احمد، دلپت پور،
راپور روڈ، ضلع: مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: (۱-۲) حضرت سید الکوین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بارگاہ میں درود و سلام پیش کرنا ہر وقت جائز ہے چاہے فجر کی نماز کے بعد ہو یا اذان کے بعد ہو، صبح کے ٹائم ہو، دوپہر کے ٹائم ہو، شام کے ٹائم ہو یا رات کا وقت ہو چوبیس گھنٹہ جب بھی موقع ہو جائز اور درست ہے، لیکن اس کے لئے باقاعدہ جمع کرنا یا اجتماعی شکل پیدا کرنا حضرت سید الکوین علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ اور تابعین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں، نیز درود و سلام بیٹھنے کی حالت میں بھی پیش کیا جاسکتا ہے اور درود و سلام کے لئے سب لوگوں کا کھڑے ہو جانا حضرت سید الکوین صلی اللہ علیہ وسلم خلفاء راشدین، صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے ثابت نہیں، لہذا اگر بیٹھنے کی حالت میں ہیں تو بیٹھے بیٹھے درود پڑھ سکتے ہیں اور سلام بھی پڑھ سکتے ہیں، اور مروجہ میلاد جو کھڑے ہو کر درود و سلام کے نام سے پڑھتے ہیں یہ شریعت سے ثابت نہیں ہے۔

الإصرار علی المنذوب - یبلغه إلی حد الکراهة. (سعاہ ۲/۲۶۵،

بحوالہ محمودیہ مطبوعہ ڈھاییل ۳/۱۰۸)

عن أنس بن مالک ^{رض} قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من صلى عليّ صلوة واحدة صلى الله عليه عشر صلوات، وحطت عنه عشر خطيئات، ورفعت له عشر درجات. (نسائی شریف، کتاب الصلوٰۃ

، باب الفضل فی الصلوٰۃ علی النبی ﷺ، النسخة الهنديه ۱/ ۱۴۵،
دارالسلام رقم: ۱۲۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳/ رجب ۱۴۳۱ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۳/ رجب ۱۴۳۱ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۹/۱۰۱۱۵)

اجتماعی طور پر درود پڑھنے کا حکم

سوال [۵۳۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر چند آدمی بیٹھ کر باہم
بلند ایک ہی ساتھ اس درود و شریف کا نذرانہ سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کریں تو کیسا ہے؟
ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اور وہ درود پاک یہ ہے ”اللہم صلی علی سیدنا مولانا محمد و علی آل سیدنا
مولانا محمد“، حالانکہ علماء کرام کو دینی جلسہ میں اس طریقہ سے درود پاک پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

المستفتی: محمد جمال الدین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: درود پاک کا انفرادی طور پر ہر مسلمان کی زندگی
میں وظیفہ کے طور پر معمول رہنا مطلوب شرعی ہے اور کثرت کے ساتھ درود پاک کا
نذرانہ بارگاہ رسالت میں پیش کرتے رہنا خوش نصیبی کی بات ہے، لیکن چند آدمیوں کا
ایک ساتھ بیٹھ کر زور زور سے درود پاک پڑھنے کا سلسلہ شروع کرنا موجب بدعت ہو
سکتا ہے، البتہ دینی جلسوں اور اجتماعات میں چونکہ بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام
مبارک آتا رہتا ہے تو ایسا ہو سکتا ہے کہ مجمع میں سے بہت سے لوگ غفلت میں نام
مبارک سننے کے بعد درود پاک کا نذرانہ ایک بار بھی پیش نہ کریں حالانکہ ایک مجلس
میں بار بار نام مبارک آئے تو کم از کم ایک مرتبہ درود پاک کا پڑھنا واجب ہے اس
لئے اجتماعات اور جلسوں کے درمیان خطیب درمیان میں لوگوں کو درود پاک پیش
کرنے کی طرف توجہ دلائے اور خود بھی ایک دفعہ زور سے پڑھ کر سنائے تاکہ سب

لوگ کم از کم ایک مرتبہ پڑھ ہی لیں تو ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے لیکن اس سے یہ مطلب ہرگز نہ نکالا جائے کہ درود پاک کا وظیفہ متعدد افراد کا ایک ساتھ بیٹھ کر زور زور سے پڑھنا بھی مستحسن ہوگا۔

وهی فرض مرة واحدة اتفافی العمر -إلی - واختلف الطحاوی والکرخی فی وجوبها علی السامع والذاکر کلما ذکر صلی اللہ علیہ وسلم والمختار عند الطحاوی تکرارہ أي الوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الأصح (تحتہ فی الشامیة) لکن صحح فی الکافی وجوب الصلاة مرة فی کل مجلس (وقول الحصکفی) والمذهب استحبابہ أي التکرار وعلیہ الفتویٰ. (درمختار مع الشامی، کتاب الصلوة، باب صفة الصلوة زکریا ۲/۲۲۵-۲۲۹، کراچی ۱/۵۱۵-۵۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتابتہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴۲۶/۱۱۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۷/۸۶۶۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱۱۸ھ

نئے مکان میں قیام سے پہلے میلا دکرانا

سوال [۵۳۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس نیا مکان ہے اور زید اس مکان میں بیوی بچوں کے ساتھ رہنے سے قبل میلا دکرانا ضروری سمجھتا ہے یا اس ارادے سے میلا دکراتا ہے کہ میرا گھر شیطانی وساوس اور اس کی غلط حرکتوں سے پاک و صاف ہو جائے، اور اس کی حرکتوں سے مامون ہو جاؤں اور میلاد سے گھر میں برکت ہو جائے، اور اس میلاد کے نہ کرنے پر لوگوں کا یہ عقیدہ بن گیا ہے کہ بعد میں چل کر اور خاص کر اس گھر والے کو جو نیا مکان بنا کر رہتا ہے اور میلا نہیں کرتا ہے شیطان چین سے نہیں رہنے دے گا اس لئے اکثر لوگ اسی خیال

سے میلاد کرتے ہیں۔

المستفتی: مطبع الرحمن، بھاگلپوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نفس ذکر ولادت فخر و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مندوب و مستحسن ہے لیکن مروجہ مجلس مولود جس میں قیام اور دیگر غیر شرعی افعال کا التزام کیا جاتا ہے بدعت اور قابل ترک ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ/۱۲۱، جدید مبوب/۹۴، فتاویٰ رحیمیہ ۲/۲۸۲، جدید ذکر یا ۲/۷۴)

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من صنع أمراً من غیر أمرنا فهو مردود. (مسند احمد بن حنبل ۶/۷۳، رقم: ۲۴۹۵۴) ہاں اگر صرف حصول برکت اور لوگوں کے فائدے کی غرض سے نئے مکان کے افتتاح یا دیگر مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ارشادات سنائے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ رشیدیہ قدیم/۱۲۸، جدید مبوب/۱۰۱) والاحتفال بذکر الولادة الشریفة إن کان خالیاً من البدعات المروجة فهو جائز، بل مندوب کسائر أذکارہ صلی اللہ علیہ وسلم والقیام عند ذکر ولادته الشریفة حاشا للہ أن ینکون کفراً الخ. (امداد الفتاویٰ، ذکر یا ۶/۳۲۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۲/ ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

(الف فتاویٰ نمبر ۳۲/۵۰۳۱)

ماہ شعبان میں مروج میلاد کا حکم

سوال [۵۳۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شعبان المعظم کے مہینہ میں لوگ میلاد کرتے ہیں جس میں مردوں اور عورتوں کی الگ

الگ مجلس ہوتی ہے نعتیہ پروگرام بھی کرتے ہیں اس میں میلاد کی کتاب بھی پڑھ کر سناتے ہیں یا کوئی صاحب تقریر کرتے ہیں ایسی مجلس میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟
المستفتی: محمد زبیر عالم، پیرغیب، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: میلاد کی مجلس میں طرح طرح کی بدعات شامل ہو گئی ہیں مثلاً: بے اصل روایتیں بیان کرنا، واہی تباہی نعتیہ اشعار گانا اور مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا عقیدہ رکھنا یہ سب بدعات کی باتیں ہیں مردوں عورتوں میں سے کسی کے لئے بھی ایسی بدعات کی مجلسوں میں شرکت کرنا قطعاً جائز نہیں، اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار مقصود ہو تو سادگی اور وقار کے ساتھ بدعات سے بچتے ہوئے معتبر علماء کرام سے سیرت مقدسہ پر بیانات کروائے جائیں۔ (مستفاد: احیاء العلوم ۱/۱۲۴، امداد الفتاویٰ زکریا ۶/۲۳۷)

والاحتفال بذكر الولادة الشريفة إن كان خاليا من البدعات
المروجة فهو جائز..... والقيام عند ولادته الشريفة حاشا لله أن يكون
كفراً. (امداد الفتاویٰ، زکریا ۶/۳۲۷)

المولود الذي شاع في هذا العصر وأحدثه صوفى في عهد
سلطان اربيل سنة ٦٠٠هـ ولم يكن له أصل من الشريعة الغراء. (العرف
الشذى، باب ماجاء فى التكبير فى العيدين ۱/۲۳۱، وعلى هامش الترمذی، النسخة
الهنديہ ۱/۱۱۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲ شعبان ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر ۶۳۶/۳۳۳۷)

(۷) باب: نماز سے قبل صلوٰۃ و سلام کا رواج

اذان پنجگانہ کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنا

سوال [۵۳۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو صلوٰۃ

بعد اذان بلفظ ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الخ“ پڑھی جاتی ہے مخالف کہتا ہے، کہ یہ فعل قرآن شریف اور حدیث شریف کے باہر ہے اور شعائر اسلام کے خلاف ہے، یا کوئی مجھے بتائے کہ فرض ہے یا سنت ہے یا مستحب؟ اور اس فعل سے اذان کی اہمیت گھٹ جاتی ہے۔ تسلی بخش جواب سے نوازیں، ممنون ہوں گا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ طریقہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہؓ اور ائمہؒ عظام کے زمانہ میں تھا، بعد میں اس کی ایجاد ہوئی ہے اور اہل بدعت نے اس کو طریقہ دائمہ بنا لیا ہے، صحابہ نے اس کا انکار کیا ہے اس لئے اس کا ترک ہی احوط اور اولیٰ ہوگا۔ (مستفاد کفایت المفتی قدیم ۱۶/۳، جدید زکریا مطول ۲/۱۹۹، احسن الفتاویٰ ۱/۳۳۷، ۱/۳۶۹)

وقد صح عن ابن مسعود أنه سمع قوماً اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون عليه عليه الصلوة والسلام جهرًا فراح إليهم فقال: ما عهدنا ذلك على عهدہ عليه السلام وما أراکم إلا مبتدعین فما زال يذكر ذلك حتی أخرجهم عن المسجد. (فتاویٰ بزازیہ، کتاب الاستحسان، زکریا جدید

۲۱۶/۳، وعلی ہامش الہندیہ ۶/۳۷۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ رجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتاویٰ نمبر ۲۳/۸۱۶)

نماز سے قبل صلوٰۃ پڑھنا

سوال [۵۳۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز سے قبل صلوٰۃ پڑھنا شرعاً کیسا ہے؟

المستفتی: محمد خورشید، کرولہ مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: نماز سے قبل صلوٰۃ پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں، بلکہ یہ بدعت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور آپ نے لوگوں کو یہ عمل کرتے ہوئے پایا، جس پر آپ نے فرمایا: کہ یہ عمل ہم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں پایا لہذا میں تم لوگوں کو بدعتی سمجھتا ہوں عبارت ملاحظہ فرمایا:

وقد صح أنه قيل لابن مسعود رضي الله عنه : إن قوماً اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم ويرفعون أصواتهم فذهب إليهم ابن مسعود قال: ما عهدنا هذا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وما أراكم إلا مبتدعين. (الفتاوى الثاتارخانيه، كتاب الكراهية، باب الفصل الرابع، رفع الصوت عند قراءة القرآن وعند الجنائز والذكر، زكريا ۱۸/۵۷، رقم: ۲۲۰۲۸) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۰ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۲/۳۳۲۰)

اذان کے بعد مروجہ صلوٰۃ و سلام کا شرعی حکم

سوال [۵۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اذان کے بعد مروجہ صلوٰۃ جائز ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث اور بزرگان دین کے اقوال کی روشنی

میں جواب دیجئے۔

المستفتی: (مولانا حکیم) ایمن مدنی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اذان کے چند منٹ کے بعد جو صلوٰۃ پکارتی

جاتی ہے اس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے اور نہ ہی حدیث میں، اور نہ ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۳ رسالہ دور نبوت میں کبھی اس کا رواج تھا، نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلفاء راشدین نے ایسا کیا اور نہ ہی ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی ایک نے کیا اور نہ ہی صحابہ کے بعد تابعین کے مبارک زمانہ میں ایسا ہوا اور نہ ہی چاروں اماموں کے قول و فعل و عمل سے ایسا ثبوت ملتا ہے نہ ہی قطب الابدال شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے کیا اس لئے یہ بدعت ہے بخاری شریف میں ہے۔

من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد“۔ (بخاری شریف،

کتاب الصلح، باب اصطلاحوا علی جور، النسخة الهندیہ ۱/ ۳۷۱، رقم: ۲۶۱۹،

ف: ۲۶۹۷، مسلم شریف، النسخة الهندیہ ۲/ ۷۷، بیت الأفكار رقم: ۱۷۱۸)

ہر بدعت کھلی ہوئی گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے اس لئے ہر مسلمان کو بدعت سے بچنا چاہئے مروجہ صلوٰۃ بدعات میں سے ایک بدعت ہے جسے نہیں کرنا چاہئے اور اگر کسی مسجد میں صلوٰۃ پکارتی جاتی ہے تو مسجد کے متولیوں اور ذمہ داروں کو چاہئے کہ وہ بند کر دیں ورنہ وہ بھی شریک گناہ ہوں گے اور کل بروز محشر ان سے بھی سخت محاسبہ ہوگا مروجہ طریقہ پیٹ کے مولویوں نے ایجاد کیا ہے خدا مسلمانوں کو نیک ہدایت دے۔
فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۱ رجب ۱۴۰۹ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۲/۱۳۰۷)

دوران اذان و اقامت صلوٰۃ و سلام پڑھنا

سوال [۵۴۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اذان کے بعد نماز سے پہلے مسجدوں میں صلوٰۃ کہنا کیسا ہے؟ اور جن مسجد میں صلوٰۃ نہ کہی جائے وہاں پڑھی گئی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اور جن مساجد میں صلوٰۃ نہ کہی جائے لوگ مسلمان ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ۸۷۹ھ یا ۹۷۹ھ سلطان صلاح الدین کے زمانے میں اس کی ایجاد ہوئی ہے جیسا کہ فتاویٰ شامیہ میں ہے (قولہ ۸۷۹ھ)۔

كذا في النهر عن حسن المحاضرة للسيوطي ثم نقل عن القول البديع للسخاوي أنه في ۹۷۹ھ، وأن ابتداءه كان في أيام السلطان الناصر صلاح الدين. (كتاب الصلوة، باب الاذان زكريا ۲/۵۶-۵۷، كراچی ۱/۳۹۰)

إن ابتداء حدوثة في مدة صلاح الدين بن المظفر أيوب وبأمره (حاشية الطحطاوي على الدر، كوئٹہ ۱/۱۸۶)۔

لیکن اس زمانے میں اہل بدعت نے اس کو لازم کر لیا ہے اور غیر لازم کو لازم سمجھنا یہ بدعت سیئہ ہے بلکہ سوال نامے سے معلوم ہو رہا ہے کہ جن مساجد میں تھویب نہیں ہوتی وہاں کے مسلمانوں کے ایمان میں شک کیا جاتا ہے، اس وجہ سے اس کا ترک کرنا واجب رہے گا۔

من أصر على أمر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف من أصر على بدعة أو منكر .

(مرقاۃ ۲، باب الدعاء فی التشہد، الفصل الأول اشرفیہ ۲/۳۴۸، امدادیہ ملتان ۲/۳۵۳)

الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة. (سعیہ ۲/۲۶۵، بحوالہ

محمود دہ ڈابھیل ۱۰۸/۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ

(الف: فتویٰ نمبر ۲۳/۳۵۵)

اذان کے بعد جماعت سے قبل صلوٰۃ و سلام پڑھنا

سوال [۵۴۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ لوگ اذان کے بعد جماعت سے پانچ منٹ پہلے ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ الخ“ باضابطہ طور پر مانگ پر اعلان کر کے پڑھتے ہیں کیا شریعت میں اس کا کچھ ثبوت ملتا ہے اور یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد یاسین، محلہ بروان، گلی نمبر ۲، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اذان کا مقصد شرکت جماعت کے واسطے منجانب شریعت ایک اعلان ہے، تاکہ اذان سن کر تمام مسلمان باجماعت نماز کے لئے تیاری کر لیں اور اذان کے بعد جماعت سے پہلے تکبیر کہی جاتی ہے جس کا مقصد حاضرین میں اس بات کا اعلان ہوتا ہے کہ اب جماعت شروع ہو رہی ہے سب لوگ صفوں میں شریک ہو کر صف سیدھی کر لیں اور اذان و اقامت کے درمیان تکبیر شروع ہونے سے ۴/۵ منٹ پہلے ”الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ وغیرہ الفاظ کے ساتھ اعلان کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، ائمہ مجتہدین اور شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ کسی سے بھی ثابت نہیں ہے یہ اہل بدعت نے اپنی طرف سے گھڑ کر سلسلہ جاری کیا ہے، اس لئے یہ اعلان قابل ترک ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اذان کے بعد ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے ارادے سے داخل ہوئے تو اس مسجد میں اذان کے بعد اس طرح کا دوبارہ اعلان

ہونے لگا، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلقین سے کہا مجھے اس بدعتی کے پاس سے فوراً لے چلو چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس تشریف لے آئے اور اس مسجد میں نماز نہیں پڑھی۔

وروي عن مجاهد قال: دخلت مع عبد الله بن عمر رضي الله عنهما مسجداً وقد أذن فيه ونحن نريد أن نصلي فيه فنوب المؤذن فخرج عبد الله بن عمر رضي الله عنهما من المسجد وقال: أخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم يصل فيه. (ترمذی شریف، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء فی التثویب فی الفجر،

النسخة الهنديه ۱/ ۵۰، دار السلام رقم: ۱۹۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳/۸۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/۲۲۵ھ

اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام کی شرعی حیثیت

سوال [۵۴۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بریلوی حضرات کی مسجد میں بعد اذان صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایسی چیز نہیں تھی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم فرمائی ہے، اس کو لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد کیا ہے صحابہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۳/۱۶، جدید زکریا مطول ۲/۱۹۹)

وقد صح أنه قيل لابن مسعود رضي الله عنه: إن قومًا اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم ويرفعون أصواتهم، فذهب إليهم ابن مسعود وقال: ما عهدنا هذا على عهد رسول الله صلى الله

علیہ وسلم، وما أراکم إلا مبتدعین، فما زال یدکر ذلک حتی أخرجهم من المسجد. (المحیط البرهانی، کتاب الکراهیة، الفصل الرابع، کوئٹہ ۴/۵، المجلس العلمی ۵۱۳/۷، رقم: ۹۴۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ علم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۸ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۶۰۳)

اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا شرعی حکم

سوال [۵۴۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو صلوٰۃ اذان کے بعد نماز سے پہلے پڑھی جائے اس کی کیا اہمیت ہے جس وقت نماز فجر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک لگ گئی تھی اس وقت کسی صحابی نے صلوٰۃ پڑھی تھی اور اس کے بعد آپ کا کیا ارشاد ہے صلوٰۃ پڑھنے کا حکم ہے یا نہیں؟ اذان کے بعد والی صلوٰۃ کے بارے میں بتائیں کہ پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے؟

المستفتی: ضمیر الحق، مہولیہ، قصبہ

جہانگیر آباد، سینٹاپور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اذان کے بعد نماز سے قبل جو صلوٰۃ اہل بدعت کی مساجد میں پڑھی جاتی ہے وہ کسی حدیث سے ثابت نہیں اور نہ ہی حضرت امام ابوحنیفہؒ سے ثابت ہے اس کا ترک لازم ہے اور جس حدیث شریف میں حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو جگانے کا ذکر ہے اس حدیث شریف سے اہل بدعت کا مروجہ صلوٰۃ و سلام کا ثبوت نہیں ہو سکتا حدیث شریف میں یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان کے بعد حجرۃ عائشہؓ میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی تو گھر والوں نے فرمایا کہ اس وقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سو رہے ہیں تو اس پر حضرت بلالؓ نے

فرمایا: ”الصلوة خیر من النوم“ جب حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت بلالؓ کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو فرمایا کہ اے بلال یہ کتنے پیارے اور بہترین الفاظ ہیں، ان کو تم اپنی فجر کی اذان کے ساتھ شامل کر لو کیونکہ یہ وقت نیند اور غفلت کا وقت ہے، ملاحظہ فرمائیے:

لأن بلالاً قال: الصلوة خیر من النوم مرتین حین وجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم راقدا فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام ما أحسن هذا یا بلال اجعله فی أذانک وخص الفجر به لأنه وقت نوم وغفلة. (هدایہ، کتاب

الصلوة، باب الاذان، اشرفی دیوبند ۱/۸۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری
۱۴۲۳/۱۲/۲۹ھ

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۲۹/ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۶/۷۸۶۹)

(۸) باب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک پر انگوٹھا چومنا

خطبہ کی اذان میں انگوٹھا چومنا

سوال [۵۴۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خطبہ کی اذان میں انگوٹھا چومنا کیسا ہے؟

المستفتی: غلام ربانی، رامپور و درابا، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اذان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سن کر انگوٹھا چومنے کا ثبوت کسی صحیح حدیث سے نہیں اس لئے اس کو سنت سمجھنا درست نہیں اور چونکہ آج کل اس کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں اس لئے اس کا ترک کرنا ضروری ہے۔

يستحب أن يقال عند سماع الأولى من الشهادة: صلى الله عليك يا رسول الله! وعند الثانية منها! قرأت عيني بك يا رسول الله! ثم يقول: اللهم متعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الإبهامين على العينين فإنه عليه السلام يكون قائداً له إلى الجنة كذا في كنز العباد، وذكر ذلك الجراحي وأطال ثم قال ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيئاً. (شامی کتاب الصلوة، باب الاذان مطلب فی کراهة تکرار

الجماعة فی المسجد زکریا ۲/ ۶۸، کراچی ۱/ ۳۹۸)

من قبل عند سماعه من المؤذن كلمة الشهادة ظفري إبهاميه ومسهما على عينيه - إلى - ولا يصح في المرفوع من كل هذا شيئاً. (المقاصد الحسنة فی الاحاديث المشتهرة على الألسنة ۱/ ۶۰۶، رقم: ۱۰۲۱، تذكرة

الموضوعات للفتنۃ ۱/ ۳۴، موضوعات ملا علی قاریؒ: ۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

الجواب صحیح:

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۳۲۲۰/۱۲۶ھ

۱۳۲۰/۱۲۶ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۴/۵۹۹۹)

اذان میں کلمہ شہادت پر انگوٹھا چوم کر آنکھوں پر لگانا

سوال [۵۴۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ لوگ اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ کہتے وقت اپنے انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہیں اور یہ پڑھتے ہیں قرأت عینی بک یا رسول اللہ اور کچھ لوگ درود شریف پڑھتے ہیں، آپ تحریر فرمائیں ان لوگوں کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: ذاکر حسین، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ نے کنز العباد میں فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے اس عمل کو ثابت فرمانے کے بعد علامہ جراحی کے حوالہ سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ اس موضوع سے متعلق کوئی بھی روایت صحیح سند سے ثابت نہیں ہے اس لئے اس عمل کا التزام درست نہیں اور نہ کرنے والے پر تکبیر اور ملامت جائز نہیں ہوگی اور نہ ہی کرنے والوں پر شدت سے تکبیر کی ضرورت ہے۔

يستحب أن يقال عند سماع الأولى من الشهادة: صلى الله عليك

يارسول الله! وعند الثانية منها: قرأت عینی بک یا رسول اللہ: (إلی قوله) کذا

فی کنز العباد قهستانی ونحوه فی الفتاویٰ الصوفیة وفی کتاب الفردوس

من قبل ظفری إبهامیه عند سماع أشهد أن محمد رسول الله فی الأذان (إلی

قوله) وذكر ذلك الجراحی وأطال ثم قال: ولم یصح فی المرفوع من کل

هذا شیئی الخ. (شامی کتاب الصلوة، باب الاذان مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی

المسجد زكريا ۶۸/۲، كراچي ۳۹۸/۱

من قبل عند سماعه من المؤذن كلمة الشهادة ظفري إبهاميه
ومسهما على عينيهِ - إلى - ولا يصح في المرفوع من كل هذا شيئى .
(المقاصد الحسنة فى الاحاديث المشتهرة على الألسنة ۱/ ۶۰۶، رقم: ۱۰۲۱، تذكرة
الموضوعات للفتنى ۱/ ۳۴، موضوعات ملا على قارى: ۶۴) فقط والله سبحانه وتعالى اعلم

کتابہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲/۳۲۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۳/۹ھ

اذان واقامت میں ”محمد رسول اللہ“ پر انگوٹھا چومنا

سوال [۵۴۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اذان اور اقامت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انگوٹھا چومنا کب سے رائج ہے؟ اور کیسا ہے؟
المستفتی: شہاب الدین، سرائے ترین، سنبھل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یہ عمل کب رائج ہوا معلوم نہیں، لیکن علامہ شامی نے اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انگوٹھے چومنے کے عمل کو کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے ذکر کرنے کے بعد علامہ جراحی کے حوالہ سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ اس موضوع سے کوئی بھی روایت صحیح سند سے ثابت نہیں اور اقامت میں انگوٹھے چومنا بے اصل اور بلا دلیل ہے اس کو سنت سمجھ کر بطور عبادت کرنا بدعت ہے، اس لئے اذان واقامت میں اس عمل کا التزام درست نہیں ترک لازم ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاویٰ ۲۵۹/۵، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/ ۱۸۶، ۱۹۱، جدید ڈیجیٹل ۳/ ۱۵۶، ۱۶۲، فتاویٰ دارالعلوم ۲/ ۹۰)

كذا فى كنز العباد قهستانی ونحوه فى الفتاوى الصوفية وفى كتاب الفردوس من قبل ظفري إبهاميه عند سماع أشهد أن محمداً رسول الله فى

الأذان (إلى قوله) وذكر ذلك الجراحي وأطال ثم قال: ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيء. (شامی کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان مطلب فی کراهۃ تکرار الجماعة فی المسجد، زکریا ۶۸/۲، کراچی ۳۹۸/۱)

مسح العينين بباطن أنملي السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع أشهد أن محمداً رسول الله من المؤذن - إلى - لا يصح. (تذكرة الموضوعات للفتنى ۱/ ۳۴، موضوعات ملاعلى قارى: ۶۴، تيسير المقال بحواله قاموس الفقه ۲/ ۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳۲/۲۸۹۰)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا حضور کا نام سن کر انگوٹھا چومنا

سوال [۵۲۸]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اشہدان محمد رسول اللہ یعنی اذان و اقامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی آنے پر انگوٹھے کو چومتا ہے اور جواب میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی روایت پیش کرتا ہے یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر اپنے انگوٹھوں کو بوسہ دیا تھا، مفصل تسلی بخش جواب سے نوازیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ نے کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے اس عمل کو نقل فرمانے کے بعد علامہ جراحی کے حوالہ سے تمام روایات کو موضوع اور ناقابل اعتبار ثابت فرمایا ہے اس لئے ان روایات کا اعتبار کر کے اس پر عمل کرنا صحیح نہ ہوگا۔

وذكر ذلك الجراحي وأطال ثم قال: ولم يصح في المرفوع من

کل هذا شیئی. (شامی کتاب الصلوٰۃ، باب الأذان مطلب فی کراهۃ تکرار الجماعة فی المسجد کراچی ۱/۳۹۸، زکریا ۲/۶۸)

من قبل عند سماعه من المؤذن كلمة الشهادة ظفري إبهاميه
ومسهما على عينيه - إلى- ولا يصح في المرفوع من كل هذا شیئی.
(المقاصد الحسنة فی الأحادیث المشتهرة على الألسنة ۱/۶۰۶، رقم: ۱۰۲۱،
موضوعات ملا علی قاری: ۶۴، تذكرة الموضوعات للفتنی ۱/۳۴، تیسیر المقال بحوالہ
قاموس الفقه ۲/۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ العلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۳/۵۸۳۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۹/۷/۱۴۱۹ھ

اذان میں ”شہدان محمداً“ پر انگوٹھا چومنا

سوال [۵۴۹]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اذان کے وقت شہدان محمداً رسول اللہ کہنے کے وقت انگوٹھے چومنا صحیح حدیث سے ثابت ہے یا نہیں، اگر ہے تو تحریر فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نہ اذان و اقامت میں شہادتین پر انگوٹھا چومنا ضروری ہے اور نہ قرآن کریم اور صحیح مستند حدیث سے اس کا ثبوت ہے؛ البتہ علامہ شامی نے کنز العبادۃ ستانی، فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے مستحب نقل فرمایا ہے لیکن ساتھ ساتھ خود علامہ نے علامہ جراحی کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے کہ مذکورہ کتابوں کی روایات کسی حد تک بھی معتبر اور قابل اعتبار نہیں، اس لئے اہل فتاویٰ اور علماء محققین نے اس کے ترک ہی کو احوط و افضل کہا ہے۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲/۱۰۷، فتاویٰ محمودیہ

قدیم ۲/۹۹، ۲/۶۵، جدید ڈبھیل ۳/۱۵۶-۱۶۲)

و ذکر الجراحی و أطال ثم قال: ولم یصح فی المرفوع من کل هذا شیئی الخ (فتاویٰ شامی، باب الأذان، مطلب فی کراهیۃ تکرار الجماعۃ فی المسجد، زکریا ۶۸/۲، کراچی ۱/۳۹۸، کوئٹہ ۱/۲۹۳، مصری ۱/۳۷۰)

من قبل عند سماعه من المؤذن كلمة الشهادة ظفري إبهاميه
ومسهما على عينيه - إلى- ولا یصح فی المرفوع من کل هذا شیئی .
(المقاصد الحسنة فی الاحادیث المشتهرة علی الألسنة ۱/ ۶۰۶، رقم: ۱۰۲۱، تذکرۃ
الموضوعات للفتنی ۱/ ۳۴، موضوعات ملا علی قاری: ۶۴، تیسیر المقال بحوالہ قاموس
الفقه ۲/ ۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ رذیقہ ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۹۹۳)

حضور ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنا

سوال [۵۵۰]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنا جائے تو درود پڑھنا بہتر ہے یا کہ انگوٹھے چومے جائیں صحیح کیا ہے؟

المستفتی: محمد خورشید، کرولہ، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنتے وقت درود شریف پڑھنا واجب ہے اور جو شخص سرکارِ دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر کم از کم ایک مرتبہ درود شریف نہیں پڑھے گا اس پر لعنت اور ہلاکت کی بدعاء کی گئی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: رغم أنف رجل ذکرت عنده

فلم يصل علي. (سنن ترمذي، كتاب الدعوات، باب رغم أنف رجل ذكرت عنده،
النسخة الهنديه ۲/ ۱۹۴، دارالسلام رقم: ۳۵۴۵، مشکوٰۃ ۱/ ۸۶)
لہذا نام مبارک پر درود شریف پڑھنا تو ثابت ہے مگر انگوٹھا چومنا کسی صحیح حدیث سے
ثابت نہیں۔

تجب في كل مجلس مرة وإن تكرر ذكره صلى الله عليه وسلم مراراً
الخ. (تفسير روح المعاني، تحت الآیہ: ”إن الله وملائكته يصلون على النبي، سورة
الأحزاب“ ۲۲/ ۸۱، رقم الآیة: ۵۶)

مسح العينين بباطن أنملى السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع أشهد
أن محمداً رسول الله من المؤذن - إلى - لا يصح. (تذكرة الموضوعات للفتى
۱/ ۳۴، تيسير المقال للسيوطي بحواله قاموس الفقهاء ۲/ ۷۰، موضوعات ملاعلى قاري ص:
۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ ۱۲۱۶ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۲۲۰/ ۳۲۲۰)

نام مبارک پر انگوٹھا چومنے کی شرعی حیثیت

سوال [۵۵۱]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دوران
اذان و اقامت ”اشہدان محمد رسول اللہ“ پر یا اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی
اسم گرامی پر انگشت ہوتی کی شرعی حیثیت کیا ہے، اور دوران اقامت ”حی علی الصلوٰۃ“ پر
کھڑے ہونا کیا سنت ہے، اگر نہیں تو بعض لوگ اس پر عامل ہیں اور اگر سنت ہے تو بعض
حضرات اس کے تارک ہیں، وجہ ترک کیا ہے۔

المستفتی: فرید احمد، بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اذان و اقامت میں اشہدان محمد رسول اللہ پر یا اذان و اقامت کے علاوہ کسی اور موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر انگوٹھا چومنا کچھ موضوع روایات میں مذکور ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں، لہذا اس پر اصرار درست نہیں اگر کوئی کرتا ہے تو اس پر سختی سے نکیر درست نہیں اور نہ کرنے والوں کو برا سمجھنا جائز نہیں اور اقامت میں جی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے تاخیر نہ کیا جائے اس سے پہلے پہلے کھڑے ہو جانا چاہئے اس لئے کہ صحیح حدیث شریف میں حضرات صحابہ کا عمل موجود ہے کہ اقامت شروع ہونے کے ساتھ ساتھ حضرات صحابہ کھڑے ہو جاتے تھے اور صفیں درست کر لیا کرتے تھے۔

أنه سمع أبا هريرة يقول: أقيمت الصلوة فقمنا فعدلنا الصفوف قبل أن يخرج إلينا رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ...

عن أبي هريرة أن الصلوة كانت تقام لرسول الله صلى الله عليه وسلم فيأخذ الناس مصافهم قبل أن يقوم النبي صلى الله عليه وسلم مقامه. (مسلم شريف، باب متى يقوم الناس للصلوة، النسخة الهنديه ۱/ ۲۲۰، بيت الأفكار رقم: ۶۰۵)

والظاهر أنه احتراز عن التأخير لا التقديم حتى لو قام أول الإقامة لا

بأس. (طحطاوى على الدر المختار كتاب الصلوة، باب صفة الصلوة، كوئته ۱/ ۲۱۵)

وذكر ذلك الجراحى وأطال ثم قال: ولم يصح فى المرفوع من

كل هذا شيئى. (شامى كتاب الصلوة، باب الاذان مطلب فى كراهة تكرار الجماعة فى

المسجد كراچى ۱/ ۳۹۸، زكريا ۲/ ۶۸)

قال السخاوى لا يصح ورواه الشيخ احمد الرداد بسند فيه

مجاهيل مع انقطاعه عن الخزرى وكل ما يروى فى هذا فلا يصح رفعه

البته. (موضوعات ملا على قارى، كراچى ص: ۶۴، تذكرة الموضوعات

للفتی ۱/ ۳۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۶ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ

(الف فتویٰ نمبر ۳۸/ ۹۶۲۸)

الجواب صحیح:

احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۶/۶/۱۴۲۹ھ

انگوٹھا چومنے کی حدیث موضوع ہے

سوال [۵۵۲]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ انگوٹھا

چومنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد ادریس، مراد پور، جھنڈا،

شاجہا پور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شہادتین پر انگوٹھا چومنا فتاویٰ صوفیہ کتاب الفردوس وغیرہ میں جائز لکھا ہے لیکن علامہ شامی نے ان کی بات نقل کر کے علامہ جراحی کے حوالہ سے ان سب روایات کو ضعیف ناقابل اعتبار ثابت فرمایا ہے اور فرمایا کہ اس موضوع پر کوئی روایت صحیح نہیں ہے اس لئے اس کو مستحب یا مسنون کہنا صحیح نہیں ہے۔

ويستحب أن يقال عند سماع الأولى من الشهادة: صلى الله

عليك يا رسول الله! وعند الثانية منها: قرت عيني بك يا رسول الله!

ثم يقول: اللهم نفعني بالسمع والبصر بعد وضع ظفري الإبهامين على

العينين فإنه عليه السلام يكون قائداً له إلى الجنة كما في كنز

العباد- إلى- وذكر ذلك الجراحى وأطال ثم قال ولم يصح في

المرفوع من كل هذا شئى. (شامى كتاب الصلوة، باب الاذان مطلب فى

كراهة تكرار الجماعة فى المسجد زكريا ۲/ ۶۸، كراچى ۱/ ۳۹۸)

ولا يصح فى المرفوع من كل هذا شئ (تحتہ فى هامشہ) بل كلہ

مختلف و موضوع. (مقاصد الحسنہ فی الأحادیث المشتهرة علی الألسنة ۱/ ۶۰، ۶۱،

رقم: ۱۰۲۱، تیسیر المقال بحوالہ قاموس الفقہ ۲/ ۷۰، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ۱/ ۳۴،

موضوعات ملاعلی قاری، کراچی ص: ۶۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ واعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/۳/۱۴۱۵ھ

۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(الف فتویٰ نمبر ۳۱/۳۹۱۶)

اذان میں انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟

سوال [۵۵۳]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اذان میں انگوٹھے چومنا کیسا ہے؟ اگر کوئی نہ چومے تو کیا وہ گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ حدیث کے حوالہ سے جواب دیں؟

المستفتی: محمد فاروق، کشمیری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اذان میں شہادتین کے وقت انگوٹھوں کا چومنا اور ان کو آنکھوں سے لگانا بدعت ہے اور اس سلسلہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حوالے سے جو حدیث نقل کی جاتی ہے وہ موضوع ہے جو تذکرۃ الموضوعات ۳۶، اور موضوعات کبیر ۷۵، پر موجود ہے اور موضوع حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، بعد کے کچھ لوگوں نے گھڑ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا ہو، اس کو موضوع حدیث کہتے ہیں۔

الأحادیث التي رويت في تقبيل الأنامل وجعلها على العينين عند

سماع اسمه صلى الله عليه وسلم عن المؤذن في كلمة الشهادة كلها

موضوعات. (تیسیر المقال لليسوطی بحوالہ قاموس الفقہ ۲/ ۷۰)

ولا يصح في المرفوع من كل هذا شيئي (تحتہ فی ہامشہ) بل كلہ

مختلف و موضوع. (مقاصد الحسنہ فی الأحادیث المشتهرة علی الألسنة ۱/ ۶۰، ۶۱،

رقم: ۱۰۲۱، تیسیر المقال بحوالہ قاموس الفقہ ۲/ ۷۰، تذکرۃ الموضوعات للفتنی ۱/ ۳۴،

موضوعات ملاعلی قاری، کراچی ص: ۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ واعلم
کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری

۱۷ جمادی الثانیہ ۱۴۳۲ھ

۱۷/۶/۱۴۳۲ھ

(الف فتویٰ نمبر ۴۰/۱۱۳۷)

نام مبارک سن کرا نکوٹھا چومنے اور آنکھوں پر پھیرنے کی شرعی حیثیت

سوال [۵۵۴]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ لوگ

آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سنکرا نکوٹھے چوم کر آنکھوں پر پھیر لیتے ہیں یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالعزیز، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: علامہ شامی نے کنز العباد، تہستانی، فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے مستحب نقل فرمایا ہے لیکن آخر میں خود علامہ نے علامہ جراحی کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے کہ مذکورہ کتابوں کی روایات کسی حد تک بھی معتبر اور قابل اعتبار نہیں۔

وذكر الجراحی وأطال ثم قال ولم يصح في المرفوع من كل هذا

شيسئ الخ (شامی کتاب الصلوٰۃ، باب الأذان مطلب فی كراهة تكرار الجماعة فی

المسجد کوئٹہ ۱/ ۳۷۰، کراچی ۱/ ۳۹۸، زکریا ۲/ ۶۸)

اس لئے اہل فتاویٰ اور علماء محققین اس کے ترک کو احوط اور افضل کہتے ہیں۔

(مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲/ ۱۰۷، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/ ۵۹-۱۸۶، جدید ڈائجیل ۳/ ۱۵۶-۱۶۲)

الأحاديث التي رويت في تقبيل الأنامل وجعلها على العينين عند

سماع اسمه عن المؤذن في كلمة الشهادة كلها موضوعات. (تيسير المقال بحواله قاموس الفقه ۲/ ۷۰، مقاصد الحسنه في الأحاديث المشتهرة على اللسنة ۱/ ۶۰، رقم: ۱۰۲۱، تذكرة الموضوعات للفتنى ۱/ ۳۴، موضوعات ملاعلى قارى، كراچى ص: ۶۴) فقط واللہ سبحانہ و تعالیٰ واعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۶۰۳)

شہادتین میں انگوٹھا چومنا

سوال [۵۵۵]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اذان میں شہدان محمد رسول اللہ کی دونوں شہادتوں پر دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر لگانا فقہ حنفی کی کسی کتاب سے ثابت ہے یا نہیں اور ہے تو یہ سنت ہے یا نہیں؟ اور کیا ایسا کرنے والوں کو غلط کہا جاسکتا ہے؟

المستفتی: عبدالرحمن موسیٰ، کیراف گول اسٹور، پور
نیک کالونی، لکھنؤ، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی کے اندر کنز العباد، قہستانی، فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے مستحب نقل کیا ہے لیکن آخر میں خود علامہ نے علامہ جراحی کے حوالہ سے یہ بیان کیا ہے کہ مذکورہ کتابوں کی روایات کسی حد تک بھی معتبر اور قابل اعتبار نہیں ہیں۔

و ذکر الجراحی و أطال ثم قال: ولم یصح فی المرفوع من کل هذا

شیئی الخ (شامی کتاب الصلوٰۃ، باب الاذان مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی

المسجد، کوئٹہ ۱/ ۳۹۸، مصری ۱/ ۳۷۰، کراچی ۱/ ۳۹۸، زکریا ۲/ ۶۸)

الأحاديث التي رويت في تقبيل الأنامل وجعلها على العينين عند سماع اسمه عن المؤذن في كلمة الشهادة كلها موضوعات. (تيسير المقال بحواله قاموس الفقه ۲/ ۷۰، المقاصد الحسنه في الأحاديث المشتهرة على الألسنة ۱/ ۶۰۶، رقم: ۱۰۲۱، تذكرة الموضوعات للفتى ۱/ ۳۴، موضوعات ملاعلى قارى، كراچى ص: ۶۴)

اس لئے اہل فتاویٰ اور علماء محققین اس کے ترک ہی کو احوط اور افضل کہتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲/ ۱۰۷، فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/ ۵۹-۲/ ۶۵-۱/ ۱۸۶، جدید ڈائجیل ۳/ ۱۵۶-۱۶۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ واعلم

کتبہ: بشیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۸ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۳/۵۶۱)

کلمہ شہادت پر انگوٹھا چومنے کی شرعی حیثیت

سوال [۵۵۶]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اذان میں اشہد ان محمد رسول اللہ سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ اور زیڈ کہتا ہے کہ انگوٹھا چومنا ضروری نہیں ہے، تو اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے دیجئے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: نہ اذان و اقامت میں شہادتین پر انگوٹھا چومنا ضروری ہے اور نہ قرآن کریم اور صحیح مستند حدیث سے اس کا ثبوت ہے البتہ علامہ شامی نے کنز العباد، قہستانی، فتاویٰ صوفیہ اور کتاب الفردوس کے حوالہ سے مستحب نقل فرمایا ہے لیکن آخر میں خود علامہ شامی نے علامہ جراحی کے حوالہ سے یہ بیان کیا ہے کہ مذکورہ کتابوں کی روایات کسی حد تک بھی معتبر اور قابل اعتبار نہیں ہیں، اس لئے اہل فتاویٰ اور علماء محققین اس کے ترک ہی کو احوط اور افضل کہتے ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم ۲/ ۱۰۷،

فتاویٰ محمودیہ قدیم ۲/ ۵۹-۶۵/ ۱-۱۸۶، جدید ڈائجیل ۳/ ۱۵۶-۱۶۲)

وذكر الجراحی وأطال ثم قال ولم يصح في المرفوع من كل هذا
شيئي الخ (شامی کتاب الصلوٰۃ، باب الأذان مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی
المسجد زکریا ۲/ ۶۸، مطبوعه کوئٹہ ۱/ ۲۹۳، مصری ۱/ ۳۷۰، کراچی ۱/ ۳۹۸)
الأحاديث التي رويت في تقبيل الأنامل وجعلها على العينين عند
سماع اسمه عن المؤذن في كلمة الشهادة كلها موضوعات. (تيسير المقال
بحواله قاموس الفقه ۲/ ۷۰، المقاصد الحسنه فی الأحاديث المشتهرة على
الألسنة ۱/ ۶۰۶، رقم: ۱۰۲۱، تذكرة الموضوعات للفتی ۱/ ۳۴، موضوعات ملا علی
قاری، کراچی ص: ۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ واعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱۹ رجب ۱۴۰۸ھ

(الف فتویٰ نمبر ۲۳/ ۸۱۶)

تکبیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آنے پر انگوٹھا چومنا

سوال [۵۵۷]: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تکبیر یا
کسی موقع پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر دورد شریف پڑھنا یا صرف انگوٹھا
چومنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث سے جواب مرحمت فرمائیں عین نوازش ہوگی

المستفتی: مظفر حسین، قصبہ بسواں، بدایوں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: وہی الفاظ کہنا مستحب ہے جو مؤذن کی زبان سے
نکلے ”حي على الصلوة والفلاح“ پر ”لا حول ولا قوة إلا بالله“ کہا کریں اور
”قد قامت الصلوة“ پر ”أقامها الله وأدامها“ کہا کریں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ

قدیم ۲/ ۵۶، جدید ڈائجیل ۳/ ۱۵۶-۱۶۲)

انگوٹھا چومنا صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اس لئے انگوٹھا چومنا بہتر نہیں ہے، کتاب الفردوس، کنز العباد، فتاویٰ صوفیہ میں چومنا ثابت ہے لیکن وہ کتابیں معتبر نہیں ہیں۔ (مستفاد: فتاویٰ محمودیہ قدیم ۱/۵۹، جدید ڈائجیل ۳/۱۵۶-۱۶۲)

و ذکر الجراحی و أطال ثم قال ولم یصح فی الموضوع من کل هذا شیئی الخ. (شامی کراچی، کتاب الصلوٰۃ، باب الأذان مطلب فی کراهة تکرار الجماعة فی المسجد زکریا ۲/۶۸، کراچی ۱/۳۹۸)

مسح العینین بباطن أنمتی السبابتین بعد تقبیلہما عند سماع أشهد أن محمداً رسول الله من المؤذن - إلى - لا یصح. (تذکرۃ الموضوعات للفتی ۱/۳۴، المقاصد الحسنہ فی الأحادیث المشتہرة علی الألسنة ۱/۶۰، رقم: ۱۰۲۱، تیسیر المقال بحوالہ قاموس الفقہ ۲/۷۰، موضوعات ملا علی قاری، کراچی ص: ۶۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۶/۱۴۰۷ قعدہ ۱۴۰۷ھ

(فتویٰ نمبر ۳۸۹/۲۳)

